لذتِ بادۂ لعلش زمن مست مپرس ذوق این مئ نشناسی بخدا تا نچشی

الحمد للہ والمنۃ کہ اِن دنوں ترجمہ کتاب لاجواب کشف المحجوب مصنفہ سرمست بادۂ توحید جرعہ نوش میخانہ تجرید عنقائے قاف قدرت شہبازِ آشیانۂ قربت عالم اکمل فاضلِ اجل حضرت مخدوم سید علی الہجویری ثم اللاہوری ملقب بہ حضرت داتا گنج بخش صاحب رضی اللہ عنہ موسوم بہ کتاب

ظہیر المطلوب سنہ ۱۳۴۳ھ

ترجمہ اردو

کشف المحجوب سنہ ۱۹۲۵ء

مترجمہ عالم المعی فاضل لوذعی جناب مولانا حافظ حکیم شاہ ظہیر احمد صاحب ظہیری السہسوانی مقیم بدایون المخاطب بہ ظہیر العلماء

حسب فرمایش

محب الفقراء مقبول اہل اللہ حامی دین متین حاجی چراغ الدین سراج الدین صاحب تاجران کتب شہر لاہور کشمیری بازار

در مطبع اسلامیہ سٹیم لاہور بیرون لوہاری دروازہ باہتمام منشی محمد لائق خان مہتمم طبع شد

بار دوم

قیمت ۱۲؏

ترجمہ کشف المحجوب

یعنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ تاریخ تصوف معہ حالات پیر علی مخدوم ہجویری مصنّف کتاب کشف المحجوب

واضح ہو کہ تصوف یعنی درویشی اور مراقبہ پسندی سب مذاہب اور سب قوموں میں رہی ہے جسقدر انسان کے علائق جسمانی اور افکار دینوی کم ہوتے جاتے ہیں اور تہذیب اور اخلاقی اور تزکیہ نفس حاصل ہوتا جاتا ہی اُسی قدر وہ خلوت گزینی اور مراقبہ کو بہترین کمالات انسانی سمجھ کر اختیار کرتا جاتا ہے۔ مگر مدارج تصوف ہر شخص اور ہر قوم کے خصائص طبعی کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں یعنی جس قوم اور جس شخص کو جتنی استعداد ظاہر اور باطن اور مجرد و مادی میں تمیز کرنے کی ہوتی ہی اُتنا درجہ اُسکا تصوف میں ہوتا ہے مثلاً ہندوؤں کا اعتقاد یہ ہے کہ منتہی شرف و فضیلت انسان کا یہ ہے کہ عالم لاہوت و ناسوت میں پہونچکر خدا سے ملجائے اسی غرض سے سنیاسی لوگ ایک ہی مقام پر جمے رہتے ہیں اور جنبش نہیں کرتے اور بالکل بے حس و حرکت ہو جاتے ہیں جب ایک غیر متناہی اور غیر مرئی چیز کے تصور میں وہ منہمک رہتے ہیں۔

پرمیشر اور برہمن میں امتیاز نہیں کرسکتے آخر کو یہ نوبت پہنچتی ہے کہ مختلف مخلوقات کو مظہر کبریا تصور کرکے اُن میں اور اُن کے خالق میں تمیز نہیں کرسکتے اور ہمہ اوست کا دم بھرنے لگتے ہیں اور پھر جو اس خیال میں ترقی ہوتی جاتی ہے اور مراقبہ کا زور ہوتا جاتا ہی تو اُن کو یقین کلی ہوجاتا ہی کہ خالق اور مخلوق ایک چیز ہے، جیسا بھاگوت گیتا سے ظاہر ہی پس اس سے معلوم ہوا کہ جب ہمہ اوست کا اعتقاد منتہے کو پہنچ جاتا ہے تو شرک و بُت پرستی کا باعث ہوتا ہے اور جتنے اعتقادات خدا کے باب میں ہیں اُن سب سے پیشتر یہ ہی اعتقاد بت پرستی کا ہوا تھا۔ اور اس کا باعث یہ ہوا تھا کہ ابتدار خلقت میں انسان کے دل میں کوئی روحانی خیال نہ آتا تھا جسمیں خوف اور ہیبت شریک ہوتی ہو، جب وہ بڑی بڑی جنگلوں کو دیکھتا تھا جن پر انسان کا دسترس کبھی نہیں ہوا ہی اور بڑی بڑی عظیم الشان پہاڑ اس کو دُور سے دکھائی دیتے تھے اور شب تیرہ و تار میں مہیب صورتیں اُڑتی نظر آتی ہوئی دیکھتا تھا اور جنگل و بیابان میں ہوا کا سنسناتا سنتا تھا تو ان سب باتوں سی اُس کے دل میں ایک عجیب خوف اور ہیبت پیدا ہوتی تھی اور جس مادی چیز کو اپنے سے زیادہ قوی پاتا تھا یا اُس کے قریب جو اور چیزیں ہوتی تھیں اُن سے زبردست دیکھتا تھا اُسی کی پرستش کرنے لگتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان تمام مخلوقات خدا میں ایک روحانیت اُس نے قرار دے لی اور ان روحانیت کو سزاوار پرستش سمجھنے لگا۔ پھر چند عرصہ کے بعد ان سب روحانیات کو باہم خلط ملط کرکے ایک روح قرار دے لی جو تمام عالم پر محیط اور حاوی اور سب کائنات میں ساری و طاری ہے۔

بُت پرستی ایک مقدمہ توحید اور حلول کا ہے اور جب یہ تینوں اعتقاد انتہا کو پہونچ جاتے ہیں تو باہم خلط ملط ہوکر ایک اعتقاد ہوجاتا ہے، زمانہ سلف میں مذہب زردشت میں حلول کا اعتقاد بہت کم تھا اور یزدانی مذہب اُس کے بعد پیدا ہوا تھا۔

اور مذہب افلاطونی خود مشرقی خیالات سے پیدا ہوا تھا اور اُس کی تاثیر دین مسیحی پر بہت کچھ

ہوئی ۔ غالباً عشارۂ ربانی کا اعتقاد عیسائیوں نے اپنے فلسفہ افلاطونی یعنی حکمت اشراقیہ سے اخذ
کیا ہے ۔ قرن اوسط میں جو صوفی یورپ میں ہوئے اُن کے مسلک کا دار و مدار صرف اسی مسئلہ
پر تھا مشائخ یورپ میں سے فقط ایک شخص جو ہانس اسکوٹس اس سے مستثنےٰ تھا جس مسلک
کا نام تصوف ہی یعنے جذبہ معرفت آلہی اُس کو یورپ میں مسلمانوں ہی نے جاری کیا تھا - اور
مسلمانوں میں تصوف کا ماخذ اور منشار وہ احادیث نبوی ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے باری تعالیٰ کی نسبت فرمایا ہے کہ اُس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ از ذرائے
تا ثریا سب اشیار میں ساری و طاری ہے اور جس خضوع و خشوع اور حضور قلب اور محویت
اور وجد کے ساتھ حضور علیہ السلام عبادت خدا فرماتے تھے وہی اس مسلک کی مؤید ہے
الغرض ان وجوہ سے مسلمانوں میں وہ فلسفہ اشراقیہ پیدا ہوا جس کا نام تصوف ہے اور
بلاد مغربی میں مسلمانوں میں فلسفۂ اشراقیہ یعنی افلاطون کے اقوال کا جاری ہونا اس مسلک
تصوف کا اور زیادہ معین ہوا - اور ممالک ایشیا میں امام ابو حامد محمد غزالی صاحب احیاء
العلوم اور ممالک یورپ میں ابن طفیل بہت بڑے عالم اور پیشوا فلسفۂ اشراقیہ یعنے
تصوف کے گذرے ہیں - امام غزالی کو جب کسی فلسفہ سے اطمینان نہ ہوا جس کی
بنا رمشاہدہ اور عقل پر تھی تو تصوف کو بے خدشہ سمجھکر اس مسلک کو اختیار کر لیا - بس
اُس وقت سے اُنہوں نے فلاسفہ کو بُرا سمجھ کر اور اُس کے اقوال کی تشہیر شروع کر دی
امام غزالی کے اعتراضات اکثر شیخ الرئیس ابو علی ابن سینا اور مشائین پر ہیں - اور انہیں
کے زور قلم سے یہ مسلک ممالک مشرقی کے مسلمانوں میں شائع ہوا اس اجمال کی تفصیل اُس تفسیر
سے خوب ظاہر ہی کہ جو خواجہ عبید اللہ نے تفسیر حسینی میں سورۃ الفاتحہ کے بیان کی
ہے اھدنا الصراط المستقیم یعنی بتا دے ہمکو وہ راستہ جس سے تجھ تک پہنچ جائیں
اور اپنی محبت ہمارے دل میں پیدا کر کہ خود تیرا جوہر محبت ہے اور خلاص کر ہمکو ہر چیز سے
جو ہم کو تجھ سے دور رکھتی ہو اور ہمکو وہ راہ بتا دے جس میں ہم تیرے سوا کسی کو نہ دیکھیں

اور تیرے سوائے کسی کو نہ سُنیں اور تیری سوا کسی کا عشق نہ رکھیں اور امام غزالی کے بعد بڑے بڑے علماء اور مشائخ صوفیہ گذرے، اور ممالک شرقی کے مسلمانوں میں جو سب سے زیادہ کامل العقل تھے اُنہوں نے فلسفۂ اشراقیہ یعنی تصوف اختیار کیا مولانا جلال الدین رومی جن کی مثنوی کی شرف وفضیلت کے اظہار کو یہ شعر کافی ہے ؎

مثنویٔ مولوی معنوی ٭ ہست قرآن در زبانِ پہلوی ۔ حکیم ثنائے جن کو خود مولانا روم نے اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔ فریدالدین عطار۔ شمس الدین حافظ۔ خاقانی۔ معلم الاخلاق۔ شیخ سعدی شیرازی ملک الشعراء مولانا نظامی علیہ الرحمہ یہ سب صوفی تھے بعض نے فردوسی کو بھی گروہ صوفیہ میں لکھاہے چونکہ صوفیہ کے نزدیک اخلاق کا دار و مدار بالکل عشق خدا پر ہے اور اس اعتقاد کو وہ مکروہ جانتے ہیں کہ احکام و عبادات شرعیہ کی اصل خوف جہنم ہے ایک صوفی سے کسی نے پوچھا کہ بڑے لوگ کون ہیں تو اُس نے جواب دیا کہ وہ لوگ جو خدا کی عبادت طمعِ ثواب یا خوفِ عذاب سے کرتے ہیں۔ تب سائل نے پوچھا کہ آپ کس نیت سے خدا کی عبادت کرتے ہیں اُس صوفی نے جواب دیا کہ اُس کے عشق سے اور اس دعوے کی دلیل اُس حدیث کو گردانا جس میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نے عشق کو سَو حصّوں میں منقسم کیا اُن میں سے ۹۹ حصّے اپنے لئے مخصوص رکھے اور ایک حصّہ بنی آدم کو عطا فرمایا چنانچہ دنیا میں جسقدر عشق ہے وہ اُسی ایک جزو سے پیدا ہوا ہے اور اُسی جزو کی برکت سے بنی آدم ایک دوسرے سے نسبت رکھتے ہیں اور سبسے زیادہ تقرب بندہ کو اپنے معبود سے اُسوقت حاصل ہوتا ہے جبوقت اُسکا دل عشق خدا میں بالکل محو ہوتا ہے۔

سب سے پہلے کون شخص صوفی کہلایا۔

حضرت مولانا جامی علیہ الرحمہ نفحات میں فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابوہاشم رحمۃ اللہ علیہ صوفی کے نام سے مشہور ہوئے جو کوفہ کے رہنے والے تھے اور شام میں شیخ وقت تھے

اور ہم عصر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے اور
دقائقِ ریا کے بیان نہ فرماتے تو مجھ کو دقائقِ ریا کی معرفت نہ ہوتی اور ابو ہاشم کے دیکھنے
سے پہلے میں نہ جانتا تھا کہ صوفی کیا ہوتا ہے پہلے اُن سے جو بزرگ ہوئے وہ زہد و ورع
اور طریق توکل اور محبت میں اچھے معاملات رکھتے تھے الا یہ نام نہ رکھتے تھے۔ اور سب سے
پہلے جو صوفی نام ہوا وہ ابو ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کا ہوا اور اُنہوں نے ہی رملہ شام میں۔
صوفیوں کیلئے خانقاہ بنوائی انتھی، اور حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے محب
الٰہی اور مقبول بارگاہ نامتناہی ولی کامل اور صوفی مکمل تھے جن کے نام مبارک سے
ایک جہان واقف ہی اور جو شاگرد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اور مرید
حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ اور تربیت یافتہ حضرت علی بن موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ
کے تھے اور مرشد حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے یعنی دادا پیر سید الطائفہ حضرت جنید
بغدادی کے تھے جنکا وصال ۲۰۰ھ ہجری میں ہوا وہ تصوف کے باب میں فرماتے
ہیں التصوف الاخذ بالحقائق والیاس مما فی ایدی الخلائق۔ یعنے تصوف گرفتن
حقائق است و گفتن دقائق و نومید شدن از انچہ در دست خلائق است یعنی تصوف
حقائق کا پانا اور پکڑنا اور دقائق کا کہنا اور جو کچھ خلائق کے ہاتھ میں ہو اُس کی طرف
نظر نہ کرنا اور اُس سے ناامید ہونا ہی یہ کلمہ الاخذ بالحقائق بڑا پر مغز اور پر معنی ہے اور
قابل اس کے ہے کہ اس کی تشریح کماحقہ کی جائے مگر فرصت قلیل قتل کے لاکھوں۔
امید وار قاتل بخیل وار کہر ہو گدہر نہ ہو۔

علم تصوف کیا ہی اور صوفی کس کو کہتے ہیں

اب ہم کو یہ بتا دینا چاہیئے کہ علم تصوف کیا ہی اور صوفیہ سے کون لوگ مراد ہیں حضرت
ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا کہ صوفیہ کون لوگ ہیں تو آپ نے اس کے
جواب میں فرمایا ہم قوم اثروا اللہ عزوجل علی کل شیئ فآثرھم اللہ عزوجل

علی کل شئ یعنے وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدائے پاک کو ساری چیزوں پر اختیار کیا ہے اور خدائے پاک نے اُن کو ساری چیزوں سے چن لیا ہے اور اپنا مقبول بنا لیا ہے۔ دوسرے موقعہ پر آپ فرماتے ہیں کہ صوفی مردیست کہ خدائے را بہمہ چیز گزیند یعنے صوفی وہ ہے جو خدائے عزوجل کو ساری چیزوں پر اختیار کرے۔ اور حضرت عبداللہ نستری علیہ الرحمۃ سے کسی نے دریافت کیا کہ صوفی کسکو کہتے ہیں آپنے ارشاد فرمایا کہ صوفی آن است کہ صاف بود از کدر و پر شود از فکر و در قرب خدا منقطع شود از بشر و یکساں شود در چشم او خاک و زر یعنے صوفی وہ ہے کہ تمام کدورتوں سے صاف ہو جائے اور فکر سے پُر ہو جائے اور خدائے پاک کے قرب میں اوصاف بشریت سے منقطع ہو جائے اور اُس کی نظر میں مٹی اور سونا یکساں ہووے۔ اور حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ نے اس علم کی تعریف اس مختصر جملے میں ادا فرمائی ہے کہ ہمہ اوست یعنے تصوف ہمہ اوست کا نام ہے اور حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے ایک موقعہ پر صوفی کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ صوفی آنست کہ دل او چوں ابراہیم سلامت یافتہ باشد از دوستی دنیا و بجا آرندہ فرمانِ خدا بود و تسلیم او چوں تسلیم اسمعیلؑ۔ و اندوہ او چوں اندوہ داؤدؑ۔ و فقر او چوں فقر عیسےؑ۔ و صبر او چوں صبر ایوب۔ و شوق او چوں شوق موسی در وقت مناجاتؑ اخلاص او چوں اخلاص محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنے صوفی وہ ہے کہ اُس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح دنیا کی دوستی سے سلامت ہو اور خدائے پاک کے فرمان کا بجا لانے والا ہو اور اُس کی تسلیم حضرت اسمعیل علیہ السلام کی طرح ہو۔ اور اُن کا اندوہ مثل اندوہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ہو۔ اور اُن کا فقر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی مانند ہو۔ اور صبر حضرت ایوب کی طرح ہو۔ اور شوق میں حضرت موسی علیہ السلام کی طرح وقت مناجات کے ہو۔ اور اُن کا اخلاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مانند ہو جب صوفی ہے ورنہ نہیں۔ اور حضرت خواجہ مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف حسن خلق است یعنے تصوف خلق حسن کا نام ہے

دوسرے موقعہ پر فرماتے ہیں کہ تصوف حالیست کہ غائب گرداند صاحب آں را از گفتگو۔ و می بردتا بخدا۔ واز انجا بیروں گرداند تا خدا بماند او نیست شود۔ یعنے تصوف ایک حالت ہے کہ جس پر وہ (حالت) طاری ہو اس کو گفتگو سے غائب کردیتی ہے اور خدا تعالےٰ تک لیجاتی ہے اور وہاں سے اُسوقت واپس لاتی ہے کہ وہ شخص انیست ہو جائے۔ اور خدا تعالےٰ ہی رہ جائے مطلب یہ کہ فنا فی اللہ ہو جائے۔ حضرت عمر بن عثمان مکی علیہ الرحمۃ نے تصوف کی تعریف یوں فرمائی ہی تصوف آنست کہ بندہ در ہر وقت مشغول بچیزے بود کہ دراں وقت اولے تر بود۔ یعنے تصوف وہ ہی کہ بندہ ہر وقت میں ایسی چیز کے ساتھ مشغول ہو جو اُسوقت میں سب سے اولےٰ تر ہو۔ یعنے خدائے پاک کی یاد۔ اور حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صوفی آنست کہ دل صاف دارد با خدا۔ یعنے صوفی وہ ہے کہ خدا کے ساتھ دل صاف رکھے یعنی دل میں ماسوی اللہ کو جگہ نہ دی۔ اور حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ نے کھلے کھلے لفظوں میں یہ تفصیل فرمادیا کہ تصوف نہ علوم است نہ رسوم۔ اگر علوم بودی بہ تعلیم حاصل شدی۔ واگر رسوم بودی بمجاہدہ بدست آمدی۔ بلکہ اخلاقی است تخلقوا باخلاق اللہ وتخلق خدا بیروں آمدن نہ بہ رسوم دست دہد نہ بعلوم یعنے تصوف نہ علوم ہی نہ رسوم کیونکہ اگر علوم ہوتا تو پڑھنے سے حاصل ہو جاتا اور اگر رسوم ہوتا تو مجاہدہ کے ساتھ حاصل ہو جاتا بلکہ تصوف نام اخلاق کا ہے یعنی خدائے پاک کے خلق کے ساتھ ہر ایک سے پیش آنا یہ تصوف نہ رسوم سے ہاتھ آتا ہی نہ علوم سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ نے تصوف کا خلاصہ ان چند اور مختصر الفاظ میں فرمایا کہ علوم متداولہ کا خلاصہ علم تفسیر اور حدیث اور فقہ ہے اور ان تینوں علموں کا خلاصہ علم تصوف ہی اس سے ثابت ہوا کہ علم تصوف علم شریعت کا مغز ہے۔ اور حضرت ابو عبد اللہ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفی آنست کہ صافی شود از بلاہا و غائب شود

از جملہ عطا ہا یعنے صوفی وہ ہے جو تمام بلاؤں سے صاف ہو جائے اور (خدائے پاک کی)
عطاؤں میں غائب ہو جائے۔
حضرت ابوالحسن خرقانی رح کا قول ہے کہ صوفی آنست ہر سخنے کہ گوید شنوندہ آں خدا را
بہبیند یعنے صوفی وہ ہے کہ جب کلام کرے تو سننے والیکو معرفت الٰہی حاصل ہو جائے۔ یعنے
ہر بات میں خدائے تعالےٰ کا ادب ملحوظ رکھے۔
حضرت منصور حلاج کو جب سولی پر چڑھانے لگے تو حضرت شبلی علیہ الرحمۃ بھی سامنے کھڑے تھے
آپ نے حضرت منصور حلاج سے پوچھا کہ ما التصوف یا حلاج۔ یعنے اے حلاج تصوف کیا ہی
آپ نے فرمایا کہ کمترین آں این است کہ مے بینید۔ یعنے سب کم درجہ یہ ہے کہ جو تم دیکھ رہے
ہو۔ حضرت شبلی نے پھر سوال کیا کہ بلند تر کدام است یعنے اُس کا اعلیٰ درجہ کونسا ہے۔
حضرت منصور نے جواب دیا کہ شمارا بداں راہ نیست یعنے تمکو وہاں تک رسائی نہیں ہے
اس سے معلوم ہوا کہ تصوف کوئی سہل امر نہیں ہے بلکہ بہت سخت ایک راہ دشوار گذار
ہے جس کی ادنےٰ ادنےٰ گھاٹیوں میں بڑے بڑے اولی العزم اولیاء اللہ ہلاک ہو گئے
اور کچھ پتا نہ چلا حضرت غوث الثقلین قطب الکونین مولانا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی
اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک پہاڑ کی گھاٹی میں عبادت خداوند جل
وعلا میں مشغول تھا اور رات کا وقت تھا کیا دیکھتا ہوں کہ یکایک تمام عالم انوارات
سے منور ہو گیا اور اُس کی کچھ ایسی روشنی تھی کہ نہ آسمان تھا نہ زمین تھی بلکہ ایک
صورت نورانی نمودار تھی میں اُس کو دیکھ کر عالم حیرت میں پڑ گیا کہ یکایک اُس صورت
نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے عبدالقادر یعنے تیری کل عبادتیں قبول کیں اس جملہ پر مجھ
کو کمال درجہ مسرت حاصل ہوئی اور ساتھ ہی اسکے کہا کہ اے عبدالقادر یعنے منہیات شرعیہ
تجھ پر حلال کیں اس کو سنکر میں نے فوراً لاحول پڑھی کیا دیکھتا ہوں کہ آن واحد میں وہ
صورتِ نورانی بشکل ظلمانی ہو کر زمین پر گری اور منادیٔ غیب نے ندا دی کہ شاباش

عبدالقادر کہ یہ تیرا ہی کام تھا کہ جو اس مقام سے بخیریت گذرا ورنہ بڑے بڑے اولیاء اللہ مارے پڑے ہیں اس حکایت سے معلوم ہوا کہ تصوف کے واسطے علم کا ہونا بھی شرط ہے جیسا کہ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بے علم نتواں خدارا شناخت ۔

بوجہ طوالت ہم اقوال صوفیہ کو پورے طور پر نہ لکھ سکے اور نہ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم سب اقوال صوفیہ لکھیں اب ہمیں یہ دکھانا ہے کہ صوفیہ کے نزدیک مسئلہ وحدۃ الوجود کی کیا حقیقت ہے گو یہ بحث بھی بہت طوالت کے ساتھ کتب تصوف میں موجود ہے مگر یہ ہمارا مذاق تصوف ہم کو اجازت دیتا ہے کہ ہم اس مقدمہ کتاب کشف المحجوب کے ترجمہ میں اول تاریخ تصوف اور علی مخدوم ہجویری مصنف کتاب کشف المحجوب کے کچھ مختصر حالات سے بھی اپنے ناظرین کو آگاہی دیں کہ علم تصوف میں یہ کس پایہ کی کتاب ہے اور مصنف علیہ الرحمہ کس رتبہ کا ولی اللہ ہے اور ہم نے ترجمہ اردو کس محنت سے حسب الارشاد فیض بنیاد ملجائی محبان و ماوائی مخلصان جناب حاجی چراغ الدین و سراج الدین صاحب تاجر کتب لاہور کشمیری بازار کے اصرار سے کیا کہ ترجمہ کو اصل کتاب بنا دیا اور اسی رعایت سے ہم نے اس ترجمہ کا نام برعایت اپنے نام کے ظہیر المطلوب فی ترجمہ کشف المحجوب رکھا خدا تعالیٰ قبول عام فرمائے بمنہ وکرمہ ۔ العبد

خادم الفقراء فقیر ظہیر احمد شاہ ظہیری السہسوانی مقیم بدایوں مولوی محلہ مترجم کتاب کشف المحجوب ۳۰ جون ١٩٠٦ء مطابق ١٣ جمادی الثانی سنہ ١٣٢٤ ہجری

مسئلہ وحدۃ الوجود

صوفیہ کے نزدیک یہ مسئلہ تین قسم پر ہے اول واجب الوجود وہ کہ جانب وجودی ضروری ہو اور جانب عدمی محال ہو۔ دوم ممتنع کہ جسکا عدم ضروری ہو اور وجود مستلزم محال کو ہو سوم ممکن وہ کہ وجود و عدم ہر دو برابر ہوں یعنے نہ وجود ضروری ہو نہ عدم اور اصطلاح

صوفیہ میں واجب الوجود کے واسطے تنزلات خمسہ ہیں تعین اول کا نام وحدت ہے اور
ثانی تعین کا نام احدیت ہے اور تعین ثالث کا نام تعین روحی اور تعین رابع کا نام مثالی
اور تعین خامس کا نام تعین جسدی ہے اور تعین اول کہ جسکو وحدت کہتے ہیں وہ علم اجمالی سے
عبارت ہے جس کی صفت یہ ہی کہ منشار ہو واسطے علم تفصیلی کے معنے ایک شے بسیط جس میں
صلاحیت کثرت کے پیدا کرنے کی ہو اسکو علم اجمالی کہتے ہیں اور تعین ثانی احدیت کی عبارت
ہی علم تفصیلی سے اور نیز اس تعین ثانی کو اعیان ثابتہ و حقائق ممکنات بھی کہتے ہیں یعنے یہ تعین
کہ عبارت ہے علم تفصیلی سے جو حقائق ممکنات کی ہے تعینات ثلثہ باقیہ عبارت ہے عکس یعنے
پرتو حقائق ممکنات و اعیان ثابتہ سے اور تعین اول و ثانی مرتبہ وجوب کو ثابت کرتی ہے
کیونکہ وہ عبارت علم سے ہے تو منشار وجوب کا ہوں گے اور تعینات ثلثہ باقیہ کو تعینات
خارجیہ کہتے ہیں یعنی تعین روحی و تعین مثالی و تعین جسدی کو مرتبہ وجوب میں کچھ دخل
نہیں بلکہ مرتبہ وجوب سے خارج ہیں کیونکہ یہ تعینات عبارت ہے۔ ضد واجب و ضد علم
واجب سے اور یہی تعینات ثلثہ مرتبہ امکان میں ہوئی ہیں کسواسطے کہ یہ تعینات واجب
و علم واجب کے غیر ہیں اور غیر واجب نہیں ہوتا مگر ممکن اور نزدیک اصحاب صوفیہ کے یہ
تعینات خارجیہ جو کہ منشا امکان ہیں محل ترتب آثار اور محل تکلیف احکام ثواب و عذاب
کا ہے اور جزا و سزا ان ہی تعینات خارجیہ کو ہوتی ہے بخلاف تعین وحدت و احدیت کے
کہ وہ عین واجب تعالے کے ہیں وہ محل ترتب آثار خارجیہ و محل تکلیف احکام ثواب عذاب
کے نہیں ہو سکتا اور تعینات خارجیہ یعنی تعین روحی و مثالی و جسدی عین ذات ممکن کے
ہیں اور ذات ممکن ہی مصداق تکلیف احکام ثواب عذاب کے واسطے مقرر ہوئی ہے
اور واضح ہو کہ اصطلاح صوفیہ میں جو کہ کلمہ ہمہ اوست و وحدۃ الوجود مشہور ہے وہ باعتبار
مرتبہ تعین وحدت و احدیت کے ہے چونکہ مرتبہ تعین وحدت کا منشار ہوتا ہے ۔ واسطے
امور کثیرہ کے لہذا امور کثیرہ کو عین واجب کہتے ہیں باعتبار منشار واحد کے اور مرتبہ احدیت

میں باعتبار تفصیل کرنے کے اتحاد ہی جسکو اعیان ثابتہ وحقائق ممکنات سے تعبیر کرتے ہیں اور عینیت موافق صور علمیہ کے ہے اور صوفیہ کی یہ مراد ہمہ اوست سے نہیں ہے کہ جمیع موجودات خارجیہ عین واجب تعالیٰ کی ہیں کیونکہ یہ موجودات خارجیہ محل تربت عذاب وثواب کا ہے، اور واجب مراد مبرا ہی کہ محل ہو ثواب و عذاب کا تو معلوم ہوا کہ موجودات خارجیہ عین واجب تعالیٰ کے نہیں ہوسکتی بخلاف تعین وحدت واحدیت کے کہ وہ عین واجب تعالےٰ کے ہیں کیونکہ یہ دو مرتبہ مانند باری تعالیٰ کے ہیں باعتبار عدم ہونے محل ثواب وعذاب کے اور اس معنے کے موافق صوفیہ ہمہ اوست کہتے ہیں اور اس میں کچھ خرابی نہیں ہی اور جو لوگ مسئلہ وحدۃ الوجود کو مخالف شرع کے کہتے ہیں یہ صحیح نہیں کیونکہ بوجہ بے خبر ہونے اُن کے کے علم تعقلیہ سے لفظ مخالفت کا کہتے ہیں چونکہ علوم عقلیہ سے واقف نہیں ہوتے اس لئے مسئلہ وحدۃ الوجود کا پوری طور سے اُن کی عقل میں نہیں آسکتا بلکہ تا وقتیکہ علوم عقلیہ منطق وفلسفہ وغیرہ میں واقفیت نہ ہو اس مسئلہ کو سمجھنا نہایت مشکل ہی حضرت شیخ محی الدین ابن اعربی قدس سرہ جو کہ مقتدائی وامام صوفیہ متاخرین کے ہیں فرماتے ہیں کہ اسمار وصفات واجب کے عین ذات واجب تعالےٰ کے ہیں۔ اور اسی طرح صفات کو بھی اتحاد آپس میں ہے مثلاً علم وقدرت عین ذات واجب کے ہیں۔ تو آپس میں بھی ایک دوسرے کے عین ہوگا یعنے علم عین قدرت کے ہی اور قدرت علم کے پس ذات واجب وصفات [illegible] کسی طرح کی جدائی نہیں ہی اور نہ کثرت و نہ تمایز ہے بلکہ تباین باعتبار [illegible] کے ہی اگر تمیز اجمالی ہی تو اُس کا نام وحدت ہی اور اسکو ہی حقیقت محمدیہ کہتے ہیں اور اگر تمیز تفصیلی ہے تو اُس کا نام واحدیت ہی اور اسکو حقائق وممکنات واعیان ثابتہ کہتے ہیں اور اُن ہر دو وحدت وواحدیت کے واسطے وجوب کا ثبوت ہے اور یہ کثرت [illegible] میں موجود ہی اس اعیان ثابتہ کا عکس ہی یعنے [illegible] اور کثرت خارجیہ کی [illegible] ہیں قسم اول روحی، دوم [illegible] قسم سوم [illegible]

کہ ساتھ جسم کے تعلق رکھے اور ان تعینات کو خارجیہ بھی کہتے ہیں اور ان ہی کے واسطے امکان کا ثبوت ہے۔ ان پانچوں تعینات کو اصطلاح صوفیہ میں تنزلات خمسہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ صوفیہ کے نزدیک غیر علم واجب کے اور غیر اسما صفات واجب تعالیٰ کے کسی کا وجود نہیں ہے اسی واسطے کلمہ ہمہ اوست و وحدۃ الوجود کا کہتے ہیں اور حکم ساتھ اتحاد کے کرتے ہیں حاصل یہ ہے کہ صورت اس زید کی عین و مطابق اُس زید کے ہے جو کہ اعیان ثابتہ و حقائق ممکنات میں موجود ہے جسکو صور علمیہ کہتے ہیں بعینہ صورت زید وہاں موجود ہے اسی طرح صورت جمیع موجودات خارجیہ کی موافق صورت موجودہ اعیان ثابتہ کے ہے یعنی مرتبہ تعین احدیت میں جیسی صورت ہوتی ہے اُسی طرح کی صورت موجودات خارجیہ میں ہوتی ہے یہی موافقت ہر دو صورت کی سبب ہمہ اوست کہنے کا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے کہ موجودات خارجیہ اور اعیان ثابتہ شے واحد ہے کیونکہ موجودات خارجیہ امکان کو مستلزم ہے اور اعیان ثابتہ وجوب کو اور درمیان وجوب امکان کے اتحاد محال ہے پس تصریح مذہب شیخ محی الدین ابن العربی کی یہ ہے کہ نزدیک صوفیہ کرام کے یہ موجوات خارجیہ امکانیہ عکس یعنے پرتوہ اعیان ثابتہ کا ہیں اور اعیان ثابتہ عبارت ہے صور علمیہ سے اور صور علمیہ عبارت ہے علوم تفصیلی سے اور علم نہ عین ذات اللہ تعالیٰ کا ہے بحسب المفہوم کے اور نہ غیر باعتبار وجود کے یعنے ممکن زید موجود خارجی کہ عکس و پرتوہ اعیان ثابتہ کا ہے کہ عبارت علم سے ہے اور وہ علم نہ تو عین ذات اللہ تعالےٰ کا ہے باعتبار مفہوم کے کیونکہ مفہوم واجب کا یہ ہے کہ جو ذات مستجمع ہو جمیع صفات کمال کو اُسکو واجب کہتے ہیں اور مفہوم علم کا دانستن ہے ان ہر دو مفہوم میں مغایرت ظاہر ہے عینیت محال ہے اور علم واجب کا واجب کے عین ہے۔ باعتبار وجود کے کیونکہ واجب کا وجود علیحدہ نہیں ہے علم اپنے سے بلکہ جو وجود واجب تعالیٰ کا ہے وہی وجود علم واجب کا ہے پس عینیت باعتبار وجود کے ظاہر ہے بعد تمہید مقدمہ ہذا کے معلوم ہوا کہ حمل کرنا علم واجب کا ذات واجب پر صحیح ہے کیونکہ حمل کی یہ تعریف ہے کہ وہ

دو شے جو کہ مغایر باعتبار مفہوم کے ہوں اُن کا متحد ہونا باعتبار وجود کے تو یہ کہنا صحیح ہے الواجب لاعلم یعنے واسطے واجب کے علم ہی مراد ہے کہ علم واجب واجب پر باعتبار حمل اشتقاقی کے جوکہ بواسطہ ذو ولہ و فی کے ہوتا ہے محمول ہونا جائز ہے تو جبکہ علم واجب واجب پر محمول ہوسکتا ہے تو ممکن جو کہ عکس و پرتو علم واجب تعالیٰ کا ہے اس کا بھی حمل صحیح ہوگا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ زید تشخص خارجی موجود بعینہ مطابق اُس زید کے ہے جو کہ علم واجب میں موجود ہے اس مطابقت کی وجہ سے ہمہ اوست کا کہنا صحیح ہے اور یہی مذہب ہے حضرت مجدد الف ثانی صاحب جو کہ پیر شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبد العزیز صاحب کے تھے اپنی مکتوبات میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں بطریق نقل مذہب اصحاب وحدۃ الوجود کہ بقول اکثر صوفیہ علی الخصوص متاخران ایشاں ممکن را عین واجب تعالےٰ دانستہ اند و صفات و افعال آنہا عین صفات و افعال او تعالےٰ انگاشتہ میگویند واللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست اور شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کی نسبت طرف شیخ فرید الدین عطار و اوحدی و شمس الدین تبریزی کے و حکیم سنائی و مولانا روم و حافظ شیراز و حضرت خواجہ قطب الدین دہلوی کے ہے اور یہی مذہب امام شافعی کا بھی ہے اور فقیر ظہیر احمد ظہیری سہسوانی مترجم کتاب کا تو یہ مذہب ہے جیسا کہ اُس نے اپنی اس رباعی سے ظاہر کیا ہے اور اس مذہب کو اُس نے اپنی کتاب حجۃ الشہود فی وحدۃ الوجود میں مشرح و مفصل لکھا ہے اور وہ رباعی یہ ہے (رباعی فقیر ظہیری مترجم کتاب)

عین است و عیاں بہر و ماہ ہمہ اوست	در دیر و دل و بجان و کعبہ ہمہ اوست
لاحول ولا قوۃ الا باللہ	باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

اور جو لوگ مسئلہ وحدۃ الوجود کو خلاف شرع کہتے ہیں وہ غلطی میں ہیں اور وہ بالکل علوم عقلیہ سے بے بہرہ ہیں کیونکہ ممکن کے واسطے دو وجود ہیں ایک وجود اجمالی دوسرا تفصیلی اور ممکن باعتبار وجود اجمالی اپنی کے جو کہ منشاء و سبب وجود تفصیلی کا ہوتا ہے اسی اعتبار سے عین

ذات واجب تعالیٰ کا ہے اور کلمہ ہمہ اوست باعتبار وجود اجمالی کے ہی کہنا درست ہی مثلاً زید
موجود کا حمل کرنا ذات واجب پر درست ہی یعنے یہ کہنا کہ ہمہ اوست زید و واجب خدا ایک ہیں۔
باعتبار وجود اجمالی کے جو کہ محل ترتب احکام ثواب و عذاب کا ہی اس اعتبار سے ممکن کو عین واجب
کہنا کفر ہی کیونکہ ممکن اس وجود تفصیلی سے قابل جزا و سزا کا ہے بخلاف واجب تعالےٰ کے کہ وہ
منزہ و مبرا ہی جزا و سزا سے اسی ہی اعتبار سے حمل ممکن کا واجب پر صحیح نہیں خلاصہ یہ کہ
ممکن و حادث کے دو وجود ہیں اجمالی و تفصیلی لہذا ممکن باعتبار وجود اجمالی کے کہ عبارت منشا ر
سے ہی عین واجب تعالےٰ کے ہے جیساکہ صوفیہ وجودیہ کہتے ہیں اور ممکن باعتبار وجود
تفصیلی کے مغایر بالذات واجب کے ہی حمل ممکن کا واجب پر غیر جائز ہے جیساکہ شہودیہ
کہتے ہیں پس نزاع فریقین میں لفظی ہی نہ معنوی ہی یہی صوفیہ کرام کا مذہب ہے اور
تقریر ہمہ اوست کی باعتبار اصحاب منطق و فلاسفہ کے یہ ہی کہ تقریر ہمہ اوست موقوف ہے
تحقیق وجود پر لہذا اوّل ہم وجود کو بیان کرتے ہیں واضح ہو کہ وجود کی دو قسمیں ہیں ایک
وجود مصدری جسکا ترجمہ بودن یعنے ہونے کے ساتھ ہوتا ہی اور یہ وجود مصدری شئ غیر واقعیہ
سے ہی اسکا خارج میں ثبوت نہیں بلکہ یہ ایک امر اعتباری ہی کہ وجود حقیقی سے موجود ہوتا ہے
اور وجود حقیقی کے عدم سے معدوم ہوتا ہے اور یہ وجود مصدری کسی پر محمول بالمواطات
نہیں ہوتا یعنے بغیر واسطہ ذو ولہٗ و فی کے کسی وجود مصدری کا ثبوت نہیں ہی اور اس سے
ہی وجود مصدری کو اصطلاح معقول میں وجود ظلی یعنی پرتو وجود حقیقی کہتے ہیں اور یہ وجود
بدیہی ہی اور محتاج طرف دلیل و برہان کے نہیں ہی اور تمام ممکنات میں شریک ہے۔ یعنے
تمام ممکنات کو وجود مصدری عارض ہوتا ہے۔
دوم وجود حقیقی جو کہ منشا رانتزاع وجود مصدری کا ہو یعنی جو کہ مصداق اس امر کا ہو کہ
وجود مصدری اُس سے سمجھ میں آئے اُس کو وجود اصلی کہتے ہیں اور یہ وجود حقیقی ایک
واقعیہ ہی خارج میں بغیر فرض فارض کے موجود ہی اور یہ وجود حقیقی نظری ہی کیونکہ آجتک

نہیں معلوم ہوا کہ عالم کا وجود حقیقی کون ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اطلاق وجود کا دو معنے پر ہے
ایک وجود مصدری کہ تعبیر کیا جاتا ہے لفظ بودن سے اور یہ وجود معقولات ثانیہ سے ہے
یعنے ظرف عروض اُس کا ذہن ہوتا ہے یہ کلام متقدمین سے ثابت ہے دوسرا مصداق
و منشار انتزاع وجود مصدری کا ہے اور اس ثانی وجود کو وجود حقیقی و وجود خاص کیساتھ
تعبیر کرتے ہیں اور درمیان اصحاب فلاسفہ کے نزاع واقع ہوا ہے کہ آیا وجود بدیہی التصور ہے
یا نظری ایک جماعت اس امر کی قائل ہوئی کہ تصور وجود کا بدیہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نظری
لیکن امر حق یہ ہے کہ ہر دو فریق میں نزاع لفظی ہے نہ معنوی بلکہ جو وجود کو بدیہی کہتے ہیں وہ
وجود مصدری ہے بہ سبب ہونے وجود مصدری کے انتزاعات سے اور شے انتزاعی کی حقیقت
نہیں ہوتی مگر جو چیز ذہن میں حاصل ہو وہ ہی حقیقت وجود مصدری کی ہے اور جو لوگ نظری
کہتے ہیں یا ممتنع التصور اُن کی مراد وجود سے وجود حقیقی ہے جیسا کہ مولانا صدر الدین شیرازی نے
حاشیہ شرح تجرید میں لکھا ہے دوم یہ کہ بعد اتفاق امر ہذا پر کہ وجود مصدری مشترک ہے درمیان
جمیع موجودات کے اور اختلاف ہوا کہ وجود حقیقی آیا زائد ہوا حقائق موجودہ پر یا عین حقائق
موجودہ ہے یا مشترک پس ایک جماعت اشاعرہ و معتزلہ اس طرف گئی کہ وجود مشترک ہے۔
درمیان موجودات اشیاء کے اور قائل ہوئی کہ ابوالحسن الاشعری اس امر کے کہ وجود نفس
حقیقت واجب و ممکن کے ہے اور یہی مذہب ابوالحسین بصری کا ہے پس وجودات موافق مذہب
ہذا کے حقائق مختلفہ متکثرہ باعتبار ذات کے ہیں اور ہر موجود کا وجود عین اُس کی حقیقت
کے ہے اور حکماء مشائین اس امر کے قائل ہوئے کہ وجود نفس ماہیتہ واجب کے ہے اور
زائد ممکن میں بطور انضمام کے پس وجود واجب کے عین حقیقت ہے اور جمیع ممکنات میں مشترک
معنوی ہے باعتبار انضمام کے اور متکلمین کا مذہب ہے کہ وجود صفت قائمہ منضمہ ہے طرف ماہیت کے
خواہ واجب ہو یا ممکن لہذا جمہور حکمائے نے اس امر پر اتفاق کیا کہ وجود مفہوم واحد مشترک
ہے وجودات میں لیکن نزدیک متکلمین کے حقیقت واحد مختلف ہوتی ہے ساتھ قیود و اضافت کے

پس وجود معنی زائد ماہیت پر ہے اور ماہیتہ واجب وممکن کو وجود منضم ہو یعنے خارج سے وجود ملتا ہے اور نزدیک فلاسفہ کے وجود واجب کا مخالف ہے وجود ممکن کو باعتبار حقیقت کے اور شرکت مفہوم کون میں ہے پس وجود خاص واجب میں عین حقیقت واجب کے ہے اور ممکن میں وجود خارج زائد سے وجود ماہیتہ ممکن کو ملتا ہے اور حکمار اشراقیین کا یہ مذہب ہی کہ وجود حقیقت واحدہ کل موجودات میں ہی مختلف ہوتا ہے ساتھ کمال و نقصان کے اور حمل وجود کا اپنی افراد پر موافق تشکیک کے ہی اور گیا سید محقق طرف اس کے کہ شخص خاص جزئی واجب لذاتہ ہے اور وجود اشیار کا جب ہوتا ہے کہ اول اشیار کی نسبت طرف الجسم لذاتہ کے ہو جیسا کہ شرح مواقف میں مذکور ہے، حاصل مراد صوفیہ کے وحدۃ الوجود سے یہ ہے کہ شے نفس الامر یہ یا واجب الوجود ہے یعنے جسکا وجود ضروری ہو یا ممتنع الوجود جسکا وجود منع ہو یا ممکن الوجود جسکا عدم وجود برابر ہو اور نفی کے واسطے پانچ مرتبہ ہیں مرتبہ اول ذات واجب تعالیٰ مجرد وخالی ہو ملاحظہ صفات سے جسکو احدیت کہتے ہیں اور باعتبار علم کے اُس کو حقیقت محمدی وملاحظہ صفت وحدت کہتے ہیں مرتبہ دوم عبارت اسی ہوئی مرتبہ اول علت و مبدار اسمار وصفات اس ہی مرتبہ دوم کو واجب وقدیم کہتے ہیں اور چونکہ اسمار وصفات اپنے ظہور میں محتاج طرف روح کے ہیں جس کو مثال کہتے ہیں یہ امر مراد ثالثہ ہے اور مقام برزخ جو کہ درمیان ارواح واجساد کے ہی مرتبہ رابع ہی اور وجود اجساد کو مرتبہ خامس کہتے ہیں یہ تین مرتبہ واسطے ممکن وحادث کے ہیں اور حمل ممکن کا ذات واجبہا پر باعتبار مراتب ہذا کے محال ہے کس واسطے کہ حمل مواطاتی اتحاد محمول کو ساتھ موضوع کے واجب کرتا ہے اور واجب وممکن میں مغایرت ذاتی تمام مراتب ہذا کے ہی لیکن باعتبار مرتبہ اول وثانی کے ممکن واجب میں اتحاد ہی اور اصطلاح صوفیہ میں مقام لاہوت عبارت نفس ذات واجب تعالیٰ سے ہی اور مقام جبروت عبارت صفات واجب تعالیٰ سے ہی اور مقام ناسوت مراد حقائق امکانیہ سے ہے اب اس بحث محققانہ کو ہم یہاں پر ختم کرتے ہیں اور

گروہ صوفیہ کے دوسرے طبقہ کی طرف متوجہ ہوتی ہیں جنکا یہ خیال ہے کہ جو لوگ مظہر علم قدرۃ
الٰہی کے ہوئے اور حضرت وجود کا فیض نا متناہی پایا وہ حضرات انبیاء اور گروہ اولیا ہیں جو
چیزوں کے جاننے اور کاموں کے کرنے میں محتاج اسباب اور غیب کے نہیں ہیں، چونکہ انبیا علیہم
السلام اُس نور ازل کے ظہور کے مظہر اکمل ہیں اُن کو کسی طرح اسباب ظاہری کا وسیلہ نہیں ہی بلا واسطہ
وجود کے علم و قدرۃ کا اُن میں ظہور ہی اُس علم کا نام وحی ہے اور قدرت کا نام معجزہ ہے اور
اولیاء کا نور اس اکمل ظہور سے جاملتا ہے اور اُن کے علم اور قدرۃ کا غنچہ بھی اُسی نور ازل کی
ہوا سے کھلتا ہے اُن کے علم کا نام الہام ہے اور قدرت کا نام کرامت ہی مگر یہ متقید غیر کی نہیں
ہوتے اور جو عجائب اور غرائب کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیا عظام سے ظاہر ہوں۔ لایق
تعجب نہیں کیونکہ یہ تو خدا ہی کے علم و قدرت ہی انبیاء و اولیاء کا تو محض نام ہی اور اس کے
سمجھنے میں سب کا کام تمام ہی چونکہ صوفیائے کرام کا مذہب ہی کہ وجود حقیقت واحدہ کا نام ہی
اور موجودات پر کلیۃً محیط ہے اور اس کے مقابلہ میں عدم تبلاتی ہیں جسکے وجود کا تحقق مشکل
ہے اب رہا موجودات عالم اُس کی دو صورتیں ہیں ایک موجوات وجود مطلق جس سے متلون
ہوں دوسرے عدم صرف سے آراستہ ہوں گو یہ صورت غیر متحقق ہی کیونکہ موجودات کے
احکام و آثار مرتب ہوتے ہیں اور جس شی کے آثار و احکام ترتیب پذیر ہوتے ہیں وہ عدم محض
نہیں ہو سکتے رہی صورت اول وہ ممکن بلکہ واقع ہی اور اُس کی یہ شان ہے کہ وجود مطلق
موجودات آیندہ کی صورت میں متمثل ہوتا رہتا ہی اور حسب موقعہ اور محل ظہور پذیر ہوتا ہے
اسی مقام سے تجدد امثال کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے جسکو حق سبحانہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تین
مراتب کی نسبت ارشاد فرمایا ہے وھو معکم اینما کنتم اور ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو
رابعھم۔ اور اصحاب ظاہر کا عقیدہ ہی کہ ذات واجب الوجود وجود زائد کے ساتھ موجود ہے اور
غیر متناہی صفات سے متصف ہی اس صورت میں اگر موجد کو بحیثیت مجموع موثر مانا جاوے
تو ترکیب لازم آتی ہی اور اگر واجب کو ایسی ذات قرار دیں کہ وجود کا اعتبار و لحاظ نہ کیا جاوے

تو ممکن پر افاضہ نور کیسے ہو سکتا ہے اسواسطے کہ جب خزانہ میں ذخیرہ ہی نہ ہو گا تو داد و دہش کیونکر
ہو سکتی ہے اور اگر وجود کو موجد قرار دیں اور اُس میں ذات کا اعتبار نہ کریں تو ایسی حالت
میں یہ الزام آتا ہے کہ موثر حقیقی ہو کر قائم بہ نفسہ نہ ہو کیونکہ وجود بنفسہ بغیر ذات کے غیر قائم
ہے۔ اب یہ کہنا باقی رہا کہ وجود کی علت خود ذات ہے یا غیر ذات ہی۔ بالمحض ذات چونکہ
جہت سے مبرا ہی موثر اور علت نہیں ہو سکتی اور غیر ذات علت وجود یوں قائم نہیں ہو سکتی
کہ ذات اپنی تحقق و ثبوت میں اپنی غیر کی جانب محتاج ٹھہرتی ہی اور محتاج میں کبھی واجب
ہونے کی قابلیت پیدا نہیں ہوتی لہذا ذات معہ اپنی تعین اول کے جو جہات مختلفہ سے جہت
ہے وہی علت وجود ہے۔ اسی وجہ سے مسئلہ وحدۃ الوجود کی نسبت اہل اسلام کا ایمان یؤمنون
بالغیب پر ہے اسکا فیصلہ خود خدائے تعالےٰ نے اپنے قرآن پاک کی سورۂ اخلاص میں فرمادیا ہی
صاحب تفسیر خازن کبیر اس سورہ کی شان نزول میں تین سبب بتلاتے ہیں ایک سوال مشرکین کا
کہ بتلائے (اے محمدؐ) آپ کا رب کس چیز کا ہے آیا چاندی کا یا سونے کا (۲) یہود نے کہا کہ یہ سب تو اللہ
کا بنایا ہوا ہے اور اللہ تعالےٰ کو کس نے بنایا (۳) نصارائے نجران نے اللہ تعالیٰ کی ماہیت پوچھی
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورۃ نازل ہوئی یعنے قل ھو اللہ احد ۵ اللہ
الصمد ۵ لم یلد ۵ ولم یولد ۵ ولم یکن لہ کفواً احد ۵ مفسرین کہتے ہیں کہ احد خبر
ہے معرفت نہ لائے کہ دلالت کرے وحدۃ عظمےٰ پر جو منتہائی فہم سے اعلیٰ تر ہو پھر یہ وحدۃ نہ
اجزائے کثرت سے ہی نہ جنبش عدد سے بلکہ بمعنی یکتائی و بیمثالی ہی اور آخر سورۃ میں احد بمعنی
اقل درجہ تعدد ہی ہو کنایہ بھی ذات پاک سے صمد مقصود۔ سردار۔ بے نیاز۔ محتاج الیہ بخاری
شریف میں ہی کہ صمد وہ سردار ہے جسپر سیادت منتہی ہو۔ کہا ابن عباسؓ نے جس کے سب
محتاج ہوں اور صمد بمعنی قصد ہے پس صمد بمعنی مصمود جسکی طرف قصد کیا جائے اور کہا
مفسرین نے صمد عالم بجمیع معلومات۔ حلیم۔ خالق اشیاء۔ کفواً ہمسر۔ حاصل کلام آپ کہ
دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ یکتا ہے اللہ بے نیاز ہی جس کے سب محتاج ہیں وہ کسیکا محتاج نہیں

(یہاں تک صفات ثبوتیہ میں ذکر ذات وصفات ہیں براہین قاطعہ اور دلائل قاہرہ کے ساتھ) اور نہ کسی کو جنا نہ کسی سے جنا یا گیا اور اس کے لیئے کوئی ہمسر ہے یہ صفات سلبیہ تاکہ صفات مذکورہ بالا طرادو عکس ثابت ہوں) بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابن آدم نے جھٹلایا اور اُسے یہ حق نہ تھا مجھے بُرا کہا اُسے یہ زیبا نہ تھا جھٹلانا میرا یہ ہے کہ کہتا ہی اللہ نے جس طرح پہلی بار بنایا دوبارہ زندہ نہ کریگا (حشر میں) اور بُرا کہنا یہ ہے کہ کہتا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیئے فرزند اختیار کیا حالانکہ میں بے نیاز ہوں نہ جنا نہ جنا یا گیا نہ میرا کوئی ہمسر ہے۔ احکام۔ واجب ہے اللہ کو احد صمد کہنا اور جاننا۔ ۲۔ واجب ہی اللہ کی توحید والوہیت پر استدلال لانا۔ ۳۔ واجب ہی اُس سے نقائص کی نفی کرنا مگر یہ کہ پچھلے حکم فرض کفایہ میں بقدر ضرورت چند علماء کافی ہیں اس لیئے کہ نہ استدلال منصب عوام ہے نہ ضرورت عام۔ لطائف و کلمہ ہو اسمائے اشارہ سے ہی اور اشارہ دیدہ و دل کو نگراں و متوجہ بنا دیتا ہے پس اشارہ ہی کہ ہماری طرف بدل متوجہ ہو جاؤ پھر استعمال کلمۂ (اللہ) مشیر ہے کہ نہ بعد ہے نہ حجاب نہ حالت منتظرہ۔ ادھر پہنچے دل سے کہا اللہ اُدھر حضوری حاصل تھی۔ اور حضرات صوفیہ اسے سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ ۲۔ صفت احدیت وصمدیت کا ذکر مشیر ہے کہ اسی قدر پر کفایت نہ کرا غیر سے درگذر اللہ ہی کو مقصود بنا۔ اس کے عجائبات قدرت پر نظر ڈال اور یہ سیر در بدون قطع مراحل وتحمل مصائب شاق او[illegible] ممکن ہیں حضرات صوفیہ اسے سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ ۳۔ جملہ صفات میں احدیت کی تقدیم چاہی کہ یہ سب ہے تو یہ کثرت ورنہ احد ہی اللہ ہے ۴۔ پھر تکرار کلمہ اللہ میں لطف [illegible] بتنے گو اللہ والوں کی رگ رگ ریشوں میں اللہ [illegible] اللہ سما یا ہے تاہم اشارہ ضمیر پر بس نہ چاہیئے [illegible] ذکر کوئی نہ چاہیئے [illegible] محبوبیت ومقصودیت اللہ ہی کے لیئے ہے۔ پھر حضرت صمدیت بے نیاز [illegible] اور نیاز مندوں [illegible] چارہ سازی کیسی بے حیائی ہے۔ ۶۔ کلمہ کفو احل دلیل نفی توالد میں مشیر ہے کہ سلسلہ [illegible]

جنسیت میں مقید ہے مثلاً انس و جن یا دوسرے حیوان کی صحبت سے توالد نہیں ہو سکتا
۷۔ اس میں مسئلہ کفاءت نکاح پر اشارہ ہے۔ ۸۔ ولد میں دو اعتبار ہیں ایک یہ کہ حقیقتہً
ولد ہو اور اُس کے لیئے طریق مستمر معلوم ہے اسکے نفی لم یلد سے فرمائی۔ دوسری یہ کہ مجازاً
اولاد مانا جائے جیسے متبنےٰ اسے لم یتخذ ولدا میں رد کر دیا پس جمیع اعتبارات مخالف باطل
ہو گئے اور دلیل اس دعوےٰ پر احدیت ہے جو من وجہ بھی اشتراک کو نہیں چاہتی حالانکہ والد
وولد میں جنسیت لازم ہے۔ ۹۔ لم یولد۔ دلیل اس کی صمدیت ہے اس لئے کہ مولود بے نیاز
نہیں ہو سکتا۔ ۱۰۔ عجیب امر ہے کہ آج تک سوائے اہل حق کے کسی نے اپنے معبود کو
بوصف احدیت و صمدیت پکارا بھی نہیں ثبوت کیسا اس لیئے کہ صفات خاصہ حضرت
حق بہ ہیبت و عظمت حق محفوظ و ممنوع ہیں اب ہم اس بحث کو ختم کر کے حضرت شمس العارفین
بدر الکاملین قدوۃ الکبرا زبدۃ الاولیا علی بن عثمان ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش صاحب
لاہوری رحمۃ اللہ علیہ مصنف کتاب کشف المحجوب کے کچھ مختصر حالات لکھ کر ترجمہ کتاب
کشف المحجوب شروع کرتے ہیں جن کا فضل و کمال زمرۂ اولیاء اللہ میں اظہر من الشمس ہے

شمہ مختصر حالات حضرت سید علی ہجویری

کنیت آپ کی ابو الحسن نام آپ کے والد کا عثمان ابن علی جلابی الغزنوی ہے شجرہ نسب آپکا
علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے ملتا ہے آپ سادات حسنی و حسینی سے ہیں بعض مورخین۔
کہتے ہیں کہ آپ کی پیدائش ماہ ربیع الاوّل کی ۱۰ تاریخ سنہ ۴۰۰ھ روز جمعہ ہے آپ صاحب
صحو تھے چنانچہ آپ نے اس باب میں فرمایا ہے کہ شیخ میرے جنیدی مذہب تھے اور کہتے
سنے کہ سکر لڑکوں کا کھیل ہے اور صحو جائے فنا مردوں کی ہے اور میں کہ علی بیٹا عثمان جلابی کا
ہوں مطابق اپنے کمال حال صاحب سکر کا صحو ہوتا ہے اور سب سے ادنےٰ درجہ مقام صحو میں
رؤیت آفتی ہے باز رکھتا ہے اُس کو بشریت کہتی ہیں پس وہ صحو جو آفت میں مبتلا کرے اُس سکر سے بہتر ہے کہ
عین وہی ہے آپ مرید شیخ ابو الفضل بن حسن ختلی کے ہیں اور مرید حضرت حصری کے ہیں اور وہ مرید حضرت شیخ شبلی کے ہیں اور

شیخ ابوالقاسم گرگانی و شیخ ابوسعید ابوالخیر و شیخ ابوالقاسم قشیری و دیگر بہت سے مشائخوں کو
آپ نے دیکھا ہی مذہب آپکا حنفی تھا وطن اصلی آپ کا مقام غزنی ہے اور جلاب اور ہجویر
دو محلے محلات شہر غزنی سے ہیں آپ محلہ ہجویر میں رہتے تھے اسی اعتبار سے آپ ہجویری
مشہور ہیں آپ کی والدہ ماجدہ کی قبر مقام غزنی ہی اور جس مسجد کو آپ نے تعمیر فرمایا تھا اُس
مسجد کی محراب سمت جنوب کی طرف مائل ہی اُس وقت کے علمار نے اس معاملہ میں آپ سے
اعتراض کیا تھا ایک روز آپ نے سب علمار غزنی کو جمع کیا اور خود امام بن کر اُس مسجد میں نماز
ادا کی بعد نماز کے حاضرین جلسہ سے فرمایا کہ دیکھو کعبہ کس سمت پر واقع ہے اُس وقت سب کے
درمیان سے حجاب اُٹھ گیا اور کعبہ حجازی نمودار ہوا آپ کی قبر شریف مطابق سمت اُسی مسجد
کے مقام لاہور ہی اور قبر والدہ ماجدہ کی متصل قبر تاج الاولیا جو ماموں حضرت پیر سید علی
مخدوم الہجویری کے ہیں ہی اور خانوادہ آپکا خانوادہ زہد و تقویٰ سے تھا آپ کی تصانیف بہت
ہیں جن میں سے کتاب کشف المحجوب آپ کی مشہور و معروف ہی جس میں کسی درویش کو کلام
نہیں ہے اور گروہ صوفیہ میں مسلم الثبوت مانی جاتی ہی متاخرین صوفیہ بیشتر کشف المحجوب کو
استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم آپ نے مقام غزنی میں پائی اور انتہائی تعلیم
یعنے تصوف کی تعلیم اپنے پیر و مرشد سے پاکر بغرض مشاہدۂ انوار تجلیات اکثر ملکوں کی آپ نے
سیاحت فرمائی اور بعد سیاحت اپنی کتاب کشف المحجوب بزبان فارسی تصنیف فرمائی آپ
کامل درویشوں سے ہیں اور کتب تصوف میں بزبان فارسی اس پایہ کی کتاب اس وقت
تک کوئی تالیف و تصنیف نہیں ہوئی جس جامعیت کی کتاب کشف المحجوب ہی آپ کی خرق
عادات بکثرت مشہور ہیں تجرید و توکل آپکا شعار تھا آپ نے بہت کچھ سیاحت فرمائی
ہے اور آخر زمانہ عمر میں آپ دار السلطنت لاہور تشریف لائے اور آپ کا وصال ۴۶۵ھ اور
بعض کے نزدیک ۴۶۴ھ میں ہوا مقام لاہور میں آپ کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے۔ اور
مشہور ہے کہ جو کوئی چالیس رات جمعہ یا چالیس روز آپ کے روضہ منورہ پر حاضر ہو اکرے

جو آرزو رکھتا ہو پوری ہو۔ مترجم کتاب فقیر ظہیر احمد ظہیری عفی عنہ بھی زیارت روضہ منورہ سے مستفیض ہو چکا ہے اور جیسا سنا ویسا آپ کو پایا اور مترجم کتاب کو یہ کیا کم فخر کا موقعہ ہے کہ اسی آستانہ بوسی کے شرف میں حضور کی کتاب کشف المحجوب کے ترجمہ لکھنے کا افتخار حاصل ہوا جیکے بانی مبانی محب الفقرا مقبول اہل اللہ حاجی حرمین شریفین جناب مولانا حاجی چراغ الدین صاحب و سراج الدین صاحب تاجر کتب لاہور کشمیری بازار زاد اللہ عرفانہ ساعی ہوئے اور اُن کی توجہ خاص سے کتاب مذکور کا میں نے ترجمہ کیا۔ واضح ہو کہ یہ ترجمہ میں نے یکم ربیع الاول کو شروع کیا اور آخر ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ کو ختم کیا اور ترجمہ کتاب کے اول میں مقدمہ تاریخ تصوف معہ حالات پیر سید علی مخدوم الہجویری رضی اللہ عنہ کو لکھا خدائے تعالیٰ قبول عام فرمائے آمین بحق رحمۃ للعالمین صلوٰۃ اللہ علیہ الیٰ یوم الدین و علی العیوب الدین

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ ٭ من نیز حاضر میشوم مدح بزرگاں در بغل

اس کے بعد میں ترجمہ کتاب کشف المحجوب شروع کرتا ہوں خدا میری مدد کرے۔ فقط

اب میں مقدمہ تاریخ تصوف کو اپنی ناچیز ایک غزل پر ختم کرتا ہوں۔

غزل

ایسے شاغل ہیں کہ چشم دل ہو ہر دم سوئے دوست ٭ عاشقوں پہ ہے نماز کعبہ ابروئے دوست

ہیں نماز دل ہوں دل ہے کعبہ ابروئے دوست ٭ سامنے قبلہ ہے تیرے دل ہے پیرا سوئے دوست

میری ہستی کچھ نہیں ہے نیستی ہستی مری ٭ خاک ہوں لیکن سمجھتا ہوں غبار کوئے دوست

ہو گیا ہوں مست بیخود جب سونگھا ہی لباس ٭ ہر رگ و پے میں مری آنے لگی ہے بوئے دوست

مجھ کو آتا ہے نظر ہر سمت جلوہ یار کا ٭ جب سے آنکھوں میں سمایا ہے رخ نیکوئے دوست

اپنا عاشق آپ ہوں معشوق ہوں دل لیکن نہیں ٭ پارہ میں شعبدہ ہوں دل ہے آسوئے دوست

کیا تماشا ہے کہ مردہ لوگ کہتے ہیں ہمیں ٭ بند آنکھیں کر کے جاتے ہیں ظہیری سوئے دوست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَشَفَ لِاَوْلِیَائِهٖ بَوَاطِنَ مَلَكُوْتِهٖ وَقَشَعَ لِاَصْفِیَائِهٖ سَرَائِرَ جَبَرُوْتِهٖ وَاَرَاقَ دَمَ الْمُحِبِّیْنَ بِسَیْفِ جَلَالِهٖ وَاَذَاقَ سِرَّ الْعَارِفِیْنَ بِرَوْحِ وِصَالِهٖ هُوَ الْمُحْیِیْ لِمَوَاتِ الْقُلُوْبِ بِاَنْوَارِ اِدْرَاكِ صَمَدِیَّتِهٖ وَكِبْرِیَائِهٖ وَالْمُنْعِشُ لَهَا بِرَاحَةِ رَوْحِ الْمَعْرِفَةِ وَنَشْرِ اَسْمَائِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ - **ترجمہ** - اے ہمارے پاک پروردگار ہم عاجزوں کو اپنی رحمت کاملہ سے کامیاب فرما اور ہم کو راہ راست نصیب فرما۔ حمد و صفت اور تعریفیں اُس ذات اعلیٰ کو سزاوار ہیں جس نے اپنے دوستوں پر ملکوت کے مخفی راز کھول دیئے اور اپنے برگزیدہ بندوں کو جبروت کے اسراروں سے آگاہی بخشی اور محبوں کا خون اپنی جلالت کی تلوار سے بہایا اور اپنے وصل کی شراب سے عارفوں کو ذوق عنایت کیا اور اپنی بے نیازی اور عظمت سے تو ہی مردہ دلوں کا زندہ کرنے والا اور اپنی شراب معرفت اور اسمائے عظام کی خوشبو سے مردہ دلوں کا جلانے والا ہے اور درود سلام اور دعا ورحم رب العزت کا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر ہمیشہ نازل ہووے کہ جن کی صفت لولاک

لما خلقت الافلاک ہے وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلیٰ یَوْمِ الدِّیْنِ۔

عنوان کتاب

اے طالب مولا۔ اللہ تعالےٰ تجھ کو دونوں جہان میں کامیاب کرے میں کہ علی بن عثمان جلابی غزنوی ہجویری کا بیٹا ہوں۔ تیری طلب کے مطابق میں نے استخارہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب تجھ کو کامیاب کرے گی اسواسطے میں نے اس کتاب کے ختم کرنے کا مستقل ارادہ کر لیا کہ ترتیب سلوک میں اس کتاب کو لکھوں اسی سبب سے نام اس کا میں نے کشف المحجوب رکھا اور تیری مراد جو اس کتاب کے تمام کرنے کی تھی اُس کو پورا کیا اب تیرا مقصود معلوم ہو گیا اور تیری غرض میں نے سمجھ لی ہے میں اس کتاب کے تمام کرنے کیواسطے خدا سے مدد اور توفیق چاہتا ہوں اور ہر ایک قول اور فعل میں اپنی قوت سے بریت چاہتا ہوں میں ہمہ جہت خدا ہی پر بھروسہ ہے۔

پہلی فصل۔ آغاز کتاب میں میں نے اپنا نام دو سبب سے لکھا ہے ایک نصیب خاص دوسرا نصیب عام۔ پس نفع عام تو یہ ہے کہ اس علم کے نہ جاننے والے جب ایک نئی کتاب دیکھیں گے اور اُس کے مصنف کا نام کہیں لکھا ہوا نہ پائیں گے تو وہ کتاب اپنے نام سے مشہور کر دینگے مصنف کا اصلی مقصد فوت ہو جائیگا وہ یہ کہ کتاب کی تصنیف اور تالیف سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مصنف کا نام ہمیشہ زندہ اور باقی رہے اور کتاب کے پڑھنے اور دیکھنے والے اُس کو دعائے حسن خاتمہ سے یاد کریں یہ امر مجھ مصنف یا مؤلف کو کہاں نصیب ہوا چنانچہ مجھکو اس قسم کا حادثہ ۲ مرتبہ پیش آیا وہ یہ کہ ایک مرتبہ میرا دیوان کوئی شخص مستعار لے گیا اور اُس نے مجھ کو واپس نہ دیا چونکہ میرے پاس وہی ایک اصل نسخہ تھا اُس کی دوسری کوئی نقل نہ تھی لہذا اُس شخص نے بجائے میرے نام کے مقطع میں اپنا نام داخل کر کے مشتہر کر دیا اور میرا نام بالکل دیوان سے خارج کر دیا جب میں نے سُنا تو مجھ کو سخت صدمہ ہوا کہ میری محنت و مشقت مفت

ضائع ہوئی تاب اللہ علیہ خدائے تعالیٰ اُس کی توبہ قبول کرے دوسرے ایک مرتبہ میں نے
ایک کتاب منہاج الدین طریق تصوف میں لکھی اُس کو بھی میرا ایک دشمن کہ اللہ تعالےٰ اُس
کے قول کو ہمیشہ مردود رکھے لے گیا اور میرا نام اُس میں سے اُڑا دیا بلکہ عوام کے سامنے
اُس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ کتاب میں نے لکھی ہے گو خاص خاص اُس کے اُس قول کو سنکر ہنسے یہانتک
کہ خدا تعالےٰ نے اُس کو اس فعل کے کرنے سے اُس کا نام اپنی درگاہ کے طالبین سے مٹا دیا۔ اب
نفع خاص کی وجہ بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب لوگ کوئی کتاب دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اس
کتاب کا مولف اس علم وفن کا ماہر اور عالم تھا تو اُس کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں اور اُس کے
پڑھنے اور دیکھنے کی کوشش کرنے میں اور اس سے پڑھنے والے اور مصنف کتاب دونوں کی
مراد پوری ہوتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔ **دوسری فصل** میں نے یہ جو کہا کہ استخارہ کیا میں
نے اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کے آداب کی میں نے کماحقہ حفاظت کی ہے
جیسا کہ فرمایا خداوند عالم عز اسمہ نے اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے
متبعین سے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ یعنی جب قرآن
شریف پڑھو تو اللہ تعالےٰ کی پناہ چاہو تاکہ شیطان مردود کے وسوسہ اور شرارت سے امان میں
رہو چونکہ استعاذت اور استخارہ اور استعانت قریباً مرادف یعنی ہم معنے ہیں۔ ہر ایک
سے مراد مدد طلب کرنا اور پناہ چاہنا اور اپنے کام کا سرانجام اللہ تعالےٰ کے سپرد کرنا اور انواع
واقسام کی آفتوں سے نجات پانا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمکو ایسا ہی استخارہ سکھلاتے تھے
جیسا کہ قرآن مجید کی کوئی سورت۔ چونکہ جب بندہ یہ جانے کہ سب کاموں کی بھلائی اور برائی کو خدا
خوب جانتا ہے اور جو کچھ بھلائی اور برائی بندہ سے ہوتی ہے یا بہبودی ہو وہ بحکم الٰہی ہے
پھر ایسی حالت میں سوائے رضا اور تسلیم کے کوئی تدبیر نہیں بلکہ فضل سے مدد طلب کرنا اور نفس
کا اثر قبول کرنا اور اُس کا امارہ ہونا بندہ سے دور کرے اور کل افعال واحوال اور خیریت

اور صلاح اسی کے سپرد کرے اور ہمیشہ ہر ایک کام کے شروع میں استخارہ کرے تاکہ خدا تعالیٰ اُس کو ہر ایک خطرات سے اور آفات سے محفوظ رکھے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ ؕ

تیسری فصل۔ میں نے جو کہا کہ اغراض نفسانی کو دل سے دور کر دیا اس سے یہ مراد ہے کہ جس کام میں نفسانی غرض شامل ہو جاتی ہے اُس کام سے برکت جاتی رہتی ہے اور دل سیدھے راستہ کو چھوڑ کر کجی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور یہ امر دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو وہ غرض حاصل ہوتی ہے یا نہیں اگر وہ غرض پوری ہو گئی تو سمجھنا چاہئے کہ ہلاک ہو گیا اسواسطے کہ دوزخ کے دروازہ کی یہی کُنجی ہے کہ نفس کی خواہش کے موافق کام کرے اور اگر وہ غرض حاصل نہیں ہوئی تو پہلے زمانہ سے بھی زیادہ اُس کو دل سے دُور کریگا اور اُس کو بُرا سمجھے گا اسواسطے کہ نجات کی یہی کنجی ہیں اور بہشت کے دروازہ کی یہی کنجی ہے کہ نفس کے اغراض کو پُورا نہ کرے جیساکہ خداوند عالم فرماتا ہے وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی ترجمہ یعنے جس نے نفس کو اُسکی خواہش سے روکا اُس کا ٹھکانا جنت ہے واضح ہو کہ نفسانی اغراض جو انسان کو کاموں میں پیش آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ بندہ جو کام کر رہا ہے اُس میں اُس کو سوائے خدا کے دوسرے کی رضامندی اور خوشنودی مقصود ہووے اور نفس کی نجات عذاب کے ذریعہ سے نہ چاہے اور تمام خودی اور خودبینی کی باتوں میں نفس کی کوئی حصہ معین ہو اور اُس کی پوشیدہ باتیں اُس میں ظاہر نہ ہوں جیساکہ اس کتاب میں ہر ایک باب اپنے اپنے موقعہ پر اسی معاملہ میں لکھی جائیگی انشاءاللہ تعالیٰ

چوتھی فصل۔ میں نے جو کہا ہے کہ تیری درخواست کے موافق کام کیا اور تیری مراد یہ ہے کہ اس کتاب کو تمام کروں چنانچہ تمام کرنے کا قصد کیا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ تو نے مجھے سائل دیکھا اور اپنا واقعہ مجھ سے دریافت کیا اور یہ کتاب مجھ سے مانگی بلکہ تیری مراد یہ تھی کہ اس سے فائدہ اٹھاؤں تو مجھ پر واجب ہوا کہ تیری سوال کا حق ادا کروں چونکہ اسوقت تیری سوال کی حقیقت کو میں اچھی طرح سے سمجھ گیا ہوں اور میں نے بھی مصمم قصد کر لیا ہے کہ اس کتاب کو ختم کروں

لہٰذا اسی وقت اس کو شروع کرتا ہوں اور اُس کے تمام کرنے کی نیت میرے دل میں ہے
اور تیرے سوال کا جواب مجھ پر واجب ہی چونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بندہ کا ارادہ اور نیت
جب کسی کام کرنے کی ہوتی ہے تو اگرچہ اُس کام میں کوئی حرج واقع ہو مگر جب بھی بندہ اُسکے
کرنے پر مجبور اور معذور ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ
خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ ترجمہ یعنے کسی کام کے شروع کرنے کی نیت اُس کام کی بے نیت
کرنے سے اچھی ہے اور کل کاموں کا دار و مدار صرف نیت پر ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ یعنی ہر عمل کا دار و مدار نیت پر ہے اور یہ مسئلہ
بھی ہی کہ بندہ ایک کام کی نیت کرے اور اُسپر ایک حکم مترتب ہووے اُس کے بعد نیت بدل
دے تو حکم بھی بدل جائیگا لیکن اس سے اُس کے ظاہر میں کوئی اثر تغیر اور تبدل کا نہ ہوگا۔
جس طرح ایک مسافر کہ حالت سفر میں قصر کرے اور جب ایک شہر میں اقامت کی نیت کرے تو
وہ مقیم ہو جائیگا اور قصر کے احکام اُس پر جاری ہوں گے اور اس قسم کی بہت سی مثالیں اس
کتاب میں اپنی اپنی جگہ پر موجود ہیں پس معلوم ہوا کہ کسی کام کے شروع میں اچھی نیت
کرنا گویا اُس کام کا حق ادا کرنا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

پانچویں فصل ۔ اور یہ جو میں نے کہا ہی کہ اس کتاب کا نام کشف المحجوب رکھا ہے اس سے
یہ مراد ہے کہ گویا کتاب شاہد ہی اس امر پر کہ واقعی میں ایسی ہی ہی مگر اُن لوگوں کے واسطے
جن کے دل کی آنکھ بینا ہے جب کتاب کا نام سُنیں گے سب جان جائیں گے کہ درحقیقت یہ کتاب
ایسی ہی ہے۔ جاننا چاہئے کہ تمام عالم تحقیق کے لطیفہ سے چھپا ہوا ہے سوائے خدائی عزوجل
کے اولیا اور اُس کی درگاہ کے عزیزوں کے کوئی نہیں جانتا ہی اور چونکہ یہ کتاب خدا کی راہ کے
بیان میں ہے اور تحقیق کے کلمات کا بیان کرنا اور بشریت کے حجاب کا اٹھانا سوائے اس
نام کے دوسری صورت سے نہیں ہو سکتا اور حقیقت میں حجاب کا اٹھانا محجوب کی ہلاکت
کا باعث ہی جیسے کہ حجاب کا کشف کی ہلاکت کا باعث ہے یعنی جیسے کہ نزدیک سے دوری کی

طاقت نہیں رکھتا ہو وہ والا تر دبکی کی طاقت نہیں رکھتا مثلاً کوئی جانور سرکہ سے نکلے اور دوسری چیز میں گر پڑے فوراً مر جائے گا اور کوئی چیز اور چیزوں سے نکل کر سرکہ میں گرے اسی وقت ہلاک ہو جائے گی اور معنے سمجھنے کا طریقہ ہر شخص کو بہت مشکل ہے یہ وہی کر سکتا ہی کہ جس کو خداوند تعالےٰ نے اس کام کے واسطے پیدا کیا ہی چنانچہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَہٗ یعنی خدائے عزوجل نے ہر شخص کو ایک کام کے واسطے پیدا کیا ہے اور وہ کام اس پر سہل کر دیا ہے۔ اب حجاب دو قسم کا ہوتا ہے ایک حجاب رینی اور یہ ہرگز دور نہیں ہوتا ہے اور دوسرا حجاب غینی اور یہ جلد اٹھ جاتا ہے اور اس کا بیان یہ ہی کہ کوئی بندہ ایسا ہو۔ اس کی ذات اُس کے اور خدا کے درمیان میں حجاب ہوگئی ہو تو ایسی حالت میں حق اور باطل اُس کے نزدیک سب برابر ہی اور ایک ایسا بندہ ہو کہ اُس کے اور خدا کے درمیان اُس کی صفت حجاب ہو اور اُس کی طبیعت ہمیشہ خدا کی معرفت کی طالب ہو اور باطل سے گریز کرے پس حجاب ذاتی کہ جسکو رینی کہتے ہیں ہرگز دور نہیں ہوتا اور رین اور ختم اور طبع ان سب کے ایک معنے ہیں جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یعنے ہرگز یہ بات نہیں ہے بلکہ اُن کے دلوں پر زنگار آگئی ہے بسبب انکی اعمال کے اسکا حکم ظاہر کر دیا اور پھر فرمایا کہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اب اس کا سبب بیان کیا کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور صفت کا حجاب کہ جسکو غینی کہتے ہیں ممکن ہی کہ کسی وقت دور ہو جائے اسواسطے کہ ذات کا بدلنا شاذ و نادر ہے اور صفت بدل سکتی ہے چنانچہ غینی میں تبدیل صفت ہے۔ اور مشائخ اس باب میں اس قصہ کو رین و غین کے لطیف اشارات سے فرماتے ہیں یعنے اس کے واسطے یہ اشارات لطیف ہیں چنانچہ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلرَّيْنُ مِنْ جُمْلَةِ الْوَطَنَاتِ وَالْغَيْنُ مِنْ جُمْلَةِ الْخَطَرَاتِ یعنے رین وطنوں میں سے ہی اور غین خطرے ہے وطن پائدار رہتا ہے اور خطر طاری ہی جیسے ایک پتھر سے آئینہ ہرگز نہیں بن سکتا اگرچہ تمام دنیا کے صیقل کرنیوالے جمع ہو جائیں اور آئینہ جب

زنگ آلودہ ہو جاتا ہے تو اُس کو مصقلہ سے صاف کر سکتے ہیں اس وجہ سے کہ پتھر میں سیاہی اور تاریکی ذاتی ہے اور آئینہ میں روشنائی ہی قاعدہ ہے کہ اصل پایدار رہتی ہے صفت عارضی کو بقا نہیں ہے اُس کا زائل ہونا ممکن ہے تو میں نے یہ کتاب اسواسطے لکھی ہے کہ دلوں کے واسطے صیقل کرے وہ دل جو غین کے حجاب اُن کے رُخ پر پڑے ہوئے ہیں اور یہ کتاب اُن درویشوں کے واسطے نور سینہ ہو تاکہ اس کے پڑھنے کی برکت سے وہ حجاب دور ہو جائے اور اصل حقیقت کی طرف متوجہ ہو جائیں اور وہ لوگ کہ جن کی ہستی ہیں عُجب و پندار بھرا ہوا ہے اور حق سے انکار رکھتے ہیں اور باطل کے مرتکب ہیں اُن کو حق کی طرف راہ نہ ملے اور اس کتاب سے اُن کو کچھ فایدہ نہ ہو وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی نِعْمَۃِ الْعِرْفَان

چھٹی فصل یہ جو میں نے کہا ہے کہ تیرا مقصود معلوم ہو گیا اور تیری غرض کے موافق کلام اس کتاب میں لکھا گیا اس قبول کرنے سے یہ مراد ہے کہ جبتک اُس شخص کو جس کے سامنے سوال پیش کیا گیا ہے سائل کا مقصود معلوم نہ ہو جائے اُسکے سوال کو پورا کیسے کر سکتا ہے ممکن ہے کہ سائل کسی ایسے مشکل امر کا سوال کرے جس کا جواب پوری طور پر نہ دے سکے تو اُس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور قاعدہ ہے کہ آدمی جبتک اُس مشکل امر کی پوری طور پر معرفت نہ رکھتا ہو گا اُس کے سوال کو حل نہیں کر سکتا اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ تیری غرض کے موافق کلام کتاب میں لکھا گیا یعنے جتنے سوال ہیں اُتنے ہی اُن کے جواب ہیں جب سائل اپنے کل سوالات کے درجات کو خوب جانتا ہو گا پھر بھی جو مبتدی ہے اُس کو اُس کی تفصیل کی ضرورت ہوگی اور تیری غرض اللہ تجھکو نیک بخت کرے اس کتاب میں یہی ہے کہ اس کو تفصیل کیساتھ لکھوں اور ایک کتاب بناؤں تیرے سوال کی۔ وباللہ التوفیق۔ اور خدا ہی سے مدد چاہتا ہوں

ساتویں فصل۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ میں خداے تعالیٰ سے توفیق اور مدد چاہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کا مددگار اور معاون سوا ذات باری کے اور کوئی نہیں ہے جتنے کہ اُس کی خیرات پر مدد کرے اور اُس کو زیادتی کی توفیق عطا فرماوے اور توفیق کے معنے ہیں

موجود کرنا اسباب کا بندہ کی خواہش کے موافق بشرطیکہ وہ خواہش خیر کی ہو اور کتاب اور سنت توفیق کی صحت وجود پر ناطق ہیں اور تمام امت کا اجماع ہے سوائے گروہ معتزلہ اور قدریوں کے کہ وہ اس لفظ کو کل معانی سے خالی سمجھتے ہیں اور بعض اس طریقت کے مشائخ نے کہا ہے کہ اَلتَّوْفِیْقُ ھُوَ الْقُدْرَۃُ عَلَی الطَّاعَۃِ عِنْدَ الْاِسْتِعْمَالِ یعنے جب بندہ خدا کا مطیع اور فرمانبردار ہوتا ہے خدا اس کی قوت اور بڑھا دیتا ہے پہلے زمانہ سے بھی زیادہ اس کی قوت زیادہ ہو جاتی ہے اور جو کچھ حالات یکے بعد دیگر بدلتے رہتے ہیں سکون اور حرکات بندہ کی سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں پس اس قوت کا نام جس سے بندہ طاعت کرتا ہے توفیق ہے یہ کتاب اس مسئلہ کی بیان کی جگہ نہیں ہے اسواسطے کہ اس سے اور بات ہے اب پھر میں تیرے مقصود کی طرف رجوع ہوتا ہوں انشاء اللہ تعالے اور اس سے پہلے کہ کچھ لکھوں تیرے سوال کو بیان کروں اور آغاز کتاب میں درج کروں۔ صُوْرَۃُ السَّوَالِ۔ سائل نے کہا اور وہ ابوسعید ہے کہ مجھ کو طریقت تصوف کی تحقیق بتلاؤ اور ان کے مقامات اور ان کے مظاہر اور مقالات کا اظہار کرو اور ان کے رموز اور اشارات اور خدائے عزوجل کی جو محبت رکھتے ہیں اس کی کیفیت سے مطلع کرو اور یہ بات کہ خدا کی محبت کا اظہار دلوں پر کیسا ہوتا ہے اور یہ امر کہ عقلوں پر گناہ کے پردے کیسے پڑ جاتے ہیں اس کی حقیقت اور نفیس چیزوں سے نفرت اور روح کو آرام بہت اچھی طرح سے اور جو کچھ اس کے متعلقات ہیں ظاہر کرو مسئول جواب دیتا ہے اور جس سے سوال کیا گیا ہے وہ علی بن عثمان جلابی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جاننا چاہیئے کہ ہماری زمانہ میں یہ علم حقیقت میں بہت پرانا ہو گیا خصوصاً ہمارے شہروں میں کہ مخلوق سب حرص و ہوا میں مشغول ہے اور رضا اور تسلیم کے طریقہ سے پھرے ہوئے ہیں اور زمانہ کے علما اور اس وقت کے دشمنوں کو اس راستہ کی صورت کے برخلاف جانا پڑتا ہے۔ تو اب ایسی چیز کے واسطے ہمت کرنا کہ جو زمانہ والوں کے ہاتھ میں نہ آسکتی ہو سوائے خدا کی ذات کے کوئی اس کی توفیق نہیں دے سکتا اور تمام اہل ارادت کی مراد اس سے

منقطع ہو جاتی ہے اور تمام اہل معرفت کی معرفت اُس کے وجود سے جُدا ہوتی ہے تمام خلق خاص و عام اُس کی عبارت سے سند لیتے ہیں اور اُس کو حجاب کو دل و جان سے خریدتے ہیں اور پھر تحقیق نہیں رہتی بلکہ تقلید اور پیروی ہو جاتی ہے اور تحقیق اپنے کاموں کو منہ سے چھپا لیتی ہے اور عام لوگ اُس سے سند لیکر کہتے ہیں کہ ہم خدا کو پہچانتے ہیں اور خاص لوگ اُس کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اپنے دلمیں آرزو رکھتے ہیں اور نفسوں میں محبت اور سینے میں خواہش اسی شغل کی وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ شوق رؤیت ہے اور چونکہ اپنے دل میں نیک اندیشہ رکھتے ہیں محبت کی سوزش ہے اور مدعی لوگ جو محض دعوٰی کرتے ہیں کل معنے سے محروم ہیں اور مرید مجاہدہ سے باز رہ کر اپنے وطن معلوم کا نام مشاہدہ رکھتے ہیں اور ہمیں نے اس سے پہلے چند کتابیں اسی باب میں لکھی ہیں وہ ضائع ہو گئیں بعضے جھوٹے مدعیوں نے کچھ باتیں اُن میں سے لیکر خلق اللہ کو شکار کیا اور باتوں کو مٹا دیا جو باتیں اس قسم کی تھیں کہ جن سے طبیعت والے کو حسد کا سامان اور خدا کی نعمت کا انکار ہووے اور دوسرا گروہ اس پر آمادہ ہوا لیکن اُس نے پڑھا اور دوسرے گروہ نے پڑھا لیکن وہ معنے نہ سمجھے اور صرف عبارت ہی پر اکتفا کیا تاکہ لکھ لیں اور یاد کرلیں اور یہ بات کہنے کو ہو جائے کہ ہم علم تصوف اور علم معرفت بیان کرتے ہیں اور یہ لوگ غبن کی حالت میں ہیں اور یہ باتیں اس وجہ سے بیان کی گئیں کہ یہ امور مثل کبریت احمر یعنے سُرخ گندھک کے ہیں اور وہ بہت ہی عزیز چیز ہے کہ اگر مل جائے تو کیمیا بنائیں ایک دانگ کی برابر بھی ملجائے تو سیروں تانبا اور کانسا اُس سے سونا ہو جائے حاصل کلام ہر شخص وہ دوا ڈھونڈھتا ہی جو اُس کی درد کے موافق ہو پھر اُس کو سوا ئے اُسکے اور کچھ نہیں چاہتا جیسا کسی بزرگ نے کہا ہے۔ شعر

كُلُّ مَنْ فِي فُؤَادِهٖ وَجَعٌ   يَطْلُبُ شَيْئًا يُوَافِقُ الْوَجَعَا

یعنے جس کے درد کی دوا بہت ہی ادنٰے سی چیز ہو اُس کو موتی اور مرجان کی ضرورت نہیں ہے کہ فلیفنا اور دوا المسک ہی ملا کر دیں اور یہ بات اُس سے زیادہ عزیز ہے کہ

ہر ایک کو اس سے حصہ ہوا اور اس سے پہلے اس علم کے جاہل مشایخوں نے کتابوں کا اسی طور پر استعمال کیا ہے جب الٰہی بھیدوں کے خزانے اُن کے ہاتھ آئے اور اسکے معنے سے ناواقف رہے تو جاہل کلاہ دوزوں اور ناپاک جلد بندوں کے ہاتھ میں دیدیئے انہوں نے کلاہوں کے استر اور دیوان ابونواس اور ہزلیات جاحظ کی جلدوں میں ٹھوس دیا یہ بات ظاہر ہے کہ جب باز بادشاہ کا کسی بڑھیا کے گھر کی دیوار پر بیٹھ جائے تو اس کے پر و بال کاٹ ڈالتے ہیں۔ خدائے عزوجل نے ہمکو ایسے زمانہ میں پیدا کیا ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں نے ہوا کا نام شریعت رکھا ہے۔ درجاہ و ریاست اور تکبر کی طلب کو عزت اور علم کہتے تھے اور خلق کی دکھانے کے واسطے عمل کرنے کو خوفِ خدا کہتے ہیں اور اپنے دلمیں کینہ پوشیدہ رکھنے کو حلم اور تحمل کہتے ہیں اور مجادلہ کو مناظرہ کہتے ہیں اور محاربت اور سفاہت کو عظمت اور نفاق کو زہد کہتے ہیں اور آرزو کو ارادت کہتے ہیں اور ہذیان طبع کو معرفت اور دل کی حرکات کو اور نفس کی حدیث کو محبت اور الحاد اور گمراہی کو فقر اور جحود یعنے یگانگی کو صفائی اور زندیق ہونے کو فنا اور ترک شریعت کو طریقت کہتے ہیں اور آفت اہل زمانہ کا نام معاملت رکھتے ہیں کہ ارباب معانی اُنکے درمیان مہجور ہو گئے ہیں اور انہوں نے غلبہ پکڑ لیا جیسا کہ پہلے زمانہ میں اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کے آل مروان سے مغلوب ہو گئے تھے کیا اچھا فرمایا تھا اہل حقائق کے بادشاہ اور تحقیق و دقائق کے برہان ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اُبْتُلِیْنَا بِزَمَانٍ لَیْسَ فِیْہِ اٰدَابُ الْاِسْلَامِ وَلَا اَخْلَاقُ الْجَاھِلِیَّۃِ وَلَا اَحْکَامُ ذَوِی الْمُرُوَّۃِ یعنی ہم ایسے زمانہ میں پیدا کر کر آزمائے گئے کہ جس میں اسلام کے طریقے نہیں ہیں بلکہ جاہلیۃ کی عادات ہیں اور نہ اس میں مروت اور مردانگی کے احکام ہیں اور شبلی نے ایک بیت اسی کے موافق بیچ کہی ہے۔ شعر

اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا لِمُحِبِّ الرَّاکِبِ ٭ فَکُلُّ بَعِیْدِ الْھَمِّ فِیْھَا مُعَذَّبٌ

قسم اللہ کی بیشک دنیا دنیا کی محبت کرنے والے کو آرام کی جگہ ہے اور جو اس سے دور رہنا چاہتا ہے اُس کو عذاب کی جگہ ہے۔

آٹھویں فصل، جاننا چاہیئے اللہ تعالےٰ تجھکو قوت عطا فرمادے کہ میں نے اس عالم کو

خدا کے اسرار کا محل پایا اور مخلوقات کو اس کی امانت اور برقرار رکھی ہوئی اور مثبت چیزوں کو اُس کے لطائف کی جگہ مگر یہ امور اُسکے دوستوں کے حق میں ہیں اور جواہر اور اعراض اور عناصر اور اجرام و اجسام اور طبائع سب اُسکے اسرار کے حجاب ہیں توحید میں ان میں سے کسی ایک کا شامل کرنا شرک ہی تو خدا وند تعالیٰ نے اس عالم کو محل حجاب میں رکھا ہی تاکہ ہر ہر متنفس کی طبائع اس عالم میں اُس کے فرمان کے موافق طمانیت حاصل کریں اور اپنے وجود میں خدا کی توحید سے محجوب ہوگئی اور ارواح عالم میں اُس کے مزاج سے مفرور ہوگئیں اور بسبب اُس کی نزدیکی کے اپنے رہائی کے محل سے دور رہیں اسی وجہ سے خدا کے اسرار عقول میں نہیں آسکتی اور خدا کی نزدیکی کے لطائف ارواح کے حق میں پوشیدہ ہوگئی یہی وجہ ہے کہ آدمی اپنی ہستی کی وجہ سے غفلت کے پردہ میں بیٹھ کر محجوب ہوگیا اور خصوصیت کے محل میں اپنے حجاب سے معیوب جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ بھی فرمایا اور فرمایا اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا یعنے قسم وقت عصر کی کہ بیشک انسان خسارہ میں ہے اور بیشک انسان بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے خَلَقَ اللّٰہُ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ اَلْقٰی عَلَیْہِ نُوْرًا یعنے خدا نے خلق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اُس پر نور ڈالا۔ پس یہ حجاب اُس کو اس عالم میں اُس کا مزاج واقع ہوا ہی چونکہ طبائع اُس کیساتھ متعلق ہیں اور عقل اُس میں تصرف کرتی ہی اس لئے کہ جہالت کی وجہ سے مجبور ہو کر اسی کام کو کافی اور وافی سمجھتا ہے اور اپنے حجاب کو کہ جو حق کی طرف سے پڑا ہوا ہے دل و جان سے خریدا ہوا اور سوجہ سے کہ کشف کے جمال سے بے خبر ہے اور خدا کے اسرار کی تحقیق سے اعراض کرنے والا ہے اور چارپایوں کی طرح ایک جگہ پر پڑا ہوا آرام کرتا ہے اور اپنی نجات کی جگہ سے بھاگا ہوا ہے توحید کی بُو تک بھی نہ سونگھی اور جمال احدیت نہ دیکھا توحید کا مزا کبھی نہ چکھا اور آلودگی کی وجہ سے مشاہدہ نہ کرسکا اور دنیا کی حرص میں خدا کی معرفت کو نہ حاصل کرسکا اور تیرے

نفس حیوانی نے بے جہات ربانی کی ناطقہ کو مقہور کر دیا اس لئے کہ اس کی حرکات اور طلب سب حیوانیت کے نصیب میں منفرد ہو گئیں یعنی حیوانیت غالب ہی اور رسوائی کھانے اور سونے اور نفس کے شہوات کے تابع ہو گئے اور کچھ نہیں جانتا خدا تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو ان سب باتوں سے منزہ اور مبرا کر دیا اور فرمایا ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ یعنی ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دے کہ کھائیں اور نفع اٹھائیں اور ان کو ان کی امید غفلت میں ڈالتی ہی عنقریب جان جائیں گے جو کچھ ان کی طبیعت کی بادشاہ نے انپر خدا کے اسرار چھپائے تھے اور بجائے عنایت اور توفیق کے ان کے حق میں گمراہی اور حرمان رکھا تاکہ سب نفس امارہ بسور (یعنے وہ نفس جو برائی کی طرف رغبت پیدا کرتا ہے) کے تابع ہو گئے کہ وہ بہت بڑا حجاب ہی اور شرارت اور فساد کا سرچشمہ ہی جیسا کہ خدا فرماتا ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ یعنی نفس بیشک برائی کی طرف مائل کرتا ہے اور رجحان دلاتا ہے اب میں شروع کرتا ہوں اور تیری مقصود کو مقامات اور حجب میں ظاہر کرتا ہوں اور بہت ہی خوش بیانی سے اس کو شرح وبسط سے تقریر کروں اور اہل صنائع کی عبارات کی شرح لکھوں اور کل مشائخ کا کلام بھی اس میں ملادوں اور کچھ حکایات بھی بیان کر کر تیری مدد کروں تاکہ تیری مراد برآوے اور علمائے ظاہر وغیرہ نے جو اس میں غور نہیں کیا ہے وہ بھی جان جائیں کہ تصوف کے طریقہ میں قول اصل ہی اور فرع اس کے نتائج حسنہ اور اس کے سب مشائخ اہل علم ہوئی ہیں اور اپنے سب مریدوں کو اس علم کی تعلیم وہی باعث ہوئی ہیں اور اس پر ہمیشہ عمل کرنے پر حریص ہونیکے واسطے بہت کوششیں کی ہیں۔ اور کھیل اور کود کا اتباع ہرگز نہ کیا اور لغویات کی طرف میل نہ کیا ہی اور بہت سے مشائخ طریقت کے علما نے اس باب میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور نہایت دلچسپ اور رنگین عبارات میں اپنی طبیعت سے دلائل قائم کئے ہیں سو باللہ التوفیق

باب اوّل علم ثابت کرنے کے بیان میں

اللہ تعالےٰ نے علما کی صفت میں فرمایا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا بیشک خدا سے
ڈرتے وہی ہیں اُسکے بندوں سے جن کو علم ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ
فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ یعنی ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم پڑھنا اور سیکھنا فرض ہے
اور یہ بھی فرمایا ہے اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْکَانَ بِالصِّیْنِ یعنی علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں ہو
جاننا چاہیئے کہ علم تو بہت ہے اور عمر تھوڑی ہے تمام علوم کا سیکھنا آدمیوں پر فرض نہیں ہے
جیسے علم نجوم اور علم طب اور علم حساب اور عمدہ عمدہ صناعتیں اور جو کچھ اس کی مثل ہیں مگر ان
میں سے اتنا سیکھ لینا چاہیئے کہ جتنے کی شریعت میں ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے نجوم سے
اوقات کا پہچاننا رات کے وقت صرف اتنا سیکھ لے اور اسی طرح طب بقدر ضرورت اور حساب
فرائض کے واسطے اور عدت کی مدت کا حساب لگانے کے واسطے اور جو اس کی مثل
ہیں پس علم جو فرض ہیں اس قدر ہیں کہ جن سے عمل درست رہے جن کی خدا ئے
تعالےٰ نے برائی کی ہے کہ بے نفع کا علم سیکھتے ہیں جیسا کہ فرمایا خدا نے وَیَتَعَلَّمُوْنَ مَا
یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ یعنے وہ سیکھتے ہیں جو اُن کو نقصان پہنچاوے کچھ نفع نہ دے
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے اور فرمایا ہے اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ
یعنے اے خدا میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے ایسے علم سے جو کچھ نفع نہ دے۔ جب علم تھوڑا
اُس پر بخوبی عمل نہیں کرسکتا یعنے بخوبی واقفیت ہونا چاہیئے اور علم کیساتھ عمل شروع
ہونا چاہیئے جیسا کہ فرمایا رسول صلعم خدا نے اَلْمُتَعَبِّدُ بِلَا فِقْہٍ کَالْحِمَارِ فِی الطَّاحُوْنَۃِ یعنی
جو لوگ کہ بے فقہ کی عبادت کرتے ہیں اُن کی مثل ایسی ہے جیسے چکی میں ایک ٹٹو جتا ہوا ہے
کہ تمام دن گردش کرتا ہی مگر وہیں کا وہیں ہے اور کوئی راستہ اُس کو نہیں ملتا اور عوام
آدمیوں سے میں نے ایک گروہ کو دیکھا ہے کہ علم کو عمل پر ترجیح دیتے ہیں اور بعضاں

باتیں غلط ہیں اسواسطے کہ عمل بغیر علم کے وہ عمل ہی نہیں ہی جتنے کہ بندہ اُس سے ثواب کا مستوجب ہو جیسے نماز کہ جبتک پہلے اس کے طہارت کے ارکان کا علم نہ ہو اور پانی کی پہچان اور قبلہ کا علم اور نیت کی کیفیت کا علم اور اُس کے ارکان کا علم نہ ہو نماز نہ ہو گی جب عمل علم کے جاننے سے صحیح ہوتا ہے تو اُس کے نہ جاننے والے کو اس سے کیسے جدا کری اور جو لوگ کہ علم کو عمل پر ترجیح دیتے ہیں یہ بھی محال ہی کہ بے علم کے عمل ہی نہیں ہی جیسا کہ خدای تعالیٰ فرماتا ہے نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ، جو عالم کہ بے عمل ہی اُس کو علمائی سے خارج کر دیا کہ اس وجہ سے کہ سیکھنا اور یاد کرنا ان سب امور کا یہ بھی تو عمل ہی اور اسی وجہ سے بندہ کو اُس کا ثواب ملتا ہی اور اگر عالم کا علم اُس کے فعل اور کسب سے نہ ہوتا تو اُس کو کچھ ثواب نہ ملتا اور یہ بات دو گروہ کہتے ہیں ایک وہ لوگ جو علم کو مخلوق کی جاہ اور مرتبہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ مرتبہ علم ہی کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور وہ اس قسم کا معاملہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں چونکہ اُن کو علم کی تحقیق نہیں ہی اس وجہ سے عمل بھی نہیں کر سکتے تو وہ نہ علم جانتے ہیں نہ عمل اس سلئے ایک جاہل کہتا ہی کہ قال نہیں چاہیئے حال کا کام ہی اور دوسرا کہتا ہی کہ عمل چاہیئے علم کی ضرورت نہیں ہی اور حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ سے روایت ہی آپ فرماتے ہیں کہ میں نے راستہ میں ایک پتھر پڑا ہوا دیکھا اُس پر یہ لکھا تھا کہ مجھ کو پلٹ اور پڑھ پس اُس کو میں نے پلٹا اُس پر یہ لکھا تھا کہ أَنْتَ لَا تَعْمَلُ بِمَا تَعْلَمُ فَكَيْفَ تَطْلُبُ مَا لَا تَعْلَمُ تو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا ہی تو یہ بات مشکل ہی کہ ایک نامعلوم چیز کو تلاش کری یعنے جتنا تو جانتا ہی اُس پر پہلے عمل کرتا کہ اُس نامعلوم چیز کو بھی حاصل کر سکے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ هِمَّةُ الْعُلَمَاءِ الدِّرَايَةُ وَهِمَّةُ السُّفَهَاءِ الرِّوَايَةُ یعنی عالموں کا ارادہ دانائی اور عقل کی طرف ہوتا ہی یعنے عقل سے کام لیتے ہیں اور جاہل لوگ روایت پر عمل کرتے ہیں اس وجہ سے کہ جاہل لوگ عالموں سے جدا رہتے ہیں اور علم سے دنیا کی عزت و جاہ حاصل کرتے ہیں وہ عالم نہیں ہی کہ دنیا کی جاہ اور دنیا کی عزت علم کے

ذریعہ سے حاصل کرے اور علم کے مرتبہ سے بڑھ کر کوئی ایسا مرتبہ نہیں ہی کہ اگر وہ نہ ہو تو خدا کو نہ پہچان سکے اور جب علم ہوتا ہے تو آدمی تمام مراتب اور درجات کے قابل ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

فصل پہلی

جاننا چاہیئے کہ علم دو قسم کا ہے ایک خدائے تعالیٰ کا علم اور دوسرا مخلوق کا علم بندہ کا علم خدا کے علم کے سامنے محض ہیچ اور بے حقیقت ہی اس واسطے کہ خدا کا علم اُس کی صفت ہی اور اُسی کے ساتھ قائم ہی اور اُس کے اوصاف کی کچھ انتہا نہیں ہی اور ہمارا علم ہماری صفت ہی جو ہمارے ساتھ قائم ہے ہمارے اوصاف متناہی ہیں چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا یعنے تم کو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے اور سب علم میں صفات من قبیل المدح ہیں اور اُس کی تعریف معلوم کا احاطہ کرنا اور سب سے بہتر اُس کی تعریف یہ ہی کہ اَلْعِلْمُ صِفَۃٌ یَصِیْرُ الْجَاھِلُ بِھَا عَالِمًا یعنی علم ایک ایسی صفت ہی کہ جاہل اُس سے عالم ہو جاتا ہے۔ اور پھر خدا فرماتا ہی۔ وَاللّٰہُ مُحِیْطٌ بِالْکٰفِرِیْنَ اور پھر فرمایا وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم اور اُس کا علم ایک ہی علم ہی کہ جس سے تمام موجودات اور معدومات کو جانتا ہی اور خلق کو اُس علم میں کچھ شرکت نہیں ہی اور نہ اُس کے علم کی کچھ اجزا اور ٹکڑے ہیں اور نہ وہ اُس سے جُدا ہی اور اُس کے علم کی دلیل یہ ہی کہ اُس کے سب کام ترتیب کیساتھ ہیں قاعدہ ہی کہ ہر کام فاعل کے علم کے موافق ہوا کرتا ہے پس خدا کا علم اسرار کے ساتھ ہی اور ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئی ہونا اُس کا ظاہر ہی تو طالب کو چاہیئے کہ اعمال اُس کے مشاہدہ کے سامنے کرے جس طرح کہ وہ جانتا ہے کہ خدا سب افعال کا بینا ہے۔

حکایت بیان کرتے ہیں کہ بصرہ میں ایک رئیس تھا اور وہ اپنے باغ کو جایا کرتا تھا اتفاق سے ایک روز ایک عورت پر جو اُس کے باغبان کی تھی اُس کی آنکھ پڑ گئی اور

اُس پر عاشق ہو گیا اُس کو اپنے پاس خلوت میں بٹھایا اور اُس کے مرد کو کسی کام کو بھیجدیا
عورت سے کہا سب دروازے بند کر دے اُس نے کہا میں نے سب دروازے بند
کر دئیے مگر ایک دروازہ نہ بند کر سکی اُس نے پوچھا وہ کونسا دروازہ ہے کہا وہ دروازہ
جو ہمارے اور خدا کے درمیان ہے مرد پشیمان ہوا اور توبہ کی۔
حاتم الاصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چار علم اختیار کیئے اور تمام دنیا کے علوم سے
میں فارغ ہو گیا لوگوں نے پوچھا وہ کون کون علوم ہیں جواب دیا کہ پہلا علم یہ ہی کہ میں
جانتا ہوں کہ خدا نے جو کچھ رزق میری قسمت میں لکھدیا ہی اُس سے کم اور زیادہ نہیں ہوسکتا
چاہے کتنا ہی میں طلب میں کوشش کروں۔ دوسری یہ کہ میں جانتا ہوں کہ خدا کا مجھ
پر حق ہے کہ اُس حق کو سوائے میرے دوسرا ادا نہیں کر سکتا پس میں بھی اُس کے ادا
کرنے میں مشغول ہوا تیسرے یہ کہ میں جانتا ہوں کہ میرا ایک طالب ہی یعنے موت کہ
اُس سے بھاگ نہیں سکتا اور اُس کو میں نے پہچان لیا ہے چوتھے یہ کہ میں جانتا ہوں
کہ میرا ایک خداوند ہے وہ میرے سب بھیدوں سے واقف ہی اور جو کچھ میں کرتا ہوں
وہ سب دیکھتا ہے اور جانتا ہے مجھ کو اُس کے سامنے ناکردنی باتوں سے شرم آتی ہے اور
اُن سے باز رہتا ہوں اور جب بندہ یہ بات یقین کی روسے جان جائیگا کہ میرا خدا
مجھ کو دیکھ رہا ہے تو ہرگز ایسا کام نہ کریگا جس سے اُس کو خدا کے سامنے قیامت کے
روز شرمندہ ہونا پڑے +

فصل دوسری

لیکن بندہ کا علم چاہیئے کہ خدا کے کاموں میں اور اُس کی معرفت کے متعلق ہو اور بندہ
پر یہ فرض ہے کہ اُس کو وقت کا علم ہونا چاہیئے یعنے ایسا علم جو وقت کی مصلحت کے
بموجب ہو اور وقت پر کام آوے اور ظاہر و باطن میں نفع دے اور وہ دو قسم پر ہے

ایک قسمت اصول دوسرے قسمت فروع اصول کا ظاہر یہ ہی کہ زبان سے کلمہ شہادت
پڑھے اور اُس کا باطن یہ ہی کہ معرفت کی تحقیق کرے، اور فروع کا ظاہر یہ ہی کہ معاملہ اختیار
کرے اور اُس کا باطن یہ ہی کہ نیت صحیح رکھے اور ان میں سے ہر ایک کا قائم رکھنا دوسرے کے
واسطے محال ہی ظاہر بے حقیقت باطن کے نفاق ہی اور باطن بغیر ظاہر کے زندقہ اور ظاہر میں
شریعت کا پابند رہنا بے باطن کے نقصان ہی اور باطن بغیر ظاہر کے ہوس ہی پس علم حقیقت
کے تین رکن ہیں ایک خداوند تعالیٰ کی ذات اور اُس کی وحدانیت کا علم اور اُس کی
مثل اور مثال کی نفی اور دوسری خداوند تعالےٰ کی صفات کا اور احکام کا علم اور تیسری
اُسکے افعال اور اُسکی حکمت کا علم۔

فصل تیسری

اور علم شریعت کے بھی تین رکن ہیں
ایک کتاب اور دوسری سنت اور تیسری اجماع امت اور اُس کی علم پر اور اُس کی ذات
وصفات ثابت کرنے پر اور اُس کے افعال ثابت کرنے پر اُس کا قول دلیل ہے فَاعْلَمْ
أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ یعنے جان کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے خدا کے۔ اور یہ بھی فرمایا
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰكُمْ اور پھر فرمایا أَلَمْ تَرَ إِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ اور پھر
فرمایا أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ یعنے تم نہیں دیکھتے اونٹ کی طرف کہ اُس کو
کیسے پیدا کیا گیا اور اُس کی مثل بہت آیتیں ہیں کہ سب خدا کے افعال پر نظر کرنے
کے واسطے دلائل ہیں تاکہ اُن سے فاعل کی صفت کو پہچانا جائے فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے مَنْ عَلِمَ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى رَبُّهُ وَأَنِّي نَبِيُّهُ حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى
لَحْمَهُ وَدَمَهُ عَلَى النَّارِ یعنی جس نے یہ یقین کر لیا کہ خدائے تعالیٰ اُس کا رب ہی اور میں اُسکا
نبی ہوں اللہ تعالیٰ نے اُس کے گوشت اور خون کو آگ پر حرام کر دیا۔ لیکن خدا کی ذات
کے علم کے واسطے یہ شرط ہے کہ جو شخص عاقل اور بالغ ہی وہ جان لے کہ حق تعالیٰ
موجود ہے اور ہمیشہ سے ہی اور نہ کوئی اُس کے واسطے حد ہی نہ وہ کسی مکان میں ہی
نہ جہت میں اور نہ اُس کی ذات سے کوئی آفت ہی نہ مخلوق سے کوئی اُس کا مثل

و مانند ہے نہ اُس کی بی بی بچے ہیں۔ جو کچھ تیرے وہم میں آتا ہی اور تیری عقل اُس کا اندازہ کرتی ہے وہ سب اُسی کا پیدا کیا ہوا ہی اور وہی اُس کا قائم رکھنے والا اور پروردگار ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ یعنی خدا بے مثل اور بے مانند ہی اُس کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سب چیزوں کو سنتا اور دیکھتا ہی لیکن اُس کی صفات کا علم یہ ہے کہ پہلے تو یہ سمجھ لے کہ اُس کی صفات ہیں اور وہ صفات اُسی کے ساتھ قائم ہیں اور وہ نہ اُس کی ذات ہیں نہ اُس کی ذات کے جزو اور ہمیشہ میں جیسے علم ایک صفت ہی یعنے وہ عالم ہے ہر چیز کو جانتا ہے قدرت ہی حیات ہی ارادہ ہے سمع ہے بصر ہے کلام ہے بقا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور یہ بھی فرمایا ہی وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور یہ بھی فرمایا ہے وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ اور پھر فرمایا ہی فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ اور پھر فرمایا هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور پھر فرمایا قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ لیکن اُس کے افعال ثابت کرنیکا علم یہ ہی کہ تو یہ بات جان لے کہ خداوند تعالےٰ تمام خلق کا پیدا کرنے والا ہی اور علیٰ ہذا القیاس ان کے افعال کا بھی پیدا کرنے والا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ یعنی خدا نے تمکو اور تمہارے افعال کو پیدا کیا ہی جو عالم کہ معدوم تھا اُسی کے فعل سے موجود ہوا خیر اور شر اور نفع اور نقصان سب کا پیدا کرنے والا وہی ہی جیسا کہ فرماتا ہے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ یعنے خدا نے سب چیز کو پیدا کیا ہے اور شریعت کے احکام ثابت کرنے کی دلیل یہ ہی کہ تو یہ بات جان لے کہ خدا نے رسولوں کو ہمارے واسطے بھیجا اور اُنہوں نے معجزات خلاف عادات دکھائے۔ اور ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے رسول ہیں اور آپ کے معجزات بہت ہیں اور آپ نے جو کچھ ہمکو خبریں غیب اور ظہور کی دی ہیں سب سچ ہیں۔ پہلا رکن شریعت میں کتاب ہی جیسا کہ خدائی تعالےٰ فرماتا ہے مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ یعنے قرآن مجید میں آیات محکمات ہیں کہ وہ اصل کتاب ہیں اور دوسرا

رکن سنت ہی جیسا کہ فرمایا مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا۔ یعنے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اُس پر عمل کرو اور جس بات کو منع فرمایا ہے اُس سے بچو اور تیسرا رکن اجماع اُمت ہی جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا یَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ عَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ یعنے میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی ہے اختیار کرو سواد اعظم کو۔ اور سب احکام میں حقیقت بہت ہی اگر کوئی چاہیئے کہ سب کو جمع کرے نہیں کرسکتا اس واسطے کہ خدا کی لطائف کی کوئی انتہا نہیں ہے

فصل چوتھی

جاننا چاہیئے کہ ایک ملحدوں کا گروہ ہی خدا اُن پر لعنت کرے کہ اُن کا لقب سوفسطائی ہی اور اُن کا مذہب یہ ہی کہ وہ کہتے ہیں کہ کسی چیز کا علم درست ہو نہیں سکتا بلکہ علم خود کوئی چیز نہیں ہے ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ اس بات کی عقل جو تم میں ہی کہ تم یہ بات جانتے ہو کہ کسی چیز کا علم درست ہی نہیں ہی اور کسی چیز کا علم ہو ہی نہیں سکتا یہ درست ہے یا نہیں اگر کہو گے کہ درست ہی تو علم انہیں کی زبان سے ثابت ہوگیا اور اگر کہو گے کہ درست نہیں ہے تو اُس میں معارضہ کرنا محال بات ہے اور ایسے شخص سے بات کرنا خلاف عقل ہی اور جو ملحدوں کا گروہ اس طریقت سے تعلق رکھتا ہی وہ یہی کہتا ہے کہ ہمارا علم کسی چیز کے ساتھ درست نہیں ہی پس ہم کو بالکل علم کا ترک کردینا اُس کے ثابت کرنے سے بہتر ہے اور یہ بات ان کی محض حماقت اور جہالت سے ہی اس واسطے کہ علم کا ترک کردینا دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا کوئی علم حاصل کریگا یا جہل پس علم علم کی نفی نہیں کرسکتا۔ اور اُس کے خلاف نہیں ہوسکتا اور علم سے علم کا ترک کردینا محال ہے اس لئے کہ جہل رہجائیگا اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ علم کی نفی جہل ہے اور اُس کے ترک سے جاہل ہو جائے گا

اور جاہل بُرا ہوتا ہے اور جہل کفر اور باطل کا موجب ہے اس واسطے کہ حق کو جہل سے کچھ تعلق نہیں ہے اور یہ سب مشائخ کے خلاف ہے اور جب اس بات کو سب آدمیوں نے سُنا اور اختیار کیا کہا کہ سب کا مذہب اہل تصوف کا نہیں ہے اور سب کی یہ روش نہیں ہے یہاں تک کہ اُن کا اعتقاد پریشان ہوگیا اور حق اور باطل کو ایک دوسرے سے تمیز نہ کر سکے اور ہم نے آج سب کو خدا کے سپرد کر دیا تاکہ وہ لوگ اپنی گمراہی میں مبتلا رہیں اگر دین ان کے گریبان کو پکڑتا تو وہ بہت اچھی طرح تصرف کرتے اور رعایت کے حکم کو نہ چھوڑتے اور خدا کے دوستوں کی طرف اس آنکھ سے نہ دیکھتے اور اپنے زمانہ کی احتیاط بہت خوبی کے ساتھ کرتے اگر ملحدوں میں سے کسی قوم نے ان لوگوں کیساتھ تعلق کیا ہی تو ان کے جمال کی برکت سے اپنی آفتوں سے نجات پائی ہے اور ان کے عدل کے سایہ میں اپنی زندگی بسر کرتے رہے ہیں تو یہ نہ چاہیئے کہ سب کو ایک حال پر قیاس کریں اور ان کے معاملہ میں دھاندلی اور زبردستی کریں اور ان کی قدر کو نہایت ہی گرادیں اور مصنف کہتا ہی کہ مجھکو ایک بار ایک شخص سے جو اپنی کو اس علم کے خوب جاننے والوں سے کہتا تھا اور غرور کا نام عزت علم رکھا تھا اور نفس کے اتباع کا نام رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کہتا تھا اور شیطان کی موافقت کا نام اماموں کی عادت رکھا تھا مناظرہ ہوا۔ اثنار مناظرہ میں اُس نے کہا کہ ملحدوں سے بارہ گروہ ہیں ایک گروہ اُن میں سے متصوفہ کا ہے میں نے کہا کہ ایک گروہ ان میں ہی تو گیارہ گروہ تم میں ہیں اور یہ لوگ اپنی حفاظت اُس ایک گروہ سے بہت اچھی طرح سے کر سکتے ہیں تم گیارہ گروہ سے اتنی نہیں کر سکتے لیکن یہ سب باتیں زمانہ کی فطرتیں اور آفتیں ہیں اور خدائے تعالےٰ نے اپنی دوستوں کو ہمیشہ قوم کے اندر پوشیدہ رکھا ہی اور اُس قوم کو انہیں کی وجہ سے خلق میں رکھا ہے اور بہت اچھا کہا ہی اُس پیر پیران اور آفتاب مریدان علی بن صبری رحمۃ اللہ علیہ نے فَسَادُ الْقُلُوْبِ عَلٰی حَسَبِ فَسَادِ الزَّمَانِ وَاَهْلِهٖ یعنے دلوں کا خراب

ہونا اہل زمانہ کی خرابی ہونے کے موافق ہے اب ہم ایک فصل ان کے اقوال کی لکھتے ہیں۔ تاکہ لوگ جان جائیں کہ خدا کے کام میں اُس کی طرف سے جبتک عنایت نہ ہو کچھ نہیں ہوسکتا۔ گو ایک گروہ اسکا منکر ہی لہذا اُس کی تنبیہ کے واسطے اس جگہ ہم علوم کی قسمیں بیان کرتے ہیں۔

فصل پانچویں

پس ای طالب صادق۔ محمد بن فضل بلخی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علم کی تین قسمیں ہیں یعنے ایک علم خدا کی طرف سے ہی اور دوسرا علم خدا کے ساتھ ہے اور تیسرا علم خدا کی معرفت ہے کہ جو تمام انبیاء اور اولیاء کو حاصل ہے پس جبتک یہ علم حاصل نہیں ہوتا ہے اُسوقت تک کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے کہ حاصل ہونیکے اسباب جسقدر بھی ہیں وہ سب خدائے تعالیٰ کی ذات سے علیحدہ ہیں اور بندہ کا علم خدا کی معرفت کا سبب نہیں ہوسکتا بلکہ اُس کی معرفت کا سبب اُسی کی ہدایت اور توفیق ہے۔ اور خدا کی طرف سے جو علم ہے اُس کا نام شریعت ہے اس واسطے کہ وہ ہم کو خدا کی طرف سے حکم اور ہمپر تکلیف ہے اور خدا کے ساتھ جو علم ہے وہ علم مقامات اور طریق حق اور اولیاء کے درجات کا بیان ہے۔ پس معرفت بغیر پابندی شریعت کے حاصل نہیں ہوسکتی اور شریعت کی پابندی بغیر اظہار مقامات ٹھیک نہیں ہی۔ حضرت ابو علی ثقفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اَلْعِلْمُ حَیَاۃُ الْقَلْبِ مِنَ الْجَھْلِ وَ نُوْرُ الْعَیْنِ مِنَ الظُّلْمَۃِ یعنے علم دل کو جہالت کی موت سے زندہ کردیتا ہے اور کفر کے اندھیرے سے ایمان اور یقین کی آنکھ میں نور دیتا ہی پس جس شخص کو معرفت کا علم نہیں ہی اُس کا دل جہالت کے سبب سے مُردہ ہی اور جس شخص کو علم شریعت نہیں ہی اُس کا دل نادانی کے مرض میں گرفتار ہے۔ پس اے طالب صادق۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار مردہ دل ہیں کہ جو خداوند تعالےٰ کو نہیں جانتے ہیں اور غافلوں کا

دل مثل بیمار کے ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ اُسکے احکام کو نہیں جانتے ان لوگوں کی بابت حضرت ابوبکر وراق ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مَنِ اکْتَفٰی بِالْکَلَامِ مِنَ الْعِلْمِ دُوْنَ الزُّھْدِ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنِ اکْتَفٰی بِالْفِقْہِ دُوْنَ الْوَرَعِ فَقَدْ تَفَسَّقَ یعنی جس شخص نے علم توحید کی صرف عبارت پر اکتفا کیا اور اُسکی حقیقت سے روگردانی کی پس وہ زندیق ہو گیا اور جس شخص نے صرف علم فقہ پر اکتفا کی پرہیزگاری کی پروا نہ کی وہ فاسق ہو گیا۔ اس سے حضرت ابوبکر علیہ الرحمہ کی یہ مراد ہے کہ بغیر معاملہ اور مجاہدہ تجرید کے توحید جبر ہے اور موحد کو اپنے قول میں جبری اور فعل میں قدری ہونا چاہیئے تاکہ اُس کی روش مقام جبر و قدر میں درست رہے اور یہ بات اُس کی حقیقت سے ہے کہ جو اُس پیر علیہ الرحمہ نے کہی ہے اَلتَّوْحِیْدُ دُوْنَ الْجَبْرِ وَ فَوْقَ الْقَدْرِ یعنے توحید جبر سے کم ہے اور قدر سے زیادہ ہے پس اے طالب صادق۔ جو شخص کہ علم توحید کی صرف عبارت ہی پر اکتفا کرے اور اُس کے معانی کی طرف غور نہ کرے اور اُس کے خلاف جو امور ہیں اُس سے روگردانی نہ کرے تو وہ زندیق ہے لیکن فقہ کے واسطے یہ شرط ہے کہ تقویٰ اختیار کرے پس جو شخص کہ علم فقہ اور شریعت پر بغیر پرہیزگاری کے اکتفا کرے اور رخصت اور تاویلات اور تعلق اور شبہات میں پڑے اور بغیر مذہب اختیار کئے ہوئے علمائے مجتہدین کے پاس جائے محض اس غرض سے کہ مسائل میں کچھ آسانی ہو جائے تو عنقریب وہ فاسق ہو جائیگا۔ اور یہ سب باتیں غفلت سے پیدا ہوتی ہیں اس کے واسطے شیخ المشائخ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اِجْتَنِبْ صُحْبَۃَ ثَلٰثَۃِ اَصْنَافٍ مِّنَ النَّاسِ الْعُلَمَاءِ الْغَافِلِیْنَ وَالْفُقَرَاءِ الْمُدَاھِنِیْنَ وَالْمُتَصَوِّفَۃِ الْجَاھِلِیْنَ یعنے تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے ہمیشہ بچنا چاہیئے ایک غافل عالم سے دوسرے مکار فقیر سے تیسرے جاہل صوفی سے۔ پس اے صادق طالب۔ غافل علماء وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے دل کا قبلہ دنیا کو بنایا ہے اور شریعت سے آسان آسان باتوں کو اختیار کر لیا ہے اور ظالموں اور بادشاہوں کی

پرستش میں رات دن مصروف رہتے ہیں اور اُن کی درگاہ کا طواف کرتے ہیں اور خلق کی جاہ اور منصب کو اپنی سجدہ گاہ بنایا ہے اور اپنی عقلمندی اور زیرکی پر فریفتہ ہو کر ایسے از خود رفتہ ہیں کہ اماموں اور استادوں پر طعن اور تشنیع کرتے ہیں اور بندگان دین پر غصہ ہوتے ہیں بلکہ اُن پر حد سے زیادہ جو چاہتے ہیں فرماتے ہیں اور جس وقت وہ کچھ کہتے ہیں تو اُس وقت اُن کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر دونوں جہان اُن کے ترازو کے پلہ میں رکھے جائیں تب بھی برابر نہ ہو سکیں اور حسد اور کینہ کو اپنا مذہب قرار دے رکھا ہے اور سب میں یہ سب علم نہیں ہوتا ہے بلکہ علم ایک ایسی صفت ہے کہ جہل کی سب قسمیں اُسکے موصوف سے دور ہوتی ہیں۔ اور مداہن اور مکار فقرا سے وہ لوگ مراد ہیں کہ کوئی شخص اُن کی خواہش کے موافق کوئی کام کرلے اگرچہ وہ باطل ہو لیکن اُن کی تعریف ہو اور جب کوئی اُن کی خواہش کے خلاف کوئی کام کرے اگرچہ وہ حق ہو مگر وہ اسکی برائی کریں اور خلق سے جن کی یہ طمع ہو کہ لوگ تمہاری عزت اور اقتدار کریں بلکہ باطل بات پر خلق کی طرفداری پس ایسے فقیر کی صحبت سم قاتل ہے لوگوں کو پرہیز چاہیے۔ اور جاہل صوفی وہ ہے کہ کسی پیر کی صحبت میں نہ رہا ہو اور کسی بزرگ سے ادب نہ سیکھا ہو اور طریقہ رشد و ارشاد سے ناواقف ہو بلکہ اپنے کو خلق میں صوفی مشہور کر دیا ہو اور زمانہ کی کسی بلا میں کبھی مبتلا نہ ہوا ہو اور اندھے پن کی وجہ سے نیلگوں لباس پہن لیا ہو اور بے حرمتی سے انبساط کے طریقہ کو اختیار کر لیا ہو اور اہل اللہ کی صحبت سے بچتا ہو اور اپنی حماقت سے یہ خیال کرتا ہو کہ یہ سب بھی میری مثل ہیں اور ان وجوہات سے اُس کو حق و باطل کا تمیز نہ ہو سکتا ہو۔

پس ان تین گروہ سے اجتناب لازم ہے جیسا کہ پیر طریقت نے ارشاد فرمایا ہے اس وجہ سے کہ یہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں اور اپنی رفتار میں ناقص ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں عَمِلْتُ فِی الْمُجَاهَدَةِ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً فَمَا وَجَدْتُ

شَيْئًا اَشَدَّ عَلَيَّ مِنَ الْعِلْمِ وَمُتَابَعَتِهِ یعنے میں نے تیس برس مجاہدہ کیا مجھپر کوئی چیز علم سے اور اُسکے اتباع سے زیادہ سخت اور مشکل نہ تھی اور سب پانوں میں آگ پر قدم رکھنا مجھ کو آسان معلوم ہوتا تھا بمقابلہ اتباع علم کے اور جاہل کو پُل صراط پر ہزار مرتبہ گذرنا آسان معلوم ہوتا ہے ایک مسئلہ علم کے سیکھنے سے اور فاسق آدمی کو ایک علم کے مسئلہ پر عمل کرنیسے دوزخ میں جانا سہل معلوم ہوتا ہے تو اُس سے معلوم ہوا کہ علم سیکھنا چاہیئے اور اُس میں کمال حاصل کرنا چاہیئے میں کہتا ہوں کہ بندہ کو کتنا ہی علم ہو مگر وہ خدا کے علم سے جاہل ہے پس اے طالب تجھکو یہ بات جاننا چاہیئے کہ با وجود علم کے جاہل ہوں اور یہ بات حقیقتًہ یوں ہی کہ بندہ سوائے علم بندگی کے اور کچھ نہیں جانتا ہے اور بندگی بہت بڑا حجاب خدا کی طرف سے ہے چنانچہ اسی باب میں کہا گیا ہے اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ وَالْوَقْفُ فِي طُرُقِ الْاَخْيَارِ اِشْرَاكٌ یعنی خدا کی حقیقت دریافت کرنے سے عاجز ہونا ہی اس کی حقیقت کا دریافت کرنا ہے۔ پس جو شخص اپنی جہالت پر ہٹ اور ضد کرتا ہے اور علم نہ سیکھے تو وہ مشرک ہے اور جو شخص علم سیکھے اور اُس کے کمال کی حالت میں اُس کو کچھ معنے ظاہر ہوں اور علم کا غرور اُسکے دماغ سے جاتا رہے اور یہ یقین کرلے کہ اُسکے علم سے نتیجہ سوائی عاجز ہونیکے اور کچھ نہیں ہے اس واسطے کہ تسمیات یعنی یہ جو چیزوں کے نام رکھ لیئے ہیں ان کو خدا کی ذات میں کوئی تاثیر نہیں ہے یعنے دریافت علم سے عاجز ہونا ہی تحصیل علم ہے۔

باب دوم فی المقام الفقر اس میں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل

پس اے طالب صادق جاننا چاہیئے کہ درویشی کا مرتبہ خدا کے نزدیک بہت بڑا ہے

اور درویشوں کو بھی بڑے بڑے خطرات پیش آتے ہیں جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔
لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ
الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ یعنی فی سبیل اللہ اُن فقراء کو دینا چاہیے کہ جو راہ خدا
میں گھرے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسے مصروف رہتے ہیں کہ کسی کے پاس
جاکر سوال کرنے کی فرصت نہیں پاتے اور اُن کے فقر و فاقہ نہ پانے سے جاہل آدمی ان کو
تونگر جانتے ہیں۔ اور اُن کی بابت اور بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ یعنی بیان فرمائی اللہ تعالےٰ نے مثال
اپنے خاص لوگوں کی کہ وہ غلام مملوک کی طرح آپ کو جانتے ہیں کہ وہ اپنے کمال پر متصرف
اور قادر نہیں ہوتا سب کچھ اپنے مالک کا جانتا ہے جسقدر مالک چاہتا ہے اُسے دیتا ہے
اور یہ بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا
وَّطَمَعًا یعنے اُن کے پہلو بستر خواب سے دور رہتے ہیں اور شب بیداری کرتے ہیں اور
اللہ تعالیٰ کی جناب میں عجز کرتے ہیں اور پھر ناپسند ہونے کا خوف اور بہبرائی کی
امید بھی رکھتے ہیں اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ فقیری اختیار کرو اور خود
یہ دعا مانگے اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ یعنی
اے خدا تو مجھ کو فقیری کی حالت میں زندہ رکھ اور فقیری کی حالت میں مار اور میرا حشر مساکین کے
ساتھ کر اور یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے روز خدا تعالےٰ فرمائے گا اُدْنُوْا مِنِّيْ اَحِبَّائِيْ
فَيَقُوْلُ الْمَلٰٓئِكَةُ مَنْ اَحِبَّاۤئُكَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ فُقَرَاءُ الْمَسَاكِيْنِ یعنی مجھ سے میرے دوستوں کو
قریب کرو فرشتے کہیں گے کون ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیگا وہ فقراء و مساکین میرے دوست ہیں
پس اے طالب صادق اس کے مثل آیات اور احادیث بہت ہیں یہاں تک کہ اُن کے
مشہور ہونے کی وجہ سے اس کے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے خود رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں مہاجرین فقرا ایسے تھے کہ خدا کی عبادت کے آداب اور حضور پیغمبر خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اتباع پورا پورا بجالاتے تھے اور آپ کی مسجد یعنے مسجد نبوی صلعم میں بیٹھے رہتے تھے اور تمام اشغال اور جھگڑوں کو تمام کر دیا تھا اور اس امر کا یقین کامل رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ تمہارا روزی رساں ہے اور اُس پر توکل تھا اسی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی صحبت کے واسطے مامور تھے اور اُن کے حق کو قائم رکھتے تھے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ یعنے اُن لوگوں کو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اُس کی ذات پاک کی خواہش رکھتے ہیں دور مت کر اور فرمایا وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یعنے اپنی آنکھیں یعنی توجہ کی نگاہ اُن کی طرف رکھ اور اُن کو نظر حقارت سے نہ دیکھ کیا تو دنیا کی زندگی میں زینت چاہتا ہے اسی واسطے حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں اُن کو دیکھتے تو فرماتے کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں خدا تعالیٰ نے تمہاری بابت مجھ پر عتاب فرمایا۔

پس ای طالب صادق، اس سے معلوم ہوا کہ خدا وند تعالےٰ نے فقر کا بہت بڑا مرتبہ اور درجہ رکھا ہے اور فقرا ہی کو اُس درجہ کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اسوجہ سے کہ فقرا نے اسباب ظاہری اور باطنی کو ترک کر دیا ہے اور بالکل خدا کی ہی ذات پر توکل رکھا ہے تاکہ ہمارا فقر فخر سمجھا جائے اور کیوں نہ ہو جب ان کی یہ حالت ہے کہ نہ گئے کا غم اور نہ آسئے کی خوشی اگر کوئی تعلق ہے تو ذات سے ہے اور ذات ہی میں ہر وقت استغراق ہے تو دنیا سے اُن کو کیونکر تعلق ہو سکتا ہے اسی وجہ سے وہ فقر کو اپنا فخر اور عزت سمجھتے ہیں افسوس کہ سوائے اہل اللہ کے اور لوگوں نے اُن کی تحقیر کی۔ معاذ اللہ منہا۔

پس ای طالب صادق تجھکو معلوم ہو وے کہ فقرا کی ایک رسم ہے یعنے رسم حقیقی اُن کے افلاس اور اضطرار ہے لیکن اصل میں اس کو اقبال اور استغنا سمجھنا چاہئے اور مذہب پسندیدہ اس امر میں یہ ہے کہ صرف رسم دیکھکر رسم پر ہی آرام کیا ہے یعنے جب مراد

حاصل ہوگئی تو حقیقت اُن کو حاصل ہوگئی اور جب حقیقت اُن کو حاصل گئی تو موجودات سے منہ پھیر لیا اور کل اشیاء کو فنا سمجھ کر اُس کل کی طرف جو باقی ہے متوجہ ہوئے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے مَنْ لَمْ یَعرِفْ سِویٰ رَاسِمِہٖ لَمْ یَسْمَعْ سِویٰ اِسْمِہٖ ہے یعنی جس شخص نے کہ سوائے رسم فقر کے اور کچھ نہ جانا تو اُس نے گویا سوائے اسم فقر کے اور کچھ نہ سنا۔ پس اے طالب صادق، اب میں تجھ کو بتلاتا ہوں کہ فقیر اُس کو کہتے ہیں کہ اُس کے پاس کچھ نہ ہو اور اُس کی کسی چیز میں خلل نہ آئے اور نہ اسباب ہونے سے مالدار ہو جائے اور نہ اُس کے نہ ہونے سے محتاج ہو جائے یعنے ہونا اور نہ ہونا سب اُس کے نزدیک برابر ہو بلکہ نہ ہونے سے اور بھی زیادہ خوش ہو اس وجہ سے کہ مشائخ نے کہا ہے کہ فقیر جس قدر تنگ دست زیادہ ہوگا اُسی قدر اُس پر حال زیادہ کشادہ ہوگا اور اُس پر اسرار منکشف ہونگے اس واسطے کہ وجود معلوم درویش کا مذموم ہوتا ہے جبتک کہ کسی چیز کو حل نہ کر سکے صرف ایک مقدار معین پر محدود نہ ہو بلکہ اپنی استعداد کو بڑھاوے کیونکہ خدا کے دوستوں کی زندگی الطاف خفی اور اسرار روشن کے ساتھ ہونا چاہیئے نہ اس سرائے فجار اور دنیائے مکار کے اسباب سے۔ پس اے طالب۔ فقیر کو چاہیئے کہ دنیا کے اسباب کو بمقابلہ رضائے الٰہی کے اپنی ذات سے دفع کرتا ہے۔ اس کے متعلق حضرت مصنف علام یہ حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک فقیر کی ایک بادشاہ سے بہت ملاقات تھی۔ بادشاہ نے ایک مرتبہ اُس سے کہا کہ تو مجھ سے کچھ مانگ فقیر نے کہا کہ میں اپنے غلاموں کے غلام سے کیا مانگوں بادشاہ نے کہا یہ کیا کہا غلاموں کا غلام کیسا فقیر نے جواب دیا کہ میرے دو بندے ہیں اور وہ تیرے دونوں خدا ہیں یعنے ایک حرص اور دوسری امید جب تو ان سے آزاد ہو تو میں کچھ تجھ سے طلب کروں اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الفقر عز لاھلہ یعنے جو چیز کہ اُس کے اہل کے واسطے عزت ہوتی ہے نااہل کے واسطے ذلت ہوتی ہے پس فقیر کی عزت یہ ہے کہ اُس کے تمام جوارح محفوظ ہوں یعنے

اپنے اعضاؤں کو نامناسب چیزوں سے بچا رکھے اور اپنی حالت میں خلل نہ آنے دے
اور ہر ذلت سے اور ہر خلل سے اُس کے تن پر کوئی معصیت اور ذلت نہ گذرے اور
نہ اُس کی جان پر کوئی خلل اور آفت آوے یعنی اُس کے ظاہر میں ظاہری نعمتیں ہوں
اور باطن میں اُس کے باطنی نعمتیں ہوں تاکہ اُس کا بدن روحانی اور اُس کا دل ربانی
ہو جائے اور خلق سے اُس کو کوئی لگاؤ نہ رہے اور آدمیوں سے اسکو کچھ نسبت نہ رہے
بلکہ فقر اُس کا ایسا نہ ہو کہ خلق کیطرف نسبت اور اُس کے تعلق سے فقیر ہو اگرچہ تمام عالم اسکی
ملک ہو جائے تو بھی وہ غنی نہ ہو اور اُس عالم سے اُس کو استغنار نہ ہو بلکہ دونوں جہان
اُس کے فقر کی ترازو کے پلے ہیں اگر رکھے جائیں تو ایک مچھر کے پر کی برابر بھی نہ ہوں اگر
اُس کی ایک سانس[1] دونوں عالم میں نہ سمائے۔

---

[1] کے متعلق فقیر ظہیری مترجم ایک حکایت حضرت بہار الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کی لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ دواح
غزنین سے کچھ مریدین آپ کی زیارت کے واسطے چلے جب ملتان شریف ۸۰ کوس باقی رہا تو ایک جنگل میں ان
مریدین نے کچھ جانوروں کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ افسوس کا مقام ہے کہ حضرت بہار الدین کا انتقال ہو گیا ان
فقرات کو سُنکر مریدین نے آپس میں مشورہ کیا کہ افسوس اتنا بڑا سفر بھی کیا اور پیر کی قدمبوسی سے بھی محروم رہے
اب ملتان جانے سے کیا فائدہ ہے چلو گھر کو واپس چلے چلیں اسپر بعض مریدین نے کہا کہ اتنا تو سفر کیا اور ملتان کے
قریب بھی آگئے اگر حضرت کی قدمبوسی میسر نہ ہوئی نہ ہو مزار کی ہی زیارت کر لیں گے چنانچہ جب سب ملتان گئے
تو حضرت کو مسند ارشاد پر جلوہ گر دیکھا بالآخر سب نے اس واقعہ کو بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اُن جانوروں کا
کہنا درست ہے اس وجہ سے کہ فلاں وقت میں میری ایک سانس غیر خدا میں ضائع ہو گئی تھی اسی کی وجہ
سے تمام زمین و آسمان میں مشہور ہو گیا تھا کہ بہار الدین کا انتقال ہو گیا اس حکایت سے معلوم ہو سکتا ہے
کہ فقیر کی کوئی سانس غیر خدا میں صرف نہیں ہوتی ہے پس اسی کا نام کمال فقر ہے۔ منہ ۱۲

فصل دوسری اختلاف مشائخ میں

پس اے طالبِ صادق اب میں تجھکو اختلاف مشائخ رحمہم اللہ بتلاتا ہوں کہ آپس میں ان میں اس امر پر اختلاف ہو کہ فقیری بہتر ہے یا امیری پس ان دونوں میں کون خلق کی صفتوں میں سے افضل ہے اس وجہ سے کہ خداوند تعالےٰ حقیقت میں غنی ہو اور سب صفتوں میں اُسی کو کمال بھی ہے۔ اس کے متعلق حضرت یحییٰ بن معاذ رازی اور احمد بن ابی الحواری اور حارث المحاسبی اور ابوالعباس بن عطا اور ابوالحسن بن شمعون اور متاخرین سے حضرت شیخ المشائخ حضرت ابوسعید فضل اللہ بن محمد المہنی رحمہم اللہ یہ سب اکابر اس امر پر متفق ہیں کہ امیری فقیری پر افضل ہے اور اُن کی یہ دلیل ہے کہ امیری خدا تعالےٰ کی صفت ہے اور فقیری کا اطلاق اُسپر جائز نہیں ہو پس دوستی میں ایسی صفت کہ جو خدا اور بندہ کے درمیان مشترک ہو بخوبی پائی جائے گی اور یہ اُس صفت سے اچھا ہے کہ جسکا مصداق ذات واجب کو بنانا روا نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ شرکت صرف نام ہی میں ہے دراصل معنے اور حقیقت میں نہیں ہو اس واسطے کہ معنے کی شرکت میں مماثلت یعنے آپس میں برابر ہونے کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ کی صفت قدیم ہے اور خلق کی صفت حادث ہے پس یہ دلیل باطل ہوئی اور میں جو علی بن عثمان جلابی ہوں یہ کہتا ہوں کہ غنا خدا کا ایک نام ہے منجملہ اور ناموں کے کہ یہ اُسی کے واسطے زیبا اور لائق ہے یعنے خلق اس نام کی مستحق نہیں ہے بلکہ خلق کے واسطے فقر زیبا ہے اور خدا کے واسطے یہ نام جائز نہیں ہو اور ہم لوگ جو مجازاً کسی کو غنی کہدیتے ہیں اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ حقیقت میں وہ غنی ہے بلکہ یہ ظاہر دلیل ہو کہ ہمارا غنا اسباب ظاہری کے ہونے پر موقوف ہے اور ہم سبب میں محجوب ہم نے اسباب کو قبول کیا تو وہ بلا اسباب کے مسبب ہو اور اُس کی غنا کا کوئی سبب نہیں ہے پس شرکت۔

اس صفت میں باطل ہے۔

اور جب خدا کی عین ذات میں کسی کی شرکت روا نہیں ہے تو اُس کی صفت میں بھی جائز نہیں ہے اور جب صفت میں جائز نہیں تو اسم میں بھی جائز نہیں، اب یہاں تسمیہ باقی رہا اور تسمیہ ایک نشانی ہے خلق کے درمیان اور وہ خدا کے واسطے نہیں ہے پس خدا کا غنا یہ ہے کہ اُس کو کسی کی حاجت اور پروا نہیں ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اُس کی مراد کو کوئی دفع نہیں کرسکتا اور اُس کی قدرت کا کوئی مانع نہیں اور تمام چیزوں کے بدل دینے پر اور دو ضدوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور ہمیشہ اس صفت کے ساتھ موصوف ہے اور رہیگا اور خلق کی غنا کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کے پاس کوئی جائداد ہو کہ باوجود مسرت کے بھی اُس کی آفات سے نہیں چھوٹ سکتا ہے۔ اور آرام کا مشاہدہ نہیں کرسکتا اور یہ سب باتیں دلیل حدوث اور تغیرات کی ہیں اور سرمایہ تعب و حسرت اور موجب عجز اور ذلت کے ہیں پس یہ اسم بندہ پر مجازاً صادق آتا ہے۔ اور خدا پر حقیقۃً جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ یعنے اے آدمیو تم فقیر ہو اور خدا ہی امیر ہے اور پھر فرمایا وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اور ایک گروہ عام لوگوں کا کہتا ہے کہ امیر کو فقیر پر ہم فضیلت دیتے ہیں اس واسطے کہ خدائے تعالےٰ نے اُس کو دونوں جہان میں سعید پیدا کیا ہے اور اُس پر امیر ہوتے کا احسان رکھا ہے اور یہ گروہ یہاں غنا سے دنیا کا مال اور اپنی مرادوں کا پورا ہونا اور شہوت کا پورا کرنا چاہتے ہیں اور اس پر یہ دلیل لاتے ہیں کہ غنا پر شکر کیا اور فقیری میں صبر کیا پس صبر غم میں ہوتا ہی اور شکر نعمتوں میں ہوتا ہی۔ اور واقع میں بلا سے نعمتیں بہت اچھی ہیں ہم کہتے ہیں کہ نعمت پر شکر کیا اور شکر سبب زیادتی نعمت ہے اور فقیری پر صبر کیا اور صبر سبب زیادتی قربت کا ہی چنانچہ فرمایا ہے وَلَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ یعنے اگر تم شکر کروگے تو ہم تمہاری نعمتوں کو زیادہ کریں گے اور پھر فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ یعنے بیشک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے پس جو شخص نعمت کی حالت ہیں کہ وہ حقیقتہً غفلت کی حالت ہے شکر کرے اوس کی نعمت پر اور نعمت بڑہا دینگے اور جو شخص فقیری کی حالت میں کہ اُس کی اصل سختی ہے صبر کرے تو اُس کی قربت پر قربت زیادہ کریں گے لیکن وہ غنا کہ جس کو مشائخ فضیلت دیتے ہیں فقیری پر اُن کی یہ مراد نہیں ہے کہ عام لوگ اُس کو غنا کہتے ہیں جس میں نعمت ملتی ہے اور وہ منعم کو وصل ہوتا ہے پس وصل حاصل ہونا اور چیز ہے اور غفلت حاصل ہونا دوسری چیز ہے اور حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْفَقِیْرُ ھُوَ الْغَنِیُّ بِاللّٰہِ یعنے فقیری اللہ کے ساتھ غنا ہے۔ اس سے مراد کشف ابدی ہے خدا کے دیکھنے کے واسطے ہم کہتے ہیں کہ مکاشف کو ممکن ہے کہ حجاب واقع ہو جائے پس اگر یہ صفت صاحب مشاہدت کو محجوب کرے مشاہدہ سے تو وہ پھر اُس مشاہدہ کا محتاج ہوتا ہے یا نہیں اگر کہو گے نہیں ہوتا ہے تو محال ہے اور اگر کہو گے ہوتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جب احتیاج کا نام آیا تو غنا ساقط ہو گیا اور یہ بھی ہے کہ غنا خدا کے ساتھ اُس شخص کو ہوتا ہے کہ قائم الصفت اور ثابت المراد ہووے اور باوجود اقامت مراد اور اثبات اوصاف آدمیت کی غنا درست نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ اس کی ذات خود غنا کے قابل نہیں ہے اس وجہ سے کہ وجود بشریت عین احتیاج ہے یعنے وجود بشری کو حاجت لازم ہے اور حدوث کی علامت احتیاج ہے پس باقی الصفۃ غنی ہے اور فانی الصفۃ کسی اسم کے واسطے قابل نہیں ہے پس اَلْغَنِیُّ مَنْ اَغْنَاہُ اللّٰہُ یعنے غنی وہ ہے جس کو اللہ غنی کرے اس وجہ سے کہ غنی باللہ فاعل ہے اور اغناہ اللہ مفعول ہے اور فاعل لذات قائم ہوتا ہے اور مفعول فاعل کی وجہ سے قائم ہوتا ہے پس بالذات قائم ہونا بشریت کی صفت ہے اور بحق قائم ہونا صفت ہے۔ اور میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں کہتا ہوں کہ جب بندگی میں درست ہوا تو غنائے حقیقی صفت کی باقی رہنے پر درست نہیں ہوتا اس واسطے کہ بقا آدمیت کی صفت ہے اور صفت علت کا محل ہے اور آفت

کاموجب ہے انہیں دلائل مذکورہ سے اور صفت کا فنا خود غنا نہیں ہے اس واسطے کہ جو
چیز خود باقی نہیں رہتی اُس کا کوئی نام نہیں رکھتے پس غنا کا نام فنا رصفت رکھنا چاہیئے
اور جب صفت فانی ہوگئی تو اسم کی جگہ ساقط ہوئی اب اس شخص پر نہ فقیری کا نام رہا
اور نہ غنا کا نام رہا پس غنا کی صفت حضرت الٰہی سے متجاوز نہیں ہے اور فقیری کی
صفت بندہ کی ذات سے الگ نہیں ہے اور پھر سب مشائخ عوام سے زیادہ فقیری کو
امیری پر فضیلت دیتے ہیں اس وجہ سے کہ کتاب اور سنت یعنے قرآن اور حدیث
میں اُس کی فضیلت موجود ہے اور بہت لوگ امت کے اس پر متفق ہیں کہ جن کا ذکر
حکایات میں پاتا ہوں حکایت ایک روز حضرت جنید بغدادی اور ابن عطا
رحمہم اللہ کے درمیان اس مسئلہ کا ذکر ہوتا تھا ابن عطا اسپر دلیل لائے کہ اغنیار زیادہ
فاضل ہیں اس واسطے کہ قیامت کے روز ان کے غنا کا حساب ہوگا اور حساب کے
معنے ہیں بے واسطہ کلام کا سنوانا عتاب کے محل میں اور عتاب دوست سے دوست
کو ہوا کرتا ہے حضرت جنید نے فرمایا کہ امیروں سے خدائے تعالے حساب کریگا تو فقیروں
سے عذر چاہے گا اور عذر افضل ہے حساب سے یہاں ایک عجیب لطیفہ ہے ہم کہتے
ہیں کہ محبت کی تحقیق میں بیگانگی کا عذر ہوتا ہے اور مخالفت کا عتاب بیگانگی ہے اور
دوست ایسے محل میں ہوتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں اُن کے احوال میں آفت ہوتی
ہیں اس وجہ سے کہ عذر کسی ایسے قصور کی وجہ سے ہوا کرتا ہے کہ جو دوست کے حق میں
صادر ہو نہ برخلاف اُس کی حکم کے جب دوست اُس سے اپنا حق طلب کرے یہ اسکے پاس عذر کرتا ہے اور عتاب بسبب تقصیر کی
ہوتا ہے جو دوست کے حکم کے خلاف کرے اُس وقت دوست اُس قصور کے سبب سے اس پر عتاب کرتا ہے اور یہ دونوں
باتیں بھی محال ہیں اور سب مطلبوں میں فقراء جرکیساتھ رہتے ہیں اور اغنیاء شکر کے ساتھ اور دوستی کیحالت میں دوست اپنے
دوست سے نہ کوئی چیز طلب کرتا ہے اور نہ دوست کے فرمان کو ضائع کرتا ہے پس
ظَلَمَ مَنْ سَمّٰی ابْنَ اٰدَمَ اَمِیْرًا وَّ قَدْ سَمَّاہُ رَبُّہٗ فَقِیْرًا یعنی اُس شخص نے ظلم کیا جس نے آدمی کا

نام امیر رکھ لیا حالانکہ خدا نے اُس کا نام فقیر رکھا ہے۔ یعنے جس کا نام خدا کی جانب سے فقیر ہے اگرچہ وہ امیر ہے لیکن فقیر ہی ہے پس وہ شخص ہلاک ہوگیا جو اپنے کو امیر نہیں جانتا اگرچہ اُس کی جگہ تخت پر ہو اس وجہ سے کہ امرا صاحب صدقہ ہوتے ہیں اور فقرا صاحب صدق ہوتے ہیں اور صاحب صدق ہرگز مثل صاحب صدقہ کے نہیں ہو سکتا پس حقیقت میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کا فقر مثل سلیمان علیہ السّلام کے غنا ہی کے ہے اس وجہ سے کہ ایوب علیہ السّلام سے اُن کے صبر کی شدت میں کہا۔ نِعْمَ الْعَبْدُ یعنے اچھا ہے بندہ اور سلیمان علیہ السّلام کو جب خدا کی رضامندی حاصل ہوگئی تو حضرت سلیمان کی فقیری کو مثل غنا سلیمان کے خدا نے کر دیا۔ **حکایت** مصنف کہتا ہے کہ حضرت اُستاد ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سُنا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ آدمیوں نے فقر اور غنا کے درمیان کلام کیا ہے اور ہر ہر شخص نے اپنا اپنا مذہب مختار ظاہر کیا ہے اور میں وہ بات اختیار کرتا ہوں کہ خدائے تعالےٰ مجھ کو پسند کرے اور میری اس میں نگہبانی کرے اگر مجھ کو امیری کی حالت میں رکھے غافل نہ رہوں اور اگر مجھ کو فقیری کی حالت میں رکھے تو حریص اور روگرداں نہ ہوں پس غنا نعمت ہے اور غفلت اُس میں آفت ہے اور فقر بھی ایک نعمت ہے اور حرص اُس میں آفت ہے پس معانی سب کے اچھے ہیں اور معاملات اور روشیں مختلف ہیں۔ یعنے فقر کے معنے دل کو جدا رکھنا ماسوا سے ہے اور غنا کے معنے دل کو مشغول کرنا غیر سے ہے یعنی جب فراغت حاصل ہوگئی تو فقر غنا سے بہتر ہے اور غنا کے یہ معنے نہیں ہیں کہ مال اور متاع بہت سا ہو اور فقر کے یہ معنے کہ کم ہو متاع سب خدا کی ملک ہے جب طالب نے ملک ترک کی تو شرکت درمیان سے دور ہوگئی اور دونوں ناموں سے فارغ ہوگیا +

تیسری فصل

مشائخ طریقت سے ہر ایک کو اس معنی میں رمز جداگانہ ہے اور میں حتی الامکان انکے اقوال کو اس کتاب میں لکھتا ہوں انشاء اللہ عزوجل ایک شخص متاخرین سے فرماتے ہیں کہ لَیْسَ الْفَقِیْرُ مَنْ خَلٰی مِنَ الزَّادِ اِنَّمَا الْفَقِیْرُ مَنْ خَلَا مِنَ الْمُرَادِ یعنے فقیر وہ نہیں ہے کہ اُس کا ہاتھ متاع اور توشہ سے خالی ہووے بلکہ فقیر وہ ہے کہ اُس کی طبیعت مراد کی خالی ہووے جیسے اگر اُس کو خدا مال دے تو اگر اُس کی مراد اُس مال کی حفاظت ہے تو وہ غنی ہے اور اگر اُس کی مراد کا مال ترک ہے تب بھی غنی ہے اس واسطے کہ دونوں باتیں ملک غیر میں تصرف ہے اور فقر کے معنے ہیں ترک حفظ اور ترک تصرف حضرت یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہیں حِدَّةُ الْفَقْرِ خَوْفُ الْفَقْرِ یعنے فقیری صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ کمال ولایت اور قیام مشاہدت اور فنار صفت سے ڈرتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ امور زائل ہو جائیں اور منقطع ہو جائیں پس اُس کے کامل ہونے کی علامت یہ ہے کہ اُس حال میں اُسکے دُور ہونے سے ڈرے اور حضرت رویم بن محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں مِنْ نَعْتِ الْفَقْرِ حِفْظُ سِرِّہٖ وَصِیَانَتُہٗ نَفْسَہٗ وَاَدَاءُ فَرَائِضِہٖ ۔ یعنے فقیر کی یہ تعریف ہے کہ اُس کے سر میں اغراض نہ ہوں اور اُس کا نفس آفت سے محفوظ ہو اور فرائض کے احکام اُسپر جاری ہوں چنانچہ جو کچھ اُس کے دل پر گذرے اُس کو ظاہر نہ کرے اور جو کچھ ظاہر ظہور اُس پر گذرے اُس کو پوشیدہ نہ کرے اور اُن اسرار کے غالب ہونے سے ایسا مغلوب نہ ہو جائے کہ امر شریعت ادا نہ کر سکے اور یہ علامت بشریت کی ہے کہ بندہ بالکل حق کے موافق ہو جائے اور یہ بات بھی خدا کی توفیق سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اَفْضَلُ الْمَقَامَاتِ اِعْتِقَادُ الصَّبْرِ عَلَی الْفَقْرِ اِلَی الْقَبْرِ یعنے اعتقاد کرنا صبر کی ہمیشگی پر فقیری کی حالت میں ہے اور یہ صبر اور اعتقاد کرنا بندہ کے مقامات سے ہے اور فقر نام ہے فنار مقامات کا پس صبر کا اعتقاد فقیری کی حالت میں اس امر کی علامت ہے کہ اعمال اور افعال میں آفت دیکھے اور اوصاف کے فنا کی طرف مائل ہو کر

لیکن ظاہر معنے اس قول کی کہ فقر کی فضیلت ہے غنا پر اور اس بات کا اعتقاد کرنا کہ ہرگز فقر کے طریقے سے منہ نہ پھیروں بُرا ہے۔ اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْفَقِیْرُ مَنْ لَا یَسْتَغْنِیْ بِشَیْءٍ دُوْنَ اللّٰہِ یعنے فقیر بدون حق کے کسی چیز سے آرام نہیں پاتا۔ اس واسطے کہ اُس کا کوئی مقصد اور مراد سوائے اُس کے نہیں ہے پس ظاہر معنے اس لفظ کے یہ ہیں کہ سوائے اُسکے تونگری حاصل نہیں ہو سکتی یعنے جب تو نے اُس کو پالیا تو امیر ہو گیا پس تیری ہستی اُس کی غیر ہے اور جب امیری بجز اُس کے غیر کے ترک کئے ہوئے حاصل نہیں کر سکتا تو تجھ کو تونگری کا حجاب ہو گیا اور جب تو راہ سے اُٹھے گا تو تونگر ہو جائے گا اور یہ بات نہایت ہی باریک اور لطیف ہے اور اہل حقیقت کے نزدیک اُس کے یہ معنے ہیں کہ اَلْفَقِیْرُ اَنْ لَا یَسْتَغْنِیَ عَنْہُ یعنے فقیری وہ ہے کہ اُس کو ہرگز غنا نہ ہو اور یہ وہی بات ہے جو پیر نے کہی یعنے خواجہ عبداللہ انصاری رض نے فرمایا ہے کہ ہمارا غم ابدی ہے نہ تو ہماری ہمت ہرگز مقصود حاصل کر سکتی ہے اور نہ ہماری کلیت دنیا و آخرت میں نیست ہو سکتی ہے اس واسطے کہ کسی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے ایک جنس ہونے کی ضرورت ہے اور وہ ہمارا ہم جنس نہیں ہے۔ اور غفلت کی حدیث سے منہ پھیرنا چاہئے اور فقیر غافل نہیں ہوتا پس اب ایک کام بہت دقیق اور مشکل پیش آیا اور وہ دوستی ہے اور دوستی بھی اُس کے ساتھ جس کا دیدار کسب سے حاصل نہیں ہو سکتا اور اُس کا وصال خلق کی طاقت سے باہر ہے فنا کے ساتھ صورت نہیں بدل سکتی اور بقا پر تغیر جائز نہیں اس وجہ سے کہ فانی ہرگز باقی نہیں ہو سکتا جونک کہ وصل ہے اور نہ باقی فانی ہو سکتا ہے پس جونک کہ ذات ہے اُس کے دونوں کا کام سربسر محنت ہے اور جس نے دل کی تسلی کو پوچ عبارت کے ساتھ موافق کیا ہے اور جان کے آرام کے واسطے مقامات اور منازل اور طریقے بنائے ہیں۔ اور ان کی عبارتیں آپ سے اپنی طرف منسوب کی ہیں اور اُن کے مقامات یعنے جنس سے جنس

کی طرف مائل ہوتی ہیں اور خدائے تعالےٰ ان تمامی احوال اور اوصاف خلق سے مبرّا اور منزہ ہے۔ ان کی نسبت حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نَعْتُ الْفَقِیْرِ السُّکُوْنُ عِنْدَ الْعَدَمِ وَالْبَذْلُ عِنْدَ الْوُجُوْدِ وَقَالَ اَیْضًا اَلْاِضْطِرَابُ عِنْدَ الْوُجُوْدِ۔ یعنے فقیر کی صفت یہ ہے کہ نہ ہونے کے وقت سکوت کرے اور ہونیکے وقت خرچ کرے اور پھر فرمایا ہے کہ ہونے کیوقت خرچ کرنے کی طرف بیچین ہو اور دوسرے کو اپنے سے بہتر سمجھے پس جس شخص کی مراد صرف ایک لقمہ ہے تو جب وہ مراد سے باز رہیگا تو اُس کا دل ساکن ہو جائے گا اور جب وہ لقمہ ملجائے گا تو اُس کو آپ سے بہتر کو دیگا اور یہ بہت بڑا کام ہے۔ اس قول میں دو معنے ہیں ایک یہ کہ سکوت حالت عدم میں ہے اور خرچ حالت محبت میں ہے اس وجہ سے کہ رضامندی قابل خلعت ہی اور خلعت دلیل تقرب کی ہی اور محب خلعت قبول نہیں کرتا ہے اس واسطے کہ خلعت میں فرقت کا نشان ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ اُس کو سکون وجود کی انتظار نہ کرنے میں ہوتی ہی جب موجود ہو گیا وہ وجود اُس کا غیر ہے اور اُس کو غیر کیساتھ آرام نہیں ہوتا لہذا اُس کو ترک کر دیتا ہے اور یہی قول حضرت شیخ المشائخ ابوالقاسم جنید بن محمد بن الجنید کا ہی جبکہ وہ فرماتے ہیں۔ اَلْفَقْرُ خُلُوُّ الْقَلْبِ عَنِ الْاَشْکَالِ یعنے جب اُس کا دل شکل کے اندیشہ سے خالی ہو گیا اور غیر کی شکل ظاہر ہووے تو سوائے دُور کر دینے کے اور کوئی صورت نہیں ہی اس کے متعلق حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْفَقْرُ بَحْرُ الْبَلَاءِ وَبَلَاءُهٗ کُلُّهٗ عِزٌّ یعنی فقیری بلا کا دریا ہے اور اُس کی بلا کل عزت ہے اور عزت غیر کا نصیب ہے اس وجہ سے کہ وہ عین بلا میں مبتلا ہے اُس کو غیر سے کیا خبر جبتک کہ بلا سے کی خواہش نہیں کریگا اُس وقت تک بلا اُس کے واسطے عزت ہے اور اُس کی عزت سب وقت اور اُس کا وقت سب محبت اور اُسکی محبت سب مشاہدت ہے تاکہ طالب کا دماغ خیال کے غلبہ سے محل دیدار ہو جائے اور خیال کے غلبہ سے بے آنکھ کے دیکھ سکے اور بے کان سُن سکے۔ پس وہ بندہ بہت

عزیز ہے کہ دوست کی بلا کا بوجھ اُٹھا سکے اس واسطے کہ بلا حقیقت میں عزت ہے اور نعمار
حقیقت میں ذلت ہے اس وجہ سے کہ عزت وہ ہے کہ بندہ کو درگاہ حق میں حاضر کرے اور
ذلت یہ ہے کہ حق سے غائب کرے اور بلا اور فقر حاضر ہونے کا نشان ہے۔ بس جو
حضرت حق میں حاضر ہے وہ عزیز ہے اور جو حق سے غائب ہو وہ ذلیل ہے اور وہ بلا کہ جسکا
نام مشاہدہ ہے اور وہ دیدار کہ جسکا نام انس ہے اس کا تعلق عین صفت کے ساتھ ہی ہو غنیمت
ہے جیسا کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یا معشر الفقراء انکم انما تعرفون باللہ
وتکرمون للہ فانظروا کیف تکونون مع اللہ اذا خلوتم بہ یعنی اے گروہ فقیروں کے تم کہ
خدا کو پہچانتے ہو اور اُس کی عزت اور حرمت کرتے ہو دیکھو کہ خلوت میں اُس کے ساتھ کس
طرح رہو گے۔ یعنی جب خلق تم کو فقیر کہتی ہے اور تمہارا حق ادا کرتی ہو تو تم فقیری کے
طریق کا حق کس طرح ادا کرو گے اور اگر خلق تم کو دوسرا نام لیکر پکارے جو تمہارے دعوے
کے خلاف ہو تو تم اُن سے یہ بات پسند نہ کرو اس واسطے کہ تم بھی اپنے دعوے کا انصاف
کرتے ہو کہ سب سے کم درجہ کا آدمی وہ ہے کہ اُس کو خلق اپنی ملک سمجھیں اور وہ اُن کی ملک ہو
اور سب سے زیادہ عزیز وہ آدمی ہے کہ خلق اُس کو اپنی ملک سمجھیں اور وہ اُن کی ملک نہ
ہو جس طرح اُس شخص کی مثال کہ جس کو خلق خدا کی ملک جانتی ہے حالانکہ وہ حقیقتہً حق
کی ملک نہیں ہے ایسے ہی جیسے ایک شخص حکمت کا دعویٰ کرتا ہے اور بیماروں کا علاج
کرتا ہے حالانکہ وہ کچھ نہیں جانتا بلکہ خلق کو اور زیادہ بیمار کر دیتا ہے اور جب وہ خود بیمار
ہوتا ہے تو عاجز ہو جاتا ہے اور اپنی دوا نہیں کر سکتا بلکہ اُس کے علاج کیواسطے دوسرے
طبیب کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اُس کو دوا دے۔ اور اُس شخص کی مثال کہ جسکو خلق
حق کی ملک جانتی ہے اور وہ واقع میں حق کی ملک ہو ایسے ہی جیسے ایک طبیب بیماروں
کا علاج کرتا ہے اور جب وہ خود بیمار ہوتا ہے تو دوسرے طبیب کی اُس کو ضرورت نہیں
ہوتی بلکہ اپنا علاج آپ ہی کر لیتا ہے۔ اور اُس شخص کی مثال جسکو خلق خدا کی ملک جانتی ہو

اور وہ خدا کی ملک ہے ایسے ہی جیسے ایک مرد طبیب ہی مگر خلق اُس کو نہیں جانتے۔ اور
وہ خلق کی طرف مشغول ہونے سے فارغ ہے اپنے پاس موافق غذائیں اور مفرح شربت
اور دوائیں معتدل رکھتا ہے تاکہ بیمار رہو اور تمام مخلوق کی آنکھیں اُس کے احوال کو
نہ دیکھ سکیں چنانچہ بعض متاخرین نے فرمایا ہے۔ اَلْفَقْرُ عَدَمٌ بِلَا وُجُوْدٍ یعنی فقیری
نیستی ہے سوائے ہستی کے عبارت اسی قول سے ہے اسواسطے کہ معدوم شئے نہیں ہوتی
اور کلام فنئے میں کیا جاتا ہے پس یہاں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فقر کوئی چیز نہیں ہے اور عبارات
اور اجتماع تمام ادبیا کا کسی اصل پر نہیں ہے اس واسطے کہ وہ اپنی ذات میں فانی اور معدوم
ہوجاتا ہے اور یہاں اس عبارت سے عین کا معدوم ہونا مراد نہیں ہے۔ بلکہ
آفت کا معدوم ہونا مراد ہے عین سے ہے اور آدمی کے کل اوصاف آفت ہیں جب آفت
کی نفی ہوئی وہ صفت بھی فنا ہو گئی اور صفت کا فنا ہونا پہنچنے کا آلہ ہے اور نہ پہونچنا۔
ان کے سامنے سے دور کر دینا ہے ان کے طریقے کے نہ ہونیکو یعنے عین کی نفی کر دینا ہے
اور اس میں ہلاک کر دیتا ہے مصنف کہتا ہے کہ میں نے ایک متکلمین کا گروہ دیکھا جنہوں نے
اس معنے کی صورت کو معلوم نہیں کیا تھا اور اسپر ہنستے تھے کہ یہ بات معقول نہیں ہے
اور میں نے ایک مدعیوں کے گروہ کو دیکھا کہ انہوں نے اس نامعقول بات کو قبول کیا
تھا اور اُن کا اعتقاد اور اُسپر اعتماد تھا اور اُن کو اصل قصہ معلوم نہ تھا۔ اور کہتے تھے
کہ اَلْفَقْرُ عَدَمٌ بِلَا وُجُوْدٍ اور دونوں گروہ خطا پر تھے یعنے ایک جہالت کی وجہ سے حق کا
منکر ہوا اور دوسرے نے جہالت کو اپنا حال بنایا اور اُسی حال سے ظاہر ہوا اور اس گروہ
کی عبارات میں عدم اور فنا سے مراد آلہ کا ضعیف ہو جانا بُرا ہے اور ناستودہ صفت
کو صفت ستودہ کی تلاش میں اچھا نہیں ہے باوجود آلہ کے موجود ہونیکے معنے معدوم
ہوتے ہیں اور کل امور میں فقیر کا فقر عاریت ہے اور کل اسباب میں بیگانہ ہے لیکن اسرار
الٰہی کا گذرگاہ ہے تاکہ اُسکے امور اُس کے حاصل کرنے والے اور اُس کے مکتسب ہیں اور

اُس کے فعل کی نسبت اُسی کی طرف رہے اور معانی کو اُسی کی طرف نسبت ہے جب اُس کے امور کسب کی قید سے رہا ہو گئے تو فعل کی نسبت اُس سے جُدا ہو گئی اور اُس وقت جو کچھ اُس پر گذرتا ہے اُس کو راستہ مل جاتا ہے اور نہ یہ کہ راستہ جاتا رہتا ہے پس کسی چیز کو اپنی طرف نہ کھینچتا ہے اور نہ کسی چیز کو آپ سے دفع کرتا ہے بس جو کچھ اُس پر نشان کرتا ہے سب اُسی عین کی وجہ سے ہے اور مصنف کہتا ہے کہ میں نے مدعیان ارباب اللسان کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اس قضیہ یعنے وجود کے معدوم ہونے سے ان کے کمال کی نفی کرتے تھے فقر کی حالت میں اور یہ بات نہایت ہی عزیز ہے اور میں نے دیکھا کہ حقیقت فقر سے اُن کی مراد صفت کی نفی کرنا تھی اور میں نے دیکھا کہ حق اور حقیقت کی تلاش کی نفی کو فقر ہی اور صفاتی فقر کہتے تھے اور میں نے دیکھا کہ اُن کا ہوا اور ہوس کا ثابت کرنا کل کی نفی کرنا تھا اور ہر شخص اپنے درجہ میں فقر کی حجت سے عاجز ہو گیا تھا اس وجہ سے کہ اس بات کا معلوم کر لینا آدمی کی کمال ولایت کی علامت ہے اور اس بات کی تہمت لگانا انتہا درجہ کی بات ہے پس اس معاملہ میں اور اس میں مصروف ہونا کمال کا محل ہے پس طالب حق کو انکے راہ پر چلنے سے کوئی چارہ نہیں ہے اور اُن کے مراتب اور عبارات کے جاننے سے گریز نہیں کر سکتا تا کہ خصوصیت کے محل میں عام لوگوں کیطرح نہو کہ وصول کی عوام اصل دانوں سے اعتراض کرینگے اور فروع کے عوام فرعی امور سے گذر جائیں گے پس اُس شخص کی مصیبت ہے کہ فروع سے باز رہے اور اصول کی طرف نسبت رکھے۔ جب اصول سے باز رہا تو کسی جگہ بیٹھنے کے قابل نہیں ہے۔ بس اے طالب یہ سب باتیں میں نے اس وجہ سے بیان کیں تا کہ ان معانی راہ کو تو طے کرے اور ان کے حق کی رعایت میں مشغول ہووے اور اب میں تھوڑا سا اصول اور رموز اور اشارات اس گروہ کے۔ تصوف کے باب میں لکھتا ہوں پھر اسمار الرجال یعنے سب کے نام لکھوں گا۔ پھر اختلاف مذاہب مشائخ متصوفہ کو بیان کروں گا پھر احکام اور معارف اور حقائق اور

شرائع بیان کرونگا پھر آداب. اور رموز اُن کے مقامات کی بقدر امکان لکھوں گا تاکہ تجھپر اور سب پڑھنے والوں پر اس کی حقیقت ظاہر ہو جاوے۔ وباللہ التوفیق:

الباب الثالث فی التصوف

پہلی فصل

فرمایا خدائے عزوجل نے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ یعنے خدا کے بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع سے چلتے ہیں اور جب جاہلوں سے خطاب کرتے ہیں نرمی سے بات کرتے ہیں، اور فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مَنْ سَمِعَ صَوْتَ اَهْلِ التَّصَوُّفِ فَلَا یُؤَمِّنُ عَلٰی دُعَائِهِمْ کُتِبَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْغَافِلِیْنَ یعنے جس نے اہلِ تصوف کی آواز سُنی پس اُن کی دعا پہ آمین نہ کہی تو لکھا جاتا ہے خدا کے نزدیک غافلوں سے اور اکثر آدمیوں نے اس اسم کی تحقیق کے بارہ میں بہت باتیں کہی ہیں اور کتابیں تصنیف کی ہیں اور اُن میں سے ایک گروہ نے کہا ہے کہ صوفی کو صوفی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جامہ صوف رکھتا ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ صوفی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ صف اول میں ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ اس وجہ سے صوفی کہتے ہیں کہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کیساتھ دوستی رکھتے ہیں اور ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ اسم صفا سے مشتق ہے اور ہر شخص نے اس کی تحقیق میں بہت لطائف اور نکات لکھے ہیں لیکن لغت کے موافقت ان معانی سے بہت بعید ہے پس صفائی کل امور میں بہتر ہے اور اُس کی ضد کدورت ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ذَهَبَ صَفْوُ الدُّنْیَا وَبَقِیَ کَدَرُهَا۔ یعنے دنیا کی صفائی جاتی

رہی اور کدورت باقی رہ گئی پس سب چیزوں کی لطائف کا نام اُس کی صفائی ہے اور
چونکہ ان قصہ والوں نے اپنے اخلاق اور معاملات کو مہذب کر لیا ہے اور طبیعت کی آفتوں
سے پاک اور صاف ہیں اس وجہ سے ان کو صوفی کہتے ہیں اور اُس گروہ کا یہی نام ہے
اور یہ اسم علم ہے اس وجہ سے کہ ان لوگوں کا اندیشہ اس سے زیادہ بڑا ہے کہ ان کے معاملات
کو چھپا سکیں تاکہ ان کا اسم مشتق ہو سکے اور اس زمانہ میں اکثر خلق کو خدائے تعالےٰ نے
اس قصہ کو ان قصہ والوں سے پوشیدہ کیا ہے اور اس قصہ کے لطیفہ کو اُن کے دلوں
سے چھپایا ہے تاکہ ایک گروہ یہ بات جان لے کہ یہ امر صرف صلاح ظاہر کے واسطے
اختیار کیا ہے یعنے بغیر مشاہدہ باطنی کے اور بعض گروہ یہ خیال کریں کہ یہ بے حقیقت رسم
ہے اور اس کی کچھ اصل نہیں ہے یہاں تک کہ اہل ہزل اور علماء ظاہر ہیں نے اسکی
کلیت کا انکار کیا ہے اور اس قصہ کے محجوب ہونے سے خوش ہوئے ہیں اور عوام نے ان
کی تقلید کی ہے اور صفائی باطن کی تلاش کو دل سے مٹا دیا ہے اور سلف اور صحابہ
کے مذہب کو طاق پر رکھدیا ہے **شعر**

إِنَّ الصَّفَا صِفَتُ الصِّدِّيقِ + إِنْ أَرَدْتَ صُوفِيًّا عَلَى التَّحْقِيقِ

اس وجہ سے کہ صفائی کی ایک اصل اور ایک فرع ہے اور اُس کی اصل انقطاع دل اغیار
سے ہے اور اُس کی فرع دنیا غدار سے یعنے دل کا خالی کرنا اور یہ دونوں صفتیں حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ابوبکر عبداللہ بن ابی قحافہ میں تھے اس وجہ سے کہ امام
اس طریقت کے آپ ہی ہیں اور اغیار سے اپنے دل کا انقطاع آپ کا یہ تھا کہ تمام
صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے شکستہ دل تھے اور حضرت عمر رضی اللہ
عنہ نے تلوار کھینچ لی تھی کہ جو کوئی کہیگا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اس کا
سرکاٹ ڈالوں گا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور باواز بلند فرمایا
أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ عَبَدَ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَإِنَّهُ حَيٌّ لَا يَمُوتُ

یعنے خبردار ہو کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور جس شخص نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے رب کی عبادت کی پس وہ زندہ ہے اور اُس کو موت نہیں ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ یعنے جو شخص کہ دل فانی چیز پر باندھے فانی فنا ہو جاتا ہے اور اُس کا رنج سب بیکار ہو جاتا ہے اور جو شخص کہ اپنی جان کو حضرت باقی میں کھینچ دیتا ہے جب اُس کا نفس فنا ہو جائیگا تو وہ باقی رہیگا۔ پس جس نے محمد علیہ السلام کی طرف آدمیت کی آنکھ سے دیکھا ہے جب وہ دنیا سے رحلت کر گیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اُس کے دل سے اُسکے ساتھ گئی اور جس نے اُن کی طرف حقیقت کی آنکھ سے دیکھا ہے اُس کا رہنا اور جانا اُس کے واسطے دونوں یکساں ہیں اس واسطے کہ بقا کی حالت میں اُن کی بقا کو حق دیکھا اور فنا کی حالت میں اُن کی فنا کو حق دیکھا پس بدلنے والے سے اعراض کر کر بدلی ہوئی کی طرف توجہ کی بدلی ہوئی کا قیام بدلنے والے سے دیکھا اور موافق اکرام حق کے اُن کی تعظیم کی اور دل کا نقطہ سیاہ کسی میں نہیں ہے اور آنکھ کی سیاہی خلق پر نہ کھولی اس وجہ سے کہ شعر

مَنْ نَظَرَ اِلَی الْخَلْقِ هَلَكَ وَمَنْ رَجَعَ اِلَی الْحَقِّ مَلَكَ

یعنے خلق کی طرف دیکھنا نشان ہلاکت کا ہے اور حق کی طرف رجوع ہونا نشان ملک کا ہے لیکن دل کو دنیا سے خالی کر دینا یہ تھا کہ جو کچھ مال اور متاع اور غلام تھے سب دیدئے اور ایک کملی اوڑھ لیا اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیغمبر صلعم نے فرمایا مَا خَلَّفْتَ لِعِيَالِكَ فَقَالَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یعنی تم نے اپنے اہل و عیال کو کیا مال چھوڑا کہا دو خزانے بے نہایت اور بے غایت آپ نے فرمایا کیا چیز کہا کہ ایک خدا کی محبت اور اُس کے رسول کا اتباع جب دل دنیا کے تعلقات سے آزاد ہو گیا تو اُس کی کدورت سے ہاتھ خالی کرتا ہوں اور یہ سب باتیں صوفی صادق کی صفات میں اور ان سب

باتوں کا انکار حق کا انکار ہے اور مکابرہ ہے اور یہ جو میں نے کہا کہ صفائی ضد کدورت ہے
اور کدورت صفات بشری سے ہے اور حقیقت میں صوفی وہ ہے کہ اُس کا دل کدورت سے
پاک اور صاف ہووے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے مشاہدے کے استغراق کے
وقت اُن کے لطائف جمال سے مصر کی عورات پر بشریت غالب ہو گئی اور وہ غلبہ برعکس
ہوکر لوٹا جب انتہا درجہ کو پہونچ گیا تو اُن کا اُن کی طرف گذر ہوا اور بشریت سے۔
حضرت یوسف علیہ السلام پر نظر پڑی اور فوراً کہنے لگیں۔ مَا هٰذَا بَشَرًا یعنے یہ آدمی
نہیں ہے اور آپ بیخود ہوگئیں اور یہ اسی وجہ سے تھا کہ مشائخ طریقت نے کہا ہے کہ لَیْسَ
الصَّفَا مِنْ صِفَاتِ الْبَشَرِ لِاَنَّ الْبَشَرَ مَدَرٌ وَالْمَدَرُ لَا یَخْلُوا مِنَ الْکَدَرِ یعنی صفائی
بشر کی صفات سے نہیں ہے اس واسطے کہ بشر ڈھیلہ ہے اور ڈھیلہ سوائے کدورت کے
اور کچھ نہیں ہے اور آدمی کو کدورت سے چارہ نہیں ہے پس صفائی کی مثال افعال سے
نہیں ہوسکتی اور مجاہدہ سے بشریت زائل نہیں ہوسکتی اور اس کے اسم کو اور اسما اور
القاب سے کچھ تعلق نہیں ہے یعنے صفائی دوستوں کی صفت ہے اور وہ بغیر بادل کے
آفتاب ہیں اور جو شخص اپنی صفت سے فانی ہووے اور دوست صفت کے ساتھ
باقی ہووے پس وہی دوست ہے اس واسطے کہ اُن کے احوال ارباب حال کے سامنے
آفتاب کی طرح سے ظاہر ہیں جیسے کہ حبیب خدا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ
حارثہ کا کیا حال تھا آپ نے فرمایا کہ عبد نور اللہ قلبہ بالایمان یعنے وہ ایک بندہ ہے
کہ اُس کا دل نور ایمان سے روشن ہے اسی وجہ سے اُس کا چہرہ اُس کی تاثیر سے روشن
ہے اور وہ خدا کے نور سے منور ہے چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے شعر

ضِیَاءُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اِذَا اشْتَرَکَا ✦ نَمُوْذَجٌ مِّنْ صِفَاءِ الْحُبِّ وَالتَّوْحِیْدِ اِذَا اشْتَبَکَا۔

یعنے آفتاب اور ماہ تاب کا نور جب ایک دوسرے کیساتھ ملتے ہیں تو اس کی مثال
ایسی ہے جیسی محبت اور توحید کی صفائی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ معجون ہو جاتی۔

ہی اور آفتاب اور ماہتاب کے نور کی وہاں کیا قدر ہی جہاں محبت اور توحید جبّار کا نور ہو، تاکہ اُسکے ساتھ نسبت کریں لیکن دنیا میں ایسا کوئی نور نہیں ہے کہ ان دو نور سے زیادہ ہو اس واسطے کہ آنکھ کا نور باوجود کمال کے بھی آفتاب اور ماہتاب کے نور کو نہیں دیکھ سکتا گو غلبہ کے وقت آفتاب اور ماہتاب آسمان کو دیکھ سکتا ہی اور دل معرفت اور توحید اور محبت کے نور سے عرش کو دیکھ سکتا ہی اور عقبےٰ کی حال پر دنیا ہی میں مطلع ہو جاتا ہے، اور اس طریقت کے تمام مشائخ اس امر پر متفق ہیں کہ جب بندہ مقامات کی قید سے چھوٹ جائے اور . . . . . احوال کی کدورت سے خالی ہووے اور تغیر اور طرح طرح کے بدلنے سے آزاد ہو جائے اور تمام اچھے احوال کے ساتھ موصوف ہووے اور وہ سب اوصاف سے جدا ہو جائے یعنی کسی صفت نیک کی قید میں نہ رہے اور اُس کو نہ دیکھے اور اُسپر غرور کرنے والا نہ ہو اور اُس کا حال سب عقول کے دریافت کرنے سے غائب ہووے اور اُس کا زمانہ تمام گمانوں کے تصرف سے پاک ہووے اور اُس کا حضور رجانہ سکے اور اُس کے وجود کے کچھ اسباب نہ ہوں تو کَانَ الصَّفَا حُضُوْرًا بِلَا ذَهَابٍ ہو جاتا ہے، اور وجود بلا اسباب کے حاضری بے غیبت کی ہے اور بے سبب اور علت کے ایک جزو پائی جاتی ہے اس واسطے کہ جس چیز پر غیبت صورت پکڑتی ہے وہ حاضری نہیں پاتی اور جس چیز کے پائے جانے کا کوئی سبب اور علت ہی تو وہ پائی جاتی ہے۔

اور جب اس درجہ پر پہونچ جاتا ہے تو دنیا اور عقبےٰ میں فانی ہو جاتا ہی اور اُس میں ربانی انسانیت پیدا ہو جاتی ہے اور سونا اور ڈھیلا اُس کے نزدیک دونو برابر ہیں اور خلق پر جو باتیں دشوار ہیں مثلاً احکام کی حفاظت وہ اُس پر سب تکالیف آسان ہو جاتی ہیں جیسا کہ حارثہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول صلعم نے پوچھا کَيْفَ اَصْبَحْتَ يَا حَارِثَةُ قَالَ اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا بِاللّٰهِ حَقًّا فَقَالَ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ يَا حَارِثَةُ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ حَقِيْقَةً فَمَا حَقِيْقَةُ اِيْمَانِكَ فَقَالَ عَزَفَتْ نَفْسِيْ عَنِ الدُّنْيَا

فَاسْتَوَیْ عِنْدِیْ حَجَرُهَا وَذَهَبُهَا وَفِضَّتُهَا وَمَدَرُهَا فَاسْهَرْتُ لَیْلِیْ وَاَظْمَأْتُ
نَهَارِیْ حَتّٰی صِرْتُ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّیْ بَارِزًا وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ
الْجَنَّةِ یَتَزَاوَرُوْنَ فِیْهَا وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ النَّارِ یَتَضَاغَوْنَ وَفِیْ رِوَایَةٍ
یَتَعَاوَوْنَ یعنے ای حارثہ تو نے صبح کس طرح کی کہا میں نے صبح ایسی حالت میں کی کہ میں
مومن تھا اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حارثہ غور سے دیکھو کیسا
کہتے ہو ہر حق کیواسطے ایک حقیقت اور برہان ہوا کرتی ہے اور تیری اس گفتار کی
برہان کیا چیز ہے حارثہ نے جواب دیا کہ یہ ہے کہ میں اس دنیا سے اپنے بدن کو دور کیا
اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سونا اور پتھر اور ڈھیلا میرے نزدیک سب برابر ہیں اور جب
میں دنیا سے جُدا ہو گیا تو عقبٰے میں مل گیا یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ اور عرش کو
دیکھ رہا ہوں اس پر آپ نے فرمایا کہ تو نے پہچان لیا۔ فَالْزَمْ فَالْزَمْهَا ثَلٰثًا یعنی اس کو
لازم پکڑ اور یہ تین مرتبہ آپ نے فرمایا۔ یعنے اے حارثہ تو نے پہچان لیا اسی کو لازم پکڑ لے
اس کے سوا سب ہیچ ہے اور صوفی ایک ایسا نام ہے کہ کاملان ولایت اور محققان اولیاء کو
اس نام سے پکارتے ہیں چنانچہ ایک مشائخ فرماتے ہیں کہ مَنْ صَفَاهُ الْحُبُّ فَهُوَ صَافٍ
وَمَنْ صَفَاهُ الْحَبِیْبُ فَهُوَ صُوْفِیٌّ یعنی جو شخص محبت میں مصفا ہوتا ہے وہ صاف ہے اور
جو دوست میں مستغرق ہو اور اُس کی غیر سے بری ہو وہ صوفی ہے اور لغت کے موافق اس
اسم کا اشتقاق درست نہیں ہوتا کسی چیز سے اس وجہ سے کہ یہ نام اُس سے بہت
عظیم ہے کہ اس کی کوئی جنس ہو کہ اُس جنس سے مشتق ہو اس واسطے کہ ایک شے کا
دوسری شے سے مشتق ہونا ایک جنس ہونے کو چاہتا ہے اور جو چیز مکدر ہے وہ صفائی کے
خلاف ہے اور کسی چیز کو اُس کی ضد سے مشتق نہیں کیا کرتے ہیں پس یہ بات آفتاب سے
بھی زیادہ روشن اور ظاہر ہے۔ اس کے جاننے والوں کے نزدیک اور بیان الی تعبیر
نہیں ہے اور اشارہ کی ضرورت نہیں ہے اور لِاَنَّ الصُّوْفِیَّ مَمْنُوْعٌ عَنِ الْعِبَارَةِ

واکہ اشارہ ہے۔ چونکہ صوفی کل عبارات سے ممنوع ہی اور تمام عالم اُس کا بیان کرنیوالا ہے خواہ جانیں یا نہ جانیں اور اُس نام کے جس ذات معنے حاصل ہوگئے تو کچھ اندیشہ نہیں ہے پس اے طالب صادق اہل کمال اُن کو صوفی کہتے ہیں اور ان کے طالبوں او متعلقوں کو متصوف کہتے ہیں چونکہ تصوف مصدر باب تفعّل سے ہے اور تفعّل مقتضی تکلف کا ہے یعنی اپنے نفس پر تکلیف اٹھانا ہے اور یہی اصلی معنے تصوف کے ہیں اور اس معنے کا فرق لغت اور معنے کے حکم سے ظاہر ہی جیساکہ اَلصَّفَا وَلَایَۃٌ وَلَھَا اٰیَۃٌ وَرِوَایَۃٌ وَالتَّصَوُّفُ حِکَایَۃٌ لِلصَّفَاءِ بِلَا شِکَایَۃٍ ہے یعنی صفائی ظاہر اور روشن ہے اور تصوف اُس کی اور اُس کے اہل کی حکایت ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک صوفی اور دوسری متصوف اور تیسری مستصوف پس صوفی وہ ہے کہ آپ سے فانی ہووے اور باقی بحق ہووے اور طبائع کے قبضہ سے علیحدہ ہوکر حقیقت کی طرف متوجہ ہو اور متصوف وہ ہے کہ جو مجاہدہ سے اس درجہ کو تلاش کرتا ہے اور اپنی تلاش میں اپنی ذات کو ان کے معاملہ پر درست کرتا ہے اور مستصوف وہ ہے کہ جس نے دنیا کے مال اور منال اور حفظ جاہ کے واسطے اپنے کو اُن کی مثل بنالیا ہے اور ان دونوں چیزوں سے اس کو خبر نہ ہو یہاں تک کہا ہے اَلْمُسْتَصْوِفُ عِنْدَ الصُّوْفِیَۃِ کَالذُّبَابِ وَعِنْدَ غَیْرِھِمْ کَالذِّئَابِ یعنی مستصوف صوفی کے نزدیک حقیر ہونے کی وجہ سے مثل مکھی کے ہے اور اُس کے نزدیک جو کچھ وہ کرتا ہے ہوس ہی اور دوسروں کے نزدیک بھیڑیے کی سی حالت ہے کہ ہمیشہ اُسکی ہمت مُردار کی طرف متوجہ رہتی ہے پس صوفی صاحب وصول ہوتا ہے اور متصوف صاحب اصول اور مستصوف صاحب فضول ہی پس جس شخص کو وصل نصیب ہوا مقصود حاصل کرنے میں اور مراد کو پہنچنے میں مراد سے بے مراد ہوا اور مقصود سے بے مقصود ہوا اور جس کی اصل نصیب ہے تو وہ طریقت کے احوال پر قادر ہوگیا۔ اور اُس کے لطائف پر گوشہ نشین اور مستحکم ہوا اور جس کو فضول نصیب ہوا وہ سب سے

باز رہا اور درگاہ پر رسم کے بیٹھ رہا اور رسم کی وجہ سے معنے سے محجوب ہوگیا۔ اور بسبب حجاب کے اصل اور وصل سے محجوب ہوا اور مشائخ نے اس قصہ میں بہت رموز لکھی ہیں یہاں تک کہ اس کی کلیت کو شمار نہیں کرسکتی لیکن ان کی بعض رموز کو اس کتاب میں ہم بیان کریں گے انشاء اللہ تعالےٰ وباللہ التوفیق

دوسری فصل

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلصُّوفِیُّ اِذَا نَطَقَ بَانَ نُطْقُہٗ عَنِ الْحَقَائِقِ وَاِنْ سَکَتَ نَطَقَتْ عَنْہُ الْجَوَارِحُ بِقَطْعِ الْعَلَائِقِ۔ یعنے صوفی ولی ہے کہ جب بولے اس کا بیان اس کے حال کے حقائق ہوں یعنے کوئی چیز ایسی نہ کہے کہ جو اس کے خلاف ہو اور چپ چپ رہے تو اس کا معاملہ اس کے حال کو بیان کرے اور اس کے حال تعلقات کے قطع کرنیکے واسطے دلیل ہو یعنے اسکے تمام اقوال اصل صحیح پر مبنی ہوں اور اس کے تمام افعال میں صرف تجرید یعنے جو کہے اس کا قول حق ہووے اور جب چپ رہے تو اس کے سب فعل فقر سے ہو ویں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ نَعْتٌ اُقِیْمَ الْعَبْدُ فِیْہِ قِیْلَ نَعْتٌ لِلْعَبْدِ اَمْ لِلْحَقِّ فَقَالَ نَعْتُ الْحَقِّ حَقِیْقَۃً وَنَعْتُ الْعَبْدِ رَسْمًا یعنے تصوف ایک صفت ہے کہ بندہ اس کے ساتھ قایم رہتا ہے پس لوگوں نے کہا کہ صفت حق کی ہے یا خلق کی تو جواب دیا کہ حقیقت خدا کی صفت ہے اور اس کی رسم خلق کی صفت ہے یعنے اس کی حقیقت بندہ کی صفت فنا کر دینے کی مقتضی ہے اور بندہ کی صفت کا فنا حق کی صفت کی بقا سے ہوتا ہے اور یہ صفت حق کی ہے اور اس کی رسم بندہ کے مجاہدہ کی ہمیشگی کی مقتضی ہے اور ہمیشہ مجاہدہ کرنا بندہ کی صفت ہے اور جب دوسرے معنے لئے جائیں تو ایسے ہونگے کہ توحید کی حقیقت میں کسی بندہ کو صفت

درست حاصل نہیں ہوتی اس وجہ سے کہ بندہ کی صفتیں ہمیشہ نہیں رہتی ہیں اور خلق کی
صفت صرف رسم ہے اس واسطے کہ خلق کی لغت باقی نہیں رہتی بلکہ وہ حق کا فعل
ہوتا ہے پس حقیقت میں حق کی صفت کہنا چاہئے اور اُس کے یہ معنے ہیں۔ کہ
خدائے تعالےٰ نے بندہ کے واسطے فرمایا ہے کہ روزہ رکھو تو اس روزہ رکھنے کی
وجہ سے صائمی کا لقب پایا اور رسم کے اعتبار سے وہ صوم بندہ سے سرزد ہوتا ہے
اور حقیقت میں حق کی طرف سے کہنا چاہئے جیسا کہ خدا اور رسول نے فرمایا ہے اَلصَّوْمُ
لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ یعنے روزہ میرے واسطے ہے اس واسطے کہ جو کچھ اُس کا کیا ہوا ہے
سب اُسی کی ملک ہے اور خلق کی طرف اُس کی نسبت مجازاً ہے۔ اور حضرت ابوالحسن۔
نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ تَرْكُ كُلِّ حَظٍّ لِلنَّفْسِ۔ یعنے تصوف
کل حظوظ نفسانی کے ترک کا نام ہے اور یہ دو قسم پر ہے یعنے ایک رسم ہے اور دوسری
حقیقت ہے اور یہ وہ بات ہے کہ اگر وہ حظ کو چھوڑ دے تو حظ کا چھوڑنا بھی حظ ہی
ہیں یہ رسم ہے اور اگر حظ اُس کو چھوڑ دے تو یہ حظ کا فنا کر دینا ہے اور اس معنے کا
تعلق حقیقت میں مشاہدہ ہے پس حظ کا ترک کر دینا بندہ کا فعل ہے اور حظ کا فناہ کر
دینا خدا کا فعل ہے اور بندہ کا فعل رسم اور مجازاً ہوا کرتا ہے اور خدا کا فعل حقیقت ہوتا ہے
اور اس قول سے حضرت جنید کا قول معلوم ہوا کہ جو اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے اور حضرت
ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلصُّوْفِیَّةُ هُمُ الَّذِیْنَ صَفَتْ اَرْوَاحُهُمْ
فَصَارُوْا فِی الصَّفِّ الْاَوَّلِ بَیْنَ یَدَیِ الْحَقِّ یعنے صوفی وہ لوگ ہیں جن کی روحیں بشریت
کی کدورت سے آزاد ہو گئی ہیں اور نفسانی آفتوں سے صاف ہو کر اخلاص
کی ہوا کھاتی ہیں یہاں تک کہ صف اول اور درجہ اعلیٰ پر خدا کے ساتھ آرام کر رہی
ہیں اور غیر خدا سے مطلق بری ہو گئی ہیں چنانچہ پھر وہی فرماتے ہیں۔ اَلصُّوْفِیُّ
الَّذِیْ لَا یَمْلِكُ وَلَا یُمْلَكُ یعنے صوفی وہ ہے کہ اُس کی ملک میں کوئی چیز نہ ہو

اور وہ بھی کسی چیز کی ملک نہ ہو اور یہی معنے عین فنا ہونے کے ہیں کہ فانی الصفت نہ مالک ہوتا ہے اور نہ مملوک اس واسطے کہ مالک ہونا موجودات کیساتھ صحیح ہوتا ہے اور اس سے یہ مراد ہے کہ صوفی دنیا کا متاع اور عقبیٰ کی زینت کچھ اپنی ملک نہیں کرتا ہی اس واسطے کہ وہ خود اپنی ملک ہیں اور اپنے نفس کے حکم میں نہیں ہوتا ہی جیساکہ بادشاہ اپنا اعتقاد دوسرے کی طرف سے توڑ دیتا ہے اس وجہ سے کہ دوسرا بندگی کی خواہش اُس سے نہ رکھے اور یہ قول اُس گروہ کیواسطے بہت اچھا ہے جو کل کو فنا کہتے ہیں۔ اور ہم ان کی غلط کاریاں اس کتاب میں انشاء اللہ تعالےٰ بیان کریں گے تاکہ تجھ کو معلوم ہو جاوے۔ ابن الجلاء دمشقی کہتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ حَقِیْقَۃٌ لَارَسْمَ لَہٗ یعنی تصوف اُس حقیقت کا نام ہے جس کی کوئی رسم نہیں ہے اس وجہ سے کہ رسم خلق کا حصّہ معاملات میں ہے اور اُس کی حقیقت خدا کا خاصہ ہی چونکہ تصوف خلق سے اعراض کرنے کا نام ہی اسیواسطے اُس کی کوئی رسم نہیں ہے حضرت ابو عمر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اَلتَّصَوُّفُ رُؤْیَۃُ الْکَوْنِ بِعَیْنِ النَّقْصِ بَلْ غَضُّ الطَّرْفِ عَنِ الْکَوْنِ۔ یعنے تصوف وہ ہے کہ سوائے عین نقصان کے اور کچھ نہ دیکھے اور یہ دلیل بقائے صفت کی ہی بلکہ کون سے آنکھ اُٹھالے اور یہ دلیل فنا رصفت کی ہے اس وجہ سے کہ منظر کون میں ہوتی ہے اور جب کون ہی نہ رہاتو منظر خود نہ رہی اور کون سے جب نظر کو اُٹھالیا تو اس کے یہ معنے ہیں کہ بصیرت رُبانی باقی رہجاتی ہے یعنے جو شخص اپنی ذات سے اندھا ہوجاتا ہی خدا کو دیکھتا ہے اس وجہ سے کہ طالب کون بھی طالب ہوتا ہے اور اُسکا کام اُسی اُس کی ذات کے واسطے ہوتا ہے اور اُس کو سوائے اپنے کوئی راہ نہیں ہوتی ہے پس ایک شخص اپنے کو دیکھتا ہے لیکن ناقص دیکھتا ہے اور ایک شخص منظر اپنے اوپر سے اُٹھالیتا ہی اور کچھ نہیں دیکھتا ہے اور جو شخص کہ دیکھتا ہے اگرچہ وہ ناقص دیکھتا ہی مگر اس کا دیدہ حجاب میں ہے اور جو شخص دیکھتا ہی وہ بینائی میں محجوب رہتا ہے اور جو شخص نہیں دیکھتا ہے

نابینائی میں محجوب ہوتا ہے اور یہ اصلی قول ہے جو طریق تصوف میں ہے اور ارباب معانی کے نزدیک بھی درست ہے لیکن یہ جگہ اس حدیث کی بیان کی نہیں ہے اور ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ شِرْكٌ لِاَنَّهٗ صِيَانَةُ الْقَلْبِ عَنْ رُؤْيَةِ الْغَيْرِ وَلَا غَيْرَ یعنی تصوف شرک ہے اس وجہ سے کہ وہ دلکو نگاہ رکھتا ہے غیر کے دیکھنے سے اور غیر کا وجود حقیقت میں نہیں ہے یعنی توحید ثابت کرنے میں غیر کی رویت شرک ہے اور جب دل میں غیر کی قیمت نہیں ہے تو اس کو غیر کے ذکر سے نگاہ رکھنا محال ہے حضرت حصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ صَفَاءُ السِّرِّ مِنْ كُدُوْرَةِ الْمُخَالَفَةِ یعنی تصوف دل اور بھید کی صفائی کا نام ہے مخالفت کی کدورت سے اور اس کے یہ معنے ہیں کہ دل کو خدا کی مخالفت سے نگاہ رکھے اس واسطے کہ دوستی موافقت کا نام ہے، اور موافقت مخالفت کی ضد ہے اور دوست کو ہر حالت میں اور تمام عالم میں دوست کے حکم کی تعمیل کے سوا اور کچھ نہیں چاہیئے اور جب مراد ایک ہوتی ہے تو مخالفت نہیں ہوتی ہے حضرت محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ خُلُقٌ فَمَنْ زَادَ عَلَيْكَ فِي الْخُلُقِ زَادَ عَلَيْكَ فِي التَّصَوُّفِ۔ یعنے تصوف خوش اخلاقی کا نام ہے یعنے جو شخص نیک خوئی زیادہ کرتا ہے صوفی زیادہ ہوتا ہے اور نیک خوئی دو طرح پر ہوتی ہے ایک خدا کے ساتھ دوسری خلق کے ساتھ پس خدا کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ اس کی رضا پر راضی رہے اور اس کی قضا کے تابع ہو وے اور خلق کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ انکی صحبت کا متحمل محض خدا کی رضامندی کی غرض سے ہو اور یہ دونوں باتیں طالب کو حاصل ہوتی ہیں اور خدائے تعالیٰ طالب کی رضامندی اور ناراضی سے بے پرواہ ہے اور یہ دونوں صفتیں اس کی وحدانیت کے نظارہ کے ساتھ متعلق ہیں اور حضرت ابو محمد مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلصُّوْفِيُّ لَا يَسْبِقُ هِمَّتُهٗ خُطْوَتَهٗ اَلْبَتَّةَ۔ یعنے البتہ صوفی وہ شخص ہے کہ اس کا اندیشہ اس کے

قدم کے ساتھ برابر ہووے یعنے سب حاضر ہو اور دل کی جگہ تن ہو اور تن کی جگہ دل ہو اور دل کی جگہ قدم اور قدم کی جگہ دل ہو اور یہ علامت حضوری بے عیب کی ہے برخلاف اس بات کے کہ کہیں کہ آپ سے غائب ہے اور خدا کے سامنے حاضر ہے یہ بات نہیں بلکہ خدا کے ساتھ ظاہر ہے اور اپنے ساتھ حاضر یہ عبارت جمع الجمع کی تھی اس وجہ سے کہ جب تک اپنی رؤیت اپنے ساتھ ہوتی ہے اپنے سے غیبت نہیں ہوتی اور جب رؤیت دور ہو گئی۔ تو حضوری ہے اور اس بات کی خصوصیت کا تعلق بقول حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ہے اَلصُّوفِیُّ لَا یَریٰ فِی الدَّارَیْنِ مَعَ اللّٰہِ غَیْرَ اللّٰہِ یعنے صوفی وہ ہے کہ دونوں جہان میں سوائے خدائے عزوجل کے کوئی چیز دیکھے اور سب امور میں بندہ کی ہستی غیر رہی اور جب غیر کو نہیں دیکھیگا تو بس اپنی ذات کو نہ دیکھے گا اور اپنے آپ سے اپنے نفی اور اثبات کے وقت سے بالکل فارغ ہو جائیگا چنانچہ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ مَبْنِیٌّ عَلیٰ ثَمَانِ خِصَالٍ اَلسَّخَاءُ وَالرِّضَاءُ وَالصَّبْرُ وَالْاِشَارَۃُ وَالْغُرْبَۃُ وَلُبْسُ الصُّوْفِ وَالسِّیَاحَۃُ وَالْفَقْرُ اَمَّا السَّخَاءُ فَلِاِبْرَاھِیْمَ وَ اَمَّا الرِّضَاءُ فَلِاِسْمَاعِیْلَ وَاَمَّا الصَّبْرُ فَلِاَیُّوْبَ وَاَمَّا الْاِشَارَۃُ فَلِزَکَرِیَّا وَ اَمَّا الْغُرْبَۃُ فَلِیَحْیٰی وَ اَمَّا لُبْسُ الصُّوْفِ فَلِمُوْسٰی وَاَمَّا السِّیَاحَۃُ فَلِعِیْسٰی وَاَمَّا الْفَقْرُ فَلِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ۔ یعنی تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے اور آٹھ پیغمبروں کی پیروی ان آٹھ باتوں میں ہے یعنے سخاوت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کہ آپ ایسے تھے کہ آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو راہ مولا میں قربان کر دیا اور رضا میں اسمعیل علیہ السلام کی کہ خدا کی راہ میں قربان ہونے پر راضی ہو گئے اور اپنی جان عزیز کا کچھ خیال نہ کیا اور صبر میں حضرت ایوب علیہ السلام کی کہ کیڑوں کی بلا میں آپ نے صبر کیا اور اشارات میں حضرت ذکریا علیہ السلام کی کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا اَنْ لَا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا۔ اور اسی سورت میں کہا ہے۔ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا

اور غربت میں یحییٰ کی کہ اپنے وطن میں بھی غریب تھے اور باوجود اپنے اعزا اور اقربا میں رہنے کر اُن سے بیگانہ تھے اور سیاحت میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی کہ آپ سیاحت میں ایسے تنہا تھے کہ سوائے ایک پیالہ اور کنگھی کے اور کچھ نہ رکھتے تھے اور جب آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ چلو سے پانی پی رہا ہے تو پیالہ کو بھی پھینکدیا اور جب دیکھا کہ ایک شخص انگلیوں سے خلال کر رہا ہے کنگھی کو بھی پھینکدیا اور صوف پہننے میں حضرت موسیٰ کی کہ آپ کپڑے پشمینے کے پہنتے تھے اور فقر میں حضور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی کہ خدائے تعالیٰ نے سب خزانوں کی کنجیاں یعنی تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو بھیجدیں اور حکم کیا کہ تم تکلیف نہ اٹھاؤ اور ان خزانوں سے اپنی کو آراستہ کرو آپ نے فرمایا کہ نہیں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ خدا مجھ کو ایک روز سیر کرے اور دو روز بھوکا رکھے اور یہ اصول بہت ہی اچھا ہے اور حضرت حصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلصُّوْفِیُّ لَا یُوْجَدُ بَعْدَ عَدَمِہٖ وَلَا یُعْدَمُ بَعْدَ وُجُوْدِہٖ + یعنے صوفی وہ ہے کہ اُس کی ہستی کو نیستی نہ ہو یعنے جو کچھ پاوے اُس کو گم نہ کرے اور جو گم کرے اُس کو ہرگز نہ پلٹے اور دوسرے معنے یہ ہیں کہ اُس کی یافت کو ہرگز نایافت نہ ہو تاکہ اثبات بلا نفی کے ہو اور نفی بلا اثبات کے ہو اور اس سب عبارت کا یہ مطلب ہے کہ اُس کی بشریت بالکل دُور ہو جائے اور جسمانی حالات اُس کے سب فوت ہو جائیں اور سب سے اُس کی نسبت منقطع ہو جائے تاکہ بشریت کا بھید اُس شخص کے حق میں ظاہر ہو جاوے تاکہ اُس کی ذات میں سب نسبتیں جمع ہو کر خود بخود قائم ہو جائیں اور اس کی صورت دو پیغمبروں کے درمیان میں ظاہر ہو سکتی ہے ایک حضرت موسےٰ علیہ السّلام کی کہ اُن کے وجود میں عدم نہ تھا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ اور دوسرے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ آپ کے عدم میں وجود نہ تھا یہاں تک کہ فرمایا گیا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

یعنے ایک نے آرایش چاہی اور زینت طلب کی اور دوسرے کو خود آراستہ کیا اور اُس نے خود نبا ہا حضرت علی بن بندار صیرفی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ اِسْقَاطُ الرُّؤْیَۃِ لِلْحَقِّ ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا یعنے تصوف وہ ہی کہ اس کا اہل اپنے ظاہر و باطن کو نہ دیکھے بلکہ ہر چیز میں خدا کو دیکھے چنانچہ تو اگر اُس کا ظاہر دیکھے نشان توفیق تجھکو معلوم ہوا اور جب تو غور کرے تو اُس کے ظاہر کے معاملات اُسکی توفیق کے مقابلہ میں پشہ کے پر کی برابر بھی نہیں ہیں ظاہری حالت کی طرف کچھ توجہ نہ کرے اور تو جب باطن کی طرف غور کرے تو اس میں تائید الٰہی کا نشان پائے اور جب تو غور کرے تو اُس کے باطنی معاملات خدا کی تائید کے مقابلہ میں ذرہ کی برابر بھی نہیں ہیں پس تو باطن کی طرف کچھ توجہ نہ کرے سب خدا ہی کی طرف سے تو دیکھے۔ جب تو سب چیز میں خدا کو دیکھے تو اپنے کو بالکل ہیچ سمجھے اور محمد بن احمد مقری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ اِسْتِقَامَۃُ الْاَحْوَالِ مَعَ الْحَقِّ۔ یعنی تصوف کے معنے ہیں احوال کا خدا کے ساتھ قائم رکھنا یعنے احوال صوفی کے سر کو حال سے نہ پھیرے اور کجروی کی طرف مائل نہ کرے اس وجہ سے کہ جس شخص کا دل احوال میں پھنسا ہوا ہے اسکو اقامت کے درجہ سے نہ گرادے اور اسکو وصول حق سے باز نہ رکھے

تیسری فصل

جو کچھ معاملات میں کہا ہے ابو حفص حداد نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ كُلُّهٗ اَدَبٌ وَلِكُلِّ وَقْتٍ اَدَبٌ وَلِكُلِّ مَقَامٍ اَدَبٌ وَلِكُلِّ حَالٍ اَدَبٌ فَمَنْ لَزِمَ اَدَبَ الْاَوْقَاتِ بَلَغَ مَبْلَغَ الرِّجَالِ وَمَنْ ضَيَّعَ الْاٰدَابَ فَهُوَ بَعِيْدٌ مِّنْ حَيْثُ يَظُنُّ الْقُرْبَ یعنے تصوف سب چیزوں کے ساتھ ادب رکھنے کا نام ہی کہ ہر وقت اور ہر مقام اور ہر حال کے واسطے جدا کرنا ہے یعنے جو شخص اوقات کی آداب کی ملازمت

کرتا ہے وہ مردوں کے درجہ کو پہونچ جاتا ہے اور جو شخص آداب ضائع کرتا ہو وہ نزدیکی کے گمان سے دور رہتا ہے وہ مردود ہے اور خدا کے مقبول ہونے کا اُس کو گمان نہیں کرنا چاہیئے اور یہ بات حضرت ابوالحسن کے قول سے ثابت ہو وہ فرماتے ہیں، لَيْسَ التَّصَوُّفُ رُسُوْمًا وَّلَا عُلُوْمًا وَّلٰكِنَّهٗ اَخْلَاقٌ یعنی تصوف رسوم اور علوم کا نام نہیں ہی بلکہ اخلاق کا نام ہی یعنے اگر رسوم ہوتا مجاہدہ سے حاصل ہوتا اور اگر علوم ہوتا تو تعلیم سے حاصل ہوتا اور اگر نہ علوم ہوتا تو تعلیم سے حاصل نہ ہوتا پس معلوم ہوا کہ اخلاق کا نام تصوف ہے یعنے جبتک اُس کا حکم تو اپنے بیں نہ چاہے گا اور اُس کا معاملہ اپنے ساتھ درست نہ کرلے گا اور اُس کا انصاف خود نہ کریگا جبتک تصوف تجھ کو حاصل نہیں ہوگا۔ اور رسوم اور اخلاق میں یہ فرق کہ رسوم نام ہے اُس فعل کا جو تکلف اور اسباب سے حاصل ہوتا ہے جیسے یہ کہ اُس کا ظاہر باطن کے خلاف ہو اور اُس کا فعل معنے سے خالی ہو اور اخلاق ایک فعل نیک کا نام ہے کہ جو بے تکلف اور بے اسباب ظاہر کے ہوتا ہے اور وہ موافق باطن کے ہوتا ہے۔ اور دعوے سے خالی ہوتا ہے حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ حُسْنُ الْخُلْقِ یعنے تصوف خلق نیک کا نام ہی اور یہ تین قسم پر ہوتا ہے ایک تو خدا کے ساتھ اُس کے احکام بے ریا کے ادا کرتا ہے اور دوسری خلق کے ساتھ اس طرح سے کہ بڑوں کی عزت اور حرمت رکھنا اور چھوٹوں پر شفقت کرنا اور کسی سے انصاف اور عوض نہ چاہنا، اور تیسری خواہش نفسانی اور شیطانی کا اتباع نہ کرنا پس جو شخص ان تینوں باتوں میں اپنے کو درست کرے وہ نیک عادت والوں میں ہے اور یہ جو میں نے زیادہ لکھا ہے۔ یہ اُس کے موافق ہو کہ جو ایک شخص نے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خلق بتلایئے آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں یہ آیت پڑھو اللہ تعالےٰ خبر دیتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ اور حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ هٰذَا مَذْهَبٌ كُلُّهٗ جِدٌّ فَلَا تَخْلِطُوْهُ بِشَيْءٍ

مِنَ الْهَزْلِ یعنی یہ تصوف کا مذہب نہایت عمدہ اور مزہ دار ہے اس کو ہزل کیساتھ نہ ملاؤ اور عام لوگوں کے معاملات کے ساتھ مخلوط نہ کرو اور بُرے لوگوں کی پیروی سے پرہیز کرو اور جب عام لوگوں نے اہل زمانہ کو دیکھا اور اہل زمانہ کے متصوفہ کو دیکھا کہ ناچتے ہیں اور گاتے ہیں اور بادشاہوں کے یہاں ایک وقت کی قوت بلکہ ایک لقمہ کے واسطے جاکر لڑتے اور جھگڑتے ہیں تو سب کے ساتھ بد اعتقاد ہو گئے۔ اور خیال یہ کیا کہ اس طریقہ کی اصل یہی ہے اور متقدمین بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے اور یہ نہ جانا کہ یہ زمانہ فطرت کا ہے اور زمانہ آدمی کو بلا میں ڈالتا ہے جیسے حرص بادشاہ کو اور طمع عالم کو بدکاری اور زنا میں مبتلا کر دیتی ہے اور ریاست زاہد منافق ہو جاتا ہے۔ اور خواہش نفسانی بھی صوفی کو ناچ میں گرفتار کر دیتی ہے پس جاننا چاہیئے کہ اہل طریقت تباہ ہو جاتے ہیں اور طریقت کی اصل تباہ نہیں ہوتی اور جاننا چاہیئے کہ اگر کوئی گروہ اہل ہزل سے اپنے ہزل کو جد میں چھپائے تو ان کا جد ہزل نہیں ہو سکتا حضرت ابو علی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ هُوَ الْاَخْلَاقُ الرَّضِيَّةُ یعنے تصوف اخلاق پسندیدہ کا نام ہے اور پسندیدہ کام یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں خدا پر تکیہ کرے اور رضا پر راضی رہے اور حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلتَّصَوُّفُ هُوَ الْحُرِّيَّةُ وَالْفُتُوَّةُ وَتَرْكُ التَّكَلُّفِ وَالسَّخَاءُ وَبَذْلُ الدُّنْيَا یعنے تصوف آزادی کا نام ہے کہ جو بندہ کو خواہش نفسانی سے آزاد کر دے اور فتوت یہ ہے کہ مجرد رہے اور ترک تکلف یہ ہے کہ متعلقات اور نصیب میں کوشش نہ کرے اور سخاوت یہ ہے کہ دنیا کو اہل دنیا کے چھوڑ دے اور حضرت ابو الحسن فوشنجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلتَّصَوُّفُ الْيَوْمَ اِسْمٌ وَلَا حَقِيقَةَ وَقَدْ كَانَ حَقِيقَةً وَلَا اِسْمَ یعنے تصوف آجکل ایک بے حقیقت نام ہے۔ اس سے پہلے حقیقت بلا نام کے تھا یعنے صحابہ اور سلف رحمہم اللہ کے زمانہ میں یہ اسم نہ تھا اور اُس کے معنے ہر شخص میں پائے جاتے تھے اور اب اسم ہے معنے کچھ نہیں یعنی معاملات معروف

تھے اور دعوے مجہول تھے اب دعوے معروف ہیں اور معاملات مجہول ہیں، اب تھوڑے سے مشائخ کے خیالات کی تحقیق تصوف کے بیان میں لکھتا ہوں تاکہ تجھپر یہ طریق واضح ہو جائے کہ اور اُس کے منکروں سے یہ کہو تمہاری انکار تصوف سے کیا مراد ہی اگر محض اسم کا انکار کرتے ہو تو کچھ حرج نہیں اس واسطے کہ مسمیات کے حق میں معانی غیر ہیں اور اگر بعینہ ان معانی کا انکار کرتے ہیں تو کل شریعت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خصال ستودہ کی انکار کرتا ہی اللہ تجھ کو نیک بخت کرے میں اولیا کے سعادات کی تجھکو اطلاع کرتا ہوں تاکہ تو اُن کے حق کی رعایت کرے اور انصاف کرے اسلئے کہ دعوے نہ کرے اور اہل تصوف کے ساتھ نیک اعتقاد رکھے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ

الباب الربع فی لبس المرقعات

پہلی فصل

جاننا چاہیئے کہ متصوفہ کا طریقہ کملی اور گُدڑی پہننے کا ہی اور سنت بھی یہ ہی ہی حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عَلَیْکُمْ بِلُبْسِ الصُّوْفِ تَجِدُوْنَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ فِیْ قُلُوْبِکُمْ یعنے صوف کا لباس پہننا اختیار کرو کہ ایمان کی شیرینی اپنے دلوں میں پاؤ گے، اور ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْبَسُ الصُّوْفَ وَیَرْکَبُ الْحِمَارَ۔ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوف پہنا کرتے تھے اور حمار پر سوار ہوا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فرمایا لَا تُضَیِّعِی الثَّوْبَ حَتّٰی تُرَقِّعِیْہِ یعنے اے عائشہ کپڑے کو ضائع نہ کر یہاں تک کہ پیوند کے کام آوے۔ اور روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

جامۂ پشمین پہنتے تھے اور خر پر سوار ہوتے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے پاس ایک گدڑی تھی جس میں تیس پیوند تھے اور پھر حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ سب سے بہتر کپڑا وہ ہے کہ اس کا بوجھ
اور خرچ کم ہو اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ایسا
پیراہن رکھتے تھے کہ اس کی آستین انگلیوں تک آتی تھی اور اگر آپ کسی وقت دراز پیراہن پہنتے تھے تو
آستین کو پھاڑ دیتے تھے رسول خدا صلعم کو خدائے تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ اپنا پیراہن کم کرو جیسا کہ فرمایا وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ یعنی
اپنا پیراہن کم کرو اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدریوں کو دیکھا سب کو دیکھا
کہ جامہ پشمین تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تجرد ہونے کے حال میں صوف کا جامہ پہنتے تھے
اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک کمبل
جس میں پیوند لگے ہوئے تھے پہنتے اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے
اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ہرم بن حیان کا بیٹا رضی اللہ عنہ روایت کرتے
ہیں کہ ہم نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو جامۂ پشمین کہ اس پر پیوند لگے تھے پہنے
ہوئے دیکھا اور حضرت حسن بصری اور حضرت مالک بن دینار اور سفیان ثوری رحمہم اللہ سب
صوف پیوند لگا ہوا پہنتے تھے اور حضرت امام عالم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے
ہیں اور یہ مشائخ کی تاریخ کی کتاب میں بھی ہے کہ محمد بن علی حکیم ترمذی نے تصنیف کی ہے
وہ لکھتے ہیں کہ وہ پہلے صوف پہنتے تھے اور پھر گوشہ نشینی کا ارادہ کیا یہاں تک کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم کو خلق میں
رہنا چاہیئے اس وجہ سے کہ تو میری سنت کے زندہ کرنے کا سبب ہے
آپ اسی وقت گوشہ سے اٹھے اور پھر کوئی ایسا کپڑا نہ پہنا جس
کی کوئی قیمت ہوتی اور داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے صوف
کا لباس پہنا وہ بھی محققین متصوفہ سے تھے۔ اور حضرت جنید

ابراہیم ادہم حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صوف کا لباس پہن کر آئے
اُن کے اصحاب نے حقارت کی نگاہ سے دیکھا تو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے سردار
ابراہیم بن ادہم آئے اصحاب نے کہا کہ امام کی زبان پر یہ بات شاید ہنسی کی رو سے گذری
یہ سرداری کس وجہ سے حاصل ہوئی انہوں نے کہا چونکہ خداوند تعالےٰ کی خدمت میں
ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور ہم تنہا اپنی خدمت میں ہیں اس وجہ سے وہ ہمارے
سردار ہوئے اور اگر اب بعض زمانہ والے گدڑی پہننے سے خلق کو جاہ و جمال پیدا کرتے
ہیں اور دل میں ظاہر کے موافق نہیں ہیں تو روا ہے کہ لشکر میں لڑنے والا ایک ہووے
اور تمام گروہ میں محقق تھوڑے ہوتے ہیں لیکن جب ان کی ایک چیز میں کسی سے مشابہت
ہوتی ہے تو سب کی نسبت اُن کی طرف کرتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ یعنے جو شخص کسی قوم کیساتھ دوستی کرتا ہے رفتار
میں یا اعتقاد میں وہ اُس قوم سے ہے یہاں تک کہ بعض گروہ کی نظر ان کی معاملات ظاہری
پر پڑتی ہے اور بعض گروہ اُن کے صفائی باطن کے بھید کو دیکھتا ہے اور سب باتوں میں۔
متصوف کی صحبت کا قصد کرتا ہے پس چار باتوں سے باہر نہیں ہوتا ایک گروہ کو باطن
کی صفائی اور خاطر کی جلا اور طبیعت کی لطافت اور مزاج کا اعتدال اور اندرونی صحت انکے
اسرار کی معلوم ہوتی ہے تاکہ محققین کی قربت اور ان کے مرتبہ کو دیکھیں اور اس درجہ کی
ارادت اُن کے دامنگیر ہو اور ان کے ساتھ تعلق کریں بینائی دل سے اور ان کی ابتدائی
حال میں حالات ظاہر ہوتے رہیں اور ہوا و ہوس سے مجرد اور روگردان رہیں اور دوسرے
گروہ کو صلاح تن اور عفت دل اور سکون اور سلامت ظاہری حاصل ہووے
تاکہ شریعت کا سبق اور حفظ آداب اور حسن معاملات دیکھیں اور انکی صحبت اختیار کریں
اور صلاح قبول کریں اور اُن کا ابتدائی حال مجاہدت اور حسن معاملت کیساتھ ہوتا ہے
اور دوسرے گروہ کو انسانیت کی مروت اور مجالست کا طریقہ اور حسن سیرت ان کے

پیشاب کر دیا اور دوسری مرتبہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ مینہ بہت برس رہا تھا اور سخت جاڑا
پڑ رہا تھا کہ میں ایک موضع میں پہونچا کہ میرا جُبہ بھیگ گیا تھا میں ایک مسجد میں گیا وہاں
بھی مجھے کسی نے نہ ٹھہرنے دیا جب میں عاجز ہو گیا اور جاڑہ کی وجہ سے میں ایک
حمام کی بھٹی میں گھس گیا اور اپنے دامن سمیٹ کر اُس آگ کی طرف کر لئے اُس کے دہوئیں
سے میرے کپڑے اور مُنہ کالا ہو گیا اُس وقت میں اپنی مراد کو پہونچا۔

اور میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں ایک مرتبہ مجھ کو ایسا واقعہ ہوا کہ میں نے بہت مجاہدہ
کیا اس امید پر کہ مجھ کو کچھ حاصل ہو جاوے چونکہ ایک مرتبہ پہلے اس سے ایک حالت
مجھ پر طاری ہو چکی تھی شیخ ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر میں مجاور رہا تھا کہ مجھ
کو وہی حالت حاصل ہوئی میں نے پھر وہاں جانے کا قصد کیا اور تین ماہ تک اُن کی
قبر پر حاضر رہا ہر روز غسل کرتا تھا اور وضو کر کے بیٹھتا تھا مگر وہ مقام نہ کھلا۔ آخر
میں وہاں سے اُٹھا اور خراسان کے سفر کا ارادہ کیا اُس ولایت میں جب میں پہونچا
تو رات کہیں ایک موضع میں گیا وہاں ایک خانقاہ تھی اور اُس میں ایک متصوفین کی
جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے پاس اُس وقت ایک موٹے کپڑے کا جُبہ تھا اور
ایک لاٹھی اور کوئی چیز نہ تھی۔ اُس جماعت کی نظر میں میں بہت ہی حقیر
معلوم ہوا اور کسی نے مجھ کو نہ جانا کہ کون ہے اور بلکہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے
لگے کہ یہ ہم میں سے نہیں ہے اور واقع میں میں اُن میں سے نہ تھا لیکن اُس رات مجھکو
وہاں ٹھہرنے کی ضرورت تھی انہوں نے ایک کوٹھے پر بٹھا دیا اور اپنے آپ ایک اور کوٹھے
پر جو اُس سے اونچا تھا چڑھ گئے اور مجھ کو سوکھی روٹی تھوڑی سی دے دی اور
میں اُن لوگوں کے کھانے کو دیکھتا تھا کہ وہ مجھ سے اچھا کھانا کھاتے تھے اور مجھ پر طنز
وطعن کی باتیں کرتے تھے جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو خربزہ کھا کر اُس کے چھلکے
بطور مسخراپن کے میرے سر پر ڈالتے تھے میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ خدایا

اگر تو وہ نہیں ہے کہ اپنے دوستوں کے لباس کو ایسی ذلت میں آلودہ کریں ہرچند
کہ وہ طعن وطنز ان کی مجھ پر زیادہ ہوتی تھی میرا دل ان سے زیادہ خوش ہوتا تھا
یہاں تک کہ یہ ندامت اور ذلت اٹھاتے اٹھاتے وہ مقام مجھ پر کھل گیا اور اسوقت
میں نے جانا کہ مشائخین جاہلوں کو اپنے درمیان اسی وجہ سے راہ دیتے ہیں۔ تاکہ
مقامات کا انکشاف ہو جاوے۔ اور ملامت کے احکام تحقیق کے طور پر یہ ہیں کہ
جو میں نے لکھے ہیں بتوفیق اللہ تبارک وتقدس۔

الباب السابع فی ذکر ائمتہم من الصحابۃ رض

اب ہم کچھ تھوڑا احوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کا اور ان کے ائمہ کا جو
اُن کے پیشوا ان معاملات میں تھے لکھتے ہیں یعنے انبیاء سابقین اور اُن کے مہاجرین
وانصار وغیرہ کا احوال اس کتاب میں درج کرتے ہیں تاکہ ایک زبردست دلیل تیری
مراد ثابت کرنے کے واسطے ہو جاوے انشاء اللہ تعالےٰ اُن میں سے پہلے شیخ الاسلام
بعد انبیاء خیر الانام خلیفہ اور امام اہل تجرید کے سردار ارباب تفرید کے شاہنشاہ
آفات انسانی سے بعید امیر المومنین حضرت ابو بکر عبد اللہ بن عثمان الصدیق
رضی اللہ عنہ کہ ان کی کرامتیں مشہور ہیں اور اُن کی نشانیاں اور دلائل ظاہر
یہ حقائق اور معاملات میں ظاہر ہیں اور تصوف کے باب میں تھوڑا سا ہمنے اُن
کا ذکر پاک بھی پہلے کیا ہے مشائخین اُن کو ارباب مشاہدہ کا پیشوا کہتے ہیں۔ اسی
وجہ سے اُن سے حکایات وروایت کم آئی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ارباب
مجاہدہ کا پیشوا کہتے ہیں اس وجہ سے کہ اُن کے معاملات میں سختی تھی اور اُن سے
احادیث صحیح وارد ہیں اور اہل علم میں مشہور ہیں جب وہ رات کو نماز پڑھتے تھے
تو قرآن آہستہ پڑھتے تھے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے تو قرآن شریف

کو باواز بلند پڑھتے تھے حضور اقدس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیوں آہستہ قرآن پڑھتے ہو تو کہا اس وجہ سے کہ میں جانتا ہوں کہ مجھسے وہ غائب نہیں ہے اور اس کے نزدیک چلا کر پڑھنا اور آہستہ پڑھنا سب برابر ہے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو کہا کہ سوتے ہوؤں کے جگانے کے واسطے اور شیطان کے دفع کرنیکے واسطے چلا کر پڑھتا ہوں یہ دلیل مجاہدہ کی ہے چونکہ ان کا مجاہدہ بڑھا ہوا تھا اور وہ نشان مشاہدہ کا ہے اور مقام مجاہدہ مقابلہ میں مقام مشاہدہ کے ایسا ہے جیسا دریا میں قطرہ اور اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے هَلْ اَنْتَ اِلَّا حَسَنَةٌ مِّنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ یعنے نہیں ہو تم اے عمر مگر ایک نیکی ابوبکر کی نیکیوں میں سے۔ اور اسلام کی عزت ابوبکر سے ہی ہے دیکھو اہل عالم اُن کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہیں کہ کہا اُنہوں نے دَارُنَا فَانِیَةٌ وَاَحْوَالُنَا عَارِیَةٌ وَاَنْفَاسُنَا مَعْدُوْدَةٌ وَکَسْلُنَا مَوْجُوْدَةٌ یعنے ہمارا گھر قابل چھوڑ دینے کے ہے اور ہمارا احوال ایک عاریت ہے اور ہمارے نفس چند ہیں اور ہماری کاہلی موجود ہے۔ پس سرائے فانی کی عمارت پر دل لگانا جہالت ہے اور عاریت کے حال پر دل دینا غفلت ہے اور چند انفاس کے ساتھ محبت کرنا نادانی ہے اور کاہلی کو اپنا دین کہنا خسارہ ہے کیونکہ مانگی ہوئی چیز واپس ہوگی۔ اور جو چیز گذرنیوالی ہے وہ پائیدار نہیں ہوتی ہے کاہلی خود ناپائدار چیز ہے یہ ہم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تعلیم فرمادیا ہے کہ یہ سب باتیں دنیا ہیں اور دنیا ایسی چیز نہیں ہے کہ اپنا دل اُس سے مشغول کیا جاوے اسواسطے کہ جب تو فانی چیز میں مشغول ہو جائیگا باقی چیز محجوب ہو جائے گی اور جب نفس اور دنیا طالب کیلئے حجاب ہیں تو خدا کے دوست دونوں سے اعراض کرتے ہیں اور جب یہ بات اُنہوں نے جان لی ہے کہ یہ عاریت ہیں اور مانگی ہوئی چیز آدمیوں کی ملکیت ہوا کرتی ہے تو آدمیوں کی ملکیت میں تصرف کرنا نہیں چاہتے اور خود حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آپ نے مناجات میں کہا اَللّٰھُمَّ اَبْسُطْ لِیَ الدُّنیا وَزَھِّدنِی عَنْہَا یعنی اہی اللہ خوش کر مجھکو دنیا میں اور زاہد کر مجھ کو کسی چیز سے یعنی مجھ کو اُس کی آفت سے نگاہ رکھ اور اس بات میں ایک رمز ہے یعنے پہلے دنیا دے تاکہ اُس کا شکر کروں پھر اس بات کی توفیق دے کہ تیری محبت میں اُس سے ہاتھ اٹھالوں اور منہ پھیرلوں تاکہ شکر کا درجہ حاصل کروں اور صابر ہو جاؤں اور بے اختیاری میری جاتی رہے اور فقیری اختیار کے ساتھ ہو جاے اور یہ بات اُس پیر طریقت کیواسطے جائز ہے جس نے یہ کہا کہ فقیری اختیار کے ساتھ بے اختیاری سے بہتر ہے اگر بے اختیاری ہے تو فقیری کی اُس میں صفت نہیں ہے اور اگر اختیار سے ہی تو واقع میں فقیری کے ساتھ موصوف ہے اور جب اُس کی کمائی فقیری سے منقطع ہے تو وہ اپنے آپ کو متکلف یعنے تصنع سے بہتر ہے ہم کہتے ہیں کہ فقیری اُس وقت ظاہر ہوگی کہ جب امیری کی حالت میں فقیری کا وقار اُس کے دل پر غالب ہو یعنی یہاں تک عمل کرے کہ اُس کو آدم ؑ اور اُن کی ذُریت سے جُدا کرلے نہ یہ بات کہ فقیری کی حالت میں امیری کا غلبہ ہو اور ایسے افعال کرے کہ درم کے واسطے ظالموں اور بادشاہوں تک یہاں اُس کو ذلیل کرے ۔ اور فقیری کی یہ صفت ہے کہ امیری کے درجہ کو گرا ہوا سمجھے نہ یہ کہ فقیری کی حالت میں ریاست تلاش کرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو بعد انبیار علیہم السلام کی تمام خلق سے پیشوا اور مقدم ہیں اور یہ بات ہو نہیں سکتی کہ کوئی اُن سے قدم آگے بڑھائے فقر اختیاری کو بے اختیاری پر انہوں نے مقدم رکھا ہے اور تمام مشائخ متصوفین کا یہ ہی مذہب ہے مگر اُس ایک پیر کا جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا کہ وہ اس کے خلاف ہے اور اُس کے اقوال کو ہم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول سے محکم کیا اور یہی ایک روشن دلیل ہے اور حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ اُن سے روایت کرتے ہیں کہ جب اُن کو خلافت ملی تو منبر پر چڑھکر بیٹھے آپ نے منطعہ پڑھا اور یہ فرمایا کہ واللہ

مَا کُنْتُ حَرِیْصًا عَلَی الْاِمَارَۃِ یَوْمًا وَّلَا لَیْلَۃً قَطُّ وَلَا کُنْتُ فِیْھَا رَاغِبَۃً وَّلَا
سَاَلْتُھَا قَطُّ فِیْ سِرٍّ وَّعَلَانِیَۃٍ وَمَالِیْ فِی الْاِمَارَۃِ مِنْ رَاحَۃٍ یعنی خدا کی قسم میں خلافت
کی حرص نہیں رکھتا ہوں اور کسی دن اور کسی رات ہرگز اس کی خواہش میرے دل میں نہ
پیدا ہوئی اور ظاہر و باطن کبھی میں نے خدا سے نہ چاہا اور مجھ کو اُس میں کوئی راحت
نہیں ہے اور جب بندہ کو خدائے عزوجل کمال صدق کو پہونچاتا ہے اور مرتبہ قدرت سے
سرفراز کرتا ہے تو وہ حق کے وارد ہونے کا منتظر رہتا ہے تاکہ دیکھا چاہیے کہ صفت پر قرار
پکڑے تاکہ وہ اُسی صفت کے ساتھ موصوف ہووے اور اگر فقیری کے واسطے حکم ہو تو
فقیر ہو اور اگر امیری کے واسطے حکم ہو تو امیر ہو اس امر میں وہ کسی قسم کا تعرف
اختیار نہیں کرسکتا جس طرح کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ابتدائے حال میں
سوائے رضا اور تسلیم کے اور کچھ اختیار نہ فرمایا اور آخر وقت تک اسی پر قائم اور
مضبوط رہے پس ہمکو تجرید اور تمکین اور فقیری پر حرص اور ترک ریاست کی آرزو میں اسی
گروہ کی پیروی چاہیے اس واسطے کہ امام دین یہی ہیں اور اہل طریقت کے پیش رو
یہی ہیں۔ اور اُن میں سے ایک اہل ایمان کے سردار اور اہل احسان کے امام اور
اہل تحقیق کے پیشوا دریائے محبت میں ڈوبے ہوئے ابو حفص حضرت عمر ابن الخطاب رضی
اللہ عنہ ہیں کہ آپ کی کرامتیں مشہور ہیں اور آپ فراست کے ساتھ مخصوص تھے
اور آپ کی طریقت میں بہت سے لطائف و دقائق اس باب میں موجود
ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شان میں فرمایا ہے کہ اَلْحَقُّ
یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ یعنے خدائے تعالےٰ عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بولتا ہے
اور بھی آپ نے فرمایا ہے قَدْ کَانَ فِی الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَّکُ مِنْھُمْ فِیْ اُمَّتِیْ فَعُمَرُ
یعنے پہلے زمانہ کی امتوں میں محدثین پیدا ہوتے رہے اور اگر اس امت میں ہے تو
عمر رضی اللہ عنہ ہی آپ کی طریقت میں بہت سی رموز ہیں کہ اس کتاب

ہیں ہم اُن سبکو نہیں لکھ سکتے اور آپ سے ایک روایت میں وارد ہے اَلْعُزْلَةُ رَاحَةٌ مِّنْ خُلَطَاءِ السُّوْءِ یعنے عزلت بہتر ہی بُرے ہمنشینوں سے اور عزلت دو قسم پر ہی ایک خلق سے روگردانی اور دوسری اُن سے انقطاع اور خلق سے روگردانی کے یہ معنے ہیں کہ کسی تنہا جگہ رہنا اختیار کرے اور غیر جنس کی صحبت سے گریز کرے۔ اور اپنے عیبوں کو خود غور سے دیکھے اور آدمیوں کے ملنے سے نفرت کرے اور خلق کے ساتھ بدخوئی سے پیش نہ آئے اور مخلوق سے دل سے انقطاع اختیار کرے اور ظاہر میں بھی اُن سے کوئی تعلق نہ رکھے جب کوئی شخص خلق سے جدا ہو جائے تو خلق اُس کے واسطے اپنے معاملات میں کوئی اس قسم کی وصیت نہیں کرتی ہے کہ جس سے اُس کے دل پر کوئی اندیشہ غالب ہووے پھر یہ شخص اگرچہ خلق میں رہتا ہے لیکن خلق سے جدا سمجھا جاتا ہے اور یہ مقام بہت ہی اعلےٰ اور بعید ہے۔ اور اس راستہ پر سیدہ چلنے والے اور اس صفت کے ساتھ موصوف حضرت عمر رضے اللہ عنہ تھے کہ گوشہ نشینی کا آرام اُن کو حاصل تھا گو ظاہر میں خلق میں امارت وخلافت کے ساتھ تھے اور یہ بہت زبردست دلیل ہے اس امر کی کہ اہل باطن اگرچہ ظاہر میں خلق میں ملے ہوئے رہتے ہیں مگر اُن کا دل خدا سے لگا رہتا ہے اور ہر ایک حال میں اُسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور جتنی دیر خلق کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں تو اُس صحبت کو خدا کی طرف سے ایک بلا سمجھتے ہیں۔ اور خدائے تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں کہ دنیا تیرے دوستوں کیواسطے صفائی کی جگہ نہیں ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے دَارٌ اُسِّسَتْ عَلَى الْبَلْوٰى بِلَا بَلْوٰى مُحَالٌ یعنے دنیا ایسا گھر ہے کہ اس کی بنیاد بلا پر اور آزمائش پر ہے اور اس میں بلا سے خالی رہنا محال ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص اصحاب سے تھے اور درگاہ الٰہی میں آپ کے سب افعال مقبول تھے۔

یہاں تک کہ جبریٔل علیہ السلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا قَدِ اسْتَبْشَرَ یَا مُحَمَّدُ اَہْلُ السَّمَآءِ الْیَوْمَ بِاِسْلَامِ عُمَرَ یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج تمام اہل آسمان آپ کو بشارت دیتے ہیں حضرت عمرؓ کے اسلام کی پس اس گروہ کی پیروی جبہ پہننے میں اور دین کے اندر سخت ہونے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے اس وجہ سے کہ آپ ہر طرح سے تمام خلق کے پیشوا ہیں اور اُن میں سے ایک حیا کا خزانہ اور اہل صفا کا پیشوا اور درگاہ رضا کے تعلق رکھنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے والے ابو عمر حضرت عثمان بن عفان رضے اللہ عنہ ہیں۔ کہ آپ کی فضائل ومحامد ظاہر ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رباح اور ابو قتادہ رضے اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حرب الدار کے دن ہم امیرالمومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھے جب اہل غوغا اُن کی درگاہ میں جمع ہوئے اور اُن کے غلاموں نے ہتھیار اُٹھائے اُس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص ہتھیار نہ اُٹھائے وہ میرے مال سے آزاد ہے اور ہم اپنے ڈرسے باہر نکل آئے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما راستہ میں ملے اُن کے ساتھ پھر ہم عثمان رضے اللہ عنہ کے پاس آئے تاکہ ہم یہ بات جانیں کہ حسن بن علی کرم اللہ وجہ کیا کام کرتے ہیں جب امام حسن رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سلام علیک کی اور تعزیت کے طور پر فرمایا کہ اے امیرالمومنین میں بغیر تمہارے حکم کے مسلمانوں پر تلوار نہ اُٹھاؤں گا تم امام برحق ہو مجھ کو حکم کرو کہ میں اس قوم کی بلا کو تم سے دفع کروں حضرت عثمان رضے اللہ تعالےٰ عنہ نے اُن سے کہا کہ اے میرے بھتیجے اِرْجِعْ وَاجْلِسْ فِیْ بَیْتِکَ حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ فَلَا حَاجَۃَ لَنَا فِیْ اِہْرَاقِ الدِّمَآءِ یعنی اے میرے بھتیجے لوٹ جاؤ اور اپنے گھر میں بیٹھو یہاں تک کہ خداوند تعالےٰ کیا حکم کرتا ہے

مسلمانوں کے خون کرنے کی ہمسوہ جنت نہیں ہے اور یہ علامت تسلیم کی حالت
درد اور بلا میں دوستی اور خلت کا درجہ یہی ہے جیسا کہ نمرود علیہ اللعنۃ نے حضرت
ابراہیم صلوۃ اللہ علیہ پر آگ روشن کی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا
هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ یعنے تم کو کچھ حاجت ہے آپ نے فرمایا اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا یعنے
تجھ سے کچھ حاجت نہیں ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ تو خدا سے مانگو
آپ نے فرمایا حسبی من سوالی علمہ بحالی یعنے مجھ کو یہ کافی ہے کہ میرا حال وہ خوب
جانتا ہے اور دیکھ رہا ہے اور میرے واسطے جو بہتر ہے وہی کر رہا ہے۔ پس حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ یہاں بجائے خلیل کے تھے اور آدمیوں کا شور بجائے آگ کے
اور امام حسن بجائے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے تھے لیکن حضرت ابراہیم علیہم
السلام کو بلا سے نجات دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا میں ہلاک کیا۔ اور
نجات کو تعلق بقا سے ہے اور ہلاک کو فنا سے اس باب میں تھوڑا سا ہم پہلے بیان
کر چکے ہیں پس معلوم ہوگیا کہ اس طائفہ کا اتباع کرنا مال اور جان اور تسلیم امور اور
اخلاص عبارت میں انہیں کے ساتھ ہے اور حقیقت میں امام وہی ہے اور طریقت کی
ترتیب حقیقت و شریعت میں اُسی کی دوستی سے ظاہر ہے۔ اور اُن میں سے
ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی غریق دریائے بلا اور حریق نار ولا مقتدائے
جملہ اولیاء و اصفیا ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ ہیں۔
یعنے آپ طریقت میں صاحب درجات رفیعہ ہیں اور آپ اپنے وقت میں
اصول حقائق سے کامل حصہ رکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں کہ شَیْخُنَا فِی الْاُصُوْلِ وَالْبَلَاءِ عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ یعنے ہمارے
شیخ اصول اور بلا میں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں یعنے علم طریقت اور معاملات
دونوں کے امام ہیں اس واسطے کہ علم طریقت کو اہل طریقت اصول کہتے ہیں اور معاملات

طریقت کو اپنے اوپر بلا سمجھتے ہیں۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایک
شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ یا امیر المومنین مجھ کو کوئی وصیت کیجئے آپ نے فرمایا لَا
تجعلن اکبر شغلك باهلك وَوَلَدِكَ فَاِنْ يَكُنْ اَهْلُكَ وَوَلَدُكَ مِنْ اَوْلِيَاءِ اللهِ
فَاِنَّ اللهَ لَا يُضِيعُ اَوْلِيَائَهُ وَاِنْ كَانُوا اَعْدَاءَ اللهِ فَمَا هَمُّكَ وَشُغْلُكَ لِاَعْدَاءِ اللهِ
سُبْحَانَهُ یعنے اپنے زن و فرزند سخت درجہ کا شغل مت کر اس واسطے کہ اگر یہ خدا کے
دوست ہیں تو خدا اپنے دوستوں کو خراب نہیں کرتا ہے اور اگر اُسکے دشمن ہیں تو خدا کے
دشمنوں کی غمخواری نہ کرنا چاہئے اور اس مسئلہ کا تعلق سوائے خدا کے اور چیزوں
سے دل منقطع کرنے کے ساتھ ہی ہے اس واسطے کہ وہ اپنے بندوں کو جیسا چاہتا ہے
رکھتا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی کو
بہت سخت حالت میں چھوڑا اور خدا کے سپرد کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک جنگل میں کہ جہاں کھیتی اور پانی کا
نام نہ تھا چھوڑا اور خدا کے سپرد کیا اور ان کو اپنا شغل نہ بنایا اور سب نے اپنا دل
خدا سے لگایا اسی لئے ان کی دونوں جہان کی مرادیں سب مرادی کی [illegible] بر آئیں
یہ تسلیم امور خدائے عزوجل کے حکم سے تھا اور یہ بات مثل اُس بات کے ہے
کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک سائل سے فرمایا یعنے اُس سائل نے آپ سے یہ بات
دریافت کی کہی تھی کہ سب کسبوں میں پاکیزہ کسب کون ہے آپ نے جواب دیا کہ فراغ
القَلْبِ بِاللهِ یعنی جو دل کہ خداوند تعالےٰ کی محبت سے امیر ہو تو دنیا کی تنگی اُس کو
فقیر نہیں کر سکتی اور اُس کی ہستی اُس کو امیر نہیں کر سکتی اور اس [illegible]
اور تصوف سے کنتی ہے اس کا ذکر ہم پہلے کہیں کر چکے ہیں پس طریقت [illegible]
عبارات اور دقائق اشارات اور تجرید معلومات دنیا و آخرت اور [illegible] تقدیر [illegible]
ہیں ان کا [illegible] اور آپ کے لطائف کلام بیشمار ہیں [illegible]

اس کتاب میں مختصرا بیان کرتا ہے و باللہ التوفیق

الباب الثامن فی ذکر ائمتھم من اہل البیت

اور اہل بیت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم جن کی طہارت ازل سے ہے اور ہر ہر واحد نے اس باب میں قدم رکھا ہے اور سب اہل طریقت کے پیشوا ہیں۔ میں ان کے حالات تھوڑے سے اس کتاب میں انشاء اللہ تعالے بیان کروں گا۔ اور اُن میں سے ایک جگر بند مصطفے اور ریحان دل مرتضیٰ اور قرۃ العین فاطمۃ الزہرا ابو محمد حسن ابن علی رضی اللہ تعالے عنہما ہیں آپ کی طریقت میں غایت نظر تھی اور حقایق میں آپ بڑا حصہ واقفیت کا رکھتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اپنی وصیت میں فرمایا ہے عَلَیْکُمْ بِحِفْظِ السَّرَائِرِ فَاِنَّ اللّٰهَ مُطَّلِعٌ عَلَی الضَّمَائِرِ یعنی خدا کے اسرار کی حفاظت لازم سمجھو کہ وہ اسرار کا جاننے والا ہے اور حقیقت میں یہ بات یوں ہے کہ بندہ مخاطب ہے۔ حفظ اسرار کے ساتھ جس طرح کہ اُس کو حفظ اضمار کا حکم ہے پس حفظ اسرار کے یہ معنے ہیں۔ کہ اغیار سے انقطاع کرے اور اسرار کی حفاظت کرے اور قدریوں نے جب غلبہ پکڑا اور معتزلہ کا مذہب جہان میں پھیل گیا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا۔

خط عربی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَقُرَّةَ عَیْنَیْهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّکُمْ مَعَاشِرَ بَنِیْ هَاشِمٍ کَالْفُلْكِ الْجَارِیَةِ فِیْ لُجَجٍ لُجِّیٍّ وَمَصَابِیْحِ الدُّجٰی وَاَعْلَامِ الْهُدٰی وَالْاَئِمَّةُ الْقَادَةُ الَّذِیْنَ مَنْ تَبِعَهُمْ نَجَا کَسَفِیْنَةِ نُوْحٍ الْمَشْحُوْنَةِ الَّتِیْ یَؤُلُ اِلَیْهَا الْمُؤْمِنُوْنَ وَیَنْجُوْ فِیْهَا الْمُتَمَسِّکُوْنَ فَمَا قَوْلُكَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ حَیْرَتِنَا فِی الْقَدْرِ وَاخْتِلَافِنَا فِی الْاِسْتِطَاعَةِ لِتَعْلَمَنَا بِمَا تَاَکَّدَ عَلَیْهِ رَأْیُكَ فَاِنَّکُمْ

ذُرِّیَّۃً بَعْضُہَا مِنْ بَعْضٍ بِعِلْمِ اللّٰہِ عُلِّمْتُمْ وَہُوَ الشَّاہِدُ عَلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ شُہَدَاءُ اللّٰہِ عَلَی النَّاسِ وَالسَّلَامُ یعنے خدا کا سلام تم پر ہو جو اسکے بیٹے پیغمبر خدا کے، اور روشنی ان کی آنکھ کی خدا کی رحمتیں اور برکتیں تم پر، تم سب بنی ہاشم ہو اور مثل کشتی جاری کے ہو گہرے دریا میں اور چمکنے والے ستارے ہو، اور ہدایت کی علامتیں ہو اور دین کے امام ہو جو شخص تمہارا اتباع کرے نجات پائے مثل کشتی نوح علیہ السلام کے اتباع کرنے والوں کے کہ جو انپر ایمان لائے نجات پائے آپ کیا فرماتے ہیں ای بیٹے پیغمبر کے اس صورت میں کہ جب ہمکو قدر میں حیرت ہو اور استطاعت میں اختلاف کریں۔ آپ ہمکو اپنا طریقہ تعلیم فرمائیے کہ آپ کا اس میں کیا مسلک ہے آپ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ذریت ہیں آپ کا علم ہرگز منقطع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ وہ تعلیم الٰہی ہے اور خدا آپ کا حافظ و ناصر ہے۔ جب آپ کو یہ خط پہونچا اس کا آپ نے یہ جواب لکھا۔

جواب خط عربی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَقَدِ انْتَہٰی اِلَیَّ کِتَابُکَ عِنْدَ حَیْرَتِکَ وَحَیْرَۃِ مَنْ زَعَمْتَ مِنْ اُمَّتِنَا وَالَّذِیْ عَلَیْہِ رَأْیِیْ اَنَّ مَنْ لَمْ یُؤْمِنْ بِالْقَدَرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی فَقَدْ کَفَرَ وَمَنْ حَمَلَ الْمَعَاصِیَ عَلَی اللّٰہِ فَقَدْ فَجَرَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُطَاعُ بِاِکْرَاہٍ وَّلَا یُعْصٰی بِغَلَبَۃٍ وَّلَا یُہْمِلُ الْعِبَادَ فِی الْمُلْکَۃِ لٰکِنَّہُ الْمَالِکُ لِمَا مَلَّکَہُمْ وَالْقَادِرُ عَلٰی مَا عَلَیْہِ قَدَّرَہُمْ فَاِنِ ائْتَمَرُوْا بِالطَّاعَۃِ لَمْ یَکُنْ لَّہُمْ صَادًّا وَّلَا لَہُمْ عَنْہَا مُثَبِّطًا وَّاِنْ اَتَوْا بِالْمَعْصِیَۃِ وَشَاءَ اَنْ یَّمُنَّ عَلَیْہِمْ فَیَحُوْلُ بَیْنَہُمْ وَبَیْنَہَا فَعَلَ وَاِنْ لَّمْ یَفْعَلْ فَلَیْسَ ہُوَ حَمَلَہُمْ عَلَیْہَا اِجْبَارًا وَّلَا اَلْزَمَہُمْ اِکْرَاہًا بِاحْتِجَاجِہٖ عَلَیْہِمْ اَنْ عَرَّفَہُمْ وَمَکَّنَہُمْ وَجَعَلَ لَہُمُ السَّبِیْلَ اِلٰی اَخْذِ مَا دَعَاہُمْ اِلَیْہِ وَتَرْکِ مَا نَہَاہُمْ عَنْہُ وَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ وَالسَّلَامُ یعنے اس کے یہ معنے ہیں کہ تم نے جو اپنی

جبریت اور ہماری امت کی جبریت قدر کے بارہ میں لکھی ہے اُس میں میری مستقیم رائے یہ ہے کہ جو شخص خدا کے خیر و شر پر قادر ہونے پر ایمان نہیں لاتا ہے وہ کافر ہے اور جو شخص کہ ان امور میں گناہ کرتا ہے یعنی مذہب تقدیر کا انکار کرتا ہے وہ فاجر ہے اور گناہوں کو جو خدا کے حوالے کرنا ہے وہ مذہب جبریہ کا ہے بلکہ انسان مختار ہے اپنے اعمال و افعال میں اپنی طاقت کے موافق جسقدر کہ خدائے عزوجل نے اُس کو دی ہے اور ہمارا مذہب قدر و جبر کے درمیان میں ہے۔

میری مراد اس خط سے صرف ایک کلمہ سے زیادہ نہ تھی کہ اتنا ہی کافی تھا لیکن یہ سب باتیں اس وجہ سے لکھی ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ علم حقائق و اصول میں بڑا درجہ رکھتے تھے جیسا کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے آپ کے علوم میں بڑی تحقیق اور مبالغہ کیا ہے۔ اور میں نے حکایات میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک اعرابی جنگل سے آیا اور امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے دروازہ پر بمقام کوفہ بیٹھے ہوئے تھے اُس نے آکر آپ کو گالی دی اور آپ کے ماں باپ کو بھی بُرا بھلا کہا اُس وقت آپ نے فرمایا کہ اے اعرابی کیا تو بھوکا اور پیاسا ہے یا تجھ کو کوئی اور رنج پہونچا ہے آپ تو اُس سے یہ دریافت فرماتے تھے لیکن وہ آپ کے والدین کو بُرا ہی کہے جاتا تھا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ ایک تھیلی روپیہ کی لاکر اسکو دیدو اور فرمایا کہ اے اعرابی اس وقت معاف کر ہمارے گھر میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں رہا ہے۔ ورنہ ہم تجھے سے دریغ نہ کرتے جب اعرابی نے یہ بات سنی تو کہا اَشْهَدُ اَنَّكَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلے اللہ علیہ وسلم یعنے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم بیشک پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند ارجمند ہو۔ اور میں آپ کے حلم اور بردباری کی آزمایش کیواسطے آیا تھا اور یہ صفت محققین اولیاء اور مشائخ کی ہے کہ خلق کی برائی اور بھلائی ان کے

نزدیک برابر ہے اور کسی کے ظلم کرنے سے ان کو رنج نہیں ہوتا۔

اور انہیں میں سے ایک شمع آل محمد اور تمام علائق سے مجرد سید اہل زمانہ شیخ البرکات ابو عبد اللہ امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں جو محققوں کا قبلہ اور اہل بلا کے قتیل دشت کربلا ہیں اہل طریقت آپ کے درستی حال پر متفق ہیں کہ آپ امر حق ہونے تک تابع تھے جب امر حق مفقود ہوا تو آپ نے تلوار کھینچی اور جب تک جان عزیز کو خدا کے نام پر قربان نہ کر لیا آپ کو اس وقت تک چین نہ آیا حضور اقدس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں آپ کی ذات مقدس میں پائی جاتی تھیں اور وہ نشانیاں آپ ہی کے ساتھ مخصوص تھیں چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا میں نے آپ کو دیکھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی پشت مبارک پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک جانب کی کاکل حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پکڑے ہوئے تھے اور ایک جانب کی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پکڑے ہوئے تھے جب ایک صاحبزادہ حضور اقدس پر سوار ہوتے تھے تو دوسرے صاحبزادہ لٹکتے تھے اور جب دوسرے صاحبزادہ سوار ہوتے تھے تو یہ لٹکتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں سامنے سے دیکھا تو میں نے کہا نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا یعنی اے دونوں شہزادو تمہارا اونٹ بہت اچھا ہے یہ سنکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نِعْمَ الرَّاكِبَانِ هُمَا يَا عُمَرُ یعنی اے عمر تم نے اونٹ کو اچھا کہا سوار کو نہ دیکھا کیسے اچھے ہیں۔

اور طریقت میں آپ کے اقوال لطیف و حقائق بہت ہیں چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اَشْفَقُ الْإِخْوَانِ عَلَيْكَ دِينُكَ زیادہ شفیق بھائیوں کا تیرے واسطے تیرا دین ہے اس وجہ سے آدمی کی نجات دین کے اتباع سے ہوتی ہے اور دین کی مخالفت سے ہلاک ہو جاتا ہے پس عقلمند وہ شخص ہے کہ اپنے دوست

شفیق کے حکم کے موافق کام کرے اور ان کی اتباع کو ہاتھ سے نہ چھوڑے اور بھائی وہی کہ جو نصیحت کرے اور شفقت سے پیش آئے ۔

میں سے ایک حکایت میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے میں ایک فقیر آدمی ہوں اور میرے بال بچے ہیں آپ سے آج کی رات کا قوت چاہتا ہوں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹھ جا میرا رزق آرہا ہے راستہ میں ہی جب آجائیگا تجھ کو بھی دونگا تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ پانچ تھیلی دیناروں سے بھری ہوئیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے آئیں اور ہر ایک تھیلی میں ہزار ہزار دینار تھے وہ تھیلیاں امام کی خدمت میں پیش کی گئیں اور کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ سے عذر چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس تھوڑی سی مقدار کو آپ اپنے اہل و عیال میں خرچ کریں تاکہ ان کی غمخواری اچھی طرح سے ہو، اس وقت امام حسین رضے اللہ عنہ نے اس فقیر کی طرف اشارہ کیا اور وہ پانچوں تھیلیاں اس کو دیدیں اور اس سے معافی چاہی کہ تو بہت دیر بیٹھا رہا اور یہ تھوڑی مقدار تیری تکلیف کے مقابلہ میں بہت کم ہے، اگر میں جانتا تو میں اس تھوڑی مقدار کا تجھ کو انتظار نہ کراتا مجھکو معاف کر میں اہل بلا سے ہوں اور دنیا کی سب راحتیں اور مرادیں میرے ہاتھ سے جاتی رہی ہیں ۔ آپ کے مناقب آپ کی امت پر ظاہر اور روشن ہیں ۔

اور ان میں سے ایک وارث نبوت اور چراغ امت سید مظلوم اور امام مرحوم مستظہر عباد شمع اوتاد ابوالحسن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں کہ آپ اپنے وقت میں اکرم اور بڑے عابد تھے اور حقائق و معارف میں بہرہ کامل رکھتے تھے آپ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ دونوں جہان میں سعید کون شخص ہے تو آپ نے فرمایا کہ مَنْ اِذَا رَضِیَ لَمْ یَحْمِلْہُ رِضَاہُ عَلَی الْبَاطِلِ وَاِذَا سَخِطَ لَمْ یُخْرِجْہُ

مَنَعَهُ الْغَضَبُ مِنَ الْحَقِّ یعنے جو شخص کہ جھوٹ بات پر راضی نہ ہو اور اُس کو غصہ امر حق کے خلاف نہ آئے اور جب غصہ آئے تو حق بات کو ہی ثابت کرے اور یہ بات کامل درجہ کے آدمیوں کے اوصاف میں سے ہے اس وجہ سے کہ جھوٹ بات کی طرف داری کرنا بھی باطل ہے اور غصہ کی حالت میں حق چھپانا یہ بھی باطل ہے اور مرد مومن باطل کو پسند نہیں کرتا ہے۔

روایت ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کو معہ اُن کے فرزندوں کے دشت کربلا میں شہید کر ڈالا تو سوائے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے اور کوئی باقی نہیں رہا جو اہل حرم کی حفاظت کرتا اور اُس وقت میں آپ بھی بیمار تھے امیرالمومنین امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کو علی اصغر کہا کرتے تھے جب اہل حرم کو اونٹوں پر ننگا سوار کر کے دمشق میں یزید کے سامنے لائے تو اُس لے آپ سے پوچھا كَيْفَ اَصْبَحْتُمْ يَا عَلِيُّ وَيَا اَهْلَ بَيْتِ الرَّحْمَةِ قَالَ اَصْبَحْنَا مِنْ قَوْمِنَا بِمَنْزِلَةِ قَوْمِ مُوْسٰى مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَهُمْ فَلَا نَدْرِيْ صَبَاحَنَا مِنْ مَسَآءِنَا مِنْ حَقِيْقَةِ بَلَآئِنَا یعنے ای علی اور اہلبیت رحمت تمہاری صبح کیسی ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری صبح ہماری قوم کے ظلم سے ایسا ہوئی جیسے کہ قوم موسٰی کی فرعون کی قوم کی بلا سے ہوئی تھی کہ اُن کے فرزندوں کو مار ڈالا اور اُن کی عورتوں کو قید کیا اب ہم نہ صبح پہچانتے ہیں اور نہ رات بلا میں پھنسے ہوئے ہیں۔ خدا کی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں اور اُس کی بلاؤں پر صبر کرتے ہیں اور ایک حکایت میں وارد ہے کہ ہشام بن عبدالملک بن مروان ایک سال خانہ کعبہ کے حج کے واسطے حاضر ہوا اور وہ طواف کرتا تھا اُس نے چاہا کہ حجر اسود کو بوسہ دوں چونکہ آدمیوں کی کثرت تھی اس سبب حجر اسود تک نہ پہنچ سکا پھر وہ ممبر پر چڑھا اور خطبہ پڑھا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بہت خندہ پیشانی کے ساتھ مسجد الحرام میں اُس وقت تشریف لائے اور آپ نے

طواف شروع کیا جب آپ حجر اسود کے پاس پہونچے تو آدمی آپ کو دیکھکر اُن کی تعظیم کے واسطے حجر اسود کے اوپر گرد سے ہٹ گئے اور آپ کو جگہ خالی کر دی یہانتک کہ آپ نے اچھی طرح سے حجر اسود کو بوسہ دیا ایک شخص ملک شام کا رہنے والا وہاں موجود تھا جب اُس نے آپ کی یہ ہیبت الٰہیہ دیکھی تو ہشام سے کہا کہ اے امیر المومنین تجھے حجر اسود تک نہ جانے دیا حالانکہ تو امیر المومنین ہے اور یہ خوبصورت جوان کون تہا جس کو آتے ہوئے دیکھ کر فوراً آدمی علیحدہ ہوگئے اور حجر اسود تک بے تکلف جاکر بوسہ دیا ہشام نے کہا میں اُس کو نہیں پہچانتا ہوں ہشام کی مراد اس کہنے سے یہ تھی کہ ایسا نہ ہو کہ اہل شام آپ کو یعنی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو نہ پہچان لیں اور آپ کی امارت و ولایت کی طرف لوگ رغبت نہ کریں اُس وقت فرزدق شاعر وہاں حاضر تہا اُس نے کہا میں اُن کو خوب پہچانتا ہوں لوگوں نے کہا کہ اے ابو فراش یہ کون ہیں پس اُس نے اُسی وقت اک قصیدہ فی البدیہہ آپ کی مناقب میں کہا جو یہ ہے

قصیدہ فرزدق مع ترجمہ اُردو و حل لغت

هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَآءُ وَطْاَتَهٗ
یہ وہ ہے جس کے قدم کی جگہ کو مکہ پہچانتا ہے

وَالْبَیْتُ یَعْرِفُهٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ
اور خانہ کعبہ اور حل اور حرم اس کو جانتے ہیں

هٰذَا ابْنُ خَیْرِ عِبَادِ اللّٰهِ کُلِّهِمِ
یہ خدا کے تمام بندوں سے افضل کا بیٹا ہے

هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ
یہ پرہیزگار اور پاکیزہ اور پاک اور سردار ہے

اِذَا رَاَتْهُ قُرَیْشٌ قَالَ قَآئِلُهُمْ
جب قریش انکو دیکھتے ہیں ان کا کہنے والا کہتا ہی

اِلٰی مَکَارِمِ هٰذَا یَنْتَهِی الْکَرَمُ
اس کی جوانمردی پر کرم کا خاتمہ ہوا ہے

یُنْمٰی اِلٰی ذُرْوَةِ الْعِزِّ الَّذِیْ قَصُرَتْ
عزت کی بلندی پر اس طرح چڑھا ہی کہ وہ ہوگئی ہیں

عَنْ نَیْلِهَا عَرَبُ الْاِسْلَامِ وَالْعَجَمُ
اس کے وصل کرنے سے عرب کے مسلمان اور عجم کے

(حل لغت) [illegible] دریافتن و دوست [illegible]

[illegible] شعر [illegible] لغت [illegible]

بلند شدن ذروہ بالضم بلندی ۔ خیر بندہ اللہ مثل الفتح دریافتن ۱۲

يكاد يمسكه عرفان راحته ۔۔۔ ركن الحطيم اذا ما جاء يستلم

نزدیک ہے کہ اس کے ہاتھ کو پہچان کر پکڑ لے ۔۔۔ کعبہ کی دیوار کا رکن یعنی حجر اسود جبکہ وہ اسکے چومنے کیلئے آتا ہے

فی کفه خیزران ریحه عبق ۔۔۔ فی کفه اروع فی عرنینه شمم

اسکے ہاتھ میں بید مشک ہے جسکی بو نہایت سوندھی ہے ۔۔۔ اس خوش جمال کے ہاتھ میں ہے جسکی ناک میں بلندی ہے

یغضی حیاء ویغضی من مهابته ۔۔۔ فما یکلم الا حین یبتسم

وہ حیا سے نگاہ نیچی رکھتا ہے اور اسکے سامنے ہیبت سے لوگوں کی نگاہ نیچی رہتی ہے ۔۔۔ اس کے ساتھ بات نہیں کی جاتی مگر جبکہ وہ خود ہنستا ہے

ینشق نور الهدی من نور غرته ۔۔۔ کالشمس ینجاب عن اشراقها الظلم

اسکی پیشانی کے نور سے ہدایت کا نور چمکتا ہے ۔۔۔ مثل آفتاب کے کہ اس کے نور سے تاریکی پھٹ جاتی ہے

من جده دان فضل الانبیاء له ۔۔۔ وفضل امته دانت له الامم

اس کے جد کے سامنے انبیا کے فضل فرمانبرداری کرتا ہے ۔۔۔ اور اس کی امت کے فضل کے سامنے تمام امتیں دبی ہوئی ہیں

مشتقة من رسول الله نبعته ۔۔۔ طابت عناصره والخیم والشیم

اس کے وجود کی کونپل جناب رسول اللہ کے شجر وجود سے پھوٹی ہوئی ۔۔۔ اسکے عناصر جسمیہ اور خو و خصلت سب پاک پیدا ہوئی ہیں

هذا ابن فاطمة ان کنت جاهله ۔۔۔ بجده انبیاء الله قد ختموا

اگر تو اس سے ناواقف ہے تو یہ حضرت فاطمہ کا بیٹا ہے ۔۔۔ اس کا جد امجد خاتم الانبیاء ہے

الله شرفه قدما وعظمه ۔۔۔ جری بذاك له فی لوحه القلم

خدا نے ازل سے اسکو شرف اور بزرگی عطا کی ہے ۔۔۔ اس کے شرف اور بزرگی کیلئے قلم کو لوح پر چلایا

اللیث اهون منه حین تغضبه ۔۔۔ والموت ایسر منه حین یهتضم

جب تو اسکو غصہ میں لائے اس سے شیر کا سامنا تجھے آسان ہے ۔۔۔ اس کی خفگی کے وقت موت آجانی بہتر ہے

فلیس قولك من هذا بضائره ۔۔۔ العرب تعرف من انکرت والعجم

تیرا یہ کہنا کہ کون ہے یہ اسکو ضرر رساں نہیں ۔۔۔ تمام عرب و عجم پہچانتے ہیں کہ تو نے کس شخص کا انکار کیا ہے

کلتا یدیه غیاث عم نفعهما ۔۔۔ تستوکفان ولا یعروهما العدم

اسکے دونوں ہاتھ فریادرس خلائق ہیں کہ انکا نفع عام ہے ۔۔۔ انسے بخشش فیض کی جاتی ہے اور افلاس انپر وارد نہیں ہو سکتا

سهل الخلیفۃ لاتخشی بوادرہ
وہ نہایت نرم خو ہے اس کی خشم سے نہیں ڈراتا

بزینہ اثنان حسن الخلق والشیم
اسکی ذات کو دو چیزوں یعنی حسن خلق اور خوش خوئی نے آراستہ کیا ہے

حمال اثقال اقوام اذا قدحوا
قوموں کے بوجھ کا وہ اٹھانیوالا ہے درانحالیکہ وہ قرض زیر بار ہو جاتے ہیں

حلو الشمائل تحلو عندہ نعم
وہ نہایت شیریں شمائل ہے اسکے پاس سبھی نعمتیں شیریں ہو جاتی ہیں۔

ماقال لاقط الا فی تشہدہ
کبھی اس نے بجز وقت تشہد کے لا نہیں کہا

لولا التشہد کانت لاؤہ نعم
اگر تشہد نہ ہوتا تو اس کا لا بھی نعم ہوتا

لایخلف الوعد میمون نقیبتہٗ
وعدہ خلاف نہیں کرتا یہ مبارک نفس والا ہے

رحب الفناء اریب حین یعتزم
مہمانوں کیلئے اسکے گھر کا صحن فراخ ہے دانا ہے جبکہ وہ قصد کرتا ہے

عم البریۃ بالاحسان فانقشعت
اس نے احسان کیساتھ خلقت کو گھیر لیا ہے پس دور ہو گیا ہے

عنہا الغیابۃ والاملاق والعدم
خلقت سے رنج اور گدائی اور افلاس

من معشر حبہم دین و بغضہم
یہ اس گروہ سے ہے کہ انکی محبت دین ہے اور ان کا بغض

کفر وقربہم منجی و معتصم
کفر ہے اور انکا قرب نجات دینے والا ہے اور وسیلہ انکی لئے دستاویز ہے

ان عد اہل التقی کانت ائمتہم
اگر پرہیزگاروں کا شمار کیا جائے تو یہ ان کے امام ہیں

او قیل من خیر اہل الارض قیل ہم
اور اگر پوچھا جائے کہ زمین پر رہنے والوں میں کون افضل ہے تو جواب دیا جائیگا کہ یہی ہیں

لایستطیع جواد بعد غایتہم
جہاں وہ پہونچے ہیں وہاں کوئی جوانمرد سخی وسخاوت کرنیوالا نہیں پہنچ سکتا

ولا یدانیہم قوم وان کرموا
ان تک کوئی قوم نہیں پہونچ سکتی اگرچہ وہ سخاوت کرنیوالی ہو

ہم الغیوث اذا ما ازمۃ ازمت
وہ برسنے ہوئے ابر ہیں جب قحط کی تکلیف لوگوں کو بیکار دیتی ہے

والاسد اسد الشری والباس محتدم
وہ شیر ہیں شیر کچھار کے جبکہ جنگ کا معرکہ گرم ہوتا ہے

لاینقص العسر بسطا من کفہم
ان کے ہاتھ کی فراخی کو یعنی سخاوت کو عسر نقصان نہیں پہنچاتے

سیان ذلک ان اثروا وان عدموا
یہ دونوں یعنی تنگی اور فراخی انکے سامنے برابر ہے اگر وہ نادار ہوں یا نہ ہوں

مقدم بعد ذکر اللہ ذکرہم
ان کا ذکر خدا کے ذکر کے بعد مقدم ہے

فی کل یوم ومختوم بہ الکلم
ہر کلام کے آغاز اور اختتام پر

یابی لھم ان یحل الذم ساحتھم	خیم کریم وایدی بالندی ھضم
ان کے گھر کے صحن میں اترنے سے ملامت انکار کرتی ہے	سخاوت انکی علامت ہو اور ہاتھ انکے بخشش میں خرچیلے ہیں
ای الخلائق لیست فی رقابھم	لاولیہ ھذا اولہ نعم
وہ کون سے لوگ ہیں کہ ان کے غلاموں کے شمار میں نہیں	انکے پیشوا ہونیکی وجہ سے یا انکے صاحب نعمت ہونیکی وجہ سے
من یعرف اللہ یعرف اولیت ذا	والدین من بیت ھذا نالہ الامم
جو شخص خدا کو مانتا ہے اُس کو پیشوا جانتا ہے	اور دین ان کے گھر سے امتوں نے پایا ہے

اور اس کی مثل آپ کی تعریف میں چند اشعار کھے اور آپ کو اور اہل بیت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت کچھ سراہا ہشام آپ پر غصہ ہوا اور حکم دیا کہ آپ کو عسفان میں قید کر دو اور عسفان ایک جگہ کا نام ہے جو درمیان مکہ اور مدینہ کے ہی یہ خبر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو پہونچی آپ نے فرمایا کہ بارہ ہزار درہم و دینار ابو فراش کو دیدو اور اُس سے کہو کہ ہمکو معاف کرے کہ ہم محتاج ہیں ہمکو پہلے سے نہیں معلوم تھا ورنہ تجھکو کچھ اور بھیجتے فرزدق نے اُس کو واپس کیا اور کہا کہ اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میں نے مال وزر کے واسطے بادشاہوں کی بہت تعریفیں کی ہیں اور اُن کی تعریفات میں جھوٹی باتیں لکھی اِن اشعار کو میں نے اس واسطے لکھا ہی کہ میرے گناہوں کا کفارہ ہوا ور میں نے یہ خالص خدا اور فرزندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کے واسطے لکھا ہے جب یہ پیغام امام علیہ السلام کو پہونچا تو آپ نے فرمایا کہ لوٹ جاؤ اور یہ روپیہ پھر اُسی کو دیدو اور کہدو کہ اے ابو فراش اگر ہمکو دوست رکھتا ہے تو جو چیز ہم نے تجھ کو دی ہے اُس کو واپس نہ کر، فرزدق نے امام علیہ السلام کا پیغام سُنکر فوراً اُس مال وزر کو لے لیا اور اسی قسم کی اور مناقب آپ کے احاطہ شمار سے باہر ہیں

اور اُن میں سے ایک حجۃ معاملہ اور برہان ارباب مشاہدت امام اولاد نبی برگزیدہ نسل علی حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب الباقر کرم اللہ وجہہ ہیں ایک روایت میں ہے کہ آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور لقب باقر تھا آپ دقایق علوم و لطایف اشارات کے ساتھ مخصوص تھی اور خدا کے کلام کے نکات آپ خوب جانتے تھے آپ کی کرامتیں مشہور ہیں۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ نے آپ کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا اس نے اپنا ایک آدمی بھیجکر آپ کو بلوایا جب آپ تشریف لائے تو آپ سے عذر چاہا اور کچھ ہدیہ آپ کے سامنے پیش کیا لوگوں نے کہا کہ اے بادشاہ تو جوان کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا ہم نے اس وقت ان کے ساتھ تیری دوسری حالت دیکھی۔ یہ کیا بات تھی اس نے کہا کہ جب وہ میرے پاس آئے تو میں نے دیکھا کہ دو شیر ہیں ایک سیدھی جانب اور ایک اُلٹی جانب اور وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ اگر تو ان کے مار ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو ہم تجھ کو ہلاک کر دیں گے اور اُنہیں سے ایک روایت ہے کہ آپ نے اس آیت تفسیر میں فرمایا ہے۔ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ قَالَ کُلُّ مَنْ شَغَلَکَ عَنْ مُطَالَعَۃِ الْحَقِّ فَھُوَ طَاغُوْتُکَ یعنے جو شخص کہ خدا کے دیکھنے سے مشغول کرتا ہے اور خبائث کی طرف میلان کرتا ہے بوجہ باطن ہونے کے وُہ بُرا ہے۔ آپ فرماتے کہ جو چیز تجھ کو خدا میں مشغول ہونے میں باز رکھے اُسی کا نام طاغوت ہے پس تجھ کو چاہیے کہ اُس کو ترک کرے تا کہ حقیقت کا تجھ پر انکشاف ہو اور اُس سے محجوب اور ممنوع نہ رہے اور جس چیز کو کہ خدا نے منع کیا ہے اُس کے نزدیک جانے کا ارادہ نہ کرے اور آپ کے ایک خاص مصاحب روایت کرتے ہیں کہ جب تھوڑی رات جایا کرتی تھی اور آپ وظائف سے فارغ ہو جاتے تھے تو آواز بلند مناجات مانگتے تھے کہ اے اللہ تعالے اب رات ہوئی اور بادشاہان

ظاہری کا تصرف ختم ہوگیا آسمان پر ستارے چمکنے لگے۔ ور تمام خلق سوگئی ور آدمیوں کی آوازیں بند ہوگئیں بنی امیہ نے آرام کیا اور اپنے درد دل کو ظاہر کر لیا اور پاسبان اُن پر کھڑے ہوگئے اور جو لوگ آپ سے حاجت رکھتے تھے اُن کی حاجتیں موقوف ہیں اور تو اے میرے پروردگار میرے زندہ ہے اور قائم ہے اور دانا ہے اور بینا ہے تجھ کو غنودگی ہے نہ خواب ہے جو شخص تجھ کو ان صفات کے ساتھ موصوف نہیں جانتا ہے وہ کسی نعمت کے قابل نہیں ہے اور اے اللہ تجھ کو کوئی چیز کسی چیز سے باز نہیں رکھتی اور رات و دن تیرے کاموں میں خلل نہیں ڈال سکتے تیری رحمت کے دروازہ کھلے ہوئے ہیں اور دعاؤں کا قبول کرنے والا تو ہے اور جو شخص تیرا ثنا گو ہے تو اپنے خزانے اُس پر سے قربان کرتا ہے تو وہ خدا ہے کہ سائل تیرے دروازہ سے محروم نہیں جا سکتا اور جو مومن تیری بارگاہ میں سوال کرے اُس کو تو واپس نہیں کریگا اے خدا جب میں موت کو اور قبر کو اور حساب کو یاد کرتا ہوں پھر کیونکر دنیا سے دل خوش کروں اور جب مال کا بلانا یاد ہوتا ہے تو دنیا کی کسی چیز سے مجھکو قرار نہیں آتا اور جب ملک الموت کو یاد کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ دنیا سے کسی چیز کا حصہ لوں پس اے خدا میں تجھ سے تجھی کو چاہتا ہوں اور تجھی کو ڈھونڈتا ہوں تو ہی مرنے وقت میرا پروردگار ہے اور تو ہی مجھ کو حساب کے وقت بغیر عذاب کے جنت عطا فرمائے گا یہ سب باتیں آپ کہتے تھے اور روتے تھے یہاں تک کہ ایک رات کو میں نے آپ سے کہا کہ اے میرے سردار اور میرے باپ دادا کے سردار آپ اتنا کیوں روتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اے دوست حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک یوسف علیہ السلام گم ہوگئے تھے آپ اتنے روئے کہ نابینا ہوگئے اور آنکھیں سفید ہوگئیں اور میں نے اٹھارہ آدمیوں کو مع اپنے باپ یعنے حضرت امام حسین علیہ السلام اور شہیدانِ کربلا کے گم کیا ہے میں اُن سے کم نہیں ہوں اگر

اُن کے فراق میں آنکھیں سفید کرلوں تو بجا ہے اور یہ مناجات زبان عربی میں بہت فصیح ہے لیکن طوالت کی وجہ سے میں نے اُس کو فارسی میں لکھا ہے اور پھر دوسری جگہ اس کو بیان کرونگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

اور اُن میں سے ایک یوسف سنت اور جمال طریقت معبر معرفت مزین صفوت ابو محمد جعفر بن محمد صدق بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین ہیں آپ بڑے نیکو سیرت تھے اور آپ کا ظاہر و باطن آراستہ تھا اور آپ تمام علوم میں دستگاہ کامل رکھتے تھے آپ کا کلام نہایت دقیق ہوتا تھا اور آپ کے معانی مشائخ رضی اللہ عنہم میں محکم ہیں اور آپ کی کتابیں طریقت کے بیان میں بہت مشہور ہیں خود آپ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ اَعْرَضَ عَمَّا سِوَاهُ یعنے عارف غیر خدا سے منہ پھیر لیتا ہے اور قطع تعلق کر لیتا ہے اس وجہ سے کہ اُس کی معرفت بعینہ غیر کی نامعرفت ہوتی ہے کہ اس کے سرکی ناشناسائی اُس کی پہچان ہوتی ہے پس عارف وہ ہے جو خلق سے قطع کر کر خدا سے ملا ہو اور اُس کے دل میں غیر کی کچھ قدر نہ ہو اور اُس کی طرف کچھ توجہ نہ کرے اور آپ سے اور ایک روایت ہے کہ فرمایا لَا تَصِحُّ الْعِبَادَةُ اِلَّا بِالتَّوْبَةِ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدَّمَ التَّوْبَةَ عَلَی الْعِبَادَةِ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْاٰیة یعنی عبادت بغیر توبہ کے مقبول نہیں ہوتی اسی واسطے خدا نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے اس لئے کہ توبہ مقامات کی ابتدا ہی۔ اور عبودیت اُس کی انتہا ہی جب خدائے تعالےٰ نے گنہگاروں کا ذکر کیا تو توبہ کا حکم فرمایا کہ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا یعنے تم سب خدا سے توبہ کرو اور جب رسولؐ کو یاد کیا تو عبودیت سے یاد کیا فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی یعنے پس وحی بھیجی خدائے تعالےٰ نے اپنے بندہ کی طرف سے جو کچھ کہ وحی بھیجی۔ اور حکایات میں میں نے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ حضرت

داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجھ کو کوئی نصیحت کیجئے کہ میرا دل سیاہ ہوگیا ہے آپ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان تو اپنے زمانہ کا خود زاہد ہے تجھے میری نصیحت کی کیا حاجت ہے انہوں نے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ تمام خلق سے افضل ہیں اور آپ کو تمام خلق کو نصیحت کرنا واجب ہے آپ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان میں اس سے ڈرتا ہوں کہ قیامت میں میرے جد امجد صلے اللہ علیہ وسلم مجھ سے کہیں گرفت نہ کریں کہ تو نے میری اتباع کا حق ادا نہ کیا اور یہ بات اچھی نہیں ہے اور یہ معاملہ درگاہ آلہی میں ہوگا۔ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ یہ سنکر رونے لگے اور کہا کہ اے اللہ جس شخص کی مٹی کا خمیر نبوت کے پانی سے ہو اور اس کی طبیعت کی ترکیب اصول براہان سے ہے اور اس کے جد امجد کی حجت رسالت سے ہے اور اس کی ماں بتول حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں وہ اس میں حیران ہیں تو داؤد کیا حقیقت ہے کہ وہ اپنے معاملات پر نازاں ہووے اور انہیں سے یعنی حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے اہل وعیال میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ آؤ تاکہ بیعت کریں اور معاہدہ آپس میں اس بات کا کریں کہ جو شخص ہم میں سے قیامت کے دن رہائی پائیگا تو سب کی شفاعت کریگا لوگوں نے کہا کہ اے بیٹے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت ہے آپ کے دادے تمام خلق کے شفیع ہیں آپ نے فرمایا کہ میں اپنے افعال سے خود شرمندہ ہوں کہ میں اپنے جد امجد کے سامنے قیامت کے روز کیسے منہ دکھاؤنگا اور یہ سب اپنے نفس کے عیوب دیکھنا تھا اور یہ ایک صفت ہے صفت کمال سے اور تمام اولیاء درگاہ آلہی اور انبیاء ورسل علیہم السلام اسی صفت کے ساتھ

درجہ صفت دوستی ہیں جیسا کہ حضور اقدس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
حدیث اِذَا اَرَادَ اللہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا بَصَّرَہٗ بِعُیُوْبِ نَفْسِہٖ یعنے جو شخص کہ تواضع اور
عبودیت کی روش سر جھکاتا ہے خدائے تعالےٰ دونوں جہان میں اُس کی
حاجتیں پوری کرتا ہے اگر ہم تمام اہل بیت رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی
حالات بیان کریں اور ہر ایک کے مناقب علیحدہ علیحدہ لکھیں تو یہ کتاب اُن کا
تحمل نہیں کرسکتی صرف اتنا ہی ہدایت کے واسطے کافی ہے اس واسطے کہ
اُن لوگوں کی عقل ادراک کا لباس پہنے ہوئے ہوتی ہے لہٰذا اس بحث کو ہم یہاں
ختم کرکے ذکر اصحاب صفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بطور اختصار اس کتاب
میں کرتے ہیں اور ہم نے اس کتاب سے پہلے ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا نام
منہاج الدین ہے اُس میں ہر ایک کی مناقب میں نے بالتفصیل بیان کئے ہیں
لیکن یہاں صرف اُن کے نام اور کنیت کو لکھا ہے تاکہ تیرا مقصود حاصل ہو
جائے۔ واللہ اعلم بالصواب وباللہ التوفیق ؛

الباب التاسع فی ذکر اہل الصفہ

واضح ہو کہ تمام امت کا اتفاق اس امر پر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
صحابہ کا ایک گروہ تھا جو آپ کی مسجد میں رہتے تھے اور شب و روز سوائے عبادت
کے اُن کو اور کوئی کام نہ تھا اور دنیا سے وہ لوگ دست بردار ہو گئے تھے خدائے
تعالےٰ نے اُن کے واسطے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر عتاب کیا اور فرمایا
وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ۔
یعنے مت نکال اُن لوگوں کو جو رات دن اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں محض
اُسی کی رضامندی کے واسطے اور قرآن مجید اُن کے فضائل میں ناطق ہے اور

بہت سی احادیث ان کے فضائل میں وارد ہیں جو مذکور ہوتی ہیں ہم تھوڑا سا کر
اس کتاب میں اُن کا لکھتے ہیں تو یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ پیغمبر خدا صلے اللہ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم علیٰ اہل
الصُّفَّۃِ فَرَاٰی فَقْرَهُمْ وَجَهْدَهُمْ وَطِیْبَ قُلُوْبِهِمْ فَقَالَ اَبْشِرُوْا یَا اَصْحَابَ الصُّفَّۃِ
فَمَنْ بَقِیَ مِنْ اُمَّتِیْ عَلَی النَّعْتِ الَّذِیْ اَنْتُمْ عَلَیْهِ رَاضِیًا بِمَا فِیْهِ فَاِنَّهٗ مِنْ رُفَقَائِیْ
فِی الْجَنَّۃِ اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس
تشریف لائے تو ان کو دیکھکر کھڑے ہو گئے اور فقرا مجاہدہ میں ان کو خوش دل
پایا اور فرمایا کہ تمکو خوش خبری ہو اور تمہارے بعد جو لوگ آئیں گے اور تمہاری سی
حالت ہو گی اُن کو بشارت ہو کہ وہ بھی اپنے فقر پر راضی ہوں گے وہ اور تم
سب میرے رفیقوں میں سے ہو۔ ایک منادی حضرت جناب برگزیدہ محمد مختار بلال بن رباح
اور دوسرے خدا کے دوست اور اہل پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمدم ابو
عبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور تیسرے منوچہر رضوان الٰہی ابو عبیدہ عامر
بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور چوتھے برگزیدہ صحابہ اور زینت اہل صفا
ابوالیقظان عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور پانچویں خزینہ دار علم ابو مسعود عبداللہ بن
مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ اور چھٹے متمسک درگاہ حرمت اور پاک از عیب و آفت
عتبہ بن مسعود برادر عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ساتویں سالک طریقہ عزلت اور رو گردان
از عیوب و ذلت حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اور آٹھویں [illegible] مقام تقوی و
راضی بلا و بلوا حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ اور نویں [illegible]
طالب بارگاہ بقا صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ اور دسویں [illegible]
سجر قناعت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ اور گیارہویں برادر فاروق معرض از
کونین و مخلوق حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ اور بارہویں خداوند مجاہدات

صاحب مشاہدات حضرت ابوکبشہ رضی اللہ عنہ اور تیرہویں عزیز و نائب کل خلق سے راجع خدا کی طرف حضرت ابوالمرثد کنانہ بن الحصین عدوی رضی اللہ عنہ اور چودہویں عام طریق تو اضع سالم مولا حذیفۃ الیمانی رضے اللہ عنہ اور پندرہویں خائف از عقوبت اور حارب از طریقہ مخالفت عکاشہ بن المحصن رضی اللہ عنہ اور سولہویں زینت مہاجر و انصار اور سردار بنی قار حضرت مسعود بن ربیع القاری رضی اللہ عنہ اور سترہوین زہد میں مانند حضرت عیسٰی اور شوق میں بدرجہ حضرت موسٰی علیہ السلام۔ حضرت ابوذر جندب بن جنادۃ الغفاری رضی اللہ عنہ اور اٹھارہویں حافظ انفاس پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور خیرات کے قابل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور اُنیسویں مقیم استقامت اور مطیع سنت حضرت صفوان بن بیضار رضی اللہ عنہ اور بیسویں صاحب ہمت اور خالی از تہمت حضرت ابودردا عویم بن عامر رضے اللہ عنہ اور اکیسویں متعلق درگاہ رجا برگزیدہ رسول بادشاہ حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ اور بائیسویں کیمیائی بحر شرف اور در توکل راصدق حضرت عبداللہ بن بدر الجہنی رضی اللہ عنہ اور دوسرے محب آپ کے اگر ہم سب کے نام لکھیں تو کتاب بہت طول ہو جائے گی لہذا انہیں اسمار پر اکتفا کیا گیا اور شیخ ابو عبدالرحمٰن محمد بن الحسین السلمی رضی اللہ عنہ نے کہ کلام مشائخ اور طریقت کے نقل کرنے والے ہیں ایک کتاب لکھی ہے جس میں صرف حضرات اہل صفہ کے مناقب و فضائل ہیں اور اُن کے اسمار اور کنیتوں کو بھی جمع کیا ہے لیکن مسطح بن ثابت بن عباد کو بھی انہیں میں سے لکھا ہے مگر میں انکو دل سے دوست نہیں رکھتا ہوں کہ ابتدا تہمت ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقۃ الکبرٰے سلام اللہ علیہا کی انہیں کی طرف ہوئی تھی لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ و ثوبان و معاذ بن حارث اور ستان اور خلاب اور ثابت بن ودیعت اور ابو عیسٰے عویم بن مساعد اور سالم بن عمر بن ثابت اور ابو اللیث کعب بن عمر و اور وہب

بن معقل اور عبداللہ بن انیس اور حجاج بن عمر الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین یہ سب
انہیں اصحاب صفہ میں سے تھے۔ اور کبھی کبھی خاص سبب سے انہوں نے تعلق کو بھی اختیار
کیا ہے مگر سب ایک درجہ میں ہوئے ہیں اور حقیقت میں اصحابوں کا وقت اچھا
وقت ہوا ہے اور جس درجہ میں تھے ہر وقت اور زمانہ سے بہتر اور فاضل تھے
اُس کے بعد اللہ جل جلالہ نے اُن کو پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت عنایت فرمائی
تھی اور ان کے اسرار کو جملہ عیوب سے محفوظ رکھا تھا جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
فرمائے ہیں خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ الخ الحدیث یعنی
سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر اُس کے بعد کے لوگوں کا پھر اس کے بعد والوں کا
اور خداوند تعالٰی فرماتا ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ
اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ یعنے جو لوگ کہ پہلے مہاجرین و انصار سے ہیں وہ بہتر ہیں اُن کے
بعد وہ لوگ جو ان کے مطیع ہیں اور اب ہم اس کتاب میں بعض تابعین رضوان اللہ
تعالٰے علیہم اجمعین کا ذکر کرتے ہیں تاکہ پورا فائدہ حاصل ہو اور قرون سب ایک
دوسرے سے متصل ہو جائیں۔

الباب العاشر فی ذکر ائمتہم من التابعین

بعض اُن میں سے امت کے آفتاب اور دین و ملت کی شمع حضرت اویس القرنی
رضی اللہ عنہ بڑے مشائخوں اہل تصوف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ میں تھے لیکن دیدار پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے دو چیز کے سبب رو کے گئے
ایک غلبہ حال اور دوسرے حق والدہ کا اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صحابہؓ
سے فرمایا ایک مرد ہے قرن میں اویس نام کہ قیامت میں اُس کے واسطے مثل ربیعہ

اور مضر کی بکریوں کی شفاعت ہوگی میری امت میں اور منہ عمر اور علی رضہ کی طرف کیا اور کہا کہ تم خاص کر اُس کو دیکھو گے اور وہ ایک مرد ہے پست قد اُس کے اُلٹے پہلو پر ایک درہم سپید ہیں جو نہ آگے ہیں اور نہ اُس کے ہاتھ کی ہتیلی پر ایسے اور اُس کے واسطے ربیعہ اور مضر کی بکریوں کے عدد کی برابر شفاعت ہوگی میری امت میں جب تم اُس کو دیکھو میرا سلام اُس کو پہنچا دو اور کہو کہ میری امت کیواسطے دعا کرے اور جب عمر رضہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مکہ میں آئے اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اُن کے ساتھ تھے اُن میں خطبہ پڑھا اور کہا اسے نجد والو کھڑے ہو نجد والے کھڑے ہوئے کہا کہ قرن کا کوئی آدمی تم میں ہے کہا ہاں ایک قوم کو اُن کے پاس بھیجا عمر رضہ نے اویس کی خبر ان سے پوچھی اُن سبنے کہا ایک دیوانہ ہے اویس نام جو آبادی میں نہیں آتا ہے اور کسی کے پاس نہیں بیٹھتا اور وہ چیز جو آدمی کھاتے ہیں وہ نہ کھاوے اور غم و شادی نہ جانے جب آدمی ہنستے ہیں وہ روتا ہے اور جب روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے حضرت عمرؓ نے کہا اُس سے میں ملنا چاہتا ہوں اُن لوگوں نے کہا جنگل میں ہمارے اونٹوں کے پاس ہے پس امیر المومنین حضرت علی اور حضرت عمر رضہ اُٹھے اور اُس کے پاس گئے اویس کو نماز میں پایا آپ بیٹھے رہے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اُن پر سلام کیا اور پہلو اور کف دست پر اُن کے نشان دیکھے تو اُن کو معلوم ہوا اور اُس سے دعا چاہی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام اُن کو پہونچایا اور تھوڑے زمانہ تک اُن کے آگے رہے یہاں تک کہ حضرت اویس نے فرمایا کہ اب تم لوٹ جاؤ کہ قیامت نزدیک ہے وہاں پر مجھ کو ایسا دیدار ہوگا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے کیونکہ میں اب زادراہ قیامت کی درستی میں مشغول ہوں اور جب قرن والے حضرت امیر المومنین رضہ کے ساتھ لوٹے تو حضرت اویس کی بزرگی اور مرتبہ اُن کو ظاہر ہوا

اس وجہ سے وہ اُن لوگوں میں سے چلے گئے اور کوفہ میں آ گئے اور ہرم بن حیان نے
ایک روز اُن کو دیکھا اور اُس کے بعد کسی نے اُس کو نہ دیکھا جبتک کہ حضرت علی نے
جنگ پر چڑھائی کی۔ ور علیؓ کی موافقت پر اُن کے دشمنوں سے جنگ کرتے رہے
یہاں تک کہ صفین کی لڑائی کے دن آپ نے شہادت پائی اور عاش حمیدًا
وَمَاتَ شَہِیْدًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے مطابق ہوئی یعنی زندگی قابل تعریف بسر کی اور
شہید ہو کر وفات پائی اور آپ سے روایت ہے کہ کہا اَلسَّلَامَۃُ فِی الْوَحْدَۃِ یعنی
سلامتی تنہائی میں ہے اس واسطے کہ دل اُس آدمی کا کہ تنہا ہو غیر کے اندیشہ سے چھوٹا
ہوا ہوتا ہے اور اپنے جملہ احوال میں خلق سے ناامید ہوتا ہے یہاں تک کہ اُن کی جملہ
آفت سے سلامتی پاتا ہے اُس میں ان سب کی طرف سے رک جاتا ہے۔ لیکن اگر
کوئی شخص یہ خیال کرے کہ تن تنہا رہنے کا نام وحدۃ ہے تو یہ محال ہے کیونکہ جبتک شیطان
کی کسی کے دل پر صحبت ہو اور نفس کی اُس کے سینہ کے اندر بادشاہت ہو اور
جبتک دنیا و عقبےٰ کی فکر لاحق ہووے اور اندیشۂ خلق کا اُس کے سر میں گذر ہووے
جبتک وحدت حاصل نہیں ہوتی اس واسطے کہ خواہ ذات کے ساتھ آرام ہو خواہ
اُس کی فکر میں دونوں ایک ہی حال ہیں وہ شخص کہ وحید ہو گرچہ صحبت کرے تو صحبت
اُس کی وحدت کی مانع نہیں ہو اور وہ کہ مشغول ہو تو خلوت اُس کی فراغت کا سبب نہ ہو
اور انس سے انقطاع ہو ... جس کو حق کے ساتھ انس ہو
اُس کی انس کو نقصان نہ دے اور اُس کو کہ وحشت انس سے ہو ... جنس کا
اُس کے دل پر گذر ... اُس کو حق کے انس سے خبر نہ ہو کیونکہ وحدت صفت عبد صافی
کی ہے ... حضرت ہرم بن حیان ... رضی اللہ عنہ
طریقت ... ایک مدت دراز ... اُن سے ... ہرم
کے ... کا قصد کیا ... اُن ...

تو وہ وہاں سے چلے گئے تھے آپ ناامید ہو کر مکہ کو واپس آئے جب خبر پائی کہ
وہ کوفہ میں ہیں تو آپ وہاں آئے اور اُن کو وہاں نہ پایا اسی وجہ سے آپ ایک
مدت کوفہ میں رہے، اور جب اُن کی تلاش میں مقام بصرہ میں آئے تو حضرت اویسؓ
کو فرات کے کنارہ پر وضو کرتے ہوئے پایا جب آپ نے کنارہ فرات سے باہر آکر ریش
مبارک میں کنگھی کی تو ہرم بن حیان نے سامنے آکر سلام کیا آپ نے فرمایا وعلیکم السلام یا ہرم بن
حیان حضرت ہرم فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا آپ نے مجھکو کیونکر پہچانا کہ میں ہرم ہوں کہا عَرَفْتُ رُوْحِیْ رُوْحَکَ یعنی میری جان نے
تیری جان کو پہچانا تھوڑی دیر آپ بیٹھے اور خاصکر اُسکو لوٹا دیا ہرم نے کہا زیادہ مجھ سے باتیں امیرین
کی کہیں ہیں یعنے حضرت عمر و علیؓ کی اور روایت کیا مجھ کو عمر سے اور عمر نے پیغمبر
صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی
فَمَنْ کَانَتْ ہِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَہِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ہِجْرَتُہٗ اِلٰی
الدُّنْیَا یُصِیْبُہَا اَوْ اِلَی امْرَاَۃٍ یَّتَزَوَّجُہَا فَہِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ہَاجَرَ اِلَیْہِ یعنی جزائے اعمال نیتوں
پر ہے اور ہر مرد کے واسطے وہ ہی جو نیت کرے پس وہ شخص کہ ہجرت اُس کی اللہ اور
رسول کی طرف ہو پس ہجرت اسکی طرف اللہ و رسول کی ہے اور وہ شخص جو ہجرت کرے
طرف دنیا کے ملی گی اُس کو یا عورت کے واسطے بنیت کرے نکاح کی پس ہجرت اسکی
طرف اُس چیز کے ہے جو ہجرت کرے طرف اُس کی۔ اس وقت مجھ سے کہا
عَلَیْکَ بِقَلْبِکَ یعنے لازم پکڑ اپنے قلب پر اور اس بات کے دو معنے ہیں۔ ایک
یہ کہ دل کو حق کا تابع کر مجاہدہ کے ساتھ اور دوسرے وہ کہ آپ کو دل
کا تابع دار بنا اور یہ اصل قوی ہیں دل کا متابع ہونا مریدوں کا کام
ہے کہ کثرت شہوت اور موانست ہوا سے باز رکھیں۔ اُس کو
اور اندیشۂ ناموافق سے نہایت درجہ پر اُس سے منقطع کریں۔ اور تدبیر
صحبت اور حفظ امور میں اور آیات حق میں نظر کو باندھیں تاکہ

تاکہ محل محبت کا ہووے اور آپ کو دل کا متابع کرنا کاملوں کا کام ہی کیونکہ حق تعالیٰ نے اُن کے دل کو جمال کے نور سے منور کیا ہے اور تمام سببوں اور بیماریوں سے رہا کیا ہے اور درجہ اعلےٰ پر پہونچایا ہے اور قرب کا خلعت اُن کے بدن پر پہنایا ہے اور اپنی مہربانیوں سے اُن پر تجلی کی ہے اور مشاہدہ اور قربت سے اُن کے ساتھ دوستی کی اُس وقت تن کو دل کے موافق کیا پس وہ گروہ اگلا صاحب القلوب تھا تو یہ مالک القلوب ہو باقی الصفتہ کا اور وہ جو مغلوب القلوب ہو فانی الصفتہ ہو ۔ بدکہ حقیقت اس مسئلہ کی اُس کی طرف پھر لوٹے کیونکہ خداوند عزوجل نے فرمایا اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ اور اس میں دو قرأت ہیں بعض نے مخلصین پڑھا کسر لام کے ساتھ اور بعض نے مخلصین پڑھا نصب لام کے ساتھ پس جو مخلص کہ فاعل ہو وہ باقی الصفتہ ہے اور جو مخلص کہ مفعول ہو وہ فانی الصفتہ ہو اور میں اس مسئلہ کی دوسری جگہ پر اس سے زیادہ تشریح کروں گا انشاءاللہ تعالےٰ اور حقیقت میں وہ لوگ فانی الصفتہ ہوں زیادہ بزرگی کے لائق ہوں کیونکہ تن کو دل کے موافق کریں اور ان کے دل جناب ربانی میں سپرد ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے دل یاد حق میں محول ہوں اور اُس کے مشاہدہ میں قائم اُس گروہ سے کہ باقی الصفتہ ہوں اور دل کو تکلف کے ساتھ امر کے ساتھ موافق کریں اور اس مسئلہ کی بنا او پر اصل صحو اور سکر اور مشاہدہ اور مجاہدہ کی ہے واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے امام عصر اور فرید دہر ابو علی الحسن بن ابی الحسن البصریؒ ہیں بعض آپ کی کنیت ابو محمد لکھتے ہیں اور بعض ابو سعید کہتے ہیں اہل طریقت میں آپکی قدر اور بزرگی زیادہ ہو اور علم معاملت میں آپ لطیف الاشارہ ہوئے ہیں۔ اور میں نے اُن کی حکایتوں میں پایا ہے کہ ایک اعرابی اُن کے پاس آیا اور صبر کی بابت اُن سے دریافت کیا کہا صبر دو قسم کا ہے ایک صبر مصیبت اور بلیات میں

اور دوسرا صبر اُن چیزوں سے کہ خداوند تعالیٰ نے ہم کو اُن سے منع فرمایا ہے اور
اُس کی تابعداری سے منع کیا ہے پس اعرابی نے کہا اَنْتَ زَاهِدٌ فَمَا رَأَيْتُ اَزْهَدَ
مِنْكَ یعنے تو زاہد ہے میں نے زیادہ زاہد تجھ سے ہرگز نہیں دیکھا اور نہ صابر زیادہ کہا
اے اعرابی میرا زہد سب رغبت سے ہی اور میرا صبر جزع سے ہی اعرابی نے کہا اس کلام
کی تفسیر مجھ سے بیان فرمائی کیونکہ میرا اعتقاد پریشان ہو گیا کہا طاعت کی حالت میں
بلاؤں پر میرا صبر کرنا باعث آتش دوزخ کے خوف کے ہے اور یہ جزع ہے
اور زہد میرا دنیا میں آخرت کی طرف رغبت ہے اور یہ عین رغبت ہے پس عمدہ یہ ہے
کہ اپنے حصہ کو درمیان سے ہٹاوے تاکہ صبر اُس کا خاص حق کیواسطے ہو نہ اس واسطے
کہ آپکو دوزخ سے امن زیادہ ہو اور زہد اس کا خاص حق کیواسطے ہو نہ اس واسطے کہ آپکو بہشت میں پہنچاوے یہ علامت
صحت اخلاص کی ہے اور نیز اُن سے روایت ہے کہ کہا اِنَّ صُحْبَةَ الْاَشْرَارِ تُوْرِثُ سُوْءَ الظَّنِّ بِالْاَخْيَارِ یعنے
جو کوئی اس طائفہ کی بدوں کے ساتھ صحبت اختیار کرے اُس گروہ کی نیکیوں
پر بدگمان ہو اور یہ بات سخت دشوار ہے آپ میں خاصکر اس زمانہ والوں کو
کیونکہ عزیزان حق سے سب لوگ منکر ہیں اور یہ امر اس سبب سے واقع ہوا ہے
کہ ان متصوفوں کے ساتھ اہل دنیا بھی صحبت کریں اور فعل اُن کی خیانت پر مبنی دیکھیں
اور زبان اُن کی جھوٹ اور غیبت پر اور گوش اُن کی بیہودگی اور لغو سننے پر
اور آنکھ اُن کی لہو و شہوت پر اور ہمت اُن کی بالکل حرام کے جمع کرنے پر
اور چونکہ شبہ جانیں کہ متصوف کیواسطے معاملہ یہ ہی ہے اور صوفیوں کو
ضرور ہے کہ ان کے فعل بالکل طاعت ہوں۔ اور زبان اُن کی کلام
حق پر اور ثمرہ محبت حق اور سِر ان کا محل محبت حق پر اور کان ان کے
محل سماع حق حقیقت ہیں اور آنکھ ان کی جمال مشاہدت کا موضع
اور ہمت اُن کی بالکل جمع اسرار محل رویت ہیں ہو پس اگر کوئی قوم

ظاہر ہو جو ان کے زمرہ سے اور اُن کی روش میں ہو خیانت اختیار کرے پس خیانت
خیانت والوں کی اُن کی طرف لوٹ جاوے نہ اُن احرار اور سادات زمان
کی طرف پس جو کوئی کسی قوم کے شریروں کے ساتھ صحبت اختیار کرے وہ اُس کے
شر سے ہو اگر اُس میں کوئی بھلائی ہوتی تو نیکوں کے ساتھ صحبت اختیار کرتا پس ملامت
ہر آدمی کی اپنے واسطے ہی کیونکہ صحبت نالائق اور اپنے غیر کفو کی اختیار کرے ان
کے منکر زیادہ شریر اور مخلوق خدا کے زیادہ ذلیل ہیں۔ کیونکہ صحبت ان کی ان کے
دل سے ہوئی بلکہ خواہش سے نہ ہائی ہے پس بسبب ان کے منکر ہوئے ہیں۔
اور یا اقتدا اُنکے ساتھ کی ہے اور مانند مہلک کے ہوئے ہیں اور یا اقتدار ان کے
ساتھ کی ہے سوائے اُن نیکیوں، اور عزیزانِ خداوند کے جو چشمہ رضا کے ساتھ
ان کی نیکیوں کو دیکھتے ہیں اور خصوصًا ان کی صحبت کو جان و دل کیساتھ خرید کیا
اور تمام دنیا سے ان کا طریق قبول کیا اور ان کی برکتوں سے مقصود دو جہانی
پر پہونچے اور تمام دنیا سے تعلق قطع کیا۔ اسی واسطے کہا گیا ہے۔ شعر

فَلَا تَحْقِرَنَّ نَفْسِیْ وَاَنْتَ حَبِیْبُھَا + فَکُلُّ امْرِءٍ یُعِیْبُ اِلٰی مَنْ یُجَالِسُ

ترجمہ پس میرے نفس کو حقیر نہ جانیو حالانکہ تو اُس کا پیارا ہے۔ اور بعض اُن
میں سے رئیس علما اور فقیہ فقہا حضرت سعید بن مسیبؓ عظیم الشان اور رفیع القدر
اور عزیز القوم اور جمیل الصدر تھے اور اُن کے مناقب بہت ہیں اور فنون علم میں
فقہ اور توحید اور تفسیر اور شعر اور لغت وغیرہ سے آراستہ تھے اور کہتے ہیں کہ ایک
مرد عیار نما پارسا طبع تھے اور پارسا نما عیار طبع تھے اور طریق تصوف میں قابل
تعریف اور جملہ مشائخ رضہ کے نزدیک محمود تھے اور اُن سے روایت کرتے ہیں۔
کہ کہا اِرْضَ بِالْیَسِیْرِ مِنَ الدُّنْیَا مَعَ سَلَامَۃِ دِیْنِکَ کَمَا رَضِیَ قَوْمٌ بِکَثِیْرِھَا مَعَ ذَھَابِ
دِیْنِھِمْ یعنے راضی ہو تھوڑی دنیا پر معہ سلامتی دین اپنے کے جیسے کہ راضی ہوئی

ایک قوم بسبب کثرت اُس کی کے معہ جانتے دین اُن کے کے یعنی فقر سلامتی دین کے ساتھ بہت اچھا ہے غنا سے غفلت کے ساتھ کیونکہ جب فقیر دل کیطرف خیال کرتا ہی تو زیادہ مالدار ہونے کا اندیشہ نہیں کرتا اور جو کچھ میسر ہوا اُسی پر قناعت کر لیتا ہے اور جب غنی دلکو دیکھتا ہے تو زیادہ کا اندیشہ پاتا ہی اور جب میسر نگاہ کرتا ہے تو مال مشتبہ پاتا ہی۔ پس رضامندی دوستوں کی خداوند کیساتھ ہے غفلت کے بہت اچھی ہی رضامندی غافلوں سے دنیا پر غرور ہیں اور آفت و حسرت اور ندامت بہت اچھی ہے ذلت و معصیت سے پس جب کوئی بلا آوے تو اُس کو غافل کہیں الحمد للہ کہ ہمارے بدن پر نہ آئی اور دوست کہیں الحمد للہ کہ ہمارے دین پر نہ آئی کیونکہ اگر تن بلا میں ہو جو دل میں بقا ہو تو بلا بدن پر اچھی معلوم ہو جب دلمیں غفلت ہو اگرچہ بدن نعمت میں ہو تو وہ نعمت نقمت ہو اور حقیقت میں رضا قلیل دنیا کے ساتھ کثیر دنیا سے بہتر ہو اور رضا کثیر دنیا کے ساتھ قلیل دنیا سے ہو اُس سبب سے قلیل اُس کی مانند کثیر اُس کے کی ہے اور نیز اون سے منقول ہے رحمہ کہ مکہ میں پیاسے تھے ایک مرد اُن کے پاس آیا اور کہا مجھکو خبر دیجئے اُس حلال سے کہ اُس میں حرام نہ ہو اور اُس حرام سے کہ اُس میں حلال نہ ہو تو انہوں نے کہا ذِکْرُ اللہ حَلَالٌ لَیْسَ فِیْہِ حَرَامٌ وَذِکْرُہٗ غَیْرِہٖ حَرَامٌ لَیْسَ فِیْہِ حَلَالٌ یعنے یاد کرنا خدا ہی تعالیٰ کا حلال ہی بے حرام کے اور یاد کرنا اُس کے غیر کا حرام ہے بے حلال کے اس سبب سے کہ اُس کے ذکر میں نجات ہے اور اُس کے غیر کے ذکر میں ہلاک ہی اور اللہ سے توفیق ہے

الباب الحادی عشر

یعنے باب اُن اماموں کے ذکر میں جو تبع تابعین سے آجتک گذری ہیں

کہ خدائے عزوجل نے تیری برکتوں کے سبب مجھ کو ان ظالموں سے چھوڑا یا تم نے اُن سے یہ کیوں کہا کہ وہ اس جگہ ہیں حبیب نے کہا یہ میری برکتیں نہ تھیں کہ جو تجھ کو انہوں نے نہ دیکھا بلکہ سچ بولنے کی برکت سے نہ دیکھا اگر میں جھوٹ کہتا تو مجھکو اور تم کو دونوں کو رسوا کرتے اور حضرت حبیب کی اس جنس کی کرامات بہت ہیں حضرت حبیب سے کسی نے پوچھا کہ خداوند تعالٰے کی رضامندی کس چیز میں ہے کہا فِیْ قَلْبٍ لَیْسَ فِیْہِ غُبَارُ النِّفَاقِ یعنے ایسے دل میں کہ جس میں نفاق کا غبار نہ ہو اس سبب سے کہ نفاق خلاف وفاق کے ہے اور رضا عین وفاق اور محبت کو نفاق کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے اور اُس کا محل رضا ہی پس رضا دوستوں کی صفت ہی اور نفاق دشمنوں کی صفت یہ بات بہت بڑی ہے دوسرے مقام پر اس کا بیان کیا جائیگا انشاء اللہ تعالٰے۔

اور بعض اُن میں سے اہل انس کے نقیب اور جملہ جن وانس کی زینت مالک بن دینار رضہ صاحب راز حضرت حسن بصری رہ تھے اور اس طریقہ کے بزرگوں سے اُن کی کرامتیں مشہور ہیں اور ریاضتیں خصائل انکی مذکور ہیں اور ان کی توبہ کی ابتدا یہ تھی کہ ایک رات ایک گروہ کے ساتھ عیش وطرب میں مشغول تھے جب سب لوگ سو گئے اُس وقت اُس عود سے جسکو بجاتے تھے آواز آئی کہ اے مالک تجھ کو کیا ہوا کہ تو توبہ نہیں کرتا ہے اُسی وقت آپ نے سب باتوں کو ترک کر دیا اور حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک آئے اور توبہ میں اپنے قدم کو درست کیا اور اُن کی منزل یہاں تک پہونچی کہ ایک وقت کشتی میں آپ سوار تھے کہ ایک جواہر کشتی میں گم ہو گیا یہ سب سے زیادہ خاکسار تھے اور ان کو کوئی نہ جانتا تھا ان کے ذمہ تہمت لگائی گئی آپ نے آسمان کی طرف سر کیا ایک گھنٹہ میں جسقدر مچھلیاں دریا میں تھیں وہ سب پانی سے اوپر آگئیں اور ہر ایک

اپنے منہ میں ایک جواہر لئے ہوئے تھی ایک جواہر اُن سب میں سے آپ نے لے لیا اور اُس مرد کو دیدیا اور آپ پانی کے اوپر دوڑتے ہوئے کنارے ہی باہر چلے گئے اور اُن سے منقول ہے کہ کہا اَحَبُّ الْاَعْمَالِ لَدَیَّ الْاِخْلَاصُ فِی الْاَعْمَالِ یعنی کاموں میں سب سے زیادہ دوست میرے نزدیک اخلاص ہے پس جو کام خلوص دلی سے کیا جائیگا تو وہ کام ایسا ہوگا کہ جس طرح روح بدن کے واسطے ہی یعنے بدن بغیر روح کے مثل پتھر کے ہو اسی طرح عمل بے اخلاص کے محض بیکار ہو لیکن اخلاص بلکہ باطنی عملوں میں سے ہے اور طاعات جملہ ظاہری اعمال سے ہے اور ظاہری عمل باطنی عملوں سے کامل ہوتے ہیں اور باطنی عمل ظاہری عملوں سے قوت پکڑتے ہیں۔ پس اگر کوئی آدمی ہزار برس تک دل میں مخلص ہو جبتک اُسکا عمل اخلاص کے ساتھ نہ ملے اخلاص نہو اور اگر کوئی آدمی ہزار برس تک ظاہر میں عمل کرے جبتک کہ اُس میں اخلاص نہ ملے وہ عمل مقبول نہ ہوویگا۔ اور اُن میں سے فقیر خطیرہ برہمہ اولیا امیر الوحلیم حبیب بن اسلم الراعی رضہ ہیں آپ مشائخ میں ایک بڑی منزل رکھتے ہیں اُن کے واسطے آیات و براہین بہت تھیں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنے مسلمانوں کی نیت اُن کے عملوں سے اچھی ہے آپ کے پاس بکریاں زیادہ رہتی تھیں وہ فرات کے کنارہ پر بیٹھتے اور طریق اُن کا گوشہ نشینی تھا ایک شخص مشائخوں سے روایت کرتے ہیں کہ ایک وقت میں اُن کے پاس گیا تو اُن کو نماز میں پایا اور بھیڑیا اُن کی بکریوں کی حفاظت کر رہا تھا میں نے کہا کہ ان بزرگ کی میں زیارت کرونگا کیونکہ بزرگی کی علامتیں ان میں دیکھتا ہوں اس خیال میں تھوڑی دیر رہا جب تک کہ آپ نماز سے فارغ ہوئے میں نے اُن کو سلام کیا کہا لے لڑکے کس کام کے لئے واسطے تو آیا ہے میں نے کہا آپ کی زیارت کے واسطے کہا جزاک اللہ خیراً کہا

ایہا الشیخ گرگٹ کو پلیش کے ساتھ موافق دیکھتا ہوں کہا اس سبب سے کہ پلیش کے راعی
کو حق کے ساتھ موافقت ہے یہ کہا اور لکڑی کے پیالہ کے نیچے ایک پتھر رکھتے تھے
اُس سے دو چشمے جاری کئے ایک دودھ کا اور ایک شہد کا کہا پیویں نے کہا اے
شیخ یہ مرتبہ تو نے کس چیز سے پایا کہا حضرت محمد رسول اللہ کے اتباع سے کہا
اے لڑکے موسیٰ کی قوم باوجودیکہ اُن سے مخالفت رکھتی تھی ان کو پتھر نے
پانی دیا اور موسیٰ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے درجہ پر نہ تھے جبکہ میں محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کی تابعین سے ہوں مجھ کو شہد اور دودھ نہ دے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
موسیٰ سے بہتر تھے میں نے کہا مجھ کو ایک نصیحت دے کہا لَا تَجْعَلْ قَلْبَكَ صَنْدُوقَ
الْحِرْصِ وَبَطْنَكَ وِعَاءَ الْحَرَامِ یعنے دلکو حرص کا محل مت بناؤ اور پیٹ کو حرام کا
موضع کیونکہ مخلوق کی ہلاکت ان دو چیزوں سے ہے اور نجات ان دو چیز کی حفاظت
میں اور بعض اُن میں سے پیر صالح ابو حازم المدنی رح مقتدا بعضے مشائخ کے تھے
اُن کو معاملات میں ایک خط وافر تھا اور فقر کے اندر قدم صادق اور مجاہدات میں
پوری روش تھی اور عمرو بن عثمان المکی رض اُن کی بیعت میں کوشش کے ساتھ
گئی اور اُن کا کلام سب دلوں میں مقبول ہی وربکہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے
اور ان میں عمرو بن عثمان نے اُن سے روایت کی ہو کہ اُن سے لوگوں نے پوچھا
مَا مَالُكَ قَالَ الرِّضَاءُ عَنِ اللّٰهِ وَالْغِنیٰ عَنِ النَّاسِ یعنی تیرا مال کیا ہو کہا میرا مال
اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور بے پروائی مخلوق سے اور یہ بات ضروری ہو کہ جو کوئی حق
کے ساتھ راضی ہو خلق سے بے پرواہ ہوا اور رسانت بڑا خزانہ مرد کے واسطے خداوند
تعالیٰ کی رضامندی ہو اور اشارہ خدائے عزوجل کے ساتھ غنی ہونے کی طرف یعنے جو
کوئی اُس کے ساتھ غنی ہو اُس کے غیر سے بے پرواہ ہو اور سوا اُس کی درگاہ
کے اور کچھ کی راہ نہ جانے اور خلا و ملا میں اُس کے ماسوا کو نہ پکارے ایک مشائخ

فرماتے ہیں کہ میں اُن کے پاس حجرہ کے اندر آیا اور اُن کو سوتا ہوا پایا اور تھوڑی دیر
ٹھہرا یہاں تک کہ وہ بیدار ہوئے اور فرمایا میں نے اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو تیرے واسطے پیغام دیا ہے اور کہا کہ ماں کا حق نگاہ رکھنا
حج کرنے سے بہتر ہے پس واپس جا اور اُس کے دل کی رضامندی تلاش کر میں اُس
جگہ سے لوٹا اور مکہ کو نہ گیا اور اس سے آگے اُن سے بات نہ سُنی تھی میں نے اور
بعض اُن میں سے اہل مجاہدت کے داعی اور مشاہدت میں قاسم محمد بن واسعؓ ہیں
اُن کے زمانہ میں اُن کی مثل کوئی نہ تھا اور تابعین سے بہت سے آدمیوں کی
صحبت پائی تھی اور مشائخ متقدمین سے ایک گروہ کو پایا اور طریقت میں حصہ پورا
رکھتے تھے اور اس کے حقائق میں انفاس عالی اور اشارات کامل ہیں۔ اور
ان سے مروی ہے کہ کہا مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ کسی چیز کو میں نے
نہ دیکھا جو حق کو اُس میں نہ دیکھا ہو اور یہ مقام مشاہدہ کا مقدمہ ہے کہ بندہ فاعل کی
دوستی کے غلبہ میں اس درجہ کو پہونچے کہ فعل میں اُس کے نظر ان کی فعل کو نہ دیکھے
بلکہ بالکل فاعل کو دیکھے جیسے کہ آدمی صورت کو دیکھے اور مصور نظر آدے پس اس کلمہ
کی حقیقت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قول سے ظاہر ہوتی ہے کہ چاند اور سورج اور
ستارہ کو کہا کہ ھٰذَا رَبِّیْ یعنے یہ میرا رب ہے اور یہ کہنا اُن کا حال اور غلبہ شوق میں
تھا کہ جو کچھ دیکھتے تھے جملہ محبوب کی صفت میں دیکھتے تھے اس واسطے کہ دوست جب
نگاہ کرتے ہیں تو ایک عالم کو اس کے قہر کا مقہور اور اُس کی سلطان کا اسیر دیکھتے ہیں
اور موجودات کے وجود قدرت کے پہلو میں اُس کے فاعل کی نسبت نہیں آنکھ سے جب
اشتیاق اُس میں نہ کریں مقہور نہ دیکھیں بلکہ قاہر کو دیکھیں اور مخلوق نہ دیکھیں بلکہ
خالق دیکھیں اور اس کو میں مشاہدہ کے باب میں لاؤنگا انشاء اللہ تعالیٰ اور ایک
گروہ کو غلطی واقع ہوئی جو کہتے ہیں کہ اُس شخص نے رایت اللہ فیہ کہا ہے اس جگہ

تجزیہ اور حلول لازم آتا ہے اور یہ بات محض کفر ہے اس واسطے کہ مکان جنس متمکن ہووے پس اگر کوئی کہے کہ مکان مخلوق ہے تو چاہئے کہ متمکن بھی مخلوق ہو اور کہا جاوے کہ متمکن قدیم ہے تو چاہئے کہ مکان بھی قدیم ہو اور اس نزول پر فساد لازم آتا ہے یا خلق کو قدیم کہنا چاہئے یا خالق کو محدث اور یہ دونوں کفر ہیں پس یہ رویت اُس نوع کی چیزوں میں اُس معنے کی ہے کہ جو میں نے اول بیان کیا اور اس میں لطیفہ باریکیاں ہیں جو اپنے مقام پر انشاء اللہ بیان کروں گا اور بعض اُن میں سے اماموں کے امام سنیوں کے پیشوا فقیہوں کے شرف علما کی عزت حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الخراز ہیں اُن کا مجاہدوں اور عبادتوں میں قدم مضبوط تھا اور اس طریقت کے اصول میں بہت بڑی شان رکھتے تھے اور شروع حال میں آپ نے گوشہ نشینی کا ارادہ کیا اور تمام خلق سے علیحدگی کی اور چاہا کہ خلق سے باہر ہوں اور دلکو ریا سے پاک کروں تاکہ خلق پاکیزہ اور تہذیب ہو ایک مرتبہ آپ حق کے حضور میں کھڑے ہوئے تھے تو ایک رات خواب میں آپ نے دیکھا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی استخوان کو لحد سے لوگ جدا کرتے تھے اور بعض کو بعض سے اختیار کرتے تھے اُس خواب کی ہیبت سے آپ بیدار ہوئے اور محمد بن سیرین کہ ایک شاگرد سے اس کی تعبیر دریافت کی کہا تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے علم اور اُن کی سنت کی حفاظت میں ایسے درجہ بزرگ پر پہنچیگا کہ اُس میں تو متصرف ہوگا اور صحیح کو غلط سے جدا کریگا اور دوسری مرتبہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے فرمایا کہ یا ابا حنیفہ میاعشا میری سنت زندہ رکھنے کے تجھکو خدا نے زندہ کیا ہے گوشہ نشینی کا ارادہ نہ کر اور اُن کے بہت آدمیوں کی استادتھی مشائخ سے مثل حضرت ابراہیم ادہم اور حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت داؤد طائی اور حضرت بشر حافی کے اور سوائے انکے اور بہیں اور علماء میں لکھا ہوا اور مشہور ہے کہ ایک وقت ابو جعفر المنصور نے تدبیر کی

کہ چار آدمیوں سے ایک کو قاضی کرنا چاہیے اُن میں سے ایک حضرت ابو حنیفہؒ تھے اور دوسرے حضرت سفیان ثوری اور تیسرے حضرت صلہ بن اشیم اور چوتھے حضرت شریکؒ اور یہ چاروں بہت بڑے لائق علمار سے تھے اُس نے آدمی کو بھیجا تاکہ سب کو حاضر کرے پس راستہ میں کہ جاتے تھے امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ میں تم میں سے ہر ایک سے ایک بات سمجھ کی کہتا ہوں جو اس چلنے کے معاملہ میں بہتر ہو گی کہا کہ میں ایک حیلہ سے اس عہدہ قضا کو اپنے اوپر سے دفع کرتا ہوں یعنی صلہ اپنے آپ کو دیوانہ بنا دے اور سفیان بھاگ جاوے اور شریک قاضی ہووے چنانچہ سفیان راستہ میں بھاگ گئے۔ اور کشتی میں گھس گئے اور ملاح سے کہا مجھکو چھپا لے کہ میرے سر کو کاٹیں گے بہ تاویل اس خبر کے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ یعنے جو قاضی ہوا وہ بغیر چھری کے ذبح ہوا۔ ملاح نے اُن کو کشتی میں بٹھلا یا اور چھپا لیا اور ان تینوں کو منصور کے پاس لے گئے پہلے ابو حنیفہؒ سے کہا کہ تجھ کو عہدہ قضا اختیار کرنا چاہیے آپ نے فرمایا کہ اے امیر میں ایک مرد ہوں نہ عرب سے بلکہ یہاں کے رؤسار اور سادات عرب میری حکومت پر راضی نہ ہوں گے۔ ابو جعفر نے کہا اس کام کو نسب کے ساتھ تعلق نہیں ہے اس کام کیواسطے علم چاہیئے۔ اور تم اس زمانہ کے عالموں میں مقدم ہو فرمایا اس کام کے لائق میں نہیں ہوں اور یہ میرا قول اگر سچا ہے تو میں اس کے لایق نہیں ہوں اور اگر جھوٹا ہے تو جھوٹا آدمی مسلمانوں کی قضا کے لایق نہیں ہوتا تو کہ خدا کا خلیفہ ہے اس بات کو جائز مت رکھ کہ جھوٹے شخص کو اپنا خلیفہ بنا وے اور مسلمانوں کا مال اور اُن کے فروج اُس کے سپرد کرے یہ کہا اور نجات پائی اُس کے بعد صلہ روبرو گئے اور منصور کا ہاتھ پکڑا اور کہا تو کیسا ہے اور تیرے فرزند اور تیرے جانور کیسے ہیں۔ منصور نے کہا یہ دیوانہ ہے اس کو باہر نکالو اور اُس کے بعد شریک سے کہا کہ تم عہدہ قضا قبول کرو

کہا میں ایک سودائی شخص ہوں اور میرا دماغ خفیف ہے منصور نے کہا کہ دار و دوا سے اپنا علاج
معالجہ کرتا کہ تیری عقل کامل ہو وے اُسوقت قضا شریح کو دی اور ابو حنیفہ نے
اُس کو چھوڑ دیا اور ہر گز اُس سے بات نہ کی اور یہ اُن کے کمال حال کا نشان ہے
دونوں میں سے ایک اُن کی دانائی ہر ایک کے حق میں صادق ہوئی۔
دوسری صحت و سلامتی خلق کی سپردگی کو اپنے ذمہ سے دور کرنا اور اُن کے مرتبہ
پر مغرور نہ ہونا ہے۔ اور یہ حکایت صحتِ ملامت کی بہت قوی دلیل ہی کہ اس طرح کی
تینوں نے حیلہ سے خلق کو آپ سے دفع کیا اور جو لوگ اس قسم کے معاملہ کے منکر
ہیں وہ ہوا کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور حق کے طریق سے علیحدہ خصوصاً امیروں
کے گھر کو اپنا قبلہ نما یا ہے اور ظالموں کے گھر کو بیت المعمور ٹھہرایا اور جابروں کے
بساط کو قاب قوسین او ادنیٰ کے برابر کیا ہے یعنی جو کچھ اُن کی خواہش کے خلاف
ہو سب کے منکر ہیں ایک مرتبہ حضرات غزنین حرسہا اللہ سے علم و امامت کے مدعیوں
میں سے ایک شخص نے کہا کہ مرقعہ پہننا بدعت ہے میں نے کہا کہ حشیشی اور دیبقی کے
کپڑے کہ بالکل ریشم کے ہوتے ہیں مردوں پر محض حرام ہیں اور بادشاہ ظالم
نے حرام مطلق کو پہنا اور بدعت نہ کہا اور حلال کپڑا جو حلال چاندی سے خریدا کیا ہوا
ہو کیونکہ بدعت ہوگا وگرنہ رعونت طبع اور ضلالت نفس تمہیر ہے لیکن عورتوں
کو ریشمی کپڑا پہننا حلال ہے اور مردوں پر حرام اور دیوانوں پر مباح اگر ان دونوں
کے مقر ہو تو معذور ہو بے انصافی سے اللہ پناہ دے حضرت امام ابو حنیفہؓ
کہتے ہیں کہ جب نوفل بن حیانؓ نے وفات پائی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ
قیامت قائم ہے اور تمام مخلوق حساب گاہ میں کھڑی ہوئی ہی اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو اپنے حوض کوثر کے کنارہ پر کھڑا ہوا دیکھا اور اُن کے سیدھے اور اُلٹے
طرف مشائخ دیکھے کھڑے ہوئے ہیں اور ایک بوڑھے کو میں نے دیکھا کہ نہایت

خوبصورت ہے اور اُس کے سر پر سفید بال لٹکتے ہیں اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کے رخسارہ پر اپنا رخسارہ رکھے ہوئی ہے اور اُن کی برابر میں نے نوفل کو دیکھا اُس نے
جب مجھ کو دیکھا تو میری طرف آیا اور سلام کیا میں نے کہا مجھ کو پانی دے کہا پیغمبر
صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہتا ہوں آپ نے اُنگلی سے اشارہ کیا تو مجھ کو
پانی دیا میں نے اُس پانی کو پیا اور اپنے اصحاب کو بھی دیا اور اُسی پیالے سے
کچھ پانی کم نہ ہوا پس میں نے دریافت کیا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے سیدھی جانب
یہ بوڑھے کون ہیں کہا ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علی نبینا وعلیہ ہیں اسی طرح
اُلٹی طرف حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کو پوچھا یہاں تک کہ سترہ آدمیوں کو میں نے دریافت
کیا جب میں بیدار ہو تو سترہ عدد میرے ہاتھ پر عقد کئے تھے اور حضرت یحیٰے بن
معاذ الرازیؒ کہتے ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہا میں نے
رسول اللہ میں تمکو کس جگہ ڈھونڈوں کہا ابو حنیفہ کے علم کے پاس اور ابو حنیفہؒ کے ور[illegible]
میں طریق بہت ہیں اور مناقب مشہور ہیں اس کتاب میں لکھنے کی گنجائش نہیں اور میں علی[illegible]
عثمان الجلابی رضی اللہ عنہ ہوں میں شام میں تھا اور حضرت بلال موذن[illegible]
کے روضہ کے سرہانے سو رہا تھا اور خواب میں آپکو مکہ میں دیکھا اور پیغمبر صلے الل[illegible]
علیہ وسلم کو دیکھا کہ باب بنی شیبہ سے اندر آئے اور آپ ایک بڈھی کی گود میں
لیٹے ہوئے ہیں جیسے کہ کسی بچہ کو لئے ہوئے ہیں ... نہایت شفقت کے
میں اُن کے روبرو دوڑ گیا اور اُن کے قدم چومے اور میں اس تعجب میں تھا کہ یہ [illegible]
کون ہے اُنہوں نے اپنے اعجاز سے میرے دل کے حال اور خیال پر اطلاع
پائی مجھ سے فرمایا کہ یہ تیرا اور تیرے شہر والوں کا امام ہے یعنی ابو حنیفہ نے مجھ[illegible]
اس سے بڑی امید ہے پس مجھکو اس خواب سے معلوم ہوا کہ وہ اُن لوگوں ...
تھے جو اوصاف طبع سے فانی [illegible] در احکام شرعی پر باقی تھے اور اس پر [illegible]

جیسا کہ اُس کے لیجانے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تھے اگر وہ آپ جاتے باقی الصفتہ ہوتے
اور باقی الصفتہ یا مخطی ہوتا ہے یا مصیب پس چونکہ اُسکے لیجانے والے پیغمبر صلے اللہ
علیہ وسلم ہوئے تو فانی الصفتہ ہوئے اور قایم بہقار صفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے
ہے اور چونکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر خطا قایم نہ ہوئی اور اُس کے ساتھ قیام نہ پکڑا اور
یہ ایک رمز لطیف ہے اور کہتے ہیں کہ جب حضرت داؤد طائی نے علم حاصل کیا اور ایک
عالم کے پیشوا ہوئے تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اپنے اوپر عمل کو لازم پکڑو اس واسطے
کہ علم بدوں عمل کے مثل جسد بلا روح کے ہے یعنی جو شخص محض علم پر قناعت کریگا
وہ عالم نہیں ہے کیونکہ عالم کو فقط علم پر قناعت نہو کیونکہ عین علم عمل کا متقاضی
ہو جیسے کہ عین ہدایت مجاہدہ کی متقاضی ہے اور جیسے کہ مشاہدہ بے مجاہدہ کے نہو
پس علم بے عمل نہو اس سبب سے کہ علم مواریث عمل ہو اور علم کی تخریج وکشایش اور
منفعت عمل کی برکت سے ہو اور ہم کسی طرح علم کو عمل سے جدا نہیں کرسکتے ہیں۔
جس طرح کہ آفتاب کے نور کو اُس کی ذات سے اور بعض اُن میں سے زاہد فائدا
وفاد حضرت عبداللہ بن مبارک المروزی رح اس قوم کے بڑے محتشم تھے اور جملہ
احوال و اقوال اور اسباب شریعت و طریقت کے عالم اور اپنے زمانہ کے امام تھے اور
بڑے بڑے مشائخ سے ملاقات آپ نے کی تھی اور اُن کے ساتھ ہم جلسہ رہے تھے
اور ان کی تصانیف ہر ایک علم و فن میں مشہور اور کرامتیں مذکور ہیں اور ان کی توبہ
کی ابتدا اس طرح پر ہوئی کہ ایک کنیزک پر آپ فریفتہ تھے ایک روز رات کو دوستوں
میں سے آپ اُٹھے اور ایک کو اپنے ہمراہ لے گئے اور معشوقہ کی دیوار کے نیچے کھڑے
ہوئے اور وہ اپنے بالاخانہ پر آئی پس صبح تک دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے
اور کھڑے رہتے جب حضرت عبداللہ نے صبح کی نماز کی اذان سُنی تو انہوں
نے جانا کہ عشاء کی نماز کی اذان ہے اور جب دن نکلا تو انہوں نے جانا

کہ تمام رات اُس کے مشاہدہ میں مستغرق رہا اس بات سے اُن کو معلوم ہوا اور اپنے
دل میں کہا کہ تجھکو شرم ہونے پسر مبارک آج تمام رات اپنی خواہش کے واسطے
پیروں پر کھڑا رہا اگر نماز میں بڑی سورۃ پڑھتا دیوانہ ہوتا اور دعوے مومن ہونیکا
ہے تو اُس سے توبہ کرکے علم کی طلب میں مشغول ہوگئے اور زہد و دیانت اختیار کرکے
آپ ایسے مرتبہ پر پہونچے کہ ان کی ماں ایک مرتبہ باغ میں گئیں تو اُن کو سوتا
پایا اور ایک سانپ بہت بڑا ریحان کی ڈالی منہ میں پکڑے ہوئے اُن کی مکھی
مارتا تھا اور بغداد میں مشائخ کی صحبت آپ کو ایک مدت تک ملی اور مکہ میں آپ
نے چند مدت تک مجاورت کی اُس کے بعد آپ مقام مرو میں چلے گئے اور
اُس شہر کے آدمی سب آپ سے مانوس ہوگئے اور اُن سے پڑھنا شروع کیا
اور اُس وقت میں مرو میں آدھے آدمی حدیث کی اتباع پر ہوگئے اور نصف نے
طریق رائے میں قدم رکھا ایسا کہ آجتک اُس کو رضی الفریقین کہتے ہیں اس وجہ سے
کہ ہر شخص کے ساتھ اُن کی موافقت تھی اور اُس جگہ آپ نے دو رباط بنائے یعنے
ایک مخصوص اہل حدیث کا اور دوسرا مخصوص اہل رائے کا اور آج تک دونوں اپنے
اصل قاعدے پر ہیں اور وہاں سے حجاز میں آپ واپس آئے اور مجاور ہوئے
تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ عجائب چیزوں سے آپ نے کیا دیکھا کہا ایک
راہب کو میں نے دیکھا کہ مجاہدہ سے ضعیف ہوگیا تھا اور خداوند کے خوف سے
ٹیڑھا ہوگیا تھا میں نے اُس سے پوچھا کہ اے راہب کَیْفَ الطَّرِیْقُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی
فَقَالَ لَوْ عَرَفْتَ اللّٰہَ لَعَرَفْتَ الطَّرِیْقَ اِلَیْہِ فَقَالَ اَعْبُدُ مَنْ لَا اَعْرِفُہٗ وَتَعْصِیْ مَنْ تَعْرِفُہٗ
یعنے میں نے کہا کہ خدا کی طرف راہ کیونکر ہے کہا اگر اللہ کو پہچانتے تو راہ بھی اُس کی
طرف جانتے تو میں نے کہا کہ میں عبادت کرتا ہوں اُس کی جس کو نہیں جانتا اور تو نافرمانی
کرتا ہے اُس کا کہ جسکو تو جانتا ہے یعنے معرفت خوف کے مقتضی ہے اور تجھ میں

بے خوف یہ کہتا ہوں کہ کفر وجہل اقتضا کرتی ہے اور آپ کو خائف پاتا ہوں آپ فرماتے ہیں کہ یہ نصیحت میرے کارگر ہوگئی جس نے مجھ کو بہت سی باتوں سے بچا لیا اور اُن سے روایت ہے اَلسُّکُونُ حَرَامٌ عَلٰی قُلُوْبِ اَوْلِیَآءِہٖ اُس کے دوستوں کا دل ہرگز ساکن نہ ہو کہ سکونت اس قوم پر حرام ہے دنیا میں مضطرب حال طلب میں اور عقبےٰ میں ساتھ حضور حق اور تجلی اور رؤیت کے قرار ان پر روا نہیں پس دنیا خاصکر انکو مانند عقبےٰ کے ہے اور عقبےٰ خاصکر ان کو مانند دنیا کے ہے کیونکہ دل کی سکونت دو چیز کی اقتضا کرتی ہے یا مقصود پانا یا مراد سے غفلت پانا وہ دنیا اور عقبےٰ میں روا نہیں تاکہ دل محبت کے خفقان سے ساکن ہو اور اُس کے دوستوں پر غفلت حرام ہے تاکہ دل طلب کی حرکتوں سے ساکن ہو اور بعض اُن سے شاہ اہل حضرت اور پادشاہ درگاہ وصلت ابو علی الفضیل بن عیاضؒ پیشوا قوم سے تھے اور بڑی بزرگ اور اُنکو معاملات اور حقائق میں حصہ بہت ہے اور پورا اور طریقت کے مشہور لوگوں سے ایک یہ ہیں اور ان کے حالات صدق سے پُر ہیں، ابتدا میں عیاری اور رہزنی کرتے تھے لیکن ہر وقت مخلوق کی بھلائی کی طرف میل رکھتے اور ہمیشہ مردانگی اور ہمت اُن کی طبیعت میں رہتی جس قافلہ میں کہ عورت ہوتی اُس کے آس پاس نہ پھرتے اور ہر شخص پر بمقدار سرمایہ کے لائق کچھ چھوڑتے جبوقت کہ قافلہ مرد سے گیا تو لوگوں نے کہا کہ کوئی رہبر ساتھ میں لے لو اس وجہ سے کہ فضیل راہ میں ہے کہا میں نے سُنا ہی کہ وہ مرد خدا ترس ہے ایک قاری کو مزدوری پر لے لیا اور اونٹ پر بٹھایا کہ وہ روز و شب راستہ میں قرآن پڑھتا تھا یہاں تک کہ قافلہ ایک مقام پر پہونچا کہ فضیل گھات میں تھے اتفاق سے قاری پڑھتا تھا اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ یہ سُنکر اُس کے دل میں رقت ہوئی اور عنایت ازلی نے غلبہ اپنا اُس کے دل پر ظاہر کیا اور اُس شغل سے آپ نے توبہ کی اور مخاصمین کے نام لکھے اور سب کو

خوشنود کیا اور آپ مکہ میں گئے اور ایک مدت تک اُس جگہ مجاور رہے۔ اور بعض اولیاء سے خداوند کو پایا اور کوفہ میں آپ واپس آئے اور امام ابو حنیفہ رح کے ساتھ ایک مدت تک ہمنشین رہے اور ان سے روایات عالی ہیں، اور مقبول ہیں جو درمیان اہل حدیث کے ہیں اور حقایق تصوف اور معرفت میں کلام رفیع آپکا منقول ہے کیونکہ فرمایا ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰہُ حَقَّ مَعْرِفَتِہٖ عَبَدَہٗ بِکُلِّ طَاقَتِہٖ یعنی جو کہ خدائے تعالٰی کو اُس کے حق معرفت کے ساتھ پہچانے کل طاقت کے ساتھ پرستش کرے اُس کو اس واسطے وہ شخص کہ پہچانے انعام و احسان کے ساتھ پہچانے اُس کو دوست بناوے جس نے دوست بنایا طاعت رکھی طاقت تک اس سبب سے کہ فرمان دوستوں کا کرنا دشوار نہ ہو جس کسیکو دوستی زیادہ ہو تو حرص طاعت پر زیادہ ہوا اور دوستی معرفت کی حقیقت سے ہو جیسا کہ حضرت عائشہ رض صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک رات اُٹھے اور مجھ سے غائب ہوئے اور مجھ کو خیال ہوا کہ حضور دوسرے حجرہ میں گئے ہیں پس میں اُٹھی اور اُن کے پیروں کے نشان پر گئی یہاں تک کہ مسجد میں آئی۔ پس حضور کو میں نے نماز میں کھڑا دیکھا کہ آپ روتے تھے یہاں تک کہ بلال آئے اور صبح کی اذان کہی اور حضرت نماز میں تھے جب صبح کی آپ نماز ادا کر چکے تو حجرہ میں تشریف لائے میں نے دیکھا کہ آپ کے دونوں پاؤں ورم کر گئے تھے اور دونوں انگوٹھوں کے سر شق ہو گئے اور زرد پانی اُن سے جاری تھا پس میں روئی اور میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کے اول و آخر کے گناہ سب معاف کر دئے گئے ہیں اسقدر تکلیف آپ پھر کیوں اُٹھاتے ہیں اس کو ترک فرمائیے یہ وہ شخص تکلیف اُٹھائے جس کو انجام کا اطمینان نہ ہو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ وہ سب لطف و فضل خدائے عز و جل کا ہے اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا

شکورًا یعنے کیا مجھ کو بندہ شاکر ہونا چاہیئے جبکہ اُس نے مجھ کو مژدہ بخشش سنایا ہے
کیا کہتی ہو تم مجھکو بندگی نہ کرنا چاہیئے اور طاقت بشری کی لائق نعمت کا استعمال نہ
چاہیئے اور نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب میں پچاس نمازیں
قبول کی تھیں اور اُن کو گران نہ سمجھا تھا یہاں تک کہ حضرت موسےٰ نے کہا اور
آپ واپس گئے اور پانچ وقت کی نماز پھر لائے کیونکہ آپ کی طبیعت میں فرمان
کی بالکل مخالفت نہ تھی اور نیز آپ سے روایت کرتے ہیں کہ اَلدُّنْیَا دَارُ الْمَرْضٰی
وَالنَّاسُ فِیْہَا مَجَانِیْنُ وَالْمَجَانِیْنُ فِیْ دَارِ الْمَرْضٰی بِالْغُلِّ وَالْقَیْدِ۔ یعنے دنیا
مثل پاگل خانہ کے ہے اور آدمی اُس میں مثل دیوانوں کے ہیں اور دیوانوں کو
پاگل خانہ میں سوائے زنجیروں کے اور کیا ملتا ہے، اور ہمارے نفس کی خواہش
ہماری قید ہے اور ہماری معصیت ہماری قید ہے اور فضل بن ربیع نے روایت
کی ہے کہ میں ہارون رشید کے ساتھ مکہ میں گیا جب حج سے فراغت کی تو مجھ سے
کہا اس جگہ کوئی مرد ہے خدا کے مردوں سے تاکہ اُس کی زیارت کروں میں نے
کہا ہاں عبدالرزاق صنعانی اس جگہ ہے کہا مجھ کو اُس کے پاس لیچل جب اُس کے
پاس ہم گئے اور تھوڑی دیر ہم نے باتیں کیں اور جب لوٹنے کا ہمنے ارادہ کیا تو
ہارون رشید نے مجھ سے اشارہ کیا کہ اُس سے دریافت کر کہ کچھ قرض رکھتا ہے۔
میں نے پوچھا کہا ہاں حکم دیا تو اُس کا قرض ادا کردے پھر وہاں سے باہر آیا کہا
یافضل میرا دل ابھی خواہش کرتا ہے کہ کسی مرد کو میں دیکھوں جو اس سے زیادہ بزرگ
ہو میں نے کہا اس جگہ سفیان بن عُیَیْنہ ہے کہا اُس جگہ چلیں پھر ہم وہاں گئے۔ اور
تھوڑی دیر تک ہم نے اُن سے باتیں کیں جب ارادہ لوٹنے کا کیا تو ہارون رشید
نے پھر مجھے اشارہ کیا میں نے اُن سے قرضہ کی بابت دریافت کیا انہوں نے کہا
ہاں مجھپر قرض ہے ہارون نے حکم دیا کہ ان کا قرضہ ادا کردو میں نے ان کا قرض ادا کردیا

پھر وہاں سے باہر نکلے اور کہا یا فضل ابھی تک میرا مطلب حاصل نہیں ہوا مجھ کو
یاد آیا کہ فضیل بن عیاضؒ اس جگہ ہے نومیں اُس کو فضیل کے پاس لے گیا ہیں وہ غرفہ کے
اندر تھے اور ایک آیت قرآن کی پڑھتے تھے ہم نے دروازہ بجایا کہا کون ہے میں نے
کہا امیر المومنین ہیں کہا مَالِیْ وَلِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ کہا مجھ کو امیر المومنین سے کیا کام میں نے
کہا سبحان اللہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا لَیْسَ لِلْعَبْدِ
اَنْ یُّذِلَّ نَفْسَہٗ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ قَالَ بَلٰی اَمَّا الرِّضَآءُ عِزٌّ دَآئِمٌ عِنْدَ اَھْلِہٖ یعنی نہیں
جائز بندہ کو کہ ذلیل کرے اپنے نفس کو اللہ کی طاعت میں کہا ہاں ہم عزت رضا کی
رکھتے ہیں تو میری ذلت دیکھتا ہے اور میں اپنی عزت بوجہ رضامندی خداوند تعالیٰ جانتا
ہوں اس وقت آپ نیچے آئے اور دروازہ کھولا اور چراغ ٹھنڈا کیا اور کونہ میں
آپ کھڑے ہو گئے تو ہارون اُن کو اُن کے دروازہ سے ڈھونڈھتا تھا یہاں تک
کہ ہاتھ اُن کا اُس پڑا کہا آہ اُس سے کہ اُس سے زیادہ نرم نہ دیکھا میں نے اگر
خدائے تعالےٰ کے عذاب سے چھوٹے کیا اچھا ہو ہاروں نے رونا شروع کیا اور اس
قدر رویا کہ بیہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو کہا اے فضیل مجھ کو نصیحت کر کہا اے
امیر المومنین تیرا باپ عم مصطفےٰ تھا اُن سے خواہش کی کہ مجھکو قوم پر امیر کرو کہا اے عم
میں نے تجھکو تیرے بدن پر امیر کیا یعنے ایک نفس تیرا خدا کی طاعت میں تیرے
واسطے خلق کی ہزار سال کی طاعت سے بہتر ہے لِاَنَّ الْاِمَارَۃَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ نَدَامَۃٌ
یعنے امیری قیامت کے دن سوائے ندامت کے اور کچھ نہو ہارون نے کہا اور نصیحت کر
کہا جب عمر عبد العزیز کو خلافت کے واسطے مقرر کیا تو سالم بن عبد اللہ اور رجا بن جیوۃ
اور محمد بن کعب القرظیؒ کو بلایا اور کہا میں اس بلا میں گرفتار ہوا امیری کی کچھ تدبیر کرو اگرچہ
آدمی نعمت جانتے ہیں اس امارت کو میں بلا جانتا ہوں ایک نے کہا ان میں سے
کہ جو تو چاہے کہ کل قیامت کو تجھکو خدائے تعالےٰ کے عذاب سے نجات ہو تو مسلمانوں

کے بوڑھوں کو اپنے باپ کی مثل جان اور جوانوں کو بھائیوں کی مانند اور لڑکوں کو فرزندوں کی مانند اُس وقت ان کے ساتھ معاملہ ایسا کر جیسا کہ گھر میں باپ اور بھائی اور لڑکے کے ساتھ کرتی ہیں یہ سب مسلمانوں کے شہر تیرے گھر کی مثل ہیں۔ اور ان کے اہل تیرے عیال ہیں یعنے باپ کی زیارت کر اور بھائی کی بزرگی کر اور فرزندوں کے ساتھ بھلائی کر اس وقت فضیل نے کہا میں ڈرتا ہوں اے امیرالمومنین مبادا کہ وہ روئے خوب تیرا دوزخ کی آگ میں گرفتار ہو خداوند تعالےٰ سے ڈر اور اُس کا حق اُس سے بہتر ادا کر پس ہارون نے کہا تجھ پر کچھ قرض ہے کہا ہاں خداوند تعالےٰ کا قرض میری گردن پر ہے اور وہ اُس کی طاعت ہے اگر مجھ کو اُس سے گرفتار کرے مجھ پر افسوس ہے کہا اے فضیل قرض خلق کو کہتا ہوں کہا حمد وسپاس خدائے عزوجل کو کہ میرے پاس اُس سے نعمت بہت ہے اور مجھ کو کوئی شکایت نہیں جو اس کے بندوں سے کروں ہارون نے ہزار دینار کی تھیلی نکالی اور اُن کے آگے رکھی کہا اس روپیہ کو اپنے کاموں میں لائے۔ فضیل نے کہا اے امیرالمومنین میری ان نصیحتوں نے تجھ کو کچھ فائدہ نہ دیا یہاں تک کہ تو نے ظلم کیا اور ظلم کو اختیار کیا اور بیدادگری کا پیشہ لیا ہارون نے کہا میں نے کیا ظلم کیا کہا میں تجھ کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تو مجھ کو بلا میں ڈالتا ہے یہ ظلم نہیں ہے ہارون اور فضیل دونوں روتے ہوئے اُن کے آگے سے باہر آئے اور مجھ سے کہا اے فضل بن ربیع ملک حقیقت میں فضیل کا ہے اور یہ سب دلیلیں اُس کے دبدبہ کی ہیں دنیا اور اُس کے اہل ہیں اور اُس کی زینت کی حقارت اُس کے دل کے نزدیک اور تو ضع کا ترک کرنا خصوصاً اہل دنیا کے واسطے اس کے خیال میں مضبوط اور ان کے مناقب اس سے زیادہ ہیں۔ اور بعض اُن میں سے تحقیق وکرامت کے سفینہ اور شرف ولایت کے صمصام ابوالفیض ذوالنون ابن

ابراہیم انصری تھے اور ان کا نام ثوبان تھا اور نیکیوں اور بزرگوں اور عیاروں اس قوم سے تھے کہ بلا کی راہ اختیار کی اور ملامت کا طریقہ لیا اور سب اہل مصر والے اُن کی شان میں متحیر رہتے تھے اور مرتے وقت تک کسی نے اُن کا حال و جمال اہل مصر نے نہ پہچانا اور جس شب کو اُن کا انتقال ہوا اُس شب ستر آدمیوں نے پیغمبر صلعم کو خواب میں دیکھا کہ فرمایا خدا کے دوست ذوالنون بلائے گئے ہیں ہم اُن کے استقبال کے واسطے آئے ہیں اور جب مرنے کا وقت ہوا تو لوگوں نے اُن کی پیشانی پر لکھا ہوا پایا ھٰذَا حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ قَتِیْلُ اللّٰہِ یعنے یہ خدا کا پیارا ہے اور خداوند تعالےٰ کی محبت میں وفات پائی ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کا شہید ہے اور جب اُن کا جنازہ اُٹھایا تو مرغان ہوا اُن کے جنازہ پر جمع ہوئے جن کے بازو بازو سے ملے ہوئے تھے اور جنازہ پر سایہ ڈالتے تھے جب اہل مصر نے دیکھا تو شرمندہ ہوئے اور اُس ظلم سے جو اُنہوں نے اُن پر کیا تھا سب نے توبہ کی اور اُن کے طریق بہت ہیں اور حقائق علوم میں کلمات بہت ہیں جیسا کہ کہتے ہیں اَلْعَارِفُ کُلَّ یَوْمٍ اَخْشَعُ لِاَنَّہٗ فِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ مِّنَ الرَّبِّ اَقْرَبُ یعنی ہر روز عارف ترساں زیادہ ہووے اور خاشع زیادہ ہو اس واسطے کہ ہر گھڑی رب سے نزدیک زیادہ ہوا اور جو کہ زیادہ نزدیک ہو لامحالہ حیرت اور خشوع اُس کا زیادہ ہو اور وہ جو سلطان حق کی ہیبت سے خبردار ہو اور جلال حق اُس کے دل پر غالب ہو آپ کو اُس سے دور دیکھے اور اُس کے وصل کی طرف منہ نہ کرے بلکہ اُس کا خشوع خشوع پر زیادہ ہو جیسا کہ موسےٰ صلوات اللہ علیہ نے کلام کے وقت کہا یَا رَبِّ اَیْنَ اَطْلُبُکَ قَالَ عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ یعنے بار خدایا تجھکو کہاں ڈھونڈوں کہا اُس جگہ کہ دل ٹوٹا ہوا ہو اور اپنے اخلاص سے ناامید ہوا ہو کہا بار خدایا کوئی دل میرے دل سے ناامید زیادہ اور شکستہ زیادہ نہیں ہے کہا پس میں اُس جگہ ہوں کہ جہاں تو ہے پس جو دفتہ

مدعی بغیر ڈر اور خوف کے جاہل ہو نہ عارف اور معرفت کی حقیقت کی پہچان صدق ارادت ہو اور ارادت صادق اسباب کی کاٹنے والی اور بندہ کے نسبوں کی قاطع ہو سوائے خدائے عزوجل کے جیساکہ حضرت ذوالنونؒ فرماتے ہیں اَلصِّدْقُ سَیْفُ اللّٰہِ فِیْ اَرْضِہٖ مَا وُضِعَ عَلٰی شَیْءٍ اِلَّا قَطَعَہٗ یعنے راستی خدا کی تلوار ہے زمین میں اور کسی چیز پر نہ آوے لیکن اُس چیز پر کہ اُس کو کاٹے اور صدق مسبب کی رؤیت ہو نہ اثبات سبب جب سبب ثابت ہوا حکم صدق ساقط ہوا اور اُس کی حکایتوں میں مذکور ہے کہ ایک روز اپنے اصحاب کے ہمراہ کشتی میں بیٹھے تھے اور دریائے رود نیل کا تماشا دیکھ رہے تھے جیسے کہ اہل مصر کی عادت ہے کہیں سے ایک دوسری کشتی آتی تھی اور اہل طرب کا گروہ اُس میں بیٹھا تھا اور وہ فساد کرتے تھے آپ کے شاگردوں کو اُن سے نفرت عظیم ہوئی کہا اے شیخ دعا کر کہ خدائے عزوجل ان سب کو غرق کر دے تاکہ بدبختی ان کی خلق سے دور ہو حضرت ذوالنون مصری کھڑے ہوئے اور ہاتھ اُٹھائے اور کہا بار خدایا جیساکہ اس گروہ کو اس جہان میں عیش دیا ہے اُس عالم میں بھی عیش دے ان کی اس بات سے مرید متعجب ہوئے جب کشتی زیادہ اُن کے روبرو آئی اور اُن کی آنکھیں حضرت ذوالنون پر پڑیں وہ بہت روئے اور عذر کئے اور سب نے توبہ کی اور خدا کی طرف لوٹ آئے اُنہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا اُس جہان کا عیش توبہ تھی تم نے دیکھا کہ سب کی مراد حاصل ہوئی اور تم اور وہ سب مراد پر پہونچے بغیر اس کے کہ کوئی رنج کسیکو پہونچے اور یہ بات نہایت شفقت کے ساتھ تھی مسلمانوں پر اور اس بات میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا تھی کیونکہ جسقدر کفار کا فروں سے اُن پر ظلم زیادہ ہوتا آپ متغیر نہ ہوتے اور کہتے اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنے اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر کیونکہ وہ جانتے نہیں اور اُن سے منقول ہے

کہا کہ ایک مرتبہ بیت المقدس سے میں آتا تھا بقصد مصر کہ میں نے ایک شخص کو سامنے
میں دیکھا کہ دور سے کہ آتا ہے میں نے اپنے دل میں خواہش کی کہ اس آدمی سے کوئی
سوال کروں جب میرے پاس آیا تو وہ ایک بوڑھی عورت تھی جُبہ پشمین پہنے ہوئے
میں نے کہا تو کہاں سے آتی ہے کہا اللہ کے پاس سے میں نے کہا کہاں جاتی ہے کہا
اللہ کی طرف میرے پاس دینار رہتا میں نے نکالا کہ اُس کو دوں ہاتھ میرے سامنے
ہلایا اور کہا اے ذوالنون یہ خیال کہ تجھکو میرے ساتھ پیدا ہوا ہی تیری عقل کی رکیکی سے
ہے پس میں خدا کے واسطے کام کرتی ہوں اور سوائے اُس کی بال برابر کوئی چیز نہیں
لیتی ہوں چنانچہ اُس کے سوا کسی کی پرستش نہیں کرتی ہوں اور سوائے اُس کے کوئی
چیز نہیں لیتی ہوں یہ کہا اور مجھ سے جُدا ہو گئی اس حکایت میں ایک لطیف باریکی
ہے جو اُس عجوز نے کہا کہ میں کام اُس کے واسطے کرتی ہوں اور صدق محبت
کی یہ دلیل ہے کیونکہ حق معاملت میں دو طرح پر ہے ایک وہ کہ کام کرتی ہی جانتی ہر
کہ اُس کے واسطے کرتی ہے اور وہ بھی اپنے واسطے کرتی ہے ہر چند کہ اُس کی خواہش اُس
سے منقطع ہو دوسرے وہ کہ ارادت ثواب عقاب اُس جہان کی اور اِس عالم ریا
اُس کی معاملت میں منقطع ہو اُس سے اور جو کچھ کرے خاص فرمان حق کی تعظیم کو کرے یعنی
حق تعالیٰ کی محبت اُس کی مقتضا ہو اور اُس گروہ کو صورت حاصل نہ ہوئی ہو کہ جو کچھ آخرت
کے واسطے کریں اُس کو ہوا اور جانیں کہ طاعت میں حصہ کر مطیع کو نصیب وافر اُس سے
ہو جو معصیت میں ہو کیونکہ گناہوں کی راحت ایک گھڑی ہوا اور طاعت کی راحت
ہمیشہ ہو اور خداوند تعالیٰ نے خلق کی مجاہدت کیا فائدہ رکھا اور اُس کے ترک سے
کیا نقصان اگر تمام عالم نے صدق ابوبکرؓ اختیار کیا تو وہ حصہ ان کو ہو اور اگر کذب
فرعون جیسا ہو تو نقصان حصہ ان کو ہوا جیسا کہ کہا اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ
وَاِنْ اَسَأْتُمْ فَلَهَا یعنی اگر بھلائی کرو گے اپنے واسطے اور اگر برائی کرو گے اپنے واسطے

اور نیز کہا وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ یعنی جو شخص مجاہدہ کرے وہ اپنے واسطے کرتا ہے تحقیق اللہ تعالےٰ عالم سے بے پرواہی ملک ابدی خاصکر اپنے واسطے مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے واسطے ہم کرتے ہیں لیکن دوستی کی راہ لینا ایک امر دیگر ہے اور اُن کو فرمان کے ادا کرنے سے حصول امر دوست کی حفاظت کرنا ہے اور اُن کی آنکھیں کسی دوسری چیز پر نہ ہوں اور اس کتاب میں اس کی مثل کلام اخلاص کے معاملہ میں نہ آویگا اور بعض اُن میں سے امیر الامراء سالک طریق ہدا ابو اسحٰق ابراہیم بن ادہم منصور رضی یگانہ تھے اپنے طریق میں اور اپنے زمانہ میں اپنے ہمعصروں کے پیشوا تھے حضرت خضر علیہ السلام کے مرید تھے۔ اور پہلے زمانہ کے اکثر مشائخوں سے ملاقات کی تھی اور امام ابو حنیفہ رضہ کے ساتھ اختلاط رکھتے تھے اور اُن سے علم پڑھا تھا اور شروع زمانہ میں وہ بلخ کے امیر تھے ایک روز آپ شکار کو گئے تھے اور اپنے لشکر سے جُدا ہو گئے اور ایک ہرن کے پیچھے آپ نے گھوڑا ڈال دیا خدائے تعالےٰ نے اُس ہرن کو گویا فرمایا اُس نے زبان فصیح سے کہا أَلِهٰذَا خُلِقْتَ أَوْ بِهٰذَا أُمِرْتَ یعنے کیا اس کام کے واسطے تجھ کو پیدا کیا ہے یہ اُنکے واسطے توبہ پر دلیل ہوئی اور آپ نے اپنا ہاتھ سب سے اُٹھالیا اور زہد و ورع کا طریقہ اختیار کیا اور فضیل بن عیاض اور سفیان ثوری کو پایا اور اُن کے ہمنشین رہے اور اپنی تمام عمر میں توبہ کے بعد سوائے اپنے کسب کے نہ کھایا تمامی اُن کے معاملت سے ظاہر ہے اور کرامات مشہور ہے اور حقائق تصوف میں آپ کی کلمات بدیع اور لطیفہ نفیس ہیں اور حضرت جنید کہتے ہیں مَفَاتِيحُ الْعُلُومِ إِبْرَاهِيمُ یعنے اس طریقت کے سب علموں کی کنجی ابراہیم ہے اور اُن سے روایت ہے کہ کہا اِتَّخِذِ اللهَ صَاحِبًا وَذَرِ النَّاسَ جَانِبًا یعنی ابراہیم ادہم نے کہا کہ خداوند کو اپنا یار رکھ اور خلق کو ایک طرف چھوڑ مراد اس سے یہ ہے کہ جب بندہ کا اقبال حق کے ساتھ درست ہو اور

حق تعالےٰ کی دوستی میں مخصوص ہو پس حق کی طرف تو توجہ ہو خلق سے اعراض کا متقاضی ہو اس سبب سے کہ خلق کی صحبت کو حق کی صحبت سے کوئی دم نہیں ہے اور حق کی صحبت خدا خاص سے ہو وہ اُس کے حکم کے ادا کرنے میں اور خاص طاعت میں خلوص محبت سے ہو اور خلوص محبت حق نفس و ہوا کی دشمنی سے پیدا ہوتی ہے جو کوئی ہوا کے ساتھ آشنا ہو خدا سے جدا ہوا اور جو کہ ہوا سے جدا ہو خدا کے ساتھ ملا ہوا پس اپنی ذات میں تمام خلق تو ہی ہے تو جو شخص اپنے منہ پھیرے تو گویا تمام خلق سے اعراض کرے اور جو کوئی کہ خلق سے اعراض کرے اور اپنی طرف توجہ دے یہ ظلم ہے اس واسطے کہ تمام مخلوق خدا جس طرح سے کہ ہیں حکم اور تقدیر کے ساتھ وابستہ ہے یعنے تجھکو کام تیرے ساتھ پڑا ہے اور ظاہر و باطن کی استقامت کی بنا طالب کے واسطے دو چیز پر ہے ایک اُن سے پہچاننا ہے اور دوسرے کی نسبت پس وہ جو پہچاننا ہے وہ تقدیر حق کی رؤیت ہے یعنے خیر و شر سے ہر یعنے تمام عالم میں کوئی چیز متحرک اور ساکن نہ ہووے اور کوئی ساکن متحرک نہ ہووے مگر اُس حرکت سے کہ خداوند نے اُس میں پیدا کی ہے اور اُس سکون سے کہ حق تعالےٰ نے اُس میں رکھا ہے اور وہ جو کرتا ہے ادا کرنا فرمان حق کا ہے اور معاملہ کی صحت اور حفاظت تکلیف کی اور کسی حال میں ترک فرمان میں اُس کی تقدیر حجت نہیں ہو سکتی ہے یعنے جبتک خلق سے اعراض درست نہو جب آپ سے اعراض نہو تو اعراض کب ہے یعنی تمام مخلوق حصول مراد حق سے ہو اور جب حق تعالیٰ کی طرف تو نے توجہ کی تو مراد حق کو قائم کر پس خلق سے ملنا جائز نہیں کیونکہ شیخ ابو الحسن سالبہ نے کہا ہے کہ مرید کو حکم حق میں ہونا بہتر ہے اُس سے کہ اپنے حکم میں ہو اس سبب سے کہ صحبت غیر کی ساتھ خدا کے واسطے ہوا اور صحبت اپنے ساتھ واسطے پالنے ہوا کے ہو اور اس معاملہ میں کلام اپنے موقعہ پر انشاء اللہ تعالےٰ بیان ہوگا اور ابراہیم ادہم کی حکایتوں میں مذکور ہے کہ

کہ جب میں ایک جنگل میں گیا تو ایک بوڑھا آیا اور مجھ سے کہا اے ابراہیم تو جانتا ہے کہ یہ کیا مقام ہے جو زاد راہ کے ساتھ تو جاتا ہے کہا میں نے جانا کہ یہ شیطان ہے یعنی چار دانگ چاندی میرے پاس تھی کہ کوفہ میں میں نے ایک زنبیل فروخت کی تھی میں نے اُس کو جیب سے نکال کر زمین پر ڈال دیا اور شرط کی میں نے کہ ہر میل پر چار سو رکعت نماز ادا کروں گا یعنی چار برس تک میں جنگل میں رہا اور خداوند تعالےٰ نے ایک وقت بے تکلف مجھ کو کھانا پہونچایا اُس درمیان میں خضرؑ نے میرے ہمراہی کی اور مجھ کو نام بزرگ خداوند تعالےٰ کا سکھلایا یعنی اسم اعظم اُس وقت میرا دل ایک بارگی غیر سے فارغ ہو گیا آپ کی مناقب بہت ہیں اور بعض اُن میں سے سر یہ معرفت اور تاج اہل معاملت حضرت بشر بن الحافیؒ ہیں مجاہدہ میں آپ شانِ عظیم اور برہان کبیر رکھتے تھے اور معاملات میں آپکا پورا حصہ تھا اور صحبت حضرت فضیل کی پائی تھی اور اپنے ماموں کے مرید تھے جن کا نام بوعلی بن خشرم تھا اور علم اصول اور فروع میں عالم تھے اور اُن کی توبہ کی ابتدا یہ تھی کہ ایک روز ایک مست آتا تھا راستہ میں ایک ٹکڑا کاغذ کا پایا اُس کو تعظیم سے اُٹھایا اُس پر لکھا تھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آپ نے اُس کو معطر کیا اور ایک پاک جگہ پر رکھا اُس رات کو خواب میں دیکھا کہ خداوند تعالےٰ نے اُن سے کہا یَا بِشْرُ طَیَّبْتَ اِسْمِیْ فَبِعِزَّتِیْ لَاُطَیِّبَنَّ اِسْمَکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنے میرے نام کو تو نے خوشبو سے معطر کیا پس میں تیرے نام کو خوشبو سے معطر کرونگا دنیا اور آخرت میں تاکہ کوئی تیرا نام نہ سُنے۔ بیگجز. کہ اُس کے دل میں راحت نہ آئے اُس وقت آپ نے توبہ کی اور زہد کا طریقہ اختیار کیا اور شدت غلبہ سے حق تعالےٰ کے مشاہدہ کے واسطے ہرگز کوئی چیز اُس کے پیر کے نیچے نہ آتی اسکا سبب دریافت کیا تو کہا زمین اُن کا بچھونا ہے اور میں جائز نہ رکھوں کہ اُس کا بچھونا طے کردوں اور میرے پاؤں بیچ اُسکے بچھونے میں واسطہ ہوں اور یہ بات اُن کے

غرائب معاملات سے ہے اور اُن سے منقول ہے کہ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّکُوْنَ عَزِیْزًا
فِی الدُّنْیَا وَشَرِیْفًا فِی الْاٰخِرَۃِ فَلْیَجْتَنِبْ ثَلَاثًا لَا یَسْاَلُ اَحَدًا حَاجَتَہٗ وَلَا یَذْکُرُ اَحَدًا
بِسُوْءٍ وَلَا یُجِیْبُ اَحَدًا اِلٰی طَعَامٍ یعنی جو شخص چاہے کہ دنیا میں عزیز ہو اور آخرت
میں شریف اُس کو چاہیئے کہ تین چیزوں سے پرہیز کرے ایک مخلوق سے حاجت نہ
چاہے اور کسیکو برا نہ کہے اور کسی کی مہمانی میں نہ جائے کیونکہ جو شخص خداوند تعالیٰ
کی طرف راہ جانتا ہے وہ خلق سے حاجت روائی نہیں چاہتا بلکہ خلق سے حاجت مانگنا
اُس کی بے عزتی کی دلیل ہے یعنی اگر وہ اپنے قاضی الحاجات کو جانتا تو اپنی مثل
مخلوق سے سوال نہ کرتا بلکہ خدا ہی سے سوال کرتا اور اپنی حاجت مانگتا لِاَنَّ
اِسْتِعَانَۃَ الْمَخْلُوْقِ اِلَی الْمَخْلُوْقِ کَاسْتِعَانَۃِ الْمَسْجُوْنِ اِلَی الْمَسْجُوْنِ یعنی مخلوق کا مخلوق
سے مدد مانگنا ایسا ہے کہ قیدی کی قیدی سے مدد مانگنا ہے اور جو کوئی کسیکو برا کہے وہ
تصرف ہے کہ خدا کے حکم میں کرتا ہے اس سبب سے کہ وہ آدمی اور اُس کے فعل خدا کے
پیدا کئے ہوئے ہیں اُس کو کون رد کریگا اس واسطے کہ جو فعل کو عیب لگاوے گا
وہ فاعل کو عیب لگاویگا سوائے اس کے کہ اس کے فرمان کے مطابق کفار کو برا کہیں کہ یہ جائز
ہے اور یہ جو کہا کہ خلق کے کھانے سے پرہیز کرو اس واسطے کہ رازق خدا ہے
تمہارے لئے ہے اگر مخلوق کو تیری روزی کا سبب کرے اُس کو مت دیکھ اور جان کہ
وہ روزی تیری ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تجھکو پہونچائی نہ اُس کی جانب سے اور اگر وہ
جانے کہ اُس کی طرف سے ہے اور اُس روزی سے تجھ پر احسان رکھے اُس کو قبول
نہ کر کیونکہ آدمی کی روزی میں آدمی پر احسان نہیں ہے البتہ اہل سنت وجماعت
کے نزدیک روزی غذا ہے اور معتزلہ کے نزدیک ملک اور مخلوق کو خدائے تعالیٰ
غذاؤں سے پالتا ہے نہ مخلوق اور مجازاً اس قول کو وجہ دوسری ہے واللہ اعلم
اور بعض اُن میں سے فلک معرفت اور کشتی محبت ابو یزید طیفور بن عیسی البسطامی رحمہ

جملہ مشائخ اجل سے تھے اور ان کا حال سب سے بڑا تھا اور ان کی شان سب سے عظیم
تھی یہاں تک کہ حضرت جنید رہ نے کہا اَبُوْ یَزِیْدَ مِنَّا بِمَنْزِلَۃِ جِبْرَائِیْلَ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ
یعنے ابو یزید ہم میں ایسے ہیں جیسے کہ حضرت جبریل ملائکہ میں اور آپ کے دادا
مجوسی تھے اور آپ کے باپ بسطام کے بزرگوں سے ایک بزرگ تھے، اور ان
سے اکثر روایات عالی منقول ہیں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں اور
تصوف کے دس اماموں میں سے آپ مشہور ایک امام ہیں اور کسی آدمی کو ان سے
زیادہ اس علم کے حقائق میں چنداں استنباط نہ تھا ہر حال میں محب العلم اور معظم الشریعت
تھے اور ان سے منقول ہے عَمِلْتُ فِی الْمُجَاھَدَۃِ ثَلَاثِیْنَ سَنَۃً فَمَا وَجَدْتُّ شَیْئًا اَشَدَّ
عَلَیَّ مِنَ الْعِلْمِ وَمُتَابَعَتِہٖ وَلَوْلَا اخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ لَبَقِیْتُ وَاخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ رَحْمَۃٌ
اِلَّا فِیْ تَجْرِیْدِ التَّوْحِیْدِ یعنے کہا تیس برس میں نے مجاہدہ کیا کسی چیز کو علم اور اس کی
متابعت سے سخت نہ پایا اگر علماء کا اختلاف نہ ہوتا تو میں ہر چیز سے باز رہتا اور دین کا
حق ادا نہ کرسکتا اور علماء کا اختلاف رحمت ہے۔ توحید اور تجرید توحید کے سوا میں
اور حقیقت میں ایسا ہے کہ طبیعت جہل کی طرف مائل زیادہ ہو کیونکہ بے علم
بباعث کثرت جہالت کے بے تکلف کام کرسکتا ہے اور اہل علم بے تکلیف کے ایک
قدم نہیں اٹھا سکتا اور شریعت کی صراط اس جہان کی صراط سے بہت باریک اور پُر
خطر ہے پس تجھ کو چاہیے کہ ہر حال میں اس طرح سے رہ کہ اگر احوال رفیع اور مقامات
خطیر سے باز رہے اور تو شریعت کے میدان میں پڑے اگر تجھ سے سب جاوے
معاملات تیرے ساتھ رہے کیونکہ تمام آفتوں سے بڑی آفت مرید کیواسطے ترک
معاملات ہے یعنے سب دعوے مدعیوں کی شریعت کی ورزش میں متلاشی ہوں
اور سب ارباب لسان اس کے مقابل میں برہنہ ہوں اور ان سے منقول ہیں۔
کہا اَلْجَنَّۃُ لَا خَطَرَ لَھَا عِنْدَ اَھْلِ الْمَحَبَّۃِ وَاَھْلُ الْمَحَبَّۃِ مَحْجُوْبُوْنَ بِمَحَبَّتِھِمْ یعنی بہشت

کو خطر نہیں ہے اہل محبت کے نزدیک اور اہل محبت پوشش میں ہیں محجوب سے یعنے
بہشت مخلوق ہے اگرچہ بزرگ ہے اور اُسکی محبت اُسکی صفت ہے نامخلوق اور جو کہ
نامخلوق سے مخلوق کیساتھ رہے بے خطر اور بے قدر ہو پس مخلوق دوستوں کے
نزدیک کچھ خطر نہیں رکھتی اور دوست دوستی سے محجوب ہیں اس باعث سے کہ دوستی
دوئی کو چاہتی ہے اور اصل توحید میں دوئی پیدا نہو اور دوستوں کی راہ وحدانیت
سے وحدانیت کی طرف ہو اور دوستی کی راہ میں علت دوستی کی آوے اور آفت
یہ ہے کہ دوستی میں مرید یا مراد چاہیئے یا مرید حق اور مراد بندہ یا مراد حق اور مرید بندہ
اور اگر مرید حق ہو اور مراد بندہ تو ہستی بندہ کی ثابت ہو مراد حق میں اور مرید بندہ ہو
اور مراد حق طلب اور ارادت مخلوق کو اُس میں راہ نہیں ہے رہی اس جگہ ہستی کی آفت
محب میں دونوں حال کے ساتھ ہے پس فنا محب کی بقا محبت میں تمام تر ہے
اُس سے کہ فنا اُس کی بقائے محبت میں ہے اور اُن سے منقول ہے کہ کہا ایک بار
میں مکہ میں گیا میں نے اکیلا ایک گھر دیکھا میں نے کہا کہ حج مقبول نہیں ہے کیونکہ
میں نے پتھر اس جنس سے بہت دیکھے ہیں دوسری بار گیا تو میں نے گھر کو اور گھر
والے کو دیکھا میں نے کہا کہ ابھی تک حقیقت توحید کی نہیں ہے تیسری مرتبہ گیا
میں تو خداوند خانہ کو دیکھا میں نے اور خانہ کو نہ دیکھا میں نے پس میرے سر میں
ندا آئی کہ بایزیدا اگر آپ کو نہ دیکھتا اور تمام عالم کو دیکھتا تو مشرک نہ ہوتا تو اور
جو تمام عالم کو نہ دیکھا تو نے اور آپ کو دیکھا تو نے مشرک ہو گا تو اس وقت توبہ
کی میں نے اور توبہ سے بھی توبہ کی میں نے اور اپنی ہستی کے دیکھنے سے بھی توبہ
کی میں نے اور یہ حکایت لطیف ہے اُس کے حال کی صحت میں اور حال والوں کو
عمدہ نشان ہے۔ اور بعض اُن میں سے امام فنون اور جاسوس ظنون ابو عبد اللہ
الحارث بن اسد المحاسبی عالم تھے جو اصول و فروع میں ماہر اور تمام اہل علم کے

مرجع ہیں اور تصوف کے حاصل کرنے میں آپ نے ایک کتاب لکھی ہے جسکا رغایب نام ہی اور سوائے اس کے تصنیف بہت ہی اور ہر فن میں عالی حال اور بزرگ ہمت تھے اور اپنے وقت میں شیخ المشائخ بغداد کے تھے اُن سے روایت ہی کہا اَلعِلمُ بِحَرَکَاتِ القُلُوبِ فِی مُطَالَعَۃِ الغُیُوبِ اَشرَفُ مِنَ العَمَلِ بِحَرَکَاتِ الجَوَارِحِ یعنی دل کی حرکتوں کے ساتھ محل غیب میں عالم ہو اُس سے بہتر ہے کہ جوارح کی حرکتوں کے ساتھ عامل ہو مراد اس سے یہ ہے کہ علم محل کمال ہے اور جہل محل طلب اور علم پیشگاہ میں اچھا ہے اُس سے کہ جہل درگاہ پر ہو کیونکہ علم مرد کو درجہ کمال پر پہونچاوے اور جہل درگاہ سے باہر نکالے اور حقیقت میں علم عمل سے زیادہ بزرگ ہے اس سبب سے کہ خداوند تعالےٰ کو علم سے پہچان سکتے ہیں اور عمل میں نہیں پا سکتے اور اگر عمل بغیر علم کے اُس کی طرف راہ پاتا تو نصاریٰ اور رہبان جو شدت اجتہاد میں ہیں۔ جو شان مشاہدہ میں ہوتے اور مومن معاصی مغایبہ میں ہوتے پس عمل صفت بندہ کی ہی اور علم صفت خداوند کی اس قول کے بعضے راویوں سے غلطی واقع ہوئی ہے اور وہ دونوں جگہ عمل کو روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں اَلعَمَلُ بِحَرَکَاتِ القُلُوبِ اَشرَفُ مِنَ العَمَلِ بِحَرَکَاتِ الجَوَارِحِ یعنی عمل حرکات دل کے ساتھ زیادہ بزرگ ہی عمل سے ساتھ حرکات جوارح کے یعنی یہ بات محال کیونکہ عمل بندہ کا دل کی حرکتوں کے ساتھ تعلق نہیں پکڑتا اور اگر اس معنے سے فکر و مراقبہ باطن کے حالات کو چاہتا ہے تحقیق یہ بات تعجب کی نہیں ہے کیونکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَفَکُّرُ سَاعَۃٍ خَیرٌ مِّن عِبَادَۃِ سِتِّینَ سَنَۃً یعنے فکر کرنا ایک ساعت کا اچھا ہے ساٹھ برس کی عبادت سے اور حقیقت میں سر کے عمل زیادہ بزرگ ہیں جوارح سے یعنے دیگر اعضا کے عملوں سے اور حقیقت میں باطن کے احوال و افعال کی تاثیر کامل اعمال ظاہر کی تاثیر سے اس سبب سے ہو کہ کہا ہی نَومُ العَالِمِ عِبَادَۃٌ وَسَہرُ الجَاہِلِ

مَعْصِیَۃٌ یعنی عالم کی نیند عبادت ہے اور جاہل کی بیداری معصیت ہے اس سبب سے کہ خواب و بیداری میں اُس کا سر مغلوب ہو اور جب سر مغلوب ہو تن مغلوب ہو پس سر مغلوب غلبہ حق کے ساتھ اُس نفس سے جو حرکات ظاہر مجاہدت پر غالب ہو بہتر ہے اور اُن سے منقول ہے کہ ایک روز ایک درویش سے کہا کُنْ لِلّٰہِ وَاِلَّا فَلَا تَکُنْ خداوند کا ہو ورنہ خود نہ رہ یعنی حق کے ساتھ باقی رہ یا اپنے وجود کے ساتھ فانی رہ یعنی صفوت کیساتھ مجتمع رہ یا فقر کے ساتھ متفرق حق کے ساتھ باقی رہ یا آپ سے فانی یا اُس صفت کے ساتھ رہ کہ حق سبحانہ کہتا ہے اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ یا اُس صفت کے رہ کہ هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا اگر تو حق کے واسطے ہو اپنے اختیار سے قیامت اپنی ساتھ ہو اور اگر اپنے اختیار سے نہ ہو تو قیامت حق کے ساتھ ہو اور یہ معنی لطیف ہیں واللہ اعلم ۔ اور بعض اُن میں سے امام خلق سے منہ پھیرنے والے اور ریاست کی طلب سے برطرف ہونے والے ابو سلیمان حضرت داؤد الطائی رح بہت بڑے شیخ اور اہل تصوف کے پیشوا گذرے ہیں اور اپنے زمانہ میں بیمثل اور امام ابو حنیفہ صاحب کے شاگرد تھے اور فضیل اور ابراہیم ادھم رح وغیرہ کے زمانہ کے قرین تھے اور طریقت میں جبیب راعی کے مرید تھے اور جملہ علوم میں بڑا حصہ رکھتے تھے اور درجہ اعلیٰ پر تھے اور فقہ میں فقیہ الفقہا تھے اور گوشہ نشینی اختیار کی تھی اور ریاست کو ترک کیا تھا اور زہد و تقوے کو اختیار کیا تھا اُن کے مناقب بہت ہیں اور فضائل مذکور ہیں کہ معاملات میں عالم تھے اور حقائق میں کامل اور اُن سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ اپنی مریدوں میں سے ایک مرید سے کہا اِنْ اَرَدْتَ السَّلَامَۃَ سَلِّمْ عَلَی الدُّنْیَا وَاِنْ اَرَدْتَ الْکَرَامَۃَ کَبِّرْ عَلَی الْاٰخِرَۃِ یعنی اگر سلامتی چاہتا ہے تو دنیا کو رخصت کر اور اگر بزرگی چاہتا ہے تو آخرت پر تکبیر مرگ کہو یعنی یہ دونو محل حجاب ہیں اور تمام فراغتیں ان دو چیز سے متعلق ہیں جو کہ چاہیے کہ دل سے فارغ ہو۔

اُس سے کہو خلفاء کی ارادت دل سے باہر کر او نیک بختوں میں مشہور ہے کہ وہ ہمیشہ محمد بن الحسن سے اختلاط رکھتے ہیں اور ابو یوسف القاضی کو اپنے پاس نہ آنے دیتے اُن سے کہا کہ یہ دونوں اہل علم ہیں کس واسطے ایک کو عزیز رکھے تو اور ایک کو رو برو نہیں آنے دیتے تو کہا اس سبب سے کہ محمد بن الحسن بسبب نعمت اور کثرت دنیا کے علم میں آیا ہے اور دین اُنکی عزت کا سبب اور اُس کی دنیا کی ذلت کا باعث ہی اور ابو یوسف درویشی کے حال سے علم میں آیا ہے اور علم کو باعث عزت وجاہ اپنا بنایا ہے پس اُس کی مانند نہیں ہو گا اور معروف کرخیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ کہا کسی آدمی کو نہ دیکھا میں نے کہ اُس کی آنکھ میں دنیا کا خطر داؤد طائی رہ سے کمتر ہو کیونکہ تمام دنیا اور اُس کے رہنے والوں کی اُس کے نزدیک کچھ عزت نہ تھی اور فقرا کو بچشم کمال دیکھتے اور اُن کے مناقب بہت ہیں آور بعض اُن میں سے شیخ اہل حقائق کے اور جملہ تعلقات سے منقطع ابوالحسن سری بن مغلس السقطیؒ جنید کے ماموں تھے اور جملہ علوم میں اور بالخصوص تصوف میں اُن کی ایک شان عظیم تھی اور جس شخص نے ابتدا میں ترتیب مقامات اور بسط احوال میں خوض کیا وہ یہ ہی تھے اور اکثر عراق کے مشائخ ان کے مرید ہیں اور انہوں نے حبیب راعی کو دیکھا تھا اور اُن کے ہمنشین رہے اور معروف کرخی رہ کے مرید تھے اور یہ بغداد کے بازار میں سقط فروشی کرتے تھے جب بغداد کا بازار جلا ان سے کہا کہ تمہاری دُکان جلی کہا میں اُس کے بند سے فارغ ہوا جب دیکھا گیا تو اُس کی دُکان نہ جلی تھی اور اُس دُکان کے چاروں طرف سے سب دُکانیں جل گئیں تھیں جب ایسا دیکھا جو کچھ رکھتا تھا فقیروں کو دیا اور تصوف کا طریق اختیار کیا اُن سے پوچھا کہ ابتدا ر حالت کیونکر تھی کہا ایک روز حبیب راعی میری دُکان پر آئے میں نے ٹوٹی روٹی اُس کو دی کہ فقیروں کو دے مجھ سے کہا خیرک اللہ اور اُن سے منقول ہے کہ کہا اَللّٰھُمَّ مَھْمَا عَذَّبْتَنِیْ بِہٖ مِنْ شَیْءٍ فَلَا تُعَذِّبْنِیْ بِذُلِّ الْحِجَابِ

یعنی بارخدایا اگر مجھے تو عذاب دینا چاہتا ہے تو مجھے حجاب کی ذلت کا عذاب نہ کر
اس واسطے کہ جب تجھ سے مجھ پر حجاب نہ ہوگا تو تیری مشاہدہ سے عذاب اور بلا مجھ پر
آسان ہوگی اور جو تجھ سے محجوب رہوں گا تو تیری نعمت بھی میری ہلاکت کا باعث
ہوگی پس جو بلا کہ مشاہدہ میں آسان ہو بلا نہ ہو لیکن وہ نعمت بلا ہوگی جو حجاب میں ہو
اور دوزخ میں کوئی عذاب سخت زیادہ حجاب سے نہیں ہے کیونکہ اگر دوزخ میں دوزخ
والے خداوند تعالٰے کے دیدار کو مشاہدہ کرتے تو مومن اور عاصی ہرگز بہشت کو یاد نہ کرتے
کیونکہ حق تعالٰے کا دیدار اُن کو اس قدر خوشی دیتا کہ تن کی بلا اور کالبد کے عذاب سے
خبر نہ رکھتے اور بہشت میں کوئی نعمت کامل زیادہ دیدار سے نہیں ہے۔ اگر وہ سب
نعمتیں اور سو گنی ان کی بہشتیوں کو حاصل ہوتیں اور یہ لوگ خداوند تعالٰے سے محجوب
ہوتے ہلاکت اُن کے دلوں سے باہر آتی پس خدائے تعالٰے کی سنت یہ ہے کہ ہر
حال میں دوستوں کا دل اپنے ساتھ بنا رکھے تو تمام مشقت اور ریاضت اور بلائیں اُسکو
شربت کیساتھ کھینچ سکتے ہیں لاجرم اُس وقت میں ان کی دعائیں ایسی ہونگی کہ ہم
سب عذابوں کو تیرے حجاب سے دوست زیادہ رکھتے ہیں جبکہ تیرا جمال ہمارے
دلوں پر مکشوف ہو واللہ اعلم۔ اور بعض اُن میں سے مایہ زہد و تقوےٰ ابوعلی
شقیق بن ابراہیم الازدیؒ قوم کے عزیز اور اُن کے مقتدا تھے اور جملہ علوم شرعی
اور معاملی اور حقیقی کے عالم تھے اور ان کی تصانیف فنون میں بہت ہیں آپ نے
بہت سے مشائخوں کو دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ ہم صحبت رہے اور اُن سے منقول
ہے کہ کہا جَعَلَ اللّٰہُ اَھْلَ طَاعَتِہٖ اَحْیَاءً فِیْ مَمَاتِہِمْ وَ اَھْلَ الْمَعَاصِیْ اَمْوَاتًا فِیْ حَیٰوتِہِمْ
یعنے خداوند تعالٰے نے اپنی اہل طاعت کو اُن کے مرگ کے حال میں زندہ کیا اور معصیت
والوں کو اُن کی زندگی کے حال میں مردہ کیا یعنی اطاعت والا اگرچہ مردہ ہو زندہ ہے
کیونکہ ملائکہ اُس کی طاعت پر آفرین کرتے ہیں قیامت تک پس نفس مرگ میں باقی ہو

جزا کی بقا کے ساتھ اور بیان کرتے ہیں کہ ایک پیر نزدیک آپ کے آیا اور کہا یا ایہا الشیخ میں نے گناہ بہت کئے ہیں توبہ کرنا چاہتا ہوں اُس نے کہا کہ تو دیر میں آیا پیر نے کہا نہیں جلد آیا ہیں نے کہا کس واسطے کہا جو کوئی مرگ سے پہلے آوے اگرچہ دیر میں آیا جلد آیا ہوا اور کہتے ہیں کہ اُن کی توبہ کی ابتدا یوں تھی کہ ایک سال بلخ میں قحط پڑا تھا اور آدمیوں نے ایک دوسرے کو کھایا اور سب مسلمان غمگین تھے ایک غلام کو دیکھا کہ بازار میں ہنستا تھا اور خوشی کرتا تھا آدمیوں نے کہا کہ کیوں ہنستا ہے کیا تجھکو شرم نہیں آتی کہ سب مسلمان غم میں پھنسے ہوئے ہیں تو ایسی خوشی کرتا ہے۔ اُس نے کہا مجھ کو کچھ غم نہیں ہے میں اُس شخص کا غلام ہوں کہ جس کے ایک گاؤں ہی شقیق نے کہا بار خدایا یہ غلام ایک خواجہ کے سبب جو ایک گاؤں رکھتا ہے اسس قدر خوشی کرتا ہے اور تو مالک الملوک ہے اور ہماری روزی قبول کی ہوئی ہے اور ہم نے اسقدر اندوہ دلپر اختیار کیا ہے دنیا کے شغل سے رجوع کیا ہے اور حق کے طریق پورے کرنے شروع کئے اور نیز ہرگز روزی کا غم نہ کھاتے اور ہمیشہ کہتے کہ میں شاگرد ایک غلام کا ہوں اور جو کچھ پایا میں نے اُس سے پایا اور یہ کہنا اُن کی عاجزی تھی اُن کی مناقب بہت ہیں جو مشہور ہیں۔ اور بعض اُن میں سے اپنے وقت کے شیخ اور طریق حق کے مجرد ابوسلیمان عبدالرحمٰن بن عطیۃ الدارانی رہ عزیز قوم تھے۔ اور سخت مجاہدوں اور ریاضتوں کے ساتھ آپ مخصوص تھے اور علم وقت کے عالم تھے اور آفات نفس کی معرفت حاصل تھی اور ان کے معاملات اور حفظ قلوب اور رعایت جوارح میں کلام لطیف ہیں اور ان سے روایت ہے اِذَا غَلَبَ الرَّجَاءُ عَلَى الْخَوْفِ فَسَدَ الْوَقْتُ جب رجاء، خوف پر غالب ہو وقت شوریدہ ہو اس واسطے کہ وقت رعایت حال کے ہوا اور بندہ اُس وقت تک حال کیو اسطے ہو کہ اُس کو خوف غالب ہوا اور جب وہ چاہے کہ تارک الرعایت ہو اس کا وقت فاسد ہوا اور اگر خوف

رجا پر غلبہ کرے اُسکی توحید باطل ہو اس سبب سے کہ غلبہ خوف کا ناامیدی سے ہو
اور ناامیدی حق سے شرک ہو پس توحید کی صحت بندہ کی امید میں ہے اور حفاظت
وقت کی خوف کے صحت میں اور جو دونوں برابر ہوں دونوں محفوظ رہیں اور بندہ
توحید کی حفاظت سے مؤمن ہو اور وقت کی حفاظت سے مطیع اور رجا کا تعلق صرف
مشاہدہ سے ہو کیونکہ اُس میں جملہ اضطراب ہے اور مشاہدہ مجاہدہ کی ارث ہوا تو
یہ بات اس طور پہ ہو کہ تمام امیدیں ناامیدی سے ظاہر ہوں اور جو کوئی اپنے کردار کے
سبب فلاح سے ناامید ہو وہ ناامیدی اُس کو نجات اور فلاح اور کرم حق تعالےٰ کی طرف
راہ دکھلا دی اور خوشی کا دروازہ اُسپر کھولدے اور اس کے دل کو طبیعت کی آفتوں سے
دھو دے اور تمام اسرار ربانی اُس پر مکشوف ہوں حضرت احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں
ایک رات خلوت میں نماز پڑھتا تھا اور اُس وقت میں مجھکو آرام بہت تھا اور دوسرے
روز ابوسلیمان سے میں نے کہا اُنہوں نے کہا اے ضعیف مرد ہے کہ ابھی تک خلق تیرے
آگے ہے اور دو جہان میں کسی چیز کو وہ خطر نہیں ہے کہ بندہ کو حق سے باز رکھ سکے اور
جب کسی عروس کو جلوہ دیں خلق کے سامنے اس واسطے کہ تمام خلق اُس کو دیکھے اور
خلق کے دیدار سے اُس کو عزت زیادہ حاصل ہو تو بندہ کو نہ چاہیے کہ اپنے مقصود کے سوا
کسی کو دیکھے کیونکہ غیر کے دیکھنے سے اُس کو ذلت ہو اگر تمام مخلوق مطیع کی طاعت
کی عزت دیکھے اُس کو نقصان نہ دیوے اور اگر وہ اپنے حسن طاعت کو دیکھے ہلاک
ہو عیاذاً باللہ۔ بعض اُن میں سے متعلق درگاہ رضا اور پروردہ علی بن موسیٰ الرضا ہیں
ابوالمحفوظ معروف بن فیروز الکرخی ہیں جو قدما اور سادات مشائخ سے تھے اور مردانگی
میں مشہور تھے اور پرہیزگاری میں معروف اور ان کا ذکر اس ترتیب سے پہلے چاہیے
تھا لیکن میں نے دو شخصوں کے موافق ایک حسب نقل دوسرے صاحب تعرف
میں اس جگہ تحریر کیا ہے ایک اُن میں سے شیخ متبرک ابوعبدالرحمن السلمی ہیں کہ اُسکی

کتاب اس ترتیب سے ہے اور دوسرے استاد امام ابوالقاسم القشیریؒ ہیں کہ اس کی سو کتابوں میں ان کا ذکر اسی طور سے ہے اور اس جگہ پر ثابت کیا میں نے اس سبب سے کہ وہ استاد حضرت سری سقطی اور حضرت داؤد طائی کے تھے رحمہم اللہ تعالےٰ اور ابتدا میں بیگانہ تھے آپ علی بن موسی الرضا کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ اور اُن کو بہت عزیز تھے اور ستودہ اور ان کے مناقب و فضائل بہت ہیں۔ اور فنون علم میں قوم کے پیشوا تھے اور اُن سے روایت ہے کہ کہا اَلْفِتْیَانُ ثَلٰثُ عَلَامَاتٍ وَفَاءٌ بِلَاخِلَافٍ وَمَدْحٌ بِلَاجُوْدٍ وَعَطَاءٌ بِلَاسُؤَالٍ یعنے جوان مردوں کی علامت تین چیز ہوں ایک وفابے خلاف اور دوسرے جود کے بغیر تعریف اور تیسرے بخشش بے سوال کے لیکن وفابے خلاف کے وہ ہو کہ عبودیت کے زمانہ میں بندہ مخالفت اور معصیت اپنے اوپر حرام رکھے اور تعریف بے بخشش کے وہ ہو کہ کسی آدمی کو بغیر دیکھے اچھا کہے اور بخشش بے سوال کے وہ ہو کہ جو ہستی ہو عطا میں تمیز نہ کرے اور جو حال کسی کا معلوم ہو اُس کو سوال کا محتاج نہ کرے اور یہ سب ایک خلق سے دوسری خلق کے ساتھ ہو اور سب مخلوق تینوں صفتوں میں عاریت ہیں اور یہ تینوں صفتیں حق تعالےٰ عزوجل کی ہیں اور اُس کا فعل بندوں کے ساتھ اور اُس کی تمت حقیقت کے طور پر ہی کیونکہ دوستوں کی وفا کے ساتھ خلاف نہیں ہے پس جسقدر یہ اپنی وفا میں خلاف کریں اور وہ اس کی جگہ لطف زیادہ کرے اور اُس کی وفا کی علامت یہ ہے۔ کہ ازل میں بغیر نیک فعل کے بندہ خاص کو بلاوے آج وہ فعل بد کے سبب اُس کو نہ نکالے اور مدح بے بخشش سوائے اُس کے کوئی نہ کرے کہ وہ محتاج بندہ فعل کا نہیں ہے اور بندہ کی اُس کے تھوڑے فعلوں سے تعریف کرے۔ اور عطا بے سوال کے سوا اُس کے نہ دے کیونکہ وہ کریم ہے اور ہر ایک کا حال جانتا ہے اور ہر ایک کا مقصود بدون اُس کے سوال کے حاصل کرے پس جبکہ خداوند تعالےٰ

بندہ کو بزرگ کرے اور اپنے قربت کے ساتھ مخصوص کرے اور اُس کے ساتھ یہ تینوں
معاملے کرے اور وہ کوشش کے ساتھ بمقدار امکان اپنا معاملہ خلق کے ساتھ یہ ہی
کرے تو اُسوقت اُس کا نام فتوت رکھیں اور فتیان کے زمرہ میں اُس کا نام
لکھا جاوے اور یہ تینوں صفت ابراہیم پیغمبر کی تھیں صلوات اللہ علیہ حقیقت پر انشاء
اللہ اپنی جگہ پر بیان کرونگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ اور بعض اُن میں سے عابدوں کی
زینت اور زاہدوں کے جمال حضرت ابو عبد الرحمٰن حاتم بن عنوان الاصم رح بلخ کے
محتشموں میں سے ہوئی ہیں اور خراسان کے اگلے مشائخوں میں سے اور شقیق کے مرید
تھے اور احمد خضرویہ کے اُستاد ہیں اور اپنے تمام حالات میں ابتداء سے انتہا تک
صدق کے خلاف ایک قدم نہ رکھا تھا یہاں تک کہ جنید نے کہا صَدِیْقُ زَمَانِنَا حَاتِمُ
الْاَصَمُّ اور اُن کا کلام عالی ہے آفات نفس کی رویت اور رعونات طبع کی
باریکیوں میں اور علم معاملات میں اُن کی تصانیف مشہور ہیں اُس سے روایت ہے
کہ کہا اَلشَّهْوَةُ ثَلٰثَةٌ شَهْوَةٌ فِی الْاَکْلِ وَشَهْوَةٌ فِی الْکَلَامِ وَشَهْوَةٌ فِی النَّظَرِ فَاحْفَظِ
الْاَکْلَ بِالثِّقَةِ وَاللِّسَانَ بِالصِّدْقِ وَالنَّظَرَ بِالْعِبْرَةِ یعنی شہوتیں تین ہیں۔ ایک
کھانے میں دوسری گفتار میں تیسری دیدار میں اپنے کھانے کو ساتھ ہاور رکھنے اور
خداوند پر بھروسہ کرنے کے نگاہ رکھ اور زبان کو سچ بولنے کے ساتھ اور آنکھ کو عبرت کے ساتھ
دیکھنے سے پس جو کوئی کھانے میں توکل کرے شہوت اکل سے رہائی پاوے یا حقیقتاً
اور جو کوئی زبان سے سچ بولے شہوت زبان سے رہائی پاوے اور جو کوئی چشم راست
سے دیکھے آنکھ کی شہوت سے چھوٹ جاوے اور حقیقت توکل کے راست جانتے
سے ہو اور روزی دینے کو یقین رکھے اُس وقت اپنی راستی اور دانش بہ عبادت
کرے اُسوقت راستی سے اپنی معرفت کو دیکھے تاکہ اکل او شرب اُس کا سوائے
دوستی کے نہو اور اُس کی عبادت سوائے وجد کے نہیں اور نظر سوائے مشاہدہ

کے نہیں اپس جو راست جانے حلال کھاوے جب راست کہے ذکر کرے اور جب
راست دیکھے اُس کو دیکھے اس سبب سے کہ دیا ہوا اُس کا سوای اُس کی دوستی
کے کھانا حلال نہیں ہے اور اٹھارہ ہزار عالم میں اُسکے ذکر کے سوا کسی کا ذکر
جائز نہیں اور موجودات میں اُسکے جمال و جلال کے سوا نظر کرنا جائز نہیں ہے اور
جو کچھ اُس سے لے تو اُسکی دوستی میں کھاوے تو شہوت نہو اور جو اُس سے کہے
تو اُس کی دوستی میں کہو شہوت نہ ہو اور جو اُسکے فعل کو دیکھے تو اُس کی دوستی
میں دیکھے شہوت نہو اور پھر جو اپنی خواہش کے موافق کھاویگا اگرچہ حلال میں شہوت
ہو اور جو اپنی خواہش سے کہے تو اگرچہ ذکر ہو اور دروغ اور شہوت ہو اور جب اپنی
خواہش سے دیکھے تو اگرچہ استدلال کرے وبال اور شہوت ہو واللہ اعلم۔ اور بعض اُن
میں سے امام مطلبی اور بن عم النبیؐ ابو عبداللہ بن ادریس الشافعیؒ اپنے وقت کی بزرگوں
سے ہوئے ہیں اور سب علموں میں امام مشہور ہیں اور مردانگی اور پرہیزگاری میں اُنکے
مناقب مشہور ہیں اور اُن کا کلام عالی تھا اور امام مالک کے شاگرد تھے اور مدینہ میں
رہتے تھے جب عراق میں آئے اور محمد بن الحسن کیساتھ اختلاط کیا اور ان کی طبیعت
میں گوشہ نشینی کا ارادہ رہتا تھا اور اس طریق کی تحقیق کو ڈھونڈتے رہتے تھے۔
یہاں تک کہ ایک گروہ اُن کے پاس جمع ہوا اور اُن سے بیعت کی اور احمد بن حنبلؒ
ان سے تھے اپنی ہر حال میں محمود الخصال تھے اور ابتدا ر حال میں متصوفہ سے اُسکے
دل میں ایک مخالفت رہتی تھی یہاں تک کہ سلیمان راعی کو دیکھا اور اُن سے
قربت کی اور اُسکے بعد جس جگہ کہ جاتے طلبگار حقیقی رہتے اور اُن سے روایت
ہے اِذَا رَأَیْتَ الْعَالِمَ یَشْتَغِلُ بِالرُّخَصِ وَالتَّاوِیْلِ فَلَنْ یَجِیْئَ مِنْہُ شَیْئٌ یعنی جب
کسی عالم کو دیکھے تو کہ رخص و تاویلات میں مشغول ہو ہرگز اُس سے کوئی شے نہ آئے
یعنی علما ہر قسم کی مخلوق کے پیشوا ہیں جائز نہو کہ کوئی ان سے آگے قدم رکھے کسی حالت

ہیں اور حق کی راہ میں سوائے احتیاط کے اور مبالغہ کے مجاہدہ میں کوئی نہیں جا سکتا اور علم کی تخفیف طلب کرنا کام اُس آدمی کا ہو جو مجاہدہ سے بھاگے اور چاہے کہ آپ کو تخفیف اختیار کرے پس رخص طلب کرنا درجہ عوام ہو تا کہ شریعت کے دائرہ سے باہر نہ ہو دے اور مجاہدہ قبول کرنا درجہ خواص کا ہو تا کہ ثمرہ اُس کا ستر میں پاویں اور علماء خاص ہیں جبکہ خاص کو درجہ عام پر رضامندی ہو اُس سے کچھ نہ ہووے اور نیز رخص طلب کرنا سبک رکھنا فرمان حق کا ہو اور حق کے دوست علماء ہیں اور دوست دوستوں کے حکم کو سبک نہ رکھیں اور ادنےٰ درجہ کو اُس کے اختیار نہ کریں اور اس میں احتیاط کریں اور ایک شخص مشائخوں میں سے روایت کرتے ہیں کہ ایک رات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہا یا رسول اللہ تم سے مجھکو روایت پہونچی ہے کہ خدائے عز وجل کی زمین میں اولیاء اور اوتاد اور ابرار ہیں فرمایا اُس راوی نے جو خبر مجھ سے تجھکو پہنچائی ہے وہ صحیح پہونچائی ہے کہا میں نے یا رسول اللہ پس چاہیئے کہ ان میں سے کسی کو دیکھوں فرمایا محمد بن ادریس ایک ان میں سے ہے اور ان کے مناقب اس کے سوا بہت ہیں۔ اور بعض اُن سے شیخ سنت اور قاہر اہل بدعت ابو محمد بن حنبل ؓ ہیں جو مخصوص تھے پرہیزگاری اور تقوے میں اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے حافظ تھے جو بڑے مشائخوں سے ہمنشین رہے ہے مثل ذوالنون مصری اور بشر الحافی اور سری السقطی اور معروف الکرخی وغیرہ کی اور آپ کی کرامتیں ظاہر اور آپ کی سمجھ بہت درست تھی اور وہ جو آجکل متشبہ ان سے تعلق ظاہر کرتے ہیں آپ ان پر افترا ہے اور موضوع اور وہ ان سے بری ہیں اور اُن کو دین کی اصولوں میں اعتقاد ہے اور ان کا مذہب سب عالموں کو پسند ہی اور جبکہ معتزلہ نے بغداد پر غلبہ کیا اور کہا کہ اس کو تکلیف دینا چاہیئے تاکہ قرآن کو مخلوق کہی بوڑھے اور کمزور تھے اُن کے ہاتھ عقابین پر کھینچے اور ہزار تازیانے مارے کہ قرآن کو مخلوق کہہ آپ نے نہ کہا

اور اس درمیان میں ان کا ازار بند کھل گیا اور ان کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے پس دو ہاتھ دوسرے غیب سے پیدا ہوئے اور اسکا ازار بند باندھا جب یہ برہان آپکی دیکھی تو انہوں نے چھوڑ دیا اور نیز اُس زخم میں فرمائش حق پایا اور اُن کے اخیر زمانہ میں ایک قوم ان کے پاس آئی اور کہا تو کیا کہتا ہے اس قوم کے حق میں جس نے تجھکو مارا کہا کیا کہوں خدا کے واسطے مارا انہوں نے جانا کہ میں باطل پر ہوں اور وے حق پر ہیں۔ اور میں قیامت میں تمہارے زخم کے سبب ان سے دشمنی نہیں کروں گا اور ان کے کلام عالی ہیں معاملات میں اور اگر جو کوئی اُن سے مسئلہ پوچھتا اور اگر معاملت ہوتی جواب کہتا اور اگر حقائق سے ہوتا بشر حافی کے حوالہ کرتے چنانچہ اُن سے منقول ہے کہ ایک روز ایک شخص آیا اور کہا ما الاخلاص قال الاخلاص ھو الخلاص من آفات الاعمال یعنے اخلاص کیا ہے کہا اعمال کی آفتوں سے خلاص پانا یعنی تیرا عمل بے ریا ہو کہا توکل کیا ہے کہا خدائے عزوجل پر اپنی روزی پہونچانے میں یقین رکھنا کہا رضا کیا ہے کہا اپنے کاموں کو اللہ تعالےٰ کی سپرد کرنا کہا محبت کیا ہے کہا یہ بات بشر حافی سے دریافت کر جبتک وہ زندہ ہے میں اس کا جواب دونگا اور احمد بن حنبل ہر ایک حال میں ممتحن تھے زندگی کے وقت میں معتزلہ کی طعن سے اور وفات کے وقت میں مشبہہ کی تہمت سے اور وہ اس سے بری تھے اور چونکہ بعض اہل سنت الجماعت انکے حال سے واقف نہوئے ہیں اُن کو تہمت لگاتے ہیں اور بعض اُنہیں سے سراج وقت ابو الحسن احمد بن ابی الحواری منجملہ بزرگ مشائخ شام کے تھے یہانتک کہ حضرت جنید نے انکے حق کہا احمد بن ابی الحواری ریحانۃ الشام اُنکا کلام اور اشارات لطیف ہیں طریقت کے علم میں اور روایات صحیح پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے اور اہل وقت کا رجوع انکی طرف تھا ان کے واقعات میں اور یہ ابو سلیمان دارانی کے مرید تھے اور سفیان عیینہ اور مروان بن معاویۃ الفاری کی صحبت پائی تھی اور سیاحی کی تھی اور ہر ایک سے ادب اور فائدہ حاصل کیا تھا اور ان سے روایت ہے الدنیا مزبلۃ

وَمُجْتَمِعُ الْكِلَابِ وَاَقَلُّ مِنَ الْكِلَابِ مَنْ عَكَفَ عَلَيْهَا فَاِنَّ الْكَلْبَ يَاخُذُ مِنْهَا حَاجَتَهُ وَيَنْصَرِفُ وَالْمُحِبُّ لَهَا لَا يَنْزِلُ عَنْهَا وَلَا يَتْرُكُهَا بِحَالٍ یعنی دنیا مزبلہ ہے اور کتوں کے جمع ہونیکی جگہ ہے اور کتوں سے بہت کم ہو وہ شخص کہ جو دنیا ہی کے اوپر ٹھہرا ہو اس واسطے کہ کتا مزبلہ سے حاجت اپنی روا کرے اور سیر ہو اور لوٹ جائے اور دوستدار دنیا کا ہرگز دنیا سے نہ لوٹے اور نہ اُس کو ترک کرے اور یہ شخص حقیر ہوگا اُس جوانمرد کے نزدیک جس نے دنیا کو مزبلہ سمجھا اور اُس کے رہنے والوں کو کتوں سے بہت کم رکھا اُس سبب سے کہ کتا جب اپنا حصہ مزبلہ سے لیوے چلا جاوے لیکن اہل دنیا جمع کرنے کے خیال میں اور اُس کی محبت میں بیٹھے رہیں اور ہرگز نہ پھریں اور یہ سب نمائیں انحراف دنیا سے اُس کے انقطاع کی اور دنیا والوں سے اُس کے منہ پھیرنے کی ہیں اور خاصکر طریقت والوں کو دنیا سے قطع تعلق کرنا ایک محل خوش اور روضۂ خرم ہے اور ابتدا میں علم کی طلب کی اور اماموں کے درجہ پر پہونچا اُس وقت اپنی اُن کتابوں کو اٹھایا اور دریا میں ڈبو دیا اور کہا اَلدَّلِیْلُ اَنْتَ وَاَمَّا الْاِشْتِغَالُ بِالدَّلِیْلِ بَعْدَ الْوُصُوْلِ اِلَی الْمَدْلُوْلِ مُحَالٌ یعنے تو ہمارے واسطے ایک اچھی دلیل اور راہبر ہے اور مقصود پر پہونچنے کے بعد دلیل کے ساتھ مشغول ہونا محال ہے کیونکہ دلیل اُس وقت تک چاہیے کہ مرید راستہ میں ہو جب پیشگاہ ظاہر ہوا سولت راہ تا کو کیا تعلق ہوا اور مشائخوں نے کہا ہے کہ یہ بات سکر کی حالت میں ہوا اور اس راہ میں اُس نے کہا وَصَلْتَ نقل وصل پس پہونچا جو پہونچنا باز رہنا ہو پس شغل شغل ہوا اور فراغت فراغت اور اصول اصول شغل و فراغت میں ایک نسبت ہے کہ یہ دونوں صفت بندہ کی ہوا اور وصل اور فصل اور عنایت حق اور ارادت ازلی اُس کے شغل و فراغت بندہ میں حاصل نہ۔ اور ملازمت قرب اور مجاورت اُس پر ناجائز ہوا اور اُس کا وصل بندہ کی بزرگی اور اُس کا ہجر اُس کی اہانت اور اُس کی صفتوں کا تغیر جائز نہیں اور میں جو علی بن عثمان الجلابی ہوں

کہتا ہوں کہ اُس پیر بزرگ کے لفظ وصول میں احتمال ہی کہ مراد وصول سی راہ حق ہو اس واسطے کتابوں میں راہ حق سے مراد یہ ہے کہ جب طریق واضح ہو عبارت منقطع ہو کیونکہ عبارت کو اس قدر قوت نہ ہو کہ غیبت میں مقصود ہو اور جب مشاہدہ حاصل ہو عبارت متلاشی ہو اور جو صحت معرفت میں ہنوز یا نہیں گونگی ہوں کتابوں کی عبارت اولیٰ زیادہ کہ ضائع ہو اور مشائخوں میں سے سوائے اسکے سبب سے یہ ہی کیا مانند شیخ المشائخ ابو سعید فضل اللہ بن محمد المہینی وغیرہؒ کی جنہوں نے اپنی کتا بیں دھو ڈالیں اور ایک گروہ نے تقلید کی اور تحقیق اُن لوگوں نے اُن سے چاہا کہ تعلقات کو قطع کریں اور التفات کو ترک اور سوائے حق کے ہر چیز سے دل فارغ ہو اور یہ بات ماسوائے اللہ سے ترک توجہ اور فراغت دل کیلئے ہو اور یہ ابتدائی سکر ہے اور بچپن کی سوا درست نہیں ہے اسواسطے کہ مکان پر پہونچنے والیکو دونوں جہان کا حجاب نہیں ہتا تو کاغذ کیا حجاب کریگا لیکن اس نے کہ کہا کتاب ہو سے سے مراد نفی عبارت تحقیق معنی سے ہے جیسا کہ ہم نے کہا پس زیادہ اولیٰ یہ ہے کہ جو کچھ کتاب میں لکھا ہے زبان سے منفی ہو اور زبان پر عبارت جاری اور عبارت عبارت سے اولیٰ زیادہ نہ ہو اور مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احمد ابن ابی الحواری نے اپنے حال کے غلبہ میں نہ سُنا اور اپنے حال کی شرح کاغذ پر لکھی جب بہت ہو گیا تو اُس کا اہل نہ پایا جو شہرت دیتی پانی میں ڈبو دیا اور نیز احتمال ہوتا ہے کہ اُن کے پاس کتابیں بہت جمع ہو گئی تھیں جو اوراد و معاملات میں کام سے باز رکھتی تھیں اور مشغول کرتی تھیں پس شغل اپنے سامنے سے دور کیا اور فراغت دل کی معنے کے واسطے تلاش کی اور عبارت کو ترک کیا واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے سرہنگ جوان مردان اور آفتاب خراسان ابو حامد احمد ابن خضرویہ البلخیؒ تھے جو علو حال اور شرف وقت میں مخصوص تھے یعنے زمانہ میں

قوم کے مقتدا تھے اور عام و خاص کے پسندیدہ طریق ملامت کا برتتے اور کپڑے لشکریوں کی مثل پہنتے اور فاطمہ جو اُن کی بی بی تھی جو طریقت میں ایک بڑی شان رکھتی تھیں۔ اور وہ امیر بلخ کی لڑکی تھی جب اُن کو توبہ کا ارادہ دل میں پیدا ہوا تو احمد کے پاس ایک آدمی کو بھیجا کہ مجھ کو میرے باپ سے مانگ اُس نے قبول نہ کیا اور دوسری بار ایک آدمی کو بھیجا اور کہا اے احمد میں تجھ کو مردانہ زیادہ اس سے جانتی تھی کہ حق کی راہ میں ایک عورت کا راہ بر ہو تو نہ راہ قطع کرنے والا پس احمد نے ایک آدمی کو بھیجا اور اُس کے باپ سے اُس کو مانگا باپ نے بطور تبرک کے اُس کو احمد بن خضرویہ کو دیا اور فاطمہ نے دنیا کے شغل و شغلہ کو ترک کر دیا اور بطور عزلت کے احمد کے ساتھ ہمنشین ہوئیں اور احمد کو بایزید کی زیارت کا قصد ہوا اور فاطمہ اُن کے ہمراہ ہوئیں جب بایزید کے روبرو آئے منہ پر سے نقاب کو اُٹھا دیا اور اُن سے گستاخانہ کلام کرنے لگیں پس احمد اس بات سے متعجب ہوئے اور اُن کے دل پر غیرت غالب ہوئی کہا اے فاطمہ یہ کیا گستاخی تھی کہ بایزید کے ساتھ کی تو نے پس مجھکو معلوم ہونا چاہئے فاطمہ نے کہا اسواسطے کہ تو میری طبیعت کا محرم ہے اور وہ میری طریقت کا محرم پس تجھ سے خواہش کے ساتھ اور اُس سے خدا کے واسطے معاملہ ہے اور کہا اس بات پر دلیل یہ ہے کہ وہ میری صحبت سے بے نیاز ہے اور تو میری طرف محتاج ہے۔ یہاں تک کہ وہ ہمیشہ ابویزید کے ساتھ گستاخ رہتی ایک روز فاطمہ کے ہاتھ پر بایزید کی نظر پڑی مہندی لگی ہوئی تھی کہا اے فاطمہ ہاتھ پر مہندی تو نے کیوں لگائی فاطمہ نے کہا اے بایزید جبتک تو نے میرا ہاتھ اور مہندی کو نہ دیکھا تھا مجھکو تیرے ساتھ انبساط تھا۔ اب تیری آنکھ مجھ پر پڑی ہماری صحبت حرام ہوئی اور اُس جگہ سے واپس آئی۔ اور نیشاپور کو لوٹ گئے اور مقام کیا نیشاپور والے اور وہاں کے مشائخ احمد کے ساتھ خوش رہتے تھے اور جب یحییٰ بن معاذ الرازی نیشاپور میں آئے جو بلخ کا قصد رکھتے

تھے تو احمد نے چاہا کہ اُس کی دعوت کرے پس فاطمہ سے اس کا مشورہ کیا کہ یحییٰ کی دعوت کو کیا چاہیئے اُس نے کہا اتنی گائے اور بکری چاہیئے اور چندیں حوائج اور توابل اور اتنی شمع اور عطر اور باوجود ان کے بیس گدھے بھی چاہئیں احمد نے کہا گدھوں کو مارنا کیا معنے کہا جو ایک کریم گھر میں کریم کے مہمان آوے تو محلہ کے کتوں کو بھی اُس سے خبر ہو اور ابویزید نے کہا ہے مَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلیٰ رَجُلٍ مِنَ الرِّجَالِ مَخْبُوءٍ تَحْتَ لِبَاسِ النِّسْوَانِ فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا یعنے جو شخص چاہے کہ مرد کو دیکھے پوشیدہ عورتوں کے لباس میں اُس کو چاہیئے کہ فاطمہ کو دیکھے اور ابوحفص حداد کہتے ہیں لَوْلَا اَحْمَدُ ابْنُ خِضْرَوَیْهِ مَا ظَهَرَتِ الْفُتُوَّةُ یعنے اگر احمد ابن خضرویۃ نہ ہوتے تو فتوت اور مروت پیدا نہ ہوتی اور اُس کا کلام عالی اور انفاس مہذب ہے اور تصانیف مشہور ہیں جو ہر فن معاملات وآداب اور نکات سے ظاہر ہیں خلایق میں اور اُس سے منقول ہے کہ کہا اَلطَّرِیْقُ وَاضِحٌ وَالْحَقُّ لَائِحٌ وَالدَّاعِیْ قَدْ اَسْمَعَ فَمَا التَّحَیُّرُ بَعْدَ هٰذَا اِلَّا مِنَ الْعَمٰی یعنی راستہ ظاہر ہے اور حق آشکار اور نگاہبان سنا دیا پس اس جگہ میں تحیر سوائے بینائی کے نہو یعنے نہ ڈہونڈہنا خطا ہے جو راہ حق مانند آفتاب کے روشن ہے تو آپ کو ڈہونڈہ کہاں ہے تو جو پاوے راہ کے سرے پر آوے تو کیونکہ حق زیادہ ظاہر اُس سے ہے کہ طلب طالب کے تحت میں آوے اور اُس سے منقول ہے کہ کہا اپنی درویشی کو پوشیدہ کر یعنی خلق سے مت کہہ کہ میں فقیر ہوں تاکہ بھید تیرا آشکارا نہووے کیونکہ یہ خدائے تعالےٰ سے ایک کرامت عظیم ہے اور اُن سے روایت ہے کہ کہا ایک فقیر نے رمضان کے مہینہ میں ایک امیر کی دعوت کی اور اُس کے گھر میں سوائے ایک روٹی کے کچھ نہ تھا وہ بھی سوکھ گئی تھی جب امیر لوٹ کر گیا تو تھیلی روپیہ کی اُس کے پاس بھیجی اور کہا بھی اور کہا یہ سزا اُس آدمی کی ہے کہ اپنا بھید تجھ سے آدمی سے آشکار کرے

یا امیروں کی عزت کرے اور یہ اُن کے صدق فقر کی دلیل ہے واللہ اعلم۔
اور بعض اُن میں سے امام متو کلان اور برگزیدہ اہل زمان ابو تراب عسکر بن الحسین
بخشی النسفیؒ جو اجلہ مشائخ خراسان سے تھے اور اُن کے پیشوا اور جوانمردی اور زہد
اور پرہیز گاری میں مشہور اور اُن کی کرامتیں بہت ہیں اور عجائبات بیشمار کہ جنگل
میں دیکھے ہیں اور ہر جگہ پر اور بڑے دانا مسافران متصوفہ سے تھے اور جنگل میں
تنہا رہتے تھے ان کی وفات بصرہ کے جنگل میں ہوئی تھی اور چند سال کے
بعد ایک جماعت اُن کے پاس پہنچی اور پیروں پر کھڑا ہوا پایا مُنہ قبلہ کی طرف اور
مرا ہوا اور خشک ہوا اور کوزہ آگے رکھے ہوئے اور عصا ہاتھ میں پکڑے ہوئے
اور درندہ کوئی اُس کے آس پاس نہ گیا تھا اور پیروں سے نہ گرا تھا اور اُن سے روایت
ہے کہ کہا اَلْفَقِیْرُ قُوْتُہٗ مَا وَجَدَ وَلِبَاسُہٗ مَا سَتَرَ وَمَسْکَنُہٗ حَیْثُ نَزَلَ یعنی قوت فقیر
وہ ہووے جو ملجاوے اور اُس کا لباس وہ ہے کہ جو اُس کو چھپاوے اور اُس میں تصرف
نہ کرے اور اُس کے ٹھہرنے کی جگہ وہ ہے کہ جہاں اُترے اور وہیں منزل کرے اپنے
واسطے کوئی جگہ نہ بناوے اس واسطے کہ ان تین چیز میں تصرف مشغولی ہوا اور
تمام دنیا ان تین چیز کی بلا میں ہے جب تکلف کریں۔ اور بسبب معاملہ کے ہو لیکن
تحقیق کی رو سے فقیر کی غذا وجد ہوا اور لباس اُس کا تقویٰ اور مسکن اُس کا غیب
اس سبب سے کہ خداوند تعالےٰ نے فرمایا وَاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوْا عَلَی الطَّرِیْقَةِ
لَاَسْقَیْنٰھُمْ مَّآءً غَدَقًا اور نیز کہا وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرًا اور رسول
علیہ السلام نے فرمایا اَلْفَقْرُ وَطَنُ الْغَیْبِ پس جبکہ غذا اور مشرب اُس کا شراب
قربت سے ہوا اور لباس اس کا تقویٰ اور مجاہدہ ہوا اور وطن اُس کا غیب ہو۔ تو
کیا بات عمدہ ہے۔
اور بعض اُن میں سے لسان محبت و دفاز زین طریقت و ولا ابوذکر یا یحییٰ ابن

معاذ الرازیؒ تھے ان کا حال عالی تھا اور خصلت نیک اور حقیقت رجا میں حق تعالےٰ کے ساتھ پورا قدم رکھتے تھے حضرت حصری کہتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ کے دو یحییٰ تھے ایک انبیاء سے اور ایک اولیاء سے یعنی یحییٰ بن زکریا علیہ السلام نے خوف کے مقام کو ایسا ادا کیا کہ سب مدعی خوف کی وجہ سے اپنی فلاح سے ناامید ہوئے اور یحییٰ بن معاذ نے رجا کے طریق کو ایسا پورا کیا کہ سب مدعیان رجا کے ہاتھ باندھے لوگوں نے کہا یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا حال معلوم ہے اس یحییٰ کا حال کس طور پر ہوا ہے کہا مجھکو اس طرح پہونچا ہے کہ اُس میں جاہلیت ہرگز نہ تھی اور اُن سے گناہ کبیرہ کوئی نہ ہوا اور معاملات اور اُن کے برتاؤ میں ایسی پوری انتہا رکھتے تھے کہ کوئی آدمی اُس کی طاقت نہ رکھتا تھا اُس سے ایک نے اصحاب سے کہا ایہا الشیخ تیرا مقام مقام رجا ہے اور تیرا معاملہ خوف والوں کا معاملہ ہے کہا جان اے لڑکے ترک عبودیت گمراہی ہوا اور خوف و رجا یہ دونوں ایمان کے رکن ہیں پس محال ہو کہ کوئی شخص کسی رکن کے اختیار کرنے سے ایمان کے رکنوں سے گمراہی میں پڑے اور خائف عبادت کرے سزا کے خوف سے اور امیدوار عبادت کرے وصل کی امید پر یعنے جبتک عبادت موجود نہو نہ خوف درست ہو اور نہ رجا اور جب عبادت حاصل ہو یہ خوف و رجا ایک عبارت ہو اور اُس جگہ کہ عبادت چاہیے عبارت کو فائدہ نہ دیوے اور اُن کی تصنیف بہت ہیں اور نکتے اور اشارے نادر ہیں یہ پہلے آدمی ہیں کہ اس گروہ کے مشائخوں سے خلفاء راشدین کے بعد منبر پر گیا وہ یہی ہیں اور ان کا کلام بہت پیارا ہے اور طبیعت میں رقیق اور سننے میں مزیدار اور اصل میں باریک اور عبارت میں مفید اور اُن سے منقول ہے اَلدُّنْیَا دَارُ الْاَشْغَالِ وَ الْاٰخِرَۃِ دَارُ الْاَھْوَالِ لَا یَزَالُ الْعَبْدُ بَیْنَ الْاَشْغَالِ وَالْاَھْوَالِ حَتّٰی یَسْتَقِرَّ بِہٖ الْقَرَارُ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَ اِمَّا اِلَی النَّارِ یعنے دنیا اشغال کی جگہ ہے اور عقبیٰ خوف کا مقام ہے

اور ہمیشہ بندہ درمیان مشغولی بیم ورجا کے ہے یہاں تک کہ جنت میں قرار پکڑے یا دوزخ میں پڑے وہ دل جو اشغال سے چھوٹ گیا ہو اور احوال سے بیخوف ہو اور ہمت ان دونوں مقاموں سے بلند ہو اور حق تعالےٰ کے ساتھ مل گیا ہو اور مذہب اُن کا یہ تھا کہ امیری کو فقیری پر بزرگی دیتے اور جب مقام سے بیں ہنر قرض بہت زیادہ ہوگیا تو خراسان کا قصد کیا جب بلخ میں پہونچے تو وہاں کے آدمیوں نے انکو روک لیا وہاں ایک مدت کلام کیا انہوں نے ان کو سو ہزار درم دئے جب آپ لوٹے تاکہ قرضہ سے بری ہول تو چوروں نے ان کو لوٹ لیا اور وہ سب چاندی چور لیگئے آپ تنہا نیشاپور میں آئے اور انکی وفات اس جگہ واقع ہوئی اور ہرایک حال میں آپ عزیز خلق تھے اور خلق میں خوبصورت تھے واللہ اعلم

اور لبعض اُن میں سے شیخ المشائخ خراسان کے اور نادر زمین وزمان کے حضرت ابو حفص عمر بن سالم نیشاپوری الحدادی رہتے تھے جو بزرگان اور سادات قوم سے تھے۔ اور جملہ مشائخ کے ممدوح ابو عبداللہ ابیوردی کے صاحب تھے اور احمد خضرویہ کے رفیق اور شاہ شجاع کرمان سے اُن کی زیارت کے واسطے آیا اور وہ مشائخ کی زیارت کے واسطے بغداد کو گئے عربی زبان نہیں جانتے تھے جب بغداد میں پہونچے۔ تو مریدوں نے آپس میں کہا کہ بڑی بُرائی کی بات ہوگی کہ شیخ الشیوخ خراسان کو ایک ترجمان چاہیئے جو ان کی بات کو سمجھاوے جب شونزیہ کی مسجد میں آئے۔ تو سب مشائخ جمع ہوئے اور وہ عربی ایسی فصیح بولتے تھے اُن سے کہ ان کی فصاحت سے سب لوگ عاجز ہوگئے اُن سے سوال کیا ما الفتوۃ انہوں نے کہا تم سے ایک شخص ابتدا کرے اور ایک بات کہے حضرت جنید علیہ الرحمۃ نے کہا الفتوۃ عندی ترک المرائیۃ واسقاط النسبۃ یعنے فتوت میرے نزدیک وہ ہے کہ فتوت کو نہ دیکھے تو اور جو کچھ کرے تو اپنے ساتھ اُس کو نسبت نہ کرے کہ میں ہی کرتا ہوں

تو ابوحفص نے کہا مَا اَحسَنَ مَا قَالَ الشَّیخُ وَلٰکِنَّ الفُتُوَّۃُ عِندِی اَدَاءُ الاِنصَافِ وَتَرکُ مُطَالَبَۃِ الاِنصَافِ یعنے اچھا ہے جو کچھ شیخ نے کہا لیکن فتوت میرے نزدیک انصاف کرنا ہے اور انصاف کے طلب کو ترک کرنا ہے حضرت جنید نے کہا قُومُوا یَا اَصحَابَنَا فَقَد زَادَ اَبُو حَفصٍ عَلٰی اٰدَمَ وَ ذُرِّیَّتِہٖ یعنے اٹھو تم ای یاران من کہ ابوحفص آدم اور اسکی ذریت سے زیادہ ہے جوانمردی میں اور کہتے ہیں کہ اُس کی توبہ کی ابتدا یہ تھی کہ ایک کنیزک پر شیفتہ ہوا ان سے لوگوں نے کہا کہ نیشاپور کے شارستان میں ایک جہودی ہے اور تیرے اس شغل کے چیلے اُس کے پاس بہت ہیں ابوحفص اُس کے پاس آئے اور اپنا حال اُس سے کہا جہود نے کہا تجھکو چالیس روز نماز نہ پڑہنا چاہیے اور کوئی خدا کا ذکر اور نیک کام اور نیک نیت دل اور زبان پر نہ لاوے تو میں ایک افسوں تجھکو بتلاؤں کہ جس سے تیری مراد حاصل ہو آپ نے ایسا ہی کیا جب چالیس روز پورے ہوئے تو جہودی نے اُس طلسم کو کیا اور اُس کی مراد پوری نہ ہوئی تو جہود نے کہا بالضرور تجھ سے کوئی کام نیک ہوا ہے سوچ کر جواب دے ابوحفص نے کہا میں نے کوئی کام ظاہر و باطن میں نہیں کیا جو نیک ہو لیکن البتہ ایک مرتبہ راستہ میں آتا تھا اور ایک پتھر پڑا تھا۔ اُس کو پاؤں سے پھینکدیا میں نے تاکہ کسیکا پاؤں اُس پر نہ آوے جہودی نے کہا مت آزردہ کر اُس خدائے عزوجل کو کہ تو نے چالیس روز اُس کا فرمان ضائع کیا اور اُس نے اسقدر رنج تیرا دُور نہ کیا اُس نے توبہ کی اور جہودی مسلمان ہو کر اُن کے ساتھ آہن گری کرتا تھا یہاں تک کہ باورد میں گیا اور ابوعبداللہ باوردی کو دیکھا۔ اور اُن کی ارادت کا عہد اختیار کیا جب نیشاپور میں واپس آئے تو ایک روز بازار میں ایک اندہے کو دیکھا کہ قرآن پڑہتا تھا دروازہ کے سامنے اپنی دُکان پر آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ اُس کی سماعت نے آپ پر غلبہ کیا اور آپ آپ سے غائب ہو گئے اور ہاتھ کو آگ میں رکھدیا اور بغیر اوزار کے لوہا گرم بھٹی سے باہر لائے جب کہ

شاگردوں نے آپ کو دیکھا تو ہوش اُن کے اُڑ گئے جب ابوحفص اپنے حال میں
نے تو ہاتھ کام سے روک دیا اور دُکان پر کبھی نہ آئے اور اُن سے روایت ہے
یہ کہا کہ کُنْتُ الْعَمَلَ ثُمَّ رَجَعْتُ اِلَیْہِ ثُمَّ تَرَکَنِیَ الْعَمَلُ فَلَمْ اَرْجِعْ اِلَیْہِ یعنی عمل سے ہاتھ
اُٹھایا میں نے اُس وقت اُس کی طرف پھر لوٹا میں پس عمل نے مجھکو چھوڑ دیا اُس کی طرف میں
کبھی پھر نہ لوٹا میں اس سبب سے کہ جو کام کہ اُس کا ترک ساتھ تکلف اور کسب بندہ کے ہو
اُس کا چھوڑنا بہتر ہو اُس کے کرنے سے یعنی جملہ اکتساب محل آفات ہیں اور اُس معنی کی
قیمت ہو کہ جو بے تکلف غیب سے ظاہر ہو اور جس محل میں کہ ہو اختیار بندہ کا اُس کے
ساتھ متصل ہو اور حقیقت کا لطیفہ اُس سے زائل ہو پس ترک و اخذ کوئی چیز بندہ پر درست
نہ آوے اس سبب سے کہ عطا و زوال خداوند عزوجل کی طرف سے ہے اور اُس کے
حکم سے جب عطا حق سے آئی اخذ آیا اور جب زوال آیا حق سے ترک آیا جب ایسا
ہو قیمت خاصکر اُس معنے کی ہو یعنی کہ قیام اخذ و ترک کا اُس کیساتھ ہو پس اگر ہزار
سال مرید قول حق کہے ایسا نہ ہو کہ حق یک لمحہ اُس کا قول کہے کیونکہ لایزال کا قبول کرنا
قبول ازل کے متعلق ہے اور سرور سرمدی سعادت سابق میں ملا ہوا ہے اور بندہ کو اپنے
خلاصی کی طرف سوائے خلوص عنایت کے راہ نہیں ہے پس عزیز ہے وہ بندہ کہ
مسبب نے اسباب کو اُس کے حال سے دفع کیا ہو اور بعض اُن میں سے اہلِ ملامت
کے پیشوا ابو صالح حمدون بن احمد بن عمارۃ القصار ہیں قدمار مشائخ سے تھے اور ان
میں پرہیزگار فقہ اور علم میں درجہ اعلیٰ پر تھے اور مذاہب ثوری رکھتے تھے اور طریقت
میں ابوتراب نخشبی کے مرید تھے اور اُن کے بعد علی نصر آبادی کے اور اُن کا کلام
دقیق ہے اور مجاہدہ میں ایسا مذکور ہے کہ جب شان اُن کی علم میں بزرگ ہوئی تو نیشاپور
کے امام اور بزرگ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ تجھ کو منبر پر جانا چاہیئے اور مخلوق کو پند
و نصائح کرنا چاہیئے تاکہ تمہاری بات دلوں کو فائدہ پہونچائے کہا مجھ کو بات کہنا

جائز نہیں ہے اُنہوں نے کہا کہ کیوں کہا اس سبب سے کہ میرا دل ابھی تک دنیا اور اُس کے مرتبہ میں پھنسا ہوا ہے پس میری بات فائدہ نہ دیگی اور دلوں میں اثر نہ کریگی اور جو بات کہ دلوں میں مؤثر نہ ہو تو علم کی حقارت کرنا ہے اور شریعت پر استہزا اور بات کہنا اُس آدمی کو مسلم ہو کہ اُس کی خاموشی سے دین میں خلل واقع ہو اور جب بیان کرے خلل دور ہو اور اُن سے پوچھا کہ پہلے لوگوں کا کلام دلوں کو کیوں زیادہ نفع دیتا ہے بمقابلہ ہمارے کلام کے لِاَنَّهُمْ تَكَلَّمُوا لِعِزِّ الْاِسْلَامِ وَنَجَاةِ النُّفُوْسِ وَرِضَاءُ الرَّحْمٰنِ وَنَحْنُ نَتَكَلَّمُ لِعِزِّ النَّفْسِ وَطَلَبِ الدُّنْيَا وَقَبُوْلِ الْخَلْقِ یعنی اسواسطے کہ انہوں نے بات واسطے عزت اسلام اور نجات نفوس اور رضامندی خداوند کے کہی اور ہم کلام کرتے ہیں واسطے عزت نفس اور طلب دنیا اور قبول خلق کے پس جو کوئی بات مراد حق کے موافق کہے اور حق کہے اُس بات میں ایک صولت اور قہر ہو جو شریروں پر اثر کرے اور جو کوئی اپنی مراد کے موافق بات کہے اُس بات میں اہانت اور ذلت ہو اور خلق کو اُس سے فائدہ نہو اور اُس کہنے سے نہ کہنا اچھا ہوتا ہے اسواسطے کہ مراد اپنی عبارت سے فارغ ہو اور بیگانہ ہو اور بعض اُن میں سے شیخ باوفا ابو السری منصور بن عمار ہیں بزرگان مشائخ سے تھے اور ان میں بہت بڑے درویش تھے اور اصحاب عراقیان کے مرتبہ پر تھے اور خراسان والوں کے مقبول اور انکا کلام موعظت میں بہت اچھا ہے اور آدمیوں کو نصیحت کرتے اور فنون وعلم اور روایات واحکام و معاملات میں عالم تھے اور بعضے متصوفہ سے اُن کے معاملہ میں مبالغہ کرتے ہیں اور حد سے زیادہ گذرتے ہیں اُن سے روایت ہے کہ کہا سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ قُلُوْبَ الْعَارِفِيْنَ اَوْعِيَةَ الذِّكْرِ وَقُلُوْبَ الزَّاهِدِيْنَ اَوْعِيَةَ التَّوَكُّلِ وَقُلُوْبَ الْمُتَوَكِّلِيْنَ اَوْعِيَةَ الرِّضَاءِ وَقُلُوْبَ الْفُقَرَاءِ اَوْعِيَةَ الْقَنَاعَةِ وَقُلُوْبَ اَهْلِ الدُّنْيَا اَوْعِيَةَ الطَّمَعِ یعنے پاک ہے وہ ذات کہ جس نے عارفوں کے دلکو محل ذکر بنایا اور زاہدوں کے دل کو توکل کا مقام

اور متوکلوں کے دل کو رضا کا منبع اور فقیروں کے دل کو قناعت کی جگہ اور اہلِ دنیا کے دل کو طمع کا محل بنایا اور اس میں عبرت ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ نے جس عضو کو اور حس کو پیدا کیا ہے اُس میں اُسی جنس کے معنے رکھے ہیں چنانچہ ہاتھوں کو گرفت کا محل پیدا کیا ہے اور پاؤں کو چلنے کا محل اور آنکھوں کو دیکھنے کا محل اور کانوں کو سننے کا محل اور زبان کو گویائی کا محل بنایا ہے اور ان کی پیدائش اور ظہور میں ذرا بھی خلاف نہیں ہے اور پھر ہر ایک دل کو پیدا کیا اور اُن میں ہر ایک بات مختلف رکھی یعنے مختلف ارادے اور خواہشات رنگ برنگ رکھیں کسی دل کو محل معرفت کیا اور کسی دل کو مقام گمراہی بنایا اور کسی دل کو قناعت کی جگہ اور کسی دل کو محل طمع اور اس کی مانند اور کسی چیز میں عجائب فعل حق کے دلوں سے زیادہ ظاہر نہیں ہیں اور نیز اُن سے مروی ہے اَلنَّاسُ رَجُلَانِ عَارِفٌ بِنَفْسِهٖ فَشُغْلُهٗ فِی الْمُجَاهَدَاتِ وَالرِّیَاضَۃِ وَعَارِفٌ بِرَبِّهٖ فَشُغْلُهٗ بِخِدْمَتِهٖ وَعِبَادَتِهٖ وَمَرْضَاتِهٖ یعنے آدمی دو گروہ ہیں یا اپنے عارف ہوں مانند اُن کو عارف جو اپنے عارف ہوں اُن کا شغل مجاہدہ اور ریاضت ہو اور حق تعالیٰ کے عارف ہوں اُن کا شغل خدمت اور عبادت اور طلب رضا ہو پس عارف نفس عبادت و ریاضت میں ہو اور عارف بحق کی عبادت ریاست ہو اور یہ عبادت کرے تو درجہ پاوے اور وہ عبادت کرے تو آپ بالکل پایا جاوے واللہ اعلم اُن سے روایت ہے کہ کہا اَلنَّاسُ رَجُلَانِ مُفْتَقِرٌ اِلَی اللّٰہِ فَهُوَ فِیْ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ عَلٰی لِسَانِ الشَّرِیْعَۃِ وَالْاٰخَرُ لَا یَرٰی الْاِفْتِقَارَ لِمَا عَلِمَ مِنْ فَرَاغِ اللّٰہِ مِنَ الْخَلْقِ وَالرِّزْقِ وَالْاَجَلِ وَالْحَیٰوۃِ وَالسَّعَادَۃِ وَالشَّقَاوَۃِ وَهُوَ فِی افْتِقَارِهٖ اِلَیْهِ وَاسْتِغْنَائِهٖ بِهٖ یعنی آدمی دو گروہ ہیں ایک محتاج طرف خدا کے سب سے بزرگ درجہ میں ہے یعنی ظاہر شریعت کے موافق ہیں۔ اور دوسرا وہ ہے کہ افتقار کو نہ دیکھے اس واسطے کہ وہ جانتا ہے کہ خدائے عزوجل نے قسمت کیا ہے۔ ازل میں خلق اور رزق اور اجل اور حیوٰۃ اور سعادت اور بدبختی سے سوائے اس کے نہ ہو کہ

یہ شخص عین افتقار میں ہے اُس کی طرف اور اُس کے غیر سے بے پروا ہے پس وہ گروہ اُن کے افتقار میں ہیں رؤیت افتقار سے یعنی وہ محجوب ہیں رؤیت تقدیر سے اور یہ گروہ ترک کرنے میں اُن کی رؤیت افتقار کے ہے اُن کی رؤیت افتقار کے ساتھ یعنے مکاشف اور اُس سے بے پروا پس ایک نعمت کے ساتھ اور دوسرا منعم کے ساتھ پس وہ جو نعمت کے ساتھ ہے نعمت کی رؤیت میں ہے اگرچہ غنی ہے فقیر ہے اور وہ جو منعم کے ساتھ ہے اُس کی رؤیت مشاہدہ میں ہے اگرچہ فقیر ہے تو غنی ہے۔ واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے اولیار کے ممدوح اور اہل رضا کے پیشوا ابو عبداللہ احمد بن عاصم الانطاکیؒ رکن قوم کے تھے اور اُن کے سردار اور علوم شریعت کے عالم اور اصول و فروع کے ماہر اور معاملات سے خبردار تھے آپ نے عمر دراز پائی تھی اور پہلے لوگوں کی خدمت صحبت سے فیضیاب تھے اور آپ نے تابعین کی اتباع کو حاصل کیا تھا اور حضرت بشر حافی و سری سقطی کی صحبت میں رہے ہوئے تھے اور حارث محاسبی کے مرید اور فضیل کو دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ مصاحبت رہی اور سب زبانیں جانتے تھے اور اُن کا کلام عالی ہے اور لطیفے شافی اس قوم کے علوم و فنون میں اور اُن سے روایت ہے اَنْفَعُ الْفَقْرِ مَا کُنْتَ بِہٖ مُتَجَمِّلًا وَّبِہٖ رَاضِیًا یعنے سب سے زیادہ نافع فقر وہ ہووے کہ تو اُس کے ساتھ متجمل ہووے اور اُس کے ساتھ راضی ہو یعنی جمال سب مخلوق کا اسباب کے اثبات میں ہو اور جمال فقیر کا اسباب کی نفی اور مسبب کے اثبات میں اور اُس کی طرف رجوع کرنے میں اور اُس کے احکام کی رضامندی میں ہو اس سبب سے کہ سبب کے گم ہونے کا نام فقر ہے اور سبب کے وجود کا نام غنا ہے یعنے فقر بے سبب کے حق کے ساتھ ہو اور غنا ساتھ سبب کے اپنے ساتھ ہو پس سبب حجاب کا مقام ہے اور ترک اسباب کشف کی جگہ ہے اور جمال دونوں

جہان کا کشف ورضا میں ہے اور خرابی عالم کی حجاب میں ہے اور یہ بیان واضح ہے
تفضیل فقر کے واسطے واللہ اعلم۔
اور بعض اُن میں سے پرہیزگاری اور تقوے کے سالک ابو محمد عبداللہ بن خفیف رحمتہ
اور جو قوم کے زاہدوں سے اور اُن کے پرہیزگاروں سے تھے ہر حال میں اور اُن
کی روائتیں عالی احادیث میں ہیں آپ مذہب ثوری رکھتے تھے اور فقہاء معاملت
اور حقیقت میں اور اُس کے اصحاب کو دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ ہمنشینی کی تھی
اور اُن کا کلام طریقت کے مقالات اور معاملات میں لطیف ہے۔ اور اُن سے
منقول ہے کہ کہا مَنْ اَرَادَ اَنْ يَكُوْنَ حَيًّا فِيْ حَيٰوتِهٖ فَلَا يُسْكِنِ الطَّمَعَ فِيْ قَلْبِهٖ
یعنے جو کوئی چاہے کہ اپنی زندگانی میں زندہ ہو پس طمع کو اپنے قلب میں جگہ نہ دے
تاکہ بخل سے آزاد ہووے کیونکہ لالچی مردہ دل اپنے طمع کی وجہ سے ہی پس طمع جسکے
دل میں مانند طبع کے ہو لا محالہ وہ دل مختوم مردہ ہو یکن کہا ہے وہ دل کہ جو مردہ ہے غیر حق کے
نزدیک زندہ ہو حق کے نزدیک اس واسطے کہ خدائے تعالےٰ نے دل کے واسطے
عزت وذلت پیدا کی ہے اور اپنے ذکر کو دل کی عزت کیا ہے اور طمع کو دل کی
ذلت بنایا ہے جیسا کہ اُنہیں نے کہا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْقُلُوْبَ مَسَاكِنَ الذِّكْرِ فَصَارَتْ
مَسَاكِنَ الشَّهَوَاتِ وَلَا يَمْحُوا الشَّهَوَاتِ مِنَ الْقُلُوْبِ اِلَّا خَوْفٌ مُّزْعِجٌ اَوْ شَوْقٌ مُّقْلِقٌ یعنی
خداوند تعالےٰ نے دلوں کو موضع ذکر کا پیدا کیا اور جب نفس کے ساتھ مصاحبت اختیار
کی تو مساکن شہوات ہوئی پس پاک نہیں کرتا شہوت کو دل سے مگر خوف
بیقرار کرنے والا یا شوق بے آرام کرنے والے کا یعنے خوف وشوق ایمان کے
دو رکن ہیں جب دل محل ایمان ہو اُس کے نزدیک ذکر وقناعت ہو نہ کہ طمع اور غفلت
پس مومن کا دل لالچی اور شہوات کا تابع نہ ہو کیونکہ طمع اور شہوت نتیجہ وحشت کا ہے
اور دل متوحش اُس سے ہوتا ہے اور ایمان کی خبر نہیں رکھتا۔۔۔۔۔۔۔

کیونکہ ایمان کو حق کے ساتھ انس ہے اور غیر حق سے وحشت ہی جیسا کہ کہا ہی اَلطَّمَّاعُ مُسْتَوْحِشٌ مِّنْهُ كُلُّ اَحَدٍ یعنی طمع کرنے والے سے ہر ایک متوحش ہوتا ہے

اور بعض اُن میں سے شیخ المشائخ طریقت ہیں اور اماموں کے امام شریعت ہیں ابوالقاسم الجنید بن محمد بن الجنید بغدادی مقبول اہل ظاہر اور ارباب قلوب کے تھے اور فنون علم میں کامل اور اصول و فروع و معاملات میں مفتی اور امام اصحاب ثوری سے تھے اور اُن کا کلام عالی اور احوال کامل ہے یہاں تک کہ جملہ طریقت والے اُن کی امامت پر متفق ہیں اور کسی مدعی اور متصرف کو اُس پر اعتراض نہیں ہے۔ آپ سری سقطی کے بھانجے تھے اور اُن کے مرید نے ایک دن سری سقطی سے پوچھا کہ کسی مرید کا درجہ پیر سے زیادہ بلند ہوگا کہا ہاں اس کی برہان ظاہر ہے یعنے جنید کا درجہ بلند میرے درجہ سے ہے اور یہ قول اُس پیر سے بسبب عاجزی کے تھا یعنے جو کچھ اُن سے کہا نظر بصیرت سے کہا کہا لیکن کسی کو اپنے فوق پر دیدار نہ ہوگا کیونکہ دیدار تحت سے تعلق رکھتا ہے اور قول اُنکا دلیل واضح ہے یعنی جنید کو اپنے مرتبہ کے فوق پر دیکھا اگرچہ دید تحت کی کے فوق پر تھی مشہور ہے کہ زندگی میں حضرت سریؒ نے اپنے مریدوں سے خصوصاً حضرت جنیدؒ سے کہا کہ شیخ ہم سے کوئی بات کہے تو ہمارے دلوں کو راحت ہو اور اُنہوں نے قبول نہ کیا۔ اور کہا جبتک میرا شیخ زندہ ہے میں کوئی بات نہ کہوں گا یہاں تک ایک رات کو آپ سوتے تھے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہا اے جنید خلق سے کلام کر کیونکہ تیرے کلام کو خداوند تعالےٰ نے ایک عالم کی نجات کا سبب کیا ہے جب آپ بیدار ہوئے تو اُن کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میرا درجہ سری کے درجہ سے گذر گیا کہ مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حکم ہوا جب صبح ہوئی تو حضرت سری نے ایک مرید کو بھیجا کہ جب جنید نماز سے فارغ ہو تو اُس سے کہو کہ مریدوں کے کہنے سے بات نہ کہی تو نے اور بغداد کے مشائخوں کی شفاعت کو بھی رد کیا تو نے اور

میں نے پیغام بھیجا جب بھی بات نہ کہی تو نے اب اس مرتبہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا تو اُن کے حکم کو قبول کر حضرت جنید نے کہا وہ خیال میرے سر سے گذر گیا اور میں نے جانا کہ حضرت سری سقطی ہر حال ظاہر و باطن میں مجھ سے اونچی ہیں اور اُن کا درجہ میرے درجہ سے اونچا ہے کیونکہ وہ میرے اسرار پر خبردار ہیں اور میں اُن کی زمانہ سے بے خبر ہوں پس آپ اُن کے پاس آئے اور استغفار کی اور اُن سے دریافت کیا کہ تم نے کس طرح جانا کہ میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے فرمایا کہ میں نے خداوند تعالے کو خواب میں دیکھا کہ فرماتا ہے کہ میں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا کہ جنید سے فرمائیں کہ وہ وعظ کہے تاکہ بغداد والوں کی مراد اُس سے حاصل ہو پس ان حکایتوں سے ایک دلیل واضح ہے کہ پیر جس صفت کے ساتھ ہوتے ہیں مریدوں کے حالات سے خبردار ہوتے ہیں اور اُن کے کلام عالی ہیں اور رموز لطیف اُن سے منقول ہے کہ کہا کَلَامُ الْاَنْبِیَاءِ نَبَاءٌ عَنِ الْحُضُوْرِ وَكَلَامُ الصِّدِّیْقِیْنَ اِشَارَةٌ عَنِ الْمُشَاهَدَةِ یعنی نبیوں کا کلام حضور حق کی خبر دیتا ہے اور کلام صدیقوں کا نظر سے مشاہدہ کرنیکی طرف خبر سے اشارہ ہے اور اُس مشاہدہ سے قدر کی طرف اور اُس سے اشارہ غیر کی طرف نہیں ہوتا ہے یعنی صدیقوں کا کمال انبیا علیہم السلام کا ابتدائی حال ہوتا ہے پس نبی اور ولی میں جو فرق ہے وہ واضح ہے اور انبیاء کی فضیلت اولیاء پر ظاہر ہے بخلاف اُن دو گروہ ملاحدہ کے کہ نبیوں کو فضل میں موخر کرتے ہیں اور اولیاء کو مقدم اور اُن سے منقول ہے کہ کہا ایک وقت آرزو کے ساتھ میں نے چاہا کہ ابلیس کو دیکھوں ایک روز مسجد کے دروازہ پر میں کھڑا ہوا تھا کہ ایک بڈھا آیا اور دور سے وہ میری طرف متوجہ ہوا میں نے جب اُس کو دیکھا تو ایک وحشت نے میرے دلمیں اثر کیا پس جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے اُس سے کہا کہ اے بڈھے تو کون ہے کہ میری آنکھیں تیرے منہ کو نہیں دیکھ سکتیں

بسبب وحشت کے اور بباعث ہیبت کے میرا دل تیرے اندیشہ کی طاقت نہیں رکھتا ہے کہا میں ہوں کہ تجھکو میرے دیکھنے کی آرزو تھی کہا ای ملعون تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے باز رکھا آدم کے واسطے کہا اے جنید تجھ کو کیسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اُس کے غیر کو سجدہ کروں جنید نے کہا میں حیرت میں پڑ گیا اُس کی اس بات سے اُس کے بعد مجھ کو ایک آواز عجیب سے معلوم ہوئی قُلْ لَهٗ كَذَبْتَ لَوْ كُنْتَ عَبْدًا مَّامُوْرًا لَمَا خَرَجْتَ مِنْ اَمْرِهٖ وَنَهْيِهٖ فَسَمِعَ النِّدَآءَ مِنْ قَلْبِيْ فَصَاحَ وَقَالَ اَحْرَقْتَنِيْ بِاللّٰهِ وَغَابَ یعنے کہہ دے اے جنید کہ تو جھوٹ کہتا ہے اگر تو فرمانبردار بندہ ہوتا تو اُس کے حکم سے انکار نہ کرتا اور اُس کے نہی کے پاس نہ جاتا۔ پس یہ ندا میرے قلب سے سُنی۔ اور ایک آواز ماری اور کہا تو نے جلایا مجھ کو قسم ہے اللہ کی اے جنید اور غائب ہو گیا۔ یہ حکایت اُس کے حفظ و عصمت کی دلیل ہے اسواسطے کہ خداوند تعالےٰ اپنے اولیا اللہ کی شیطان کے مکروں سے ہر حال میں حفاظت کرتا ہے اور اُس سے محفوظ رکھتا ہے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید کے دل میں کچھ وسوسہ پیدا ہوا اور اُس نے سمجھا کہ میں کسی درجہ پر پہنچا ہوں جب حضرت جنید کی خدمت میں آیا تو اُس نے تجربہ چاہا آپ نے فرمایا کہ عبارتی جواب چاہتا ہے یا معنوی اگر تو نے اپنا تجربہ کیا ہے۔ تو میرے تجربہ کی حاجت نہیں اور اگر معنوی جواب چاہتا ہے تو میں نے تجھے مرتبہ ولایت سے موقوف کر دیا اسی وقت اُس مُرید کا مُنہ سیاہ ہو گیا اُس نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ یقین کی راحت میرے دل سے گئی اور استغفار میں مشغول ہوا اور ہاتھ اُس فضول گوئی سے اُٹھایا اُس وقت جنید رہ نے اُس سے کہا کہ اس کو تو نے نہ جانا کہ خداوند تعالےٰ کے اولیاء اسرار کے والی ہیں تو اُس کے زخم کی طاقت نہیں رکھتا ہے پھر آپ نے کچھ اُس کے اوپر دم کیا کہ وہ پھر اپنی مراد پر پہونچا اور مشائخ میں تصرف کرنے سے توبہ کی اور بعض اُن میں طریقت میں مشائخوں کے۔

پیشوا اور شریعت میں اماموں کے امام تصوف والوں سے تنشاہ اور تکلف کی آفت سے
بری ابو الحسن احمد بن محمد الخراسانی النوری حسن المعاملات اور ابین الکلمات اور اظہر المجاہدات
تھے اور اُن کا ایک مذہب مخصوص ہے تصوف میں اور ایک گروہ ہی متصوفہ سے کہ اُنکو
نوری کہتے ہیں جو اقتدا اور تولی اُن کے ساتھ کرتے ہیں اور جملہ متصوفہ بارہ گروہ ہیں۔

نوٹ گروہ صوفیہ میں چودہ خانوادے اصحاب الطریقت معدن ارباب حقیقت راس التابعین حضرت
خواجہ حسن بصری سے مشہور ہوئے ہیں یعنی خواجہ حسن بصری مرید خلیفہ حضرت علی علیہ السلام کے ہیں اور حضرت حسن بصری سے دو
خلیفہ ہوئے ایک عبدالواحد بن زید دوسرے خواجہ حبیب عجمی اور حبیب عجمی سے پانچ خانوادے ظاہر ہوئے ایک عبدالواحد بن زید
زیدیہ اور دوسرا عیاضیہ ادہمیہ ابراہیم ادہم سے اور ہبیریہ خواجہ ہبیرۃ البصری سے اور وہ [illegible] تک اور وہ ابراہیم
ادہم تک اور وہ فضیل بن عیاض تک اور وہ عبدالواحد بن زید تک اور وہ حسن بصری تک اور علی مرتضی
کرم اللہ وجہہ تک اور چشتیہ حضرت خواجہ مودود چشتی تک پہونچتی ہیں اور وہ اپنے باپ خواجہ یوسف تک اور وہ
اپنے باپ خواجہ محمد چشتی تک اور وہ اپنے باپ احمد چشتی اور وہ اسحاق شامی تک اور وہ علو دینوری تک
اور وہ ہبیرۃ البصری تک پہونچتی ہیں اور نو خانوادے حبیب عجمی سے نکلے ہیں یعنی حبیبیہ طیفوریہ کرخیہ
سقطیہ جنیدیہ گازرونیہ [illegible] جن کی مفصل کیفیت ہماری کتاب [illegible]

اور اُن سے دو مردود ہیں اور دس مقبول ایک اُن میں محاسبیاں ہیں اور دوسرے قصاریاں
تیسرے طیفوریاں ہیں چوتھے جنیدیاں پانچویں نوریاں چھٹے سہیلیاں ہیں
ساتویں حکیمیاں آٹھویں خرازیاں نویں خفیفیہ ہیں دسویں سیاریاں ہیں۔ اور
یہ سب محققوں سے ہیں اور یہ اہل سنت و جماعت سے ہیں لیکن وہ دو گروہ جو مردود
ہیں ایک حلولیاں ہیں جو حلول اور امتزاج سے منسوب ہیں اور سالمیاں اور مشبہ ان کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور دوسرے
حلاجیاں ہیں جنکا مذہب ترک شریعت ہے اور انہوں نے الحاد و بیدینی کا طریقہ اختیار کیا ہے اور مردود گروہ میں اور اباحتی و فارسی
اُنسے تعلق رکھتے ہیں اور اس کتاب میں اپنے موقعہ پر ایک باب ان فرقوں کے فرق کے بیان میں لاؤنگا اور اُن دس گروہ کے مذاہب
اور اُن دو گروہ کا اختلاف بیان ہوگا تاکہ پورا فائدہ ہو انشاء اللہ تعالیٰ لیکن اُسکا طریق ترک مداہنت اور

رفع مساحمت اور دوام مجاہدت میں ستودہ ہے کیونکہ اُن سے منقول ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت جنید کے پاس آیا تو اُس کو صدر نشین دیکھا میں نے کہا یَا اَبَا الْقَاسِمِ غَشِّیْتَہُمْ فَصَدَّرُوْکَ وَنَصَحْتُہُمْ فَرَمَوْنِیْ بِالْحِجَارَۃِ یعنے تو نے حق ان پر پوشیدہ کیا تو تجھکو صدر کیا اور میں نے ان کو نصیحت کی تو مجھ پر پتھر مارے اس واسطے کہ مداہنت کو ہوا کے ساتھ موافقت ہے اور نصیحت کو مخالفت اور آدمی دشمن اسکا ہوتا ہے کہ اُس کی خواہش کی مخالف ہو اور دوست وہ ہے کہ اُس کی ہوا کے موافق ہو اور ابوالحسن نوری رفیق جنید کے تھے اور سری کے مرید اور بہت مشائخوں کو دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ بیٹھے تھے اور احمد بن ابی الحواری کو پایا تھا اور اُن کی طریقت اور تصوف میں لطیف اشارے ہیں اور عالی نکتے اور اُن سے منقول ہے کہ کہا اَلْجَمْعُ بِالْحَقِّ تَفْرِقَۃٌ عَنْ غَیْرِہٖ وَالتَّفْرِقَۃُ عَنْ غَیْرِہٖ جَمْعٌ بِہٖ یعنے جمع تفرقہ ہو اُس کے ماسوا سے اور تفرقہ اُس کے غیر سے جمع ہے اُس کے ساتھ جس کسی کو حق تعالے کے ساتھ ہمت جمع ہو اُس کی غیبت سے متفرق ہو اور جو کوئی اُس کے غیر سے متفرق ہو اُس کے ساتھ جمع ہے پس حق کے ساتھ ہمت کو جمع کرنا اندیشہ مخلوقات سے جدائی ہے جبکہ مخلوقات سے اعراض درست ہوا تو حق کے ساتھ توجہ درست ہوئی اور جب حق کے ساتھ توجہ درست ہوئی تو خلق سے اعراض درست ہوا اور حکایتوں میں میں نے پایا کہ ایک وقت احمد نوری نے گھر میں ایک جگہ پر کھڑے ہو کر تین رات دن شور کیا تو لوگوں نے جنید سے کہا کہ اُٹھئے اور اُن کے پاس آئیے اور کہا اے ابوالحسن اگر تو جانتا ہے کہ اُس کے ساتھ شور کرنا فائدہ دیتا ہے کہہ تاکہ میں بھی خوب شور مچاؤں اور اگر جانے تو کہ رضا دل سودمند ہے تو رضا کو اختیار کر تاکہ تیرا دل خرم ہو حضرت نوری خروش سے رُک گئے اور کہا کہ تو ہمارے واسطے اچھا معلم ہے اے ابو القاسم اور ان سے منقول ہے کہ کہا اَعَزُّ الْاَشْیَاءِ فِیْ زَمَانِنَا شَیْئَانِ عَالِمٌ یَعْمَلُ بِعِلْمِہٖ وَعَارِفٌ یَنْطِقُ عَنْ

عَنِ الْحَقِیْقَۃِ یعنی سب سے زیادہ عزیز ہمارے زمانہ میں دو چیزیں ہیں ایک عالم جو اپنے علم کے ساتھ کام کریں اور دوسرا عارف کہ اپنی حقیقت حال سے بات کہے یعنی ہمارے زمانہ میں علم و معرفت دونوں عزیز ہیں اس سبب سے کہ علم بغیر عمل کے علم نہو اور معرفت بدون حقیقت کے معرفت نہو اور اس پیر نے اپنے زمانہ سے نشان دیا ہے اور حقیقت یہ تمام وقتوں میں عزیز رہا ہے اور آج کے دن بھی عزیز ہے اور جو کوئی عالم و عارف کی طلب میں مشغول ہو اُس کا زمانہ پراگندہ ہو اور آپ میں مشغول نہ ہونا چاہیے تاکہ تمام عالم کو عالم دیکھے اور اپنی آپ سے خداوند کی طرف رجوع کرے تاکہ تمام عالم کو عارف دیکھے اور اس سبب سے کہ عالم و عارف عزیز ہوتا ہے اور بہت کم وہ چیز پائی جاتی ہے جس کا وجود دشوار ہو اُسکی تلاش کرنا تضییع اوقات ہو اور علم و معرفت آپ سے طلب کرنا چاہیے یعنی اپنی خواہش پر موقوف ہے اور ان سے منقول ہے کہ کہا مَنْ عَلِمَ الْاَشْیَاءَ بِاللّٰہِ فَرُجُوْعُہٗ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ اِلَی اللّٰہِ یعنی جو کہ چیزوں کو خداوند کے ساتھ جانے اور اس کی طرف سے جانے سب چیزوں میں رجوع اُس کا اُس کی طرف ہو نہ چیزوں کی طرف اس سبب سے کہ ملک اور مُلک کی اقامت مالک سے ہو پس استراحت ملکوں کی رؤیت میں ہو نہ کون کی رؤیت میں اس واسطے کہ اگر اشیا کو افعال کی علت جانے تو ہمیشہ بیمار ہو اور ہر ایک چیز کی طرف رجوع کرنا شرک ہو اور جو اشیاء کو فعل کا سبب جانے تو سبب آپ قائم نہ ہو بلکہ سبب سے ساتھ قائم ہو جب مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرے شغل سے نجات پائے اور بعض اُن میں سے سلف سے مقدم اور اپنے سلف سے پیچھے ابو عثمان سعید بن اسماعیل الحیری رحمۃ اللہ علیہ صوفیان اور مرشدان سے تھے اور اپنے زمانہ میں یکتا تھے اور سب کے دلوں میں اُس کی قدر و منزلت بہت بلند تھی ترک صحبت [illegible] بمعاشی کے ساتھ رہتے اُس وقت ایک مدت [illegible] زمانی کی صحبت [illegible]

اور اُن کے ساتھ ابوحفص کی زیارت کے واسطے نیشاپور میں آئے اور اُن کے پاس ٹھہرے اور عمر اُن کی صحبت میں گذرانی اُن سے روایت ہے کہ کہا میرا دل ہمیشہ طلب حقیقی کرتا تھا طفولیت کے زمانہ میں اور ظاہر والوں سے نفرت کرتا تھا۔ اور میں جانتا تھا کہ بالضرور سوائے اس ظاہر کے کہ عام لوگ اُس پر ہیں نیز ایک ستر ہے شریعت کا ایک روز یحییٰ بن معاذ رازی کی مجلس میں میرا گذر ہوا اور اُس ستر کو میں نے پایا اور مقصود حاصل ہوا اور اُس کی صحبت سے میں نے تعلق کیا یہانتک کہ ایک جماعت شاہ شجاع کرمانی کے پاس سے آئی اور اُن کا حال بیان کیا۔ اور اپنے دل کو میں نے اُن کی زیارت کے واسطے مائل پایا اور کرمان کا ارادہ کیا اور شاہ کی صحبت کا طور میں تلاش کرتا تھا اُس نے مجھکو اجازت نہ دی اور کہا کہ تیری طبیعت رجا پروردہ ہے اور یحییٰ کی صحبت پائے ہوئے ہے اور اُس کا مقام رجا ہے۔ اور جس شخص نے کہ رجا کا مشرب پایا اُس سے طریقت کا اہتمام نہ ہووے اس سبب سے کہ رجا کی تقلید کرنا کاہلی کا پھل لاوے اور کہا کہ میں نے بہت تضرع اور زاری کی اور بیس روز اُس کی درگاہ پر میں نے مداومت کی تو مجھ کو اجازت دی اور صحبت میں قبول کیا اور ایک مدت تک اُس کی صحبت میں رہا اور وہ مرد غیرت دار تھا۔ یہاں تک کہ اُن کو نیشاپور کا قصد ابوحفص کی زیارت کی غرض سے ہوا اور میں اُن کے ہمراہ آیا اُس روز کہ ابوحفص کے پاس اندر آیا شاہ قبا پہنتے تھے ابوحفص نے جو اُس کو دیکھا تو قدم بوسی کی اور رو بروا اُس کے گیا اور کہا کہ وَجَدْتُ فِي الْقَبَاءِ مَا طَلَبْتُ فِي الْعَبَاءِ یعنے میں نے قبا میں پایا وہ جو عبا میں ڈھونڈھتا تھا ایک مدت اُس جگہ رہا اور میری سب ہمت نے ابوحفص کی صحبت کا بھید حاصل کیا اور حشمت شاہ نے مجھکو اُس کی خدمت کی مداومت سے باز رکھا اور ابوحفص نے وہ عقیدہ میرا مجھ میں دیکھا تھا آخر نہایت عاجزی کے ساتھ خداوند تعالےٰ سے چاہتا تھا کہ صحبت

ابوحفص کی مجھ پر احسان کرے بغیر اس کے کہ شاہ آزردہ ہووے اُس روز کہ شاہ نے
واپسی کا قصد کیا اور میں نے اُن کے ساتھ چلنے کی غرض سے پوستین اور پاسجامہ پہنا اور دل
بالکل ابوحفص کے پاس چھوڑا ابوحفص نے کہا بادشاہ انبساط کے واسطے اس لڑکے کی
صحبت کو اس جگہ چھوڑ کہ مجھکو اُس کے ساتھ پسند ہی شاہ نے میری طرف مُنہ کیا۔ اور کہا
اَحِبِ الشَّیخَ اور وہ گئے میں اُس جگہ رہا دیکھا میں نے جو کچھ دیکھا عجائبات سے اُس
کی صحبت میں اور اُن کو مقام شفقت تھا خداوند عزوجل نے ابوعثمان کو تین پیر کے
ساتھ تین مقام سے گذرانا اور یہ تینوں اشارے کہ ان سے کرتے آپ اُن کو تھے
مقام رجا یحیٰی کی صحبت میں اور مقام غیرت شاہ کی صحبت میں اور مقام شفقت
ابوحفصؒ کی صحبت میں اور جائز ہو کہ مرید پانچ یا چھ جگہ یا زیادہ اس سے صحبت
حاصل کرے اور ہر ایک پیر اور صحبت سے اُس کو کشف اور کوئی مقام ہووے۔
لیکن زیادہ بہتر یہ ہووے کہ پیروں کو اپنے مقام میں آلودہ نہ کرے۔ اور ان
کی انتہا کو اُس مقام میں نشان نہ کرے اور کہے کہ ان کی صحبت سے میرا
حصہ یہ تھا اور یہ اس سے اونچی ہیں میرا اس سے زیادہ حصہ نہ تھا یہ بات ادب
سے بہت نزدیک ہو اس سبب سے کہ حق کے پہونچنے والوں کو مقام و احوال سے
کوئی کام نہو اور تصوف کے ظاہر ہو لیے ہیں سبب خراسان اور نیشاپور میں یہ
ہی تھی جنید اور رویم اور یوسف بن الحسین اور محمد بن فضل البلخیؒ کے ساتھ ہم صحبت
رہے تھے اور کسی آدمی نے اپنے پیروں سے یہ مرتبہ نہ پایا تھا کہ اُس نے اور
نیشاپور والوں نے اُس کے واسطے منبر رکھا تو تصوف کی زبان میں اُن سے کلام
کیا ان کی بڑی بڑی کتابیں ہیں اور اس علم میں طرح طرح کی روایتیں ہیں او
اُن سے منقول ہے حَقٌّ لِمَنْ اَعَزَّہُ بِالمَعْرِفَۃِ اَنْ لَا یُذِلَّہُ بِالمَعْصِیَۃِ یعنی واجب
و سزاوار ہے اُس کو کہ خداوند نے معرفت سے عزیز کیا آپ کو معصیت سے ذلیل

نہ کرے اس سبب سے کہ معرفت اُس کی بخشش ہے اور معصیت فعل بندہ کا ہے
پس جس کسیکو حق تعالیٰ نے عزت عطا فرمائے محال ہے وہ کہ اپنے فعل سے ذلیل ہو
جیسے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہ معرفت سے عزیز کیا اور ذلت اُن کو ذلیل
نہ کیا اور بعض اُن میں سے معرفت کے سہیل اور محبت کے قطب ابو عبداللہ احمد
بن یحییٰ قوم کے بزرگ اور اپنے وقت کے سردار تھے اور اُن کا اچھا طریق اور عمدہ
سیرت تھی صاحب جنید اور ابو الحسن نوری اور ایک جماعت کے کبراسے تھے اُسکا
کلام عالی اور اشارہ لطیف ہے حقائق میں اُن سے منقول ہے کہ کہا هِمَّةُ الْعَارِفِ
اِلَی مَوْلَاهُ فَلَمْ یَعْطِفْ عَلیٰ شَیْءٍ سِوَاهُ یعنی عارف کی ہمت حق کے ساتھ ہو اور اُس
سے کسی چیز کی طرف نہ لوٹے کیونکہ عارف کو سوائے معرفت کے معلوم نہ ہو چونکہ اُسکی
دل کا سرمایہ معرفت ہو اُس کی ہمت کا مقصد رؤیت ہووے اس واسطے کہ
ہمتوں کی پراگندگی رنج و غم کا پھل دیتی ہے اور غم درگاہ حق سے باز رکھے اور
اُن سے ایک حکایت ہے کہ ایک روز ایک عیسائی لڑکے کو میں نے دیکھا کہ بہت خوبصورت
تھا میں اُس کے جمال میں متحیر ہوا اُس کے مقابلہ میں کھڑا ہوا جنید نے
اس وقت مجھ پر گذر کیا اُن سے میں نے کہا اے استاد خدا ایسے چہروں کو آگ
میں جلا دیگا مجھ سے کہا اے پسر یہ بازار نفس کا ہے کہ تجھکو اس خیال میں رکھتا ہے
اور عالم کے سر فتنہ میں عبرت کیسا تھ تو ملاحظہ کرے یہ ہی عجائبات موجود ہیں لیکن
اس بے حرمتی کے سبب بہت جلد تو فارغ ہو گی کہا جبکہ جنید نے منہ میری طرف سے
پھیرا اُسی وقت میں قرآن بھول گیا آخر کو برسوں تک مدد مانگتا رہا میں خدا سے
عزوجل سے اور توبہ کرتا رہا تو قرآن کو دوبارہ پایا اب یہ مجال نہیں کہ موجودات سے
کسی چیز کی طرف توجہ کر سکوں اور اپنے وقت کو اشیاء میں نظر کر کے ضائع کروں
اور بعض اُن میں سے زمانہ کے یکتا اور دنیا کے امام ابو محمد رویم بن احمد مشائخوں کے

سرداروں میں سب سے بڑے سردار تھے اور صاحب سِرّ اُن کے جنید تھے اور اقران
اُن کے مذہب حضرت داؤد فقیہ الفقہا کے تھے اور علم تفسیر و قرأت میں پورا حصہ رکھتے
تھے اور اُس زمانہ میں فنونِ علم میں ایسے تھے کہ علو حال اور رفعت مقام اور سفرہائے
نیکو اور ریاضت شدید اور تفرید میں مشہور تھے اور آخر عمر میں آپ کو دنیا میں
پوشیدہ کیا اور معتمد ہوئی بیلہ نات کا جنید نے کہا کہ ہم فارغ مشغول ہیں اور رویم بظاہر مشغول ور تمام فارغون
سے فارغ ہیں اور اُنکی تصانیف ہیں اور خصوصاً اس طریقت میں ایک کتاب اُسکا غلط الواجدین نام
رکھا ہے لکھی ہے اُن سے منقول ہے کہ ایک روز کوئی آدمی اُن کے پاس آیا
اور کہا کہ کَیْفَ حَالُكَ یعنی کیسا ہے تیرا حال اُنہوں نے کہا کَیْفَ حَالُ مَنْ دِیْنُهٗ هَوَاهُ
وَهِمَّتُهٗ دُنْیَاهُ لَیْسَ هُوَ بِصَالِحٍ تَقِیٍّ وَلَا بِعَارِفٍ نَقِیٍّ یعنے کیسا ہووے حال اُس شخص کا کہ دین
اُس کا اُس کی خواہش ہو اور ہمت اُس کی دنیا اُس کی دنیا ہو وہ نہ نیکوکار ہو خلق سے
بھاگا ہوا اور نہ عارف ہو حق قبول کئے ہوئی اور یہ اشارہ نفس کے عیبوں کی طرف
کیا ہے کیونکہ نفس کے نزدیک دین ہوا ہوا اور نفس کے تابعداروں نے خواہش
کا نام دین رکھا ہے اور اُس کی متابعت کو وہ شریعت کہا ہے یعنے جو کوئی ان کی
حسب مراد چلے اگرچہ گمراہ ہووے متدین ہو اُن کے نزدیک اور جو کوئی ان کے خلاف ہو
اگرچہ متقی ہو ان کے نزدیک بے دین ہو اور یہ آفت ہے سب زمانہ میں ایک
دوسرے سے جدا نہ ہوئی بلکہ رائج تھے پس جو چیزیں [illegible] اس شخص کی صحبت سے
کہ جس کی صفت ایسی ہو لیکن اس پیر نے زمانہ کی تحقیق سے اشارہ کیا [illegible]
جائز ہو کہ اُس حال میں اُس کو چھوڑ دیا ہو تو اپنے وجود کے وصف سے میل کیا ہے
اور اپنی حقیقت کی صفت کا اتصاف کیا ہے واللہ اعلم

اور بعض اُن میں سے زمانہ کے نادر بلند مرتبہ ابو یعقوب یوسف بن الحسین الرازی رض
اُس وقت کے بڑے اماموں اور قدمار مشائخ سے تھے اُنہوں نے عمر اچھی پائی

اور ذوالنون مصری کے مرید تھے اور بہت مشائخوں کے ہمنشین رہے اور سب کی خدمت
کی اُن سے روایت ہے کہ کہا سب سے زیادہ ذلیل سب آدمیوں کا فقیر لالچی ہے جیسا کہ
شریف زیادہ ان میں فقیر سچا ہووے اور لالچ بالخصوص درویش کو دونوں جہان
کی ذلت میں ڈالے اس سبب سے کہ فقیر بالتحقیق دنیا والوں کی نظروں میں حقیر
ہیں جب ان سے لالچ کریں گے تو زیادہ حقیر ہوں گے پس بے پروائی سے فقیر کی
پوری عزت ہوتی ہے اور طمع خاصکر فقیر کو صرف جھوٹ کے ساتھ منسوب کرتا ہے
اور دوسرے محب خاصکر اپنے محبوب کو بھی تمام مخلوق سے زیادہ ذلیل ہو جو اپنے
محب کو اپنے محبوب کے مقابلہ میں سخت حقیر پہچانتے اور یہ بھی طمع کے نتیجوں سے ہی
جب طمع ترک کی جاوے ذلت بالکل عزت سے بدل جاوے چنانچہ جبتک حضرت
زلیخا کو حضرت یوسف سے طمع تھی ہر وقت زیادہ ذلیل رہتی تھی جبکہ طمع جاتی رہی
تو خداوند تعالیٰ نے حسن وجوانی اُس کو پھیر دیا اور طریقہ ایسا ہی جاری ہے کہ اقبال محب
اعراض محبوب ہو یعنے جب محب دوستی کو اختیار کرے اور دوست کی دوستی
سے فارغ ہو اور دوستی کے ساتھ آرام پا دے تو دوست اُس کی طرف
توجہ کرے اور حقیقت میں محب زیادہ عزت دار ہے یعنے جبتک وصل کی طمع نہ
ہو اور جب محب کو وصال کی طمع ہو تو دیر نہ ہووے کہ اُس کی عزت بالکل ذلت سے
بدل جاوے اور بعض اُن میں سے آفتاب محبت والوں کے پیشوا مودت والوں کے
ابوالحسن سمنون بن عبداللہ الخواصؒ ہیں جو اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے اور محبت میں
بلند مرتبہ رکھتے تھے اور سب مشائخ اُن کو بزرگ رکھتے تھے اور اُن کو سمنون المحب کہتے
تھے اور انہوں نے اپنا نام سمنون الکذاب رکھا تھا اور غلام الخلیل سے بہت تکلیفیں
اُٹھائی تھیں اور خلیفہ وقت کے روبرو محال گواہیاں دیں اور مشائخ اُن سے رنجیدہ
دل رہتے تھے اور غلام الخلیل ایک ریاکار آدمی تھا اور دعوئی پارسائی اور تصوف

کا کرتا اور آپ کو خلیفہ کا پس مشہور کیا تھا اور دین کو دنیا کے عوض فروخت کیا کرتا تھا جیسا کہ اُس
زمانہ میں بعض مشائخ دین کو دنیا کے ہاتھ بیچتے ہیں اور اُس وقت کے مشائخوں اور
درویشوں کی مساوات حاصل کی تھی اور درویشوں کی برائی اور عیب امیروں کے
سامنے بیان کیا کرتا تھا اس سے اُس کی یہ غرض تھی کہ ان کی کوئی نزدیک تک نہ جائے
اور کوئی ان سے برکت نہ حاصل کرے اور امرا کے نزدیک میرا ہی مرتبہ قائم رہے اور وہ
مشائخ کہ خاص کر ان کے وقت میں ایک آدمی اس صفت پر تھا اور اس زمانہ میں
ہر ایک محقق کے پاس سو ہزار غلام الخلیل ہیں اور جبکہ سمنون بغداد شریف میں بزرگ
سمجھے گئے اور ہر شخص اُن کے پاس آنے لگا تو غلام الخلیل کو اس بات سے نہایت رنج ہوا
یہاں تک کہ ایک عورت کی نگاہ سمنون کے جمال پر پڑی اور اُس نے آپ کو ان کے سامنے
پیش کیا تو سمنون نے انکار کیا پس وہ عورت حضرت جنید رح کے پاس گئی کہ سمنون سے
کہیں کہ مجھ کو زوجیت میں قبول کریں حضرت جنید رح اُس سے ناخوش ہوئے
اور اُس کو گھڑکا اور بُرا کہا وہاں سے وہ عورت غلام الخلیل کے پاس آئی اور جیسے
کہ عورات تہمت لگاتی ہیں اسی طرح اُس نے تہمت بیان کی اور جیسے کہ دشمن
سنتے ہیں اُس نے اُس عورت کے کہنے کو سُنا اور بُرا کہا اور خلیفہ وقت کو اس پر برہم
کیا یہاں تک کہ اُس نے کہا کہ اُس کو مار ڈالیں جبکہ جلاد کو بلایا اور خلیفہ نے چاہا
کہ حکم دے تو اُس کی زبان کو روک دیا اور جب اُس رات میں وہ سویا تو خواب میں
دیکھا کہ سمنون کی جان کا زوال تیرے ملک کے زوال سے متعلق ہے۔ پس
دوسرے روز معذرت کی اور خوبی کے ساتھ اُن کو واپس کیا۔ اُن کا کلام عالی
ہے اور محبت کی حقیقت میں اشارے باریک ہیں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ
حجاز سے آتے تھے تو فید والوں نے کہا ہم سے بات کرو آپ منبر پر چڑھ گئے
اور بات کہنے لگے مگر سننے والا کوئی نہ تھا آپ نے قندیلوں کی طرف منہ کیا اور کہا

تم سے میں کہتا ہوں پس وہ سب قندیل آپس میں ٹکر کے ٹوٹ گئیں اور اُن سے منقول ہے کہ کہا لَا یُعَبَّرُ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا بِمَا ھُوَ اَرَقُّ مِنْہُ وَلَا شَیْءَ اَرَقُّ مِنَ الْمَحَبَّۃِ فَبِمَ یُعَبَّرُ عَنْھَا یعنی مراد اس سے وہ ہے کہ عبارت محبت سے منقطع ہے اس سبب سے کہ عبارت صفت معبر کی ہے اور محبت صفت محبوب کی ہے پس عبارت سے محبت کی حقیقت نہیں معلوم ہو سکتی تہی واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے شیخوں کے شیخ ابوالفوارس شاہ شجاع الکرمانیؒ بادشاہوں کے ابناء سے تھے جو اپنے زمانہ میں بے نظیر اور ابو تراب نخشبی کی صحبت پائے ہوئے تھے اور بہت مشائخوں کو پایا تھا اور ہم نے ابو عثمان کے ذکر میں کچھ تھوڑا اُن کا حال بیان کیا ہے اور اُن کے رسالے تصوف میں مشہور ہیں اور ایک کتاب بہی تصنیف کی ہے کہ جس کا نام مراٰۃ الحکماء ہے اور اُن کا کلام عالی ہے اور اُن سے منقول ہے لِاَھْلِ الْفَضْلِ فَضْلٌ مَالَمْ یَرَوْہُ فَاِذَا رَاَوْہُ فَلَا فَضْلَ لَھُمْ وَلِاَھْلِ الْوِلَایَۃِ مَالَمْ یَرَوْھَا فَاِذَا رَاَوْھَا فَلَا وِلَایَۃَ لَھُمْ یعنے اہل فضل کو فضل پر فضیلت ہے اُس وقت تک کہ وہ اپنا فضل نہ دیکھیں اور جب اپنا فضل دیکھا تو شان فضل کی دور ہوئی اور اسی طرح اہل ولایت کو ولایت ہوتی ہے جبتک کہ وہ خود نہ دیکھیں جب دیکھیں تو شان ولایت کی نہیں رہتی اور مراد اس سے یہ ہے کہ جس جگہ کہ فضل ولایت کا ہو رؤیت اُس سے ساقط ہو اور جب رؤیت حاصل ہو تو معنے ساقط ہوں اس واسطے کہ فضل ایک صفت ہے کہ فاضل نہ دیکھیں اور ولایت ایک صفت ہے کہ رویت ولایت کی نہ ہو یعنی جب کوئی آدمی کہے کہ فاضل ہوں یا ولی تو وہ نہ فاضل ہو نہ ولی اور اُن کے آثار میں لکھا ہے کہ وہ چالیس برس نہ سوئے اور خداوند تعالےٰ کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ بار خدایا بیداری شب میں ڈہونڈہتا تھا خواب میں میں نے تجھ کو پایا کہا اے شاہ خواب میں اُن راتوں کی بیداری

کے سبب تو نے پایا اگر بیدار نہ رہتا تو اب خواب میں یہ مرتبہ نہ پاتا واللہ اعلم۔
اور بعض اُن میں سے دلوں کے سردار اور آنکھوں کے نور عمرو بن عثمان المکیؒ طریقت کے سرداروں اور بزرگوں سے تھے اور اُن کی تصنیف مشہور ہے ان علوم کی حقیقتوں میں اور ارادت کی نسبت حضرت جنید کے ساتھ کرتے تھے بعد اس کے کہ ابو سعید خراز کو دیکھا تھا اور نباجی کے ہم صحبت تھے اور اصول میں امام وقت تھے، اور اُن سے روایت ہے لَا يَقَعُ عَلٰى كَيْفِيَّةِ الْوَجْدِ عِبَارَةٌ لِاَنَّهٗ سِرُّ اللّٰهِ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ یعنے دوستوں کیفیت وجد پر عبارت نہ واقع ہو کیونکہ وہ سر حق ہے مومنوں کے نزدیک اور جس قدر عبارت بندہ کی اُس میں تصرف کرسکے وہ سر حق نہ ہو اس سبب سے کہ کلیت تصرف اور تکلف بندہ اسرار ربانی سے منقطع ہو اور کہتے ہیں کہ جب عمرؒ اصفہان میں آئے تو اُن کی صحبت میں ایک نوجوان آیا کہ اُس کا باپ آپ کی صحبت سے مانع تھا یہاں تک کہ وہ بیمار ہوا اور اُس کو ایک مدت گذر گئی ایک روز شیخ اُٹھے اور ایک جماعت کے ساتھ عیادت کے واسطے اُس کے پاس تشریف لے گئے اُس نے شیخ کو اشارہ کیا تاکہ قوال سے کہیں کہ کچھ اشعار پڑھے عمرؒ نے قوال سے کہا تو اُس نے پڑھا شعر مَا لِيْ مَرِضْتُ فَلَمْ يَعُدْنِيْ عَائِدٌ مِنْكُمْ وَيَمْرَضُ عَبْدُكُمْ فَاَعُوْدُ یعنے مجھے کیا ہے کہ جب میں بیمار ہوا تو تم سے کسی بیمار پرس نے میری بیمار پرسی نہ کی اور جب تم بیمار ہوتے تو میں بیمار پرسی کرتا ہوں بیمار نے جب یہ سُنا تو اُٹھ بیٹھا اور اُس کی بیماری کم ہوگئی اور کہا زِدْنِیْ یعنے اور پڑھ جب قوال نے یہ دوسرا شعر پڑھا کہ شعر وَاَشَدُّ مِنْ مَرَضِيْ عَلَيَّ صُدُوْدُكُمْ وَصُدُوْدُ عَبْدِكُمْ عَلَيَّ شَدِيْدٌ یعنے مجھ پر تمہاری بیماری سے زیادہ سخت تمہاری بے رُخی ہے [illegible] اور بیماری اُس سے جاتی رہی اور اُس کے باپ نے اُس کو عمرو کی صحبت میں سپرد کیا اور جو خیال کہ اُس کے دل میں تھا اُس سے توبہ کی اور وہ لڑکا ایک بزرگ اِن دین

سے ہوا واللہ اعلم بالصواب،

اور بعض اُن میں سے مالکِ القلوب اور ماحیُ الغلوب ابو محمد سہیل بن عبداللہ التستری
پیر وقت تھے اور سب زبانوں سے واقف اور ستودہ اور اُن کی ریاضت بہت تھی
اور معاملات میں اچھے تھے اور آپ کا کلام لطیف عیوب افعال اور اخلاص
میں ہے اور علمائے ظاہر کہتے ہیں کہ ھُوَ جَمَعَ بَیْنَ الشَّرِیْعَۃِ وَالْحَقِیْقَۃِ یعنی اُس نے جمع کیا
ہے شریعت اور حقیقت کو اور یہ بات ان سے خطا ہے کیونکہ کسی نے فرق نہیں کیا ہے
کہ شریعت حقیقت کا غیر نہیں حقیقت شریعت کی خلاف نہیں اور اس سبب سے کہ عبارت اُس پیر کی اور اکیں
نزدیک سہل سے آئی یہ بات کہتے ہیں یعنی جبکہ حق تعالے نے جمع کیا ہے شریعت
اور حقیقت کو تو یہ محال ہے کہ اولیا اُس میں فرق کریں تو لامحالہ جب فرق پیدا
ہوا تو ایک کا رَدّ اور دوسرے کا قبول لازم ہوا پس شریعت کا رَدّ بے دینی ہے اور
حقیقت کا رَدّ کفر اور شرک ہے اور جو لوگ فرق کرتے ہیں وہ فرق معنے میں
نہیں ہے بلکہ اثبات حقیقت کا ہے جیسا کہ کہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حقیقۃ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ
اللّٰہِ شریعۃ یعنی اگر کوئی چاہے کہ صحت کے وقت میں ایک کے ایمان کو دوسرے
جدا ہونے کر سکے اور خواہش اُس کی باطل ہے اور خلاصہ کہ شریعت فرع حقیقت کی ہے جو کہ
[illegible] کا معرفت حقیقت کی ہے اور فرمان کا قبول کرنا شریعت کے معنے ہیں پس ظاہر
والے جس چیز میں کہ طبیعت نہ پڑے اُس کے منکر ہوں اور اصول راہ حق سے
کسی اصل کا انکار خطرناک ہوتا ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی الْاِیْمَانِ اور اُن سے منقول ہے
کہ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی اَھْلِ وَجْہِ الْاَرْضِ اِلَّا وَھُمْ جُھَّالٌ بِاللّٰہِ
اِلَّا مَنْ یُّؤْثِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی عَلٰی نَفْسِہٖ وَرُوْحِہٖ وَدُنْیَاہُ وَاٰخِرَتِہٖ یعنی سورج نہ
نکلا اور نہ ڈوبا کسی زمین والے پر کہ وہ خداوند تعالے کے ساتھ جاہل نہ ہو مگر وہ
شخص کہ جس نے حق تعالے کو اپنے تن اور جان اور دنیا اور آخرت پر قبول کیا

ہو یعنے جو کوئی ہاتھ اپنے نصیب کے آغوش میں رکھے پس دلیل اس کی یہ ہے کہ وہ جاہل
ہے خداوند عز وجل کے ساتھ کیونکہ اُس کی معرفت ترک تدبیر کو چاہتی ہے اور ترک
تدبیر تسلیم ہو اور اثبات تدبیر جہل سے ہو یعنے تقدیر کے ساتھ نزاع ہو واللہ اعلم
اور بعض اُن میں سے اہل حرمین اور جملہ مشائخ کے قرۃ العین ابو عبداللہ محمد بن الفضل البلخی ہیں
اجلۂ مشائخ سے تھے اور عراق والوں کے پسندیدہ اور خراسان والوں کے مقبول
حضرت احمد بن حضرویہ کے مرید تھے اور ابو عثمان حیری کو اُن کے ساتھ ایک میل
عظیم تھا جب لوگوں نے اُن کو بسبب مذہب عشق کے بلخ سے باہر نکال دیا
تو آپ سمرقند تشریف لے گئے اور بقیہ عمر اپنی آپ نے وہاں گذاری اُن سے منقول
ہے کہ کہا اَعْرَفُ النَّاسِ بِاللّٰہِ اَشَدُّهُمْ مُجَاهَدَةً فِي اَوَامِرِهٖ وَاَتْبَعُهُمْ لِسُنَّةِ نَبِيِّهٖ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنے معرفت والوں میں سب سے بزرگ وہ شخص ہے جو ان میں
سب سے زیادہ مجتہد ہو اور شریعت کے ادا کرنے میں اور سنت کی حفاظت میں سب سے
زیادہ رغبت رکھتا ہو اور جو کوئی حق سے زیادہ نزدیک ہو اُس کے حکم کا زیادہ دوست
ہو اور جو کوئی اس سے دور زیادہ ہو اُس کے رسول کی تابعداری سے زیادہ منہ پھیرتا
ہے اور اُس سے منقول ہے کہ کہا عَجِبْتُ لِمَنْ يَقْطَعُ الْبَوَادِيَ وَالْقِفَارَ وَالْمَفَاوِزَ حَتّٰى يَصِلَ
اِلٰى بَيْتِهٖ وَحَرَمِهٖ لِاَنَّ فِيْهِ اٰثَارَ اَنْبِيَائِهٖ كَيْفَ لَا يَقْطَعُ بَادِيَةَ نَفْسِهٖ وَهَوَاهُ حَتّٰى يَصِلَ اِلٰى قَلْبِهٖ
لِاَنَّ فِيْهِ اٰثَارَ مَوْلَاهُ یعنے تعجب کرتا ہوں اُس آدمی پر کہ جس نے جنگلوں اور بیابانوں کو قطع کیا ہو تاکہ
خدا کے گھر بیت اللہ تک پہنچے کہ اُس میں اُس کے نبیاؤں کے آثار ہیں کیوں اپنے نفس کے جنگل اور خواہش کے سمندر
کو قطع نہیں کرتا کیونکہ اُس میں اُس کے مولا کے آثار موجود ہیں یعنی دل کہ اُس کی معرفت کی جگہ ہے اور جو کعبہ سے
زیادہ بزرگی رکھتا ہے اس لئے کہ تیری خدمت کا قبلہ ہو سکتا ہے کعبہ ہے کہ ہمیشہ نظر بندہ کی اُس
کی طرف ہے اور دل وہ ہے کہ ہمیشہ نظر حق کی اُس کی طرف ہو اور جہاں کہ دل ہے دوست
وہیں جگہ ہے اور جہاں اُس کا حکم ہے پس میری مراد وہاں پر حق ہے اور وہیں نیاز

کہ انبیاء علیہم السّلام کا اثر ہے وہاں میرے دوستوں کا قبلہ ہے واللہ اعلم بالصواب
اور بعض اُن میں سے شیخ باخطر اور صفات بشر سے فانی ابو عبداللہ محمد بن علی الترمذیؒ
فنون علم میں کامل اور امام تھے اور محتشمان شیخ مشائخ تھے اور ان کی تصنیفات
بہت ہیں اور کرامتیں ظاہر ہیں اور ہر کتاب کے بیان میں مثل ختم الولایت اور کتاب
النہج اور نوادر الاصول اور سوائے اس کے دوسری کتابیں بہت ہیں بہت بزرگ ہیں اور
اس کا شنکاسے ہے۔ اس نے کہا کہ محمدؐ در یتیم ہے جو تمام عالم میں مثال نہ رکھے اور
علوم ظاہر میں بھی اُن کی تصنیف ہے اور حدیثوں میں بڑے مرتبہ کی سند رکھتے
ہیں اور ایک تفسیر کی ابتدا کی تھی اور عمر نے وفا نہ کی جو اُس کو پورا کرتے جس قدر کہ
تصنیف کی ہے اہل علم میں پھیلی ہوئی ہے اور امام ابو حنیفہ رہ کے خاص یاروں میں
سے ایک شخص کے پاس فقہ پڑھی تھی اور اُن کو ترمذی میں محمد حکیم کہتے ہیں اور
اُس ولایت کے لوگ اور صوفی اُن کی اقتدا کرتے ہیں اور اُن کے مناقب بہت ہیں
اور آپ نے حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عالم خواب میں تعلیم پائی تھی۔
اور اُن کے مرید ابو بکر وراق روایت کرتے ہیں کہ ہر یکشنبہ کو خضرؑ اُن کے
پاس آتے اور اُن سے ایک دوسرے کے واقعات پوچھتے کہ کہا مَنْ جَهِلَ بِاَوْصَافِ
الْعُبُوْدِيَّةِ كَانَ اَجْهَلَ بِاَوْصَافِ الرُّبُوْبِيَّةِ یعنے جو کہ شریعت کے علم اور بندگی کرنے کے اوصاف
میں جاہل ہو وہ شخص خداوند تعالےٰ کے اوصاف میں زیادہ جاہل ہو اور جو کہ
ظاہر میں معرفت نفس کی طرف راہ نہ جانے وہ حق تعالےٰ کی معرفت کی بالکل
راہ نہ جانے اور جو کوئی صفات بشریت کی آفات کو نہ دیکھے وہ حق کی صفات کے
لطیفوں کو نہ جانے کیونکہ ظاہر کا باطن کے ساتھ تعلق ہے اور جو کہ ظاہر کے
ساتھ تعلق کرے تو بے باطن کے محال ہوا اور جو کوئی باطن کا دعویٰ کرے بغیر ظاہر کے وہ بھی بجا ہو پس معرفت
وصاف ربوبیت کی ارکان عبودیت کی صحت سے متعلق ہے اور بغیر اس کے درست نہیں ہوتے

اور یہ بات اصل میں سخت اور مفید ہے جو اپنے مقام پر پوری بیان کی جاوے گی انشاء اللہ تعالٰے۔

اور بعض اُن میں سے امت کے زاہدوں کی شرف اور فقر وصفوت والوں کے مزکی ابوبکر محمد بن عمر الوراقؒ بزرگان مشائخ سے تھے اور اُن کے زہد کے پیشوا اور احمد حضرویہ کو دیکھا تھا اور محمد بن علیؒ کے ساتھ صحبت کی تھی اور آداب ومعاملات میں اُن کی کتابیں ہیں اور مشائخ نے اُن کو مودب اولیا کہا ہے اور وہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک روز محمد بن علی ترمذیؒ نے چند جزو مجھ کو دئے کہ دریا میں اُن کو ڈال دے میرے دل نے اجازت نہ دی وہ گھر میں میں نے رکھی اور میں آیا اور کہا کہ ڈالا میں نے کہا کیا دیکھا تو نے میں نے کہا کچھ نہیں دیکھا کہا تو نے نہیں ڈالا لوٹ اور اُن کو پانی میں ڈال پھر لوٹا میں اور میرے دل کو برہان وو سواس نے پکڑا اور اُن اجزا کو میں نے پانی میں ڈالا پس پانی اُسی وقت دو ٹکڑے ہو گیا اور اُس میں سے ایک صندوق ظاہر ہوا کہ جس کا سر کھلا ہوا تھا جب وہ اجزا پانی میں پڑے اور صندوق میں آگئے تو سر اُس کا آپس میں مل گیا اور پانی بھی جمع ہو گیا اور صندوق گم ہو گیا۔ میں نے یہ تمام ماجرا آکر شیخ سے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اب ہم بیشک تو نے اجزا کو پانی میں ڈالا میں نے عرض کیا کہ یا حضرت اس بات کا بھید مجھ سے فرمائیے کہ وہ کیا چیز تھی جو پانی میں ڈالی گئی اور وہ صندوق کیا تھا جو پانی سے برآمد ہوا اور خود ہی غائب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک کتاب تصنیف کی تھی جس کا سمجھنا عقل پر مشکل تھا لہٰذا اُس کو حضرت خضر علیہ السّلام نے طلب فرمایا تھا اور خدائے تعالٰے نے پانی کو حکم فرمایا تھا کہ اُن کو پہونچا وے چنانچہ اُس نے بموجب ارشاد باری ان اجزاء کو حضرت خضر کے پاس پہونچا دیا اور ابوبکر وراق سے منقول ہے کہ کہا اَلنَّاسُ ثَلٰثَۃٌ اَلْعُلَمَاءُ وَالْاُمَرَاءُ وَالْفُقَرَاءُ فَاِذَا فَسَدَ الْعُلَمَاءُ فَسَدَ الطَّاعَۃُ

وَالنَّشرِ بِعَتِہٖ وَاِذَا فَسَدَ الْاُمَرَاءُ فَسَدَ الْمُعَاشُ وَاِذَا فَسَدَ الْفُقَرَاءُ فَسَدَ الْاَخْلَاقُ

یعنی آدمی تین گروہ ہیں ایک امیر دوسرے عالم تیسرے فقیر لوگ یعنی جب امیر تباہ ہوں تو معاش خلق کی تباہ ہو اور جب عالم تباہ ہوں تو شرلعیت کی طاعت خلق پر تباہ ہو اور جب فقرا تباہ ہوں تو خلق کی خو تیں تباہ ہوں پس امرا اور سلاطین کی تباہی ظلم سے ہو اور علما کی تباہی لالچ سے ہو اور فقیروں کی تباہی ریاست طلبی سے ہے اور جبتک بادشاہ علماء سے روگردانی نہ کریں تباہ نہ ہوں، اور جبتک علمار بادشاہوں سے صحبت نہ کریں تباہ نہ ہوں اور جبتک فقرار یاست نہ تلاش کریں تباہ نہ ہوں اس واسطے کہ ظلم بادشاہوں کا بے علمی سے ہو اور طمع علمار کی بیبد یانتی سے اور ریاست فقرا کی بے توکلی سے ہو پس بادشاہ بے علم اور عالم بے عمل اور فقیر بے توکل شیطان کی تردیکی کا باعث ہے اور فساد تمام خلق کا ان تین گروہ کے فساد سے متعلق ہے، اور بعض اُن میں سے توکل و رضا کے سفینہ اور طریق فنا کے سالک ابوسعید احمد بن عیسٰی الخرازؒ تھے جو مریدوں کے احوال بیان کرنے والے اور طالبوں کے اوقات کی برہان تھے پہلے آپ فنا اور بقا کے طریق کو بیان کرتے تھے اور آپ کے مناقب مشہور ہیں اور ریاضت اچھی ہے اور نکتہ مذکور اور تصانیف معلوم اور کلام رموز عالی سے ہے آپ نے حضرت ذوالنون مصریؒ کو پایا تھا اور بشر حافی اور سری سقطی کے ہم صحبت تھے اُن سے منقول ہے

جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْهَا قَالَ وَاعَجَبًا مِّمَّنْ لَا یَرٰی مُحْسِنًا غَیْرَ اللّٰهِ کَیْفَ لَا یَمِیْلُ بِکُلِّیَّتِهٖ اِلَی اللّٰهِ یعنی دلوں کی پیدائش اُس شخص کی دوستی پر ہے کہ اسکے ساتھ اچھائی کرے یعنی جو کوئی کسی کے ساتھ بھلائی کرے بالضرور وہ شخص اُس نیکی کرنے والے کو دل میں دوست رکھے گا اور حضرت ابوسعید نے فرمایا ہے کہ تعجب اُس آدمی پر ہے کہ تمام عالم میں سوائے خداوند عزوجل کے محسن نہ جانے

اور کبھی مگر دل بالکلیہ اس کے ساتھ موافقت نہیں کرتا اس واسطے کہ احسان حقیقت میں
وہ شخص کرتا ہے کہ جو ہر چیز کا مالک ہو کیونکہ اُس شخص کے حق میں نیکی کرتا ہے جو اس
نیکی کا محتاج ہو اور جو شخص پر اور شخص احسان کرتا ہے تو اس کو دیتا ہے وہ کیونکر کرتا ہے
اور وہ کیونکر کسی کے ساتھ احسان کرسکیگا پس ملک اور ملک خداوند تعالےٰ کا ہے اور وہ
غیر سے بے نیاز ہے اور وہ وہ ہی کہ غیر سے بے پروا ہے اور جب دوستوں نے
حق اس بات کا جانا تو منعم کو انعام اور محسن کو احسان میں دیکھا اور بالکل اُس کی
دوستی میں قید ہوگئے اور اُس کی غیر سے روگردانی کی۔ اور بعض اُن میں سے
شاہ محققان اور دلیل مریداں ابوالحسن علی بن محمد الاصفہانی ہیں اور نیز کہتے ہیں
کہ علی بن سہل کبار مشائخ سے تھے اور جنید کے ساتھ مکاتبات لطیفہ ہیں اور عمرو بن عثمان مکی انکی
زیارت کیلئے صفہان گئے اور یہ طریق ظاہر میں تو وہ اور باطن میں تھا ریاضت سے آراستہ اور فتن و آفت
سے محفوظ اور حقائق و معاملت میں زبان اچھی اور دقائق و اشارت میں زبان لطیف
آپ کی تھی اور اُن سے منقول ہے اَلْحُضُوْرُ اَفْضَلُ مِنَ الْیَقِیْنِ لِاَنَّ الْحُضُوْرَ وَطَنَاتٌ
وَالْیَقِیْنُ خَطَرَاتٌ یعنی حضور حق کے ساتھ زیادہ بزرگ ہے یقین سے اس واسطے کہ
حضور متوطن ہے دل میں اور تہمت اُس کے ساتھ جائز نہ ہو اور یقین خاطر ہو کبھی آوے
اور کبھی جاوے پس حاضر ہمیشہ بیچ دل اور یقین والے در پر ہیں۔ حضور و غیبت
میں اس کتاب میں ایک باب آویگا انشاء اللہ تعالےٰ اور نیز فرمایا
مِنْ وَقْتِ اٰدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ النَّاسُ یَقُوْلُوْنَ الْقَلْبَ الْقَلْبَ وَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَرٰی رَجُلًا
یَصِفُ اَیْشَ الْقَلْبُ اَوْ کَیْفَ الْقَلْبُ فَلَا اَرٰی یعنی آدم کے وقت سے قیامت قائم
ہونے تک آدمی کہتے ہیں دل دل اور میں دوست رکھتا ہوں اس بات کو کہ کوئی مرد
دیکھوں کہ دل کی صفت کرے اور بتائے دل کیا ہے یا کیسا ہے پس نہیں دیکھتا
ہوں میں اور عام لوگ اُس گوشت کے ٹکڑے کو دل کہتے ہیں اور وہ دیوانوں

اور مغلوبوں اور غافلوں کے ہو لیکن بے دل ہوں پس دل کیا ہو کہ دل سے سوائے عبارت کے نہیں سنتا ہوں میں یعنے اگر عقل کو دل کہوں میں وہ دل نہیں ہے اور اگر روح کو دل کہوں وہ بھی دل نہیں اور اگر علم کو دل کہوں وہ بھی دل نہیں ہے یعنے تمام شواہد حق کا قیام ویسے ہی اور اس سے سوائے عبارت کے موجود نہیں آور بعض اُن میں سے پیر اہل تسلیم اور طریق محبت میں مستقیم ابوالحسن محمد بن اسماعیل خیر النساج بزرگان مشائخ سے تھے اور اپنے وقت میں معاملات میں ایک بیان اچھا بیان رکھتے تھے اور عبارت مہذب اور عمر دراز پائی تھی اور شبلی اور ابراہیم رحمہم اللہ نے بالخصوص ان کی مجلس میں توبہ کی شبلی کو جنید کے پاس بھیجا خاصکر حرمت جنید کی حفاظت کے واسطے اور وے مرید سری سقطی کے تھے اور اقران جنید اور ابوالحسن نوری سے تھے اور جنید کے نزدیک محترم تھے اور ابوحمزہ بغدادی نے ان کا ایجاب تمام کیا تھا اور اس طرح منقول ہے کہ خیر النساج کہنے کا سبب یہ تھا کہ جب اپنی مولدگاہ سے سامرہ میں گئے اور ان کا گذر حج کے ارادہ سے کوفہ میں ہوا تو کوفہ کے دروازہ پر ایک دربان نے ان کو پکڑا کہ تو میرا بندہ ہے۔ اور خیر نام ہے انہوں نے یہ حق سے دیکھا اور اُس مرد کے خلاف نہ کیا بہت برسوں تک اُس کا کام کرتے رہے جس وقت کہ ان سے کہتے یا خیر یہ کہتے لبیک تو وہ آخر مراد اپنے کئے ہوئے سے پشیمان ہوا ان سے کہا جا میں نے غلطی کی تھی تو میرا بندہ نہیں ہے پس گئے آپ اور اس مرتبہ پر پہونچے کہ جنید نے کہا خیر خیر نا زیادہ دوست رکھتے کہ ان کو خیر کہتے اور کہتے جائز نہ ہو کہ مرد مسلمان نے میرا کوئی نام رکھا ہو میں نے اس کو پھیرا اور کہتے ہیں کہ جب وفات اُن کی قریب ہوئی تو نماز شام کا وقت تھا جیسے موت کے پنجہ میں آ گئے اور آنکھ کھولی اور ملک الموت کو دیکھا تو کہا قِفْ عَافَاكَ اللّٰهُ فَاِنَّمَا اَنْتَ عَبْدٌ مَّامُوْرٌ وَّاَنَا عَبْدٌ مَّامُوْرٌ وَمَا اُمِرْتَ بِهٖ لَا يَفُوْتُكَ وَمَا اُمِرْتُ بِهٖ فَهُوَ شَيْءٌ يَّفُوْتُنِيْ فَدَعْنِيْ اَمْضِيْ فِيْمَا اُمِرْتُ بِهٖ ثُمَّ امْضِ بِمَا اُمِرْتَ بِهٖ یعنے

کھڑا ہو معاف کرے تجھکو اللہ کیونکہ تو بندہ فرماں بردار ہے اور میں بندہ فرمانبردار ہوں وہ جو تیرے واسطے حکم دیا گیا ہے وہ تجھ سے فوت نہیں ہوتا ہے یعنی جان لینا اور وہ جو میرے واسطے حکم دیا ہے مجھ سے فوت ہوتا ہے یعنی نماز شام پس مجھکو چھوڑ تا کہ اپنا حکم ادا کر دں تو میں تجھ کو چھوڑ دوں تاکہ تو اپنا حکم ادا کرے اُس وقت پانی مانگا اور وضو کیا اور شام کی نماز ادا کی اور جان دی اور اُسی رات اُن سے خواب میں پوچھا کہ خداوند تعالےٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا کہا لا تَسألنِی عَن هٰذَا وَلکِن اِسْتَرَحْتُ مِنْ دُنْيَاكُمْ یعنے مجھ سے اس معاملہ میں مت پوچھ ہاں مگر تمہاری دنیا سے چھوٹ گیا او اُس سے منقول ہے کہ کہا اپنی مجلس میں شَرَحَ اللّٰهُ صُدُوْرَ الْمُتَّقِيْنَ بِنُوْرِ الْيَقِيْنِ وَكَشَفَ بَصَائِرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِنُوْرِ حَقَائِقِ الْاِيْمَانِ یعنی متقیوں کو یقین سے چارہ نہیں ہے کیونکہ اُن کے دلوں کو یقین کے نور سے منشرح کیا ہے اور مومن کو حقائق ایمان سے چارہ نہیں ہے کیونکہ اُس کے عقل کی بصارت ایمان کے نور سے ہی پس جس جگہ کہ ایمان ہووے یقین ہووے اور جس جگہ کہ یقین ہو تقویٰ ہو اس سبب سے کہ یہ قرینہ ایک دوسر کا ہے یعنے ایک تابع دوسرے کا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

اور بعض اُن میں سے داعی عصر اور یگانہ دہر ابو حمزۃ الخراسانی خراسان کے قدیم مشائخوں سے تھے اور ابوتراب کے ساتھ صحبت پائی تھی اور حضرت خراز کو دیکھا تھا اور توکل میں پورا قدم رکھتے تھے اور حکایتوں میں مشہور ہے کہ وہ ایک دن جاتے تھے اور کنوئیں میں گر پڑے جب تین روز اُس میں گذر گئے۔ تو ایک گروہ مسافروں کا اُس کنوئیں پر پہونچا اپنے دل میں کہا ان کو آواز دوں پھر کہا یہ بات اچھی نہیں ہے۔ کہ سوائے حق کے غیر سے مدد چاہوں اور یہ شکایت ہوگی کہ خاص کر ان سے کہوں کہ میرے خداوند نے مجھکو کنوئیں میں ڈالا ہے اب تم مجھے باہر نکالو اتفاق وہ خود ہی

سب لوگ کنوئے پر آگئے اور کنوئے کی جو من نہ دیکھی تو آپس میں مشورہ کیا کہ آؤ اس کا منہ کسی چیز سے ڈھانپ دیں تاکہ کوئی مسافر اس میں نہ گر پڑے۔ کہا میرا نفس اس بات سے اضطراب میں آیا اور اپنی جان سے ناامید ہوا اور جب انہوں نے کنوئیں کے سر کو مضبوط کیا اور لوٹ گئے تو میں نے حق کے ساتھ مناجات شروع کی اور مرنے پر دل میں لے رکھا اور سب خلق سے ناامید ہوا میں جب صبح ہوئی تو کنوئیں سے میں نے آواز سنی اور جب میں نے اوپر کو نگاہ کی کہ دیکھوں تو یہی ۔ کہ کسی نے کنوئیں کے منہ کو کھولا اور ایک جانور عظیم میں نے دیکھا کہ مانند اژدہے کے کہ دُم اُس نے اندر کی میں نے جانا کہ میری نجات اس میں ہے اور یہ حق کا بھیجا ہوا ہے پس اُس کی دُم میں لٹک گیا تو مجھ کو کھینچا پس ایک ہاتف نے آواز دی کہ تیری اچھی نجات ہے یا ابا حمزہ ایک آفت کے ذریعے تجھ کو آفت نجات ہم نے دی اور اُن سے پوچھا کہ غریب کون ہے کہا اَلْمُسْتَوْحِشُ مِنَ الْاُلِفِ یعنے جو شخص الفت سے خوفناک ہو یعنے سب الفتیں اس کی وحشت ہو جائیں وہ غریب ہے اس سبب سے کہ درویش دنیا اور عقبٰے میں وطن نہیں رکھتا ہے اور الفت وطن میں وحشت نہیں ہوتی جب اُس کی الفت کون سے منقطع ہوگئی تو وہ سب سے متوحش ہوگیا اور یہ درجہ بہت رفیع ہے واللہ اعلم بالصواب ✦

وہ بعض اُن میں سے داعی مریدان محکم فرمان ابو العباس احمد بن مسروق بزرگان اور اجلہ خراسان سے تھے اور جملہ اولیا کا اتفاق ہے کہ وہ اوتاد الارض تھے اور اُن کے قطب المدار علیہ الرحمۃ ہم صحبت تھے اُن سے پوچھا کہ ہم سے فرمایئے کہ قطب کون ہے آپ نے ظاہر نہ کیا لیکن جگہ اشارہ سے ایسا کیا کہ جنید ہے اور انہوں نے چالیس ... صاحب تمکین کی خدمت کی تھی اور اُن سے فائدہ حاصل کیا تھا اور علوم ظاہر و باطن میں کامل تھے اُن سے منقول ہے کہ کہا مَنْ کَانَ سُرُوْرُہٗ بِغَیْرِ الْحَقِّ سُرُوْرُہٗ

يُورِثُ الهُمُومَ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ اُنْسُهٗ فِيْ خِدْمَةِ رَبِّهٖ فَاُنْسُهٗ يُوْرِثُ الوَحْشَةَ یعنی جو کوئی سوائے خداوند کے شاد ہو اُس کی شادی جملہ اندوہ ہو اور جس کسی کو خدمت خداوندی میں انس نہ ہو انس اُس کی جملہ وحشت ہو یعنی جو چیز اُس کے سوا ہے فنا ہے اور جو کہ فنا کے ساتھ شاد ہوتے ہیں۔ فنا کی فنا ہو وہ اندوہ گین ہو اور سوائے اُس کے اُن کے سبب ناجائز ہے اور جب حقیری مکونات کی ظاہر ہو انس اُس کی جملہ وحشت ہو پس اندوہ وحشت تمام عالم کی غیر کی رؤیت میں ہے واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے متوکلوں اور محققوں کے اُستاد شیخ ابو عبداللہ بن احمد اسمٰعیل المغربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو بزرگان اور مقدمان وقت سے تھے اور اپنے زمانہ کے استادوں کے مقبول اور اپنے مریدوں کے مراعی تھے اور ابراہیم خواص اور ابراہیم شیبانی رحمہم اللہ تعالےٰ دونوں اُس کے مرید تھے اور اُس کے کلام عالی اور براہین واضح ہیں اور تجرید دنیا میں قدم پورا رکھتے تھے اُس سے منقول ہے کہ کہا مَا رَأَيْتُ اَنْصَفَ مِنَ الدُّنْيَا اِنْ خَدَمْتَهَا خَدَمَتْكَ وَاِنْ تَرَكْتَهَا تَرَكَتْكَ یعنی ہرگز دنیا سے منصف زیادہ کوئی چیز نہ دیکھی میں نے کہ جبتک تو اُس کی خدمت کرے وہ تیری خدمت کرے اور جو اُس کو چھوڑے تو تجھ کو چھوڑ دے جبتک اُس کو طلب کرے تو تجھ کو طلب کرے اور جب اُس سے روگردانی کرے تو اور خداوند کی طلب اختیار کرے تو تجھ سے بھاگے اور اُس کا خیال تیرے دل میں آئے پس جو کوئی صدق کے ساتھ دنیا سے اعراض کرے اُس کے شر سے بے خوف ہوا اور اُس کی آفت سے رہائی پاوے واللہ اعلم و باللہ التوفیق۔

اور بعض ان میں سے زمانہ کے پیر اور اپنے زمانہ میں یکتا ابو علی بن الحسن بن علی الجوزجانی ہیں اپنے وقت میں بے نظیر تھے اور اُن کی تصنیفات ظاہر ہیں علم [illegible]

اور رویت آفات [illegible] ہیں محمد بن علی الترمذی کے مرید اور ابو بکر

وراق کی اللہ سے تھے اور ابراہیم سمرقندی اُن کے مرید تھے اُن سے منقول ہے کہ کہا
اَلْخَلْقُ کُلُّهُمْ فِی مَیَادِیْنِ الْغَفْلَةِ یَرْکُضُوْنَ وَعَلَی الظُّنُوْنِ یَعْتَمِدُوْنَ وَعِنْدَهُمْ اَنَّهُمْ
فِی الْحَقِیْقَةِ مُتَقَلِّبُوْنَ وَعَنِ الْمُکَاشَفَةِ یَنْطِقُوْنَ یعنی قرار گاہ خلق کی بالکل غفلت کا
میدان ہے اور بھروسا اُن کا ظن اور آفت پر ہے اور نزدیک اُن کے ایسا ہی کہ کردار اُنکی
حقیقت پر ہے اور گویائی اسرار مکاشفہ سے ہے اور اشارہ ان کا پنداشت طبع اور رعونت
نفس کی طرف ہے کیونکہ آدمی اگرچہ جاہل ہو اور خاصکر اپنی جہل کا معتقد ہو خصوصًا
جاہل متصوف جیسے کہ علمار ان کے اَعَزُّ مَاخَلَقَ اللهُ ہیں اور جہاں ان کے اَذَلُّ
مَاخَلَقَ اللهُ ہیں اس سبب سے کہ ان کے عالموں کو حقیقت ہو اور پنداشت نہیں
اور ان کے جاہلوں کو پنداخت ہو اور حقیقت نہیں پس غفلت کے میدان
میں رہتے ہیں اور اپنی دانست میں جانتے ہیں کہ ولایت کا میدان یہی ہے
اور ظن پر بھروسا کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ یقین ہے اور رسم پر جاتے ہیں۔
اور جانتے ہیں کہ وہ حقیقت ہے اور خواہش سے کہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ مکاشفہ
ہے، پس اس باعث سے کہ پنداشت آدمی کے سر سے باہر نہیں ہوتی لیکن حق
تعالےٰ کے جلال و جمال کی رؤیت میں کیونکہ جمال کے اظہار میں بالکل اُسکو
دیکھیں اور ان کی پنداخت فانی ہووے اور جلال کے کشف میں آپ کو نہ
دیکھیں اور ان کی پنداشت سر باہر نہ نکلو واللہ اعلم

اور بعض اُن میں سے باسط علوم اور واضح رسوم ابو محمد بن احمد بن الحسین الحریری رہ
ان کے صاحب سر جنید تھے اور سہل بن عبداللہ کی صحبت بھی پائی تھی اور ہر قسم
کے علموں سے خبردار تھے اور فقہ میں امام وقت تھے اور اصول اچھا جانتے تھے
اور تصوف کے طریق میں ایسے تھے کہ جنید رہ نے اُن سے کہا تھا کہ میرے
مریدوں کو ادب اور ریاضت سکھلاؤ اور جنید کے بعد ولیعہد وہ ہی تھے

کہ اُن کی جگہ پر بیٹھے اور اُن سے منقول ہے کہ کہا دَوَامُ الْاِیْمَانِ وَقَوَامُ الْاَدْیَانِ وَصَلَاحُ الْاَبْدَانِ فِیْ ثَلٰثِ خِصَالٍ اَلْاِکْتِفَاءُ وَالْاِتِّقَاءُ وَالْاِحْتِمَاءُ مَنِ اکْتَفٰی بِاللّٰہِ صَلَحَتْ سَرِیْرَتُہٗ وَمَنِ اتَّقٰی مَا نَھَی اللّٰہُ عَنْہُ اِسْتَقَامَتْ سِیْرَتُہٗ وَمَنِ احْتَمٰی مَا لَمْ یُوَافِقْہُ اِرْتَاضَتْ طَبِیْعَتُہٗ فَثَمَرَۃُ الْاِکْتِفَاءِ صَفْوُ الْمَعْرِفَۃِ وَعَاقِبَۃُ الْاِتِّقَاءِ حُسْنُ الْخَلِیْقَۃِ وَغَایَۃُ الْاِحْتِمَاءِ اِعْتِدَالُ الطَّبِیْعَۃِ یعنی ایمان کی ہمیشگی اور دین کی مضبوطی اور بدن کی اصلاح تین چیز میں ہے ایک پسند کرنا اور دوسرے پرہیز کرنا اور تیسرے غذا نگاہ رکھنا جو کہ خدا کو پسند کرے اُس کا سرصلاح کے ساتھ ہو اور جو کوئی اُس کی نہی سے پرہیز کرے اُس کی سیرت اچھی ہو اور جو کہ اپنی غذا کو نگاہ رکھے اُس کا نفس ریاضت پاوے پس بدلا اکتفا کا معرفت کی صفوۃ ہو اور تقوےٰ کی انتہا نیک عادت ہو اور حفاظت غذا کی غایت تندرستی اور اعتدال طبیعت ہو جو کہ خداوند کے ساتھ پسندکار ہو اُس کی معرفت مصفّٰی ہو اور جو کہ تقوےٰ کے معاملہ میں چنگل مارے اُس کا خلق اچھا ہو دنیا اور آخرت میں جیسا کہ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ کَثُرَ صَلٰوتُہٗ بِاللَّیْلِ حَسُنَ وَجْھُہٗ فِی النَّھَارِ یعنی جس کسی کی رات کو نماز زیادہ ہو اس کا منہ دن میں بہت اچھا ہو اور حدیث میں ہے کہ قیامت میں متقی آئیں گے وُجُوْھُھُمْ نُوْرٌ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُّوْرٍ یعنی نورانی چہروں کے ساتھ اور جو کہ غذا کی حفاظت کے طریق کو اختیار کرے اُس کا بدن بیماریوں سے اور اُس کا نفس شہوت سے محفوظ ہو اور یہ بات جامع ہے اور اچھی ہے اور سننے کے قابل ہے واللہ اعلم بالصواب اور بعض اُن میں سے طریقوں کے شیخ اور اہل صفا کے پیشوا ابوالعباس احمد بن محمد بن سہل الآملی رضی اللہ عنہ بزرگان مشائخ سے تھے اور ان کے محتشموں سے تھے اور ہمیشہ کے بزرگ تھے اپنے اقران میں اور علم تفسیر و قرأت میں عالم تھے اور لطائف قرآن سے ماہر کہ وہ اس کے ساتھ مخصوص تھے اور حضرت جنید کے کبار مریدوں سے

تھے اور ابراہیم مارستانی کے ساتھ صحبت کی تھی - اور ابو سعید خراز اُن کی پوری بزرگی رکھتے تھے اور سوا اُن کے کسی کو تصوف میں تسلیم نہ کرتے اُن سے منقول ہے کہ کہا اَلسُّکُوْنُ عَلٰی مَا لُوْفَاتِ الطَّبَائِعِ یَقْطَعُ صَاحِبَھَا عَنْ بُلُوْغِ دَرَجَاتِ الْحَقَائِقِ یعنے اُن چیزوں سے آرام پکڑنا کہ طبیعت کو اُن کے ساتھ الفت ہو مرد کو درجات حقائق سے دور پھینکدیتا ہے یعنی جو کوئی مالوفات طبع سے آرام اٹھاوے وہ حقیقت سے باز رہے اس واسطے کہ طبیعتیں ادوات اور آلات نفس ہیں اور نفس محل حجاب ہے اور حقیقت محل کشف اور مرید محجوب ساکن مثل مکاشف کے نہ ہو پس ادراک حقائق کا محل کشف ہے اُس سبب سے کہ طبیعتوں کی الفت دو چیز سے ہو ایک دنیا اور اُس کے اخوات سے اور دوسرے عقبےٰ اور اُس کے احوال سے بجز نسخہ دنیا کے ساتھ الفت پکڑے بسبب جنسیت کے اور عقبےٰ کے الفت پکڑے بباعث پندار کے اور نا جنس و ناشناخت ہونے کے باعث یعنے الفت اُس کی پنداشت عقبےٰ کے ساتھ ہی نہ اُس کی عین کے ساتھ پس اگر حقیقت کو تونے پہچانا تو اس سرائے سی تعلق ترک کر اور جب اس سرائے سے علیحدگی ہوئی تو طبیعت کی ولایت تمام ہوئی اُس وقت حقیقتوں کا تجھ کو کشف ہو کیونکہ وہ سرائے بالطبع سوائے فنا رطبع کے ہے جو خوشی نہ رکھے کانَ فِیْھَا مَا لَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ کَشَرٍ یعنے عقبےٰ کا خوف اس سبب سے ہی کہ اُسکی نہ پُر خطر ہے اور پس خطر نہ رکھے وہ چیز کہ دلوں میں آوے اور چونکہ عقبےٰ کی حقیقت کی معرفت میں وہم عاجز ہو تو طبیعت کو اُس کی ذات کے ساتھ کیونکر الفت درست ہووے اور بس ثابت ہوا کہ طبیعتوں کی الفت عقبےٰ کے پندار کے ساتھ ہے واللہ اعلم

اور بعض اُن میں سے معنی میں مستغرق اور دعوے کے مستہلک ابو المغیث الحسین بن

منصور الحلاج رضہ ہیں جو مشتاقان اور مستان طریقت سے تھے اور حال قوی اور
ہمت عالی رکھتے تھے اور اکثر مشائخ اُس کی شان میں مختلف ہیں بلکہ ایک گروہ کے
نزدیک وہ مردود ہیں اور ایک گروہ کے نزدیک وہ مقبول ہیں جن کے نزدیک مردود ہے وہ عمرو
بن عثمان المکی اور ابو یعقوب نہرجوری اور ابو یعقوب اقطع اور علی بن سہل اصفہانی
کے اور سوائے ان کے اور ایک گروہ نے اُن کو قبول کیا ہے جیسے ابن عطا اور محمد بن
خفیف اور ابوالقاسم نصر آبادی رہ اور جملہ متاخرین نے اُن کو قبول کیا ہے۔ اور
بعض گروہ نے اُن کے معاملہ میں توقف کیا ہے مثل حضرت جنید اور حضرت شیخ
شبلی اور حریری اور حصری کے اور سوائے ان کے اور بعض گروہ نے سحر
اور اس کے اسباب کے ساتھ اُس کو منسوب کیا ہے۔ لیکن ہمارے زمانہ میں
شیخ المشائخ شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ ابوالقاسم گرگانی اور شیخ ابوالعباس
شقانی رضہ ان کے معاملہ میں ایک سر رکھتے ہیں اور ان کے نزدیک وہ بزرگ
تھے اور لیکن اُستاد ابوالقاسم قشیری رضہ کہتے ہیں کہ وہ اگر ارباب معانی
اور حقیقت سے ایک تھے تو خلق کے جدا کرنے سے وہ جدا نہیں ہو سکتے اور اگر
طریقت کے مہجور اور حق کے مردود تھے تو خلق کے قبول کرنے سے مقبول نہیں
ہو سکتے اور بسبب تسلیم کے اُن کو اُن کی طرف چھوڑتے ہیں اور بسبب اُس قدر
نشان کے کہ حق سے اُن کے ساتھ ہیں نے پایا اُس وجہ سے اُن کو بزرگ
رکھتے ہیں لیکن ان سب مشائخوں سے سوائے تھوڑوں کے اُن کے فضل
اور کمال اور صفائی حال اور کثرت اجتہاد اور ریاضت شاقہ کے منکر نہیں ہیں
اور اس کتاب میں اُن کے ذکر کو تحریر نہ کرنا امانت کے خلاف تھا کیونکہ بعض
ظاہر آدمی اُن کی تکفیر کرتے ہیں اور اُس کے منکر ہوتے ہیں اور اُن کے حالات
کو عذر و حیلہ اور سحر کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ حسین بن

منصور حلاج وہ ملحد بغدادی ہے کہ جو استاد محمد بن زکریا کا ہے اور ابو سعید قرمطی کا دوست ہے اور حسین کہ ہمکو اُس کے معاملہ میں اختلاف ہے فارسی تھا اور مشائخ کا اسکو چھوڑ دینا اور رد کرنا اس واسطے نہیں کہ اُس کے دین و مذہب میں طعن تھا بلکہ اُس کے حال اور روزگار میں ہے کہ شروع میں سہل بن عبداللہ کا مرید تھا اور اُسکے پاس سے بلا اجازت کے چلا گیا اور عمرو بن عثمان مکی سے ملا اور اُن کے پاس سے بھی بلا اجازت چلا گیا اور حضرت جنیدؒ کے ساتھ تعلق پیدا کیا اور جب جنید ہی نے اُس کو قبول نہ کیا تو اس سبب سے سب نے اُس کو چھوڑ دیا ہے پس وہ مہجور معاملت میں ہے نہ مہجور اصل میں ہے اور یہ نہ دیکھا کہ شبلیؒ نے کہا اَنَا وَالْحَلَّاجُ فِی شَیْءٍ وَّاحِدٍ فَخَلَّصَنِیْ جُنُوْنِیْ وَاَهْلَكَهٗ عَقْلُهٗ یعنی میں اور حلاج ایک ہی بات پر ہیں لیکن میرے دیوانہ پن نے مجھے چھوڑا دیا اور اُس کی عقل نے اُسے ہلاک کیا اگر وہ اس کے ساتھ مطعون ہوتا تو شبلی نہ کہتا کہ میں اور حلاج ایک چیز میں ہیں اور محمد بن خفیف نے کہا هُوَ عَالِمٌ رَبَّانِیٌّ یعنے وہ عالم ربانی ہے بعض نا خوشنودی مشائخ کی اس طریقت میں ہجر اور وحشت کا پھل لاتی ہے اور ان کی تصنیف ظاہر ہے اور جو رموز و کلام تہذیب اور اصول و فروع میں ہے اور میں کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں میں نے پچاس رسالے ان کی تصنیف سے دیکھے ہیں کہ جو بغداد اور اُس کے نواحی اور خوزستان اور فارس اور خراسان کے بعض اطراف میں ہیں میں نے دیکھے ہیں یعنے جیسے کہ ابتدا مریدوں کی ہوتی ہے اُن سے بعضے قوی زیادہ اور بعضے ضعیف زیادہ اور بعضے سہل زیادہ اور بعضے شنیع زیادہ ہوتے ہیں اور جبکہ کسی کو حق سے نمود ہو قوت حال بیان کر دیتا ہے اور اُس کی فضل حق سے مدد کرتا ہے اور یہ بات مثل معمے کے ہوتی ہے اور خاص کر کہ معتبر اپنی عبارت میں جلدی اور تعجب کرے اُس وقت اوہام کو اُس کے سننے سے نفرت زیادہ ہو اور عقلیں اُس کی ادراک سے باز رہیں اور اُس وقت کہیں کہ یہ بات بلند ہے اور ایک گروہ منکر ہو جہل سے اور ایک گروہ اقرار کرے جہل کے

ساتھ اور ان کا انکار مثل اقرار کے ہو لیکن جب محقق اور بصیرت والے دیکھیں تو عبارت میں نہ لٹکیں اور اس کے تعجب میں مشغول نہ ہوں اور ذم و مدح سے فارغ ہوں اور انکار و اقرار سے آسودہ ہوں اور پھر وہ لوگ کہ اس جوانمرد کے حال کو سحر کے ساتھ منسوب کرتے ہیں وہ محال ہے اس واسطے کہ سحر سنت و جماعت کے اصول میں حق ہے جیسے کہ کرامت حق ہے لیکن کمال کفر کے حال میں سحر ظاہر ہوتا ہے اور کمال معرفت کے حال میں کرامت کا ظہور ہوتا . . . ہے اس واسطے کہ ایک تو غضب الٰہی کا نتیجہ ہے اور دوسرا رضائے الٰہی کا خزانہ ہے اور یہ بات اثبات کرامات کے باب میں اس سے زیادہ مشرح بیان کروں گا اور اہل بصیرت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مسلمان اہل سنت سے خاسر اور ساحر نہ ہو گا اور کافر اہل کرامت نہ ہو گا کیونکہ دو اضداد مجتمع نہیں ہوتے اور حسین رہ جبتک رہے نیک لباس میں رہے اور نماز اچھی طور پر ادا کرتے رہے اور ذکر اور مناجات بہت کیا کرتے اور روزے ہمیشہ رکھتے اور حمد مہذب کرتے رہے اور توحید میں اُن سے نکتے لطیف ہیں اگر افعال اُن کے سحر ہوتے تو یہ سب اُن سے محال ہوتے پس یہ بات درست ہے کہ جو کچھ بات اُن سے صادر ہوئی وہ کرامات تھی اور کرامات سوائے ولی کے دوسرے سے نہیں ہوتی۔ اور بعضے اہل سنت سے اُن کا رد کرتے ہیں اور اُن پر اعتراض اُن کے کلمات میں کرتے ہیں کہ جو بمعنے امتزاج اور اتحاد کے ہیں اور وہ تشنیع عبارت میں ہے نہ معنے میں۔ کیونکہ مغلوب کو امکان عبارت کا نہ ہو گا کہ غلبۂ حال میں اُس کی عبارت صحیح ہو اور نیز جائز ہو کہ معنے میں عبارت مشکل ہو اور عبارت بنانے والے کا مقصود آسان طور پر نہ معلوم ہو سکے لیکن میں نے بغداد اور اُس کے نواح میں ملحدوں کے ایک گروہ کو دیکھا ہے کہ جو دعوے دوستی کا اُس کے ساتھ رکھتے تھے اور اُس کے کلام کو اپنے زندقہ پر اُنہوں نے دلیل کیا تھا اور اسم حلاجی کا آپ پر رکھا تھا

اور اُس کے کام میں غلو کرتے تھے مثل فرقہ روافضہ کی۔ حضرت علی کی دوستی میں اور میں ان کے کلمات کی رو میں ایک باب میں علیحدہ بیان کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ جس میں ان کے فرقوں کا فرق بیان کیا گیا ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ جاننا چاہیے کہ اُس کا کلام اقتدا کے لائق نہیں اس واسطے کہ مغلوب ہی اپنے حال میں نہ متمکن اور کلام متمکنی چاہیے تاکہ اُس کے ساتھ اقتدا کر سکیں۔ پس وہ ہمارے دل میں بحمد اللہ تعالیٰ عزیز ہے لیکن کسی اصل پر اُن کا طریق مستقیم نہیں ہے اور کسی جگہ پر حال اُس کا مقرر نہیں اور اُسکے احوال میں فتنہ بہت ہیں اور مجھ کو اپنی ابتدا رنمو میں اُس سے قوت بہت ہوئی ہی یعنی دلیل اور برہان اور آگے اس سے اُس کے کلام کی شرح میں ایک کتاب میں نے درست کی ہے اور دلیلوں اور حجتوں کے ساتھ علو کلام اور اُس کے حال کی صحت ثابت کی ہے اور اُس کتاب میں کہ سوائے اس کے کہ میں نے تصنیف کی ہے اور اُس کا نام منہاج الدین ہی ابتدا اور انتہا میں اور اس جگہ پر بھی کچھ مختصر تذکرہ اُس کا میں نے کر دیا ہے پس اُس طریق کو کہ اتنے اعتراض سے ہو اُس کی اصل ثابت کرنا چاہیے کیونکہ اُس کے ساتھ تعلق و اقتدا کریں لیکن صاحب خواہش نفسانی کو راستی سے موافقت نہیں ہوتی ہمیشہ وہ کجی کی طرف دوڑتا ہے اور اُس سے تعلق پیدا کرتا ہے اور اُس سے منقول ہی کہ کہا اَلَا لْسِنَۃُ مُسْتَنْطِقَاتٌ تَحْتَ نُطْقِهَا مُسْتَهْلِكَاتٌ یعنی زبانیں خاموش دلوں کی گویا ہلاک ہیں یہ عبارات بالکل آفت ہیں اور حقیقت بلکہ معنی عبارات کے لغو ہوں جب معنے حاصل ہوں تو عبارت سے مفقود نہ ہوں اور جب معنے مفقود ہوں تو عبارت سے موجود نہ ہوں سوائے اس کے کہ اُس میں ایک گمان ظاہر ہو اور طالب کو ہلاک کرے تو وہ عبارت کو جانے کہ یہ معنے ہیں۔ واللہ و اعلم ؎

اور بعض اُن میں سے متوکلوں کے سرہنگ اور اہل التسلیم کے سالار ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد الخواص ہیں جو توکل میں ایک شان عظیم رکھتے تھے اور مقام بلند اور بہت مشایخوں کو پایا تھا اور اُن کی آیات اور کرامات بہت ہیں اور تصنیفت اچھی طریقت کے معاملات میں اُن سے منقول ہے اَلْعِلْمُ کُلُّہٗ فِیْ کَلِمَتَیْنِ لَا تَتَکَلَّفْ فِیْ مَا کُفِیْتَ وَلَا تُضَیِّعْ مَا اسْتُکْفِیْتَ یعنی تمام علم دو کلموں میں مجتمع ہے ایک وہ ہی کہ وہ چیز کہ خدا تعالیٰ نے اُس کا اندیشہ تیرے دل سے اُٹھا دیا ہے اور تو اُس میں تکلف نہ کر دو اور دوسری وہ چیز کہ تجھکو چاہیئے کرنا اور تجھ پر فرض ہے تو ضایع نہ کرے تا کہ دنیا و آخرت میں تو توفیق والا ہووے یعنے مراد اس بات سے یہ ہے کہ قسمت میں تکلف مت کر کیونکہ ازلی قسمت تیرے تکلف کے ساتھ متغیر نہیں ہوتی، اور اُس کے احکامات میں کمی نہ کر کیونکہ حکم کا ترک کرنا تیری واسطے عذاب کا پھل لاتا ہے اور اُن سے جب کسی نے پوچھا کہ تم نے عجائبات سے کیا دیکھا کہا عجائب بہت دیکھے ہیں نے لیکن کوئی بات اس سے زیادہ عجیب نہ ہوگی کہ خضر پیغمبر نے مجھ سے درخواست کی کہ تو میرا جلیس ہو لیکن اس کو میں نے قبول نہ کیا کہا کس واسطے کہا اس سبب سے نہیں کہ اُس سے بہت اچھا دوست میں تلاش کرتا تھا بلکہ اس بات سے ڈرا میں کہ بدون حق کے اُس پر اعتماد کروں اور اُس کی صحبت میرے توکل کو نقصان پہونچا وے اور بسبب نافلہ کے فریضہ سے باز رہوں میں اور یہ درجہ کمال کا ہو۔ اور بعض اُن میں سے سرا پردۂ تمکین اور اساس اہل یقین ابو حمزۃ البغدادی البزاز رضا کبرا اور متکلمان مشایخ سے تھے اور حارث محاسبی کے مرید تھے اور سری سقطی کے ساتھ رہے تھے اور نوری اور خیر نساج کے قران تھے اور متشمان مشایخ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے صحبت کی تھی ...... اور بغداد کی مسجد رصافہ میں

وعظ کرتے تھے اور بڑے عالم تھے اور تفسیر اور قرأت میں بے مثل تھے اور اُن کی روایات عالی تھیں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں اور وہ وہ تھے کہ واقعہ نوری اور اُن کے بلا کے وقت میں اُن کے ساتھ تھے کہ خداوند نے سب کو خلاصی دی اور اُن کی حکایت مذہب نوری کی شرح میں بیان کرونگا اُن سے منقول ہے کہ کہا اِذَا اَسْلَمَتْ مِنْکَ نَفْسُکَ فَقَدْ اَدَّیْتَ حَقَّھَا وَاِذَا سَلِمَ مِنْکَ الْخَلْقُ قَضَیْتَ حُقُوْقَھُمْ یعنی جبکہ تیرے تن نے تجھ سے سلامتی پائی اور اُس کا حق ادا کیا تو نے اور جب خلق نے تجھ سے سلامتی پائی اور اُن کے حقوق ادا کئے تو نے یعنی حقوق دو ہیں ایک حق نفس کا تجھ پر اور ایک حق خلق کا تجھ پر یعنے جب نفس کو معصیت سے روکے تو اور طریق سلامتی نفس اُس جہان کی طلب کرے تو اُسکا حق ادا کرنے والا ہووے تو اور جب خلق کو اپنی بُرائی سے بے خوف کرے تو اور اُن کی بُرائی نہ چاہے تو اُن کا حق ادا کرنے والا ہووے تو اور جب خلق کو اپنی بُرائی سے بے خوف کرے تو اور ان کی بُرائی نہ چاہے تو ان کا حق ادا کرنے والا ہووے یعنے اس بات کی تو کوشش کر کہ تجھکو اور خلق کو تیری ذات سے بُرائی نہ پہونچے پس اُس وقت حق تعالےٰ کے حق ادا کرنے میں تو مشغول ہو واللہ اعلم۔ اور بعض اُن میں سے اپنے فن میں امام اور عالی حال اور لطیف کلام ابوبکر محمد بن الموسی الواسطی محققان مشائخ سے تھے اور حقائق میں ایک شان عظیم رکھتے تھے اور درجہ بلند اور جملہ مشائخ کے نزدیک ستودہ تھے اور قدیم اصحاب سے جنید رح کے تھے اور عبارت دقیق فرماتے تھے تاکہ ظاہر کے لوگ نہ سمجھیں اور کسی شہر میں آپ قیام نہ فرماتے تھے جب آپ مرو تشریف لائے تو مرو والوں نے بسبب لطافت طبع کے آپ کو قبول کیا اور آپ کی باتیں سُنیں اور بقیہ عمر آپ نے اُس جگہ اپنی گذاری اُن سے منقول ہے کہ کہا اَلذَّاکِرُ فِیْ ذِکْرِہٖ اَکْثَرُ غَفْلَۃً مِّنَ النَّاسِیْ

لِلذِّکرِ یعنی یاد کرنے والوں کو اس کی یاد کرنے میں غفلت زیادہ ہوتی ہے اُس کے ذکر کے فراموش کرنے والے سے اس سبب سے کہ جب اُس کو یاد رکھے ۔
اگر اُس کے ذکر کو فراموش کرے تو نقصان نہیں ہے اور یہ بات نقصان دیتی ہے کہ اُس کے ذکر کو یاد کریں اور اُس کو فراموش کریں کہ ذکر غیر کا مذکور نہ دیکھ رہ روگردانی عین مذکور سے پنداشت ذکر کے ساتھ غفلت سے زیادہ نزدیک ہو روگردانی کرنے سے ذکر مذکور کی بغیر پنداشت کے اور کھو دینے والے کو نف بیان اور غیبت میں پنداشت حضور حق کی نہیں ہے اور ذاکر کو ذکر وغیبت میں مذکور سے پنداشت حضور ہے پس پنداشت حضور کی بے حضور کے غفلت سے بہت نزدیک ہے یعنی غیبت سے بغیر پنداشت کے اس واسطے کہ حق کے طالبوں کی ہلاک ان کے پنداشت میں ہے اُس جگہ کہ پنداشت بہت زیادہ معنے بہت کم اور اُس جگہ کہ معنے بہت زیادہ پنداشت بہت کم اور حقیقت ان کی پنداشت کی عقل کی تہمت سے ہو اور عقل کو تہمت سے تہمت نفس کی جہل ہو اور تہمت کو تہمت کے ساتھ اور تہمت کسی کے ساتھ مقارن ہو اور اصل ذکر یا غیبت میں ہو اور یا حضور میں ہو یعنے جب غائب کو آپ سے غیبت ہو اور حق کے ساتھ حضور ہو تو وہ ذکر نہ ہو کیونکہ وہ مشاہدہ ہو اور جب حق سے غیبت ہو اور اپنے ساتھ حضور ہو تو وہ ذکر نہ ہو کیونکہ غیبت ہو اور غیبت غفلت سے ہو واللہ اعلم بالصواب اور بعض اُن میں سے سکینۂ احوال اور سفینۂ مقال ابوبکر بن دلف بن محمد بن شبلی رضی بزرگان اور رشاشخان مذکور سے تھے اور زمانہ کے مہذب اور ایک وقت مہذب رکھتے تھے حق کے ساتھ اور ان کے لطیف اشارے ہیں ۔ اور قابل تعریف جیسا کہ ایک متاخرین سے کہتے ہیں ثَلٰثَۃٌ مِّنْ عَجَائِبِ الدُّنْیَا اِشَارَاتُ الشِّبْلِیِّ وَنُکَاتُ الْمُرْتَعِشِ وَحِکَایَاتُ الْجَعْفَرِ یعنی دنیا کی عجائبات سے شبلی کی اشارتیں

اور مرتعش کہتے تھے اور جعفر کی حکایتیں ہیں اور آپ قوم کے بڑوں سے تھے اور طریقت
والوں کے پیشوا تھے پہلے حاجب الحجاب خلیفہ کے تھے یعنی دربانان خلیفہ کے افسر تھے اور
خیر النساج کی مجلس میں توبہ کی تھی اور عقیدہ کا تعلق جنید کے ساتھ رکھا تھا اور بہت
مشائخوں کو آپ ملے پایا تھا اُن سے منقول ہے کہ کہا تمہیں یعنی اس آیت کے قُلْ
لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اَىْ اَبْصَارَ رُؤُسِهِمْ عَنِ الْمَحَارِمِ وَاَبْصَارَ الْقُلُوْبِ
عَمَّا سِوَى اللّٰهِ تَعَالٰى یعنی کہ اے محمد مومنوں سے سر کی آنکھ کو نگاہ رکھیں شہوت کی نظر سے اور دل کی آنکھ کو
سوائے اندیشہ رویت کے ہر طرح کی فکر سے پس شہوت کی متابعت اور محارم کا ملاحظہ غفلت
سے ہی اور غفلت والوں کو مصیبت یہ ہے کہ اپنے عیبوں سے جاہل ہوں، اور
جو کہ اس جگہ جاہل ہے اُس جگہ بھی جاہل ہو وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ
اَعْمٰى یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہو گا وہ قیامت میں اندھا ہو گا اور حقیقت میں
جبتک حق تعالیٰ ارادہ شہوت کا کسی کے دل سے پاک نہ کرے اُس کے سر کی
آنکھ اُس کے نقصانات سے محفوظ نہ ہووے اور جبتک اپنا ارادہ کسی کے دل میں
ثابت نہ کرے تو دل کی آنکھ غیر کے نظارہ سے محفوظ نہ رہے اور اُس سے منقول ہے
کہ ایک روز بازار میں آئے ایک قوم نے کہا یہ مجنون ہیں کہا اَنَا عِنْدَكُمْ مَجْنُوْنٌ
وَّاَنْتُمْ عِنْدِیْ اَصِحَّآءُ فَزَادَنِیَ اللّٰهُ فِیْ جُنُوْنِیْ وَزَادَ فِیْ صِحَّتِكُمْ یعنی میں تمہارے نزدیک
دیوانہ ہوں اور تم میری نزدیک ہشیار اور چونکہ جنون میرا محبت کے باعث سے ہے
اور تمہاری صحت غفلت کی قوت سے ہے پس خدائے عز وجل میری دیوانگی میں
زیادتی کرے تو میری قربت پر زیادہ ہو اور تمہاری ہشیاری میں
زیادتی کرے تو بعد بعد پر زیادہ ہو یہ بات غیرت سے تھی کس واسطے کوئی اُس درجہ
میں ہو کہ دوستی کو دیوانگی سے فرق نہ کرے اور اُس کا تمیز اُسکو دونوں
جہان میں بلا نہ ہووے واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے ماکی احوال اولیا بالطف اقوال ابو محمد بن جعفر بن نصیر الخلدی تھے
حضرت جنید کے اصحاب کبار سے تھے اور اس علم کے فنون میں متبحر تھے اور اقوال
مشائخ کے حافظ اور اُن کے حقوق کی رعایت کرنے والے اور اُن کا کلام عالی
بہت ہر فن میں ہے اور فقط ترک رعونت کے واسطے ہر مسئلہ میں حکایت متعلق
کی ہے اور حوالہ اُس کا کسی کے ساتھ کیا ہے اور اُس سے منقول ہے کہ کہا اَلتَّوَکُّلُ
اِسْتِوَاءُ الْقَلْبِ عِنْدَ الْوُجُوْدِ وَالْعَدَمِ یعنی توکل وہ ہووے کہ وجود و عدم رزق کا تیرے
دل کے نزدیک یکساں ہو رزق کی موجودگی سے خرّم نہ ہووے تو اور
اُس کے عدم سے اندوہگین نہ ہو اس واسطے کہ بدن مالک کی ملک ہے اور اُس کی
پرورش اور ہلاک کے واسطے حق تعالیٰ بہت اولیٰ ہے بمقابلہ تیری جیسا کہ چاہتا ہے
رکھتا ہے تو بیچ میں دخل نہ دے اور ملک مالک کی سپرد کر اور اپنا تصرف منقطع کر
ابو محمد جعفر روایت کرتے ہیں کہ جنید کے نزدیک میں آیا اور اُن کو تپ میں پایا میں
نے کہا اے استاد حق سے کہو تا کہ تم کو آرام ہووے کہا کل رات میں نے کہا
تھا پس مجھے ندا آئی کہ تیرا بدن ہماری ملک ہے ہم چاہیں گے تو تندرست رکھیں گے
اور ہم نہ چاہیں گے تو بیمار رکھیں گے تو کون ہے کہ جو ہماری ملک میں دخل دیتا ہے
پس اپنا تصرف منقطع کر تو بندہ ہووے تو واللہ اعلم بالصواب اور بعض ان میں سے
شیخ محمود اور معدن جود ابو علی محمد بن القاسم الرودباری بزرگان جوانمردان متصوفہ
سے تھے اور ان کے سرہنگ اور ابنائے ملوک سے تھے اور فنون معاملات میں
ایک شان عظیم رکھتے تھے اور اُن کی آیتیں اور مناقب بہت ہیں اور کلام لطیف
اس طریقت کے دقائق میں آیا ہے کہ کہا اَلْمُرِیْدُ لَا یُرِیْدُ لِنَفْسِهٖ اِلَّا مَا اَرَادَ اللّٰهُ
لَهٗ وَالْمُرَادُ لَا یُرِیْدُ مِنَ الْکَوْنَیْنِ شَیْئًا غَیْرَهٗ یعنی مرید وہ ہووے کہ کوئی چیز نہ چاہے
خاص کر اپنے واسطے سوائے اُس کے کہ حق تعالیٰ نے اُس کو چاہا ہو اور مراد وہ ہووے

کہ کوئی چیز نہ چاہے کونین سے بجز تبارک اور تعالےٰ کے پس رہنی بارادت حق تبارک وتعالیٰ ارادت اپنی چاہے تاکہ وہ مرید ہو اور محب کو آپ ارادت نہ ہو جبتک اُسکی مراد ہو وہ کہ حق کو چاہے سوائے اُس کے نہ چاہے کہ وہ چاہے اور وہ کہ حق اُس کو چاہے وہ سوائے حق کے اور کو نہ چاہے پس رضامقامات انتداسے ہووے اور محبت احوال انتہاسے ہو اور مقامات کی نسبت عبودیت کی تحقیق کے ساتھ ہی اور مشرب درجات کا ربوبیت کی تائید کے ساتھ ہے اور جب ایسا ہو تو مرید اپنی ساتھ قایم ہو اور مراد حق کے ساتھ قایم ہو واللہ اعلم اور بعض اُن میں سے توحید کے خزانہ دار اور تفرید کے سمسار ابو العباس قاسم بن محمد السیاری وقت کے اماموں سے تھے جو علوم ظاہر اور حقائق کے عالم تھے اور ابو بکر واسطی کے ساتھ صحبت کی تھی اور مشائخ سے بہت ادب حاصل کیا تھا اور اُن کا کلام عالی ہے اور تصانیف ستودہ اُس سے منقول ہے کہ کہا اَلتَّوْحِیْدُ اَنْ لَّا یَخْطُرَ بِقَلْبِکَ مَادُوْنَہٗ یعنی تیرے دل میں سوائے حق کے اور کچھ نہ آوے اور مخلوقات کا گذر تیرے دل کے پاس نہ ہووے اور تیرے معاملہ کی صفائی میں کدورت نہ ہووے، اُس سبب سے کہ اندیشہ غیر کا اُن کی اثبات سے ہو اور جب غیر ثابت ہو تو حکم توحید کا ساقط ہوا اور وہ علم و ریاست کے خاندان سے تھے اہل مرو سے مرتبہ میں کسی کو اُن کے اہل بیت پر تقدم نہ تھا اور باپ سے آپ کو بہت کچھ میراث ملی تھی وہ سب میراث دے کر دو تار موئے مبارک حضور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حاصل کی تھی خداوند تعالےٰ نے اُس کی برکت سے اُن کو توبہ نصوح ارزانی فرمائی اور ابو بکر واسطی کی صحبت میں رہے اور اُس سے درجہ کمال پر پہونچے۔ کہ امام حنفی متصوفہ سے کہلائے اور مرتے وقت وصیت فرمائی کہ موئے مبارک میرے منہ میں رکھدینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جسکا اثر آج تک اُن کی قبر

سے ظاہر ہے کہ آدمی حاجت مانگنے کیواسطے اُس جگہ جاتے ہیں [illegible]
وہاں سے چاہتے ہیں اور پاتے ہیں واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے مالک وقت شیوخ میں اور تکلف اور تصرف سے خالی الشیخ ابو عبد اللہ محمد
بن خفیف رہ انواع علوم میں اپنے زمانہ میں امام وقت تھے [illegible]
رکھتے تھے بلکہ تمام زمانہ اُن کا تالیف و تصنیف میں گذرا اور ابن عطا اور شبلی
اور حسین بن منصور حلاج اور حریری کو دیکھا تھا اور مکہ شریف میں یعقوب نہرجوری کی [illegible]
صحبت پایہ تھا اور علم تجرید میں مدتوں کی بسریں کی تھیں چونکہ آپ [illegible]
تھے جب خداوند تعالےٰ نے آپ کو توفیق توبہ کی دی تو آپ نے بادشاہت کو ترک
کر دیا اسی واسطے صاحبان اہل حق آپ کی زیادہ قدر کرتے ہیں اور سب کے نزدیک
آپ کا مرتبہ بڑا ہے اُن سے منقول ہے کہ کہا اَلتَّوْحِیْدُ اَلْاِعْرَاضُ عَنِ الطَّبِیْعَۃِ یعنی
توحید اعراض کرنا ہے طبیعت سے اس واسطے کہ طبیعتیں سب محجوب ہیں اللہ کی نعمتوں
تو بینا ہیں پس جبتک طبیعت سے اعراض نہ ہو حق کی طرف توجہ نہ ہو ورنہ [illegible]
محجوب ہو رہینگے توحید کی حقیقت سے اور جب آفت طبیعت کی دیکھی تو توحید کی حقیقت
پر پہونچے اور اُن کی آیتیں اور دلیلیں بہت ہیں واللہ اعلم بالصواب بعض اُن
میں سے سیادت کی سیف اور سعادت کے آفتاب ابو عثمان سعید بن سلام
المغربی بزرگان اہلِ تمکین سے تھے اور فنون علم میں حظ وافر رکھتے تھے اور
صاحب ریاضت اور سیاست تھے اور رؤیت آفات ہیں اُن کی نشانیاں بہت
ہیں اور دلیلیں اچھی ہیں اور اُس سے منقول ہے کہ کہا مَنْ اٰثَرَ صُحْبَۃَ الْاَغْنِیَاءِ عَلٰی
مُجَالَسَۃِ الْفُقَرَاءِ اِبْتَلَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِمَوْتِ الْقَلْبِ یعنی جو کوئی [illegible]
کرے بمقابلہ درویشوں کے بیٹھنے کے تو خداوند تعالےٰ [illegible]
کرے کیونکہ توانگروں کے [illegible]

ساتھ مجالست کرتا ہے اس سبب سے کہ فقرا سے وہ آدمی اعراض کرے جس نے ان کے ساتھ مجالست کی ہو نہ وہ آدمی کہ صحبت کی ہو اس واسطے کہ صحبت میں اعراض نہ ہو اور اگر ان کی مجالست سے اغنیا کی صحبت میں جاوے تو اس کا دل نیاز مندی ہوت سے مردہ ہو جاتا ہے اور گمان میں گرفتار ہو جاتا ہے یعنے جب مجلس چھوڑنے کا ثمرہ دل کا ہلاک ہوتا ہو تو صحبت سے کس طرح روگردانی ہو پس مجالست اور صحبت میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے واللہ اعلم +

اور بعض ان میں سے صوفیوں کی صف کے مبارز اور عارفوں کے حالات کے معبر ابوالقاسم ابراہیم محمد بن محمود نصرآبادی تھے اور بہ نیشاپور میں خوارزم شاہ کے مثل تھے اور شاہ حمویہ شاہ پور میں تھے۔ علو حال کے ساتھ سوا اس کے کہ ان کی عزت دنیا میں تھی اور اس کی آخرت میں ہے اور ان کا کلام نادر اور دلیلیں اونچی ہیں یہ حضرت شیخ شبلی کے مرید اور متاخرین اہل خراسان کے استاد تھے۔ اور اس کے زمانہ میں ان کی مثل کوئی نہ تھا اور اس زمانہ کے لوگوں میں آپ بڑے عالم اور بڑے پرہیزگار تھے اور ان سے منقول ہے کہ کہا اَنْتَ بَیْنَ النِّسْبَتَیْنِ نِسْبَۃٌ اِلٰی اٰدَمَ وَنِسْبَۃٌ اِلَی الْحَقِّ فَاِذَا انْتَسَبْتَ اِلٰی اٰدَمَ دَخَلْتَ فِیْ مَیَادِیْنِ الشَّھْوَاتِ وَمَوَاضِعِ الْاٰفَاتِ وَالزَّلَّاتِ وَھِیَ نِسْبَۃٌ تُحَقِّقُ الْبَشَرِیَّۃَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا وَاِذَا انْتَسَبْتَ اِلَی الْحَقِّ دَخَلْتَ فِیْ مَقَامَاتِ الْکَشْفِ وَالْبَرَاھِیْنِ وَالْعِصْمَۃِ وَالْوِلَایَۃِ وَھِیَ نِسْبَۃٌ تُحَقِّقُ الْعُبُوْدِیَّۃَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا یعنی تو دو نسبت کے درمیان میں ہے یعنی ایک نسبت حضرت آدم کی ہے اور دوسری نسبت حضرت حق کی ہے پس اگر تو نے حضرت آدم کے ساتھ نسبت کی تو خواہشوں کے میدانوں میں قدم رکھا اور آفتوں اور ذلتوں کے مقاموں میں جا پڑا کیونکہ نسبت طبیعت کے بے قیمت ہوتی ہے اور جب حق کے ساتھ تو نے نسبت کی تو کشف

اور برہان اور عصمت اور ولایت کے مقامات میں داخل ہوا پس جس نے کہ ایک نسبت پائی وہ بشریت سے ہے اور دوسری عبودیت کی تحقیق سے حاصل ہوتی ہے یعنی آدم کی نسبت قیامت میں منقطع ہو جائے گی اور عبودیت کی نسبت ہمیشہ قائم رہے گی اور اُس پر تغیر جائز نہ ہوگا یعنے جب بندہ آپ کو اپنے ساتھ نسبت کرے یا آدم کے ساتھ نسبت کمال ہو تو یہ کہے کہ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ یعنی تحقیق میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور جب حق کے ساتھ نسبت کرے تو آدمی اُس کا محل ہووے کہ حق کہے یَا عِبَادِیْ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ

اور بعض اُن میں سے سر سالکان طریق حق کے سردار اور اہل تحقیق حق کی جانوں کے جمال ابوالحسن علی بن ابراہیم الحصری رہ درگاہ حق کے محتشمان اسرار سے تھے۔ اور کبرائے ائمہ متصوفہ سے اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے اُن کے کلام عالی ہیں اور عبارتیں اچھی ہیں کل معانی میں اور اُن سے منقول ہے دَعُوْنِیْ فِیْ بَلَائِیْ هَاتُوْا مَا لَکُمْ اَلَسْتُمْ مِنْ اَوْلَادِ اٰدَمَ الَّذِیْ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِیَدِهٖ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَسْجَدَ لَهُ الْمَلٰٓئِکَةَ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِاَمْرٍ فَخَالَفَ اِذَا کَانَ اَوَّلُ الدَّنِّ دُرْدِیًّا فَکَیْفَ یَکُوْنُ اٰخِرُهٗ یعنی مجھ کو میری بلا میں چھوڑ دو تم اُس آدم کی اولاد سے نہیں ہو کہ خدائے تعالےٰ نے اُس کو پیدا کیا خاص پیدایش اور اپنے ساتھ اور بے واسطہ غیر کے اُس کو زندہ کیا اور ملائکہ کو حکم کیا تاکہ اُس کو سجدہ کریں اور پھر اُس کو ایک امر کے واسطے حکم کیا اُس نے اُس پر مخالفت کی جبکہ اول خم میں دُرد تھا تو آخر اُس کا کیسا ہوگا یعنی جب آدمی کو اُس پر چھوڑ دیں تو بالکل مخالفت ہو اور جبکہ اپنی عنایت کو اُس کی طرف بھیجیں تو بالکل محبت ہو جائے اب عنایت حق کو حسن عنایت سے شمار کر اور اپنے معاملہ کی خرابی کا اُس کے ساتھ مقابلہ کر اور ہمیشہ عمر اس میں گذار دے وباللہ التوفیق یہ ہے بعضے متقدمین متصوفہ اور ان کے پیشواؤں کا ذکر جو کیا گیا۔

اگر سب لوگوں کا ذکر میں اس کتاب میں لکھتا اور اُن کی حکایتیں بیان کرتا تو یہ کتاب ضخیم ہو جاتی اور میں اپنے مقصود اصلی سے رہ جاتا لہٰذا ان کے ساتھ میں صوفیائے متاخرین کو ملا کر اس باب کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالےٰ سے مدد کا خواستگار ہوں وباللہ التوفیق۔

الباب الثانی عشر

یعنی باب اُن اماموں کے ذکر میں جو آخیر کو ہوئے ہیں

پس اے طالبِ صادق جان کہ نیک بخت کرے تجھ کو اللہ تعالےٰ کہ ہمارے زمانہ میں ایک گروہ ہے جو ریاضت کا بوجھ اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اور وہ ریاست کو ڈھونڈھتا ہے اور تمام صوفیائے کرام کو اپنی مثل جانتے ہیں اور جب گذرے ہوئے لوگوں کے یعنی صوفیہ کے واقعات سنتے ہیں اور ان کی بزرگی کو ملاحظہ کرتے ہیں اور ان کے معاملات کو پڑھتے ہیں تو اپنے آپ میں نگاہ کرتے ہیں تو اُن سے دور پاتے ہیں پس اُس کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم وہ نہیں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں اس قسم کے آدمی نہیں رہے ہیں اور قول ان کے محالات سے ہوتے ہیں اس واسطے کہ خداوند عالم ہرگز زمین کو بے حجت کے نہیں رکھتا ہے اور ہرگز اس امت کو بغیر ولی کے نہیں چھوڑتا ہے جیسے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَزَالُ طَآئِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ عَلَی الْخَیْرِ وَالْحَقِّ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ یعنی ہمیشہ میری امت کے لوگ خیر اور حق پر رہیں گے جبتک کہ قیامت قائم ہو گی اور نیز پیغمبر صَلَّی اللہُ علیہ وسَلَّم نے فرمایا لَا یَزَالُ فِیْ اُمَّتِیْ اَرْبَعُوْنَ عَلٰی خُلُقِ اِبْرَاھِیْمَ یعنی ہمیشہ میری امت میں چالیس تن خوئے ابراہیم علیہ السَّلام پر رہیں گے اور ان میں سے ایک گروہ

کہ جس کا ذکر اس باب میں ہم کریں گے گذرا جنہوں نے مدت تک اپنا
روح کے سپرد کیا تھے بیشک ان میں سے ایک گروہ نہ رہا ...
اور دوسرا باقی رہا رضی اللہ عنہم اور آج تک اُن میں سے تمام ہدایت و الحال
کے جمال ابو العباس احمد بن محمد القصاب ہیں جنہوں نے ... اور ان سے
پہلے لوگوں کو پایا تھا اور ان کے ساتھ صحبت کی تھی اور وہ مشہور و معروف
تھے اور صدق فراست اور علو حال اور کثرت برہان اور زہد و کرامت میں
یکتا تھے اور ابو عبد اللہ خیاطی جو طبرستان کے امام تھے کہتے ہیں کہ
افضال خدائے عزوجل سے کون ایسا ہے کہ جس کو بے تعلیم کے
ایسا ہوا اگر ہم کو اصول دین اور دقائق توحید میں کوئی بات مشکل معلوم
ہو تو اُس سے دریافت کریں پس وہ شخص ابو العباس قصاب ہے اور وہ اُمی تھے۔
لیکن کلام اُن کی عالی اور نکتے لطیف تھے آپ علم تصوف اور اصول میں ابتدار
اور انتہا میں عالی حال اور نیک سیرت رہے، اور میں نے ان کی حکایتیں بہت
سُنی ہیں لیکن میرا مذہب اس کتاب میں اختصار پر ہے کہتے ہیں کہ ایک لڑکے
نے اونٹ کی مہار پکڑی تھی اور بارِ گراں کے ساتھ بازار میں جاتا تھا اور اُس جگہ
ہمیشہ کیچڑ ہوتی تھی پس اونٹ کا پاؤں اُس جگہ سے پھسل گیا اور وہ گر پڑا
اور ہڈی اُس کی ٹوٹ گئی تو لوگوں نے ارادہ کیا کہ اونٹ کے بوجھ کو اُس کی پیٹھ سے
نیچے اُتاریں پس لڑکا خداوند تعالیٰ کے حضور میں ہاتھ اُٹھا کر فریاد کرتا تھا۔ اور
روتا تھا اور یہ اُس کے پاس گئے کہ کیا ہوا ہے تو لوگوں نے کہا اونٹ کا پاؤں ٹوٹ
گیا انہوں نے اونٹ کی باگ پکڑی اور آسمان کی طرف مُنہ کیا اور کہا خدا ئے
تعالیٰ اس اونٹ کے پاؤں کو درست کر اور اگر تو درست کرنا نہ چاہے گا تو ایک
قصاب کے دل کو ایک لڑکے کے رونے سے تو نے کیوں جلایا ہے اُسی

وقت اونٹ اُٹھا اور زمین پر چلنا شروع کیا اور اُن سے منقول ہے کہ کہا تمام دنیا کو
اگر چاہے یا نہ چاہے اُس خداوند کے ساتھ عادت کرنا چاہیئے والا تکلیف و رنج
میں رہیں گے کیونکہ جب اُس کے ساتھ عادت کریگا بلا نہ آوے گی اور اگر عادت نہ
کرے گا بلا آوے گی اور تو دل رنجیدہ ہو گا کیونکہ خداوند تعالےٰ ہماری رضا و نارضا
سے جو تقدیر کی ہے اپنی تقدیر کو متغیر نہ کرے گا پس ہماری رضا اُس کے حکم
پر ہماری راحت ہے یعنے جو کوئی اُس کے ساتھ نیک خوئی کریگا اُس کا دل راحت میں
ہوگا اور جو کو اُس سے اعراض کریگا وہ ورود قضا سے رنجیدہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔ اور
بعض اُن میں سے بیان مریدان اور برہان محققان ابو علی بن الحسین بن محمد الدقاق رح
تھے اور اپنے فن کے امام اور اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے اور بیان صریح اور
زبان فصیح رکھتے تھے اور کشف میں راہِ خداوند کے پابند تھے اور بہت مشائخوں کو
آپ نے دیکھا تھا اور اُن کے ساتھ صحبت کی تھی اور نصر آبادی کے مرید تھے۔ اور
ہمیشہ ذکر کیا کرتے تھے اُن سے منقول ہے کہ کہا مَنْ اَنِسَ بِغَیْرِہٖ ضَعُفَ فِیْ حَالِہٖ
وَمَنْ نَّطَقَ مِنْ غَیْرِہٖ کَذَبَ فِیْ مَقَالِہٖ یعنی جس کسی کو بدوں حق کے انس ہو وہ اپنے
حال میں ضعیف ہوا اور جو کوئی اُس کے غیر سے بات کرے وہ اپنے مقالات میں کاذب
ہو اس واسطے کہ اُنس غیر کے ساتھ قلت معرفت سے ہے اور انس اُس کے
ساتھ غیر سے وحشت ہے اور غیر سے متوحش ہو غیر سے نطق نہیں کرتا۔ روایت ہے کہ ایک
روز ایک بزرگ اُن کی مجلس میں اس نیت سے آئے کہ متوکلوں کا حال اُن
سے دریافت کریں وہ اُس وقت ایک طبری دستار عمدہ سر پر رکھے ہوئے
تھے اُن کا دل اُس کی طرف مائل ہوا اور کہا اَیُّھَا الْاُسْتَاذُ مَا التَّوَکُّلُ یعنی توکل
کیا ہے کہا توکل وہ ہے کہ آدمیوں کی دستار سے طمع کو کم کرے یہ کہا اور اُن کے آگے
دستار کو ڈالدیا واللہ اعلم بالصواب۔

اور بعض ان میں سے اہل زمانہ کے شرف اور اپنے زمانہ میں یکتا ابوالحسن علی بن احمد الخرقانی رض اجلہ مشائخ سے تھے اور اُن کے قدمار سے اور ان کے وقت کے اولیا سب ان کی مدح کرتے رہے ایک مرتبہ شیخ ابوسعید نے اُن کی زیارت کا قصد کیا اور اُن کے ساتھ ان کے محاورات لطیف ہر فن سے سنتے اور جب لوٹے تو کہا کہ میں نے تجھ کو اپنے عہد کی ولایت میں قبول کیا اور شیخ نے حسن مودب سے سنا اور وہ شیخ ابوسعید کے خادم تھے پس وہ کہتے ہیں کہ حضرت اُن کے حضور میں پہنچے تو آپ نے اُن سے کوئی بات نہ کہی اور سوائے جواب سخن کے اور کچھ نہ فرماتے تھے میں نے اُس سے کہا اے شیخ کس واسطے الیسا خاموش ہوا تو کہا عبارت کی تحریک کرنے والے کو ایک بات کافی ہوتی ہے اور اُستاد ابوالقاسم قشیری رہ سے میں نے سُنا کہ جب میں خرقان کی ولایت میں آیا تو فصاحت مجھ کو پہونچی اور عبارت مجھکو نہ رہی اور اُس کے دبدبہ سے میں نے جانا کہ اپنی ولایت سے میں معزول ہو گیا اُس سے منقول ہے کہ کہا راہ دو ہیں ایک راہ ضلالت اور دوسری راہ ہدایت پس جو ضلالت کی راہ ہے وہ راہ بندہ کی ہے یعنے خدا کی طرف اور وہ جو راہ ہدایت کی ہے وہ راہ خداوند کی ہے یعنی بندہ کی طرف ہے پس جو کوئی کہے کہ اُس کی طرف پہونچا میں نہ پہونچا وہ اور جو کہ کہے اُس کی طرف پہونچا یا جان کہ پہونچا۔ اس سبب سے کہ پہونچنا نہ پہونچنے میں متعلق ہے اور نہ پہونچنا پہونچنے میں مستعمل ہے اور نارسیدرستن اور نارستن نہ متعلق ہے بلکہ پہونچانے اور نہ پہونچنے اور چھوڑانے اور نہ چھوٹنے میں متعلق ہے واللہ اعلم بالصواب اور بعض اُن میں بادشاہ وقت اور اپنے زمانہ کے یکتا عبارت اور اپنے بیان میں ابوعبداللہ محمد بن علی المعروف بالداستانی مقیما بالبسطامؒ تھے جو طرح طرح کے علموں کے عالم اور درگاہ حق کے محتشم اور اُن کا کلام مہذب ہے اور اشارات

لطیفت ہیں اور شیخ سہلگی جو اُن شہروں کے امام اور ان کے اخلاق اچھے تھے
اور میں نے تھوڑے سے اُس کے انفاس سہلگی سے سُنا منجملہ اُن کے یہ ہے اَلتَّوحِیدُ
عَنْكَ مَوْجُودٌ وَّاَنْتَ فِی التَّوْحِیْدِ مَفْقُوْدٌ یعنی توحید تجھ سے درست ہے اور تو توحید میں
نادرست ہے کیونکہ اُس کے حق کے موافق قیام نہ کرے تو اور سب سے کم درجہ توحید میں
تیرے تصرف کی نفی ہووے ملک میں اور تیری تسلیم کا اثبات اپنے امور میں خاص کر
حق عزوجل کا سبب ہے اور شیخ سہلگی نے کہا ایک وقت بسطام میں ٹڈی آئی تھی اور
سب درخت اور کھیت اس کی کثرت سے سیاہ ہوئے اور آدمیوں نے اُس
وقت شور مچانا شروع کیا تو شیخ نے مجھ سے کہا یہ کیسا شور ہے میں نے کہا ٹڈی
آئی ہے اور آدمی اُس سے غمگین اور رنجیدہ ہوتے ہیں پس شیخ اُٹھے اور
بام پر آئے اور آسمان کی طرف منہ کیا اور دعا فرمائی کسی کا ایک پتے کا بھی نقصان
نہ ہوا۔ اللہ اعلم بالصواب۔

بعض اُن میں سے شاہنشاہ محبان اور ملک الملوک صوفیان ابوسعید فضل اللہ بن محمد
المیہنی سلطان وقت اور جمال طریقت تھے اور تمام زمانہ کے لوگ اُن کے مسخر
تھے ایک گروہ دیدار کے واسطے درست اور ایک گروہ اعتقاد میں اچھا اور ایک گروہ
حال قوی تھا آپ فنون علم میں یگانۂ زمانہ رہتے تھے اور شان عظیم
آپ کی تھی اور ان کے سوا اُن کی آیتیں اور نشانیاں اور براہین بہت تھیں۔
جیسے کہ اُن کے آثار دنیا میں ظاہر ہیں اور یہ شروع زمانہ میں علم پڑھنے کے واسطے
سرخس میں میہنہ سے آئے اور ابوعلی زاہر رحمۃ کے ساتھ تعلق کیا اور ایک روز میں تین
روز کا سبق پڑھتے اور وہ تین روز عبادت میں گذارتے حتیٰ کہ اس امام نے وہ
رشد اُس میں دیکھا تو تعظیم اُن کی زیادہ کی اور اُس وقت میں سرخس کے والی
شیخ ابوالفضل حسن تھے ایک روز سرخس کی نہر پر جاتے تھے ابوالفضل حسن

اُس کے آگے آئے اور کہا یا ابا سعید تیری راہ یہ نہیں ہے جو جاتا ہے اپنا راستہ اختیار کر شیخ
نے اُن سے کچھ تعلق نہ کیا اور اُس جگہ سے اپنی جگہ آئے اور ریاضت و مجاہدت میں مشغول
ہوئے یہاں تک کہ حق تعالےٰ نے ہدایت کا دروازہ آپ پر کھولا اور درجۂ اعلیٰ پر آپ
کو پہونچایا اور شیخ ابو مسلم فارسی سے میں نے سنا ہے کہ کہا مجھ کو اُن کے ساتھ ہمیشہ
ایک خصومت تھی ایک وقت اُن کی زیارت کا میں نے ارادہ کیا جب ان کے پاس میں آیا
تو میری گودڑی ایسی میلی تھی جیسے چمڑہ کا تسمہ ہوتا ہے اور اُن کو دیکھا کہ تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں
اور دیبائے مصری پہنے ہوتے ہیں پس اپنے دل میں میں نے کہا کہ یہ دعویٰ فقر کا کرتا ہے
باوجود ان تمام تعلقات کے اور میں دعوائے فقر کا کرتا ہوں اس تمام تجردی
کے ساتھ پس مجھ کو اس مرد کے ساتھ کیونکر موافقت ہوگی وہ میرے اس خیال سے
خبردار ہوئے اور سر اُٹھایا اور کہا اے ابا مسلم فِی اَیِّ دِیْوَانٍ وَجَدْتَ مَنْ کَانَ قَلْبُہٗ
قَائِمًا فِیْ مُشَاهَدَةِ الْحَقِّ یَقَعُ عَلَیْهِ اسْمُ الْفَقْرِ یعنے کس دیوان میں تو نے پایا کہ جس
آدمی کا دل مشاہدہ حق میں قائم ہووے اور اُس پر نام فقر کا واقع ہو۔ یعنے
مشاہدہ والے بے پرواہیں حق کے ساتھ اور فقیر لوگ مجاہدہ والے ہیں کہا میں اپنے
دل میں پشیمان ہوا اور اپنے بیجا اندیشہ سے استغفار کیا اور اُن سے منقول ہے
ہے کہ کہا اَلتَّصَوُّفُ قِیَامُ الْقَلْبِ مَعَ اللّٰهِ بِلَا وَاسِطَةٍ یعنے تصوف قیام کرنا دل کا
حق کے ساتھ بغیر واسطہ کے ہے اور یہ مشاہدہ کی طرف اشارہ ہے اور مشاہدہ غلبہ دوستی
سے ہو اور صفت تحقیق میں استغراق شوق رُویت اور فنا، صفت بقا، حق
کے ساتھ ہے اور کتاب اُلجع میں مشاہدہ اور اُس کے وجود میں ایک بیان کروں
گا میں انشاء اللہ تعالےٰ۔ روایت ہے کہ ایک وقت نیشاپور سے طوس کا ارادہ
کیا اور اُس میں ایک راہ سرد تھی اور پانوں اُن کے موزہ میں سردی پاتا تھا۔ ایک
فقیر نے کہا میں نے دل میں خیال کیا کہ اس لپیٹے دو پٹہ کو دو ٹکڑے

کروں اور اُن کے پاؤں پر لپیٹوں میرے دل نے اجازت نہ دی کہ دوپٹہ بہت اچھا تھا جب ہم طوس میں آئے اور مجلس میں اُن سے میں نے سوال کیا کہ شیخ مجھ سے فرق بیان کرے درمیان وسواس شیطان اور الہام حق کے کہا الہام وہ ہووے کہ تجھ سے کہا کہ دوپٹہ کو دو ٹکڑے کر تا کہ پاؤں بوسعید کا سردی نہ پاوے اور وسواس وہ ہے کہ تجھ کو منع کیا اُس سے اور اس قسم کی اُن سے متواتر روایتیں ہیں اور مردوں کا کام یہ ہے واللہ اعلم بالصواب۔

بعض اُن میں سے اوتادوں کی زینت اور عابدوں کے شیخ ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی ؒ ہیں میری اقتدا طریقت میں اُن کے ساتھ ہے اور علم تفسیر اور روایات کے عالم تھے اور تصوف میں مذہب جنید کا رکھتے تھے اور حصری کے مرید تھے اور صاحب سروانی اور ابو عمر قزوینی اور ابوالحسن بن سالبہ کے اقران سے تھے اور ساٹھ برس عزلت صادق کے حکم سے پہاڑوں میں بھاگ چلتے تھے اور اپنا نام خلق میں گم کیا تھا اور اکثر لوکام کو ہ لگام میں رہتے تھے اور عمر اچھی پائی اُن کی کرامتیں اور بڑا نیں بہت نفیس لیکن لباس اور رسوم متصوفہ کی نہیں رکھتے تھے۔ اور رسم والوں کے سخت مخالف تھے اور میں نے ہرگز اُن سے زیادہ مہیب کوئی آدمی نہ دیکھا تھا اور اُن سے منقول ہے کہ کہا اَلدُّنیَا یَوْمٌ وَّلَنَا فِیْھَا صَوْمٌ یعنے دنیا ایک روز ہے اور ہم تحقیق کر اُس میں روزہ دار ہیں اور اُس سے کچھ حصہ نہیں لیتے ہیں اور اُس کی قید میں ہم نہیں آتے ہیں اس سبب سے کہ اُس کی آفت ہم نے دیکھی ہے اور اُس کے حجابوں پر واقف ہوئے ہیں اور اُس سے روگردانی کر کے ایک وقت اُن کے ہاتھ پر اُن کی طہارت کے واسطے پانی گراتا تھا میرے دل میں آیا کہ جو کام تقدیر و قسمت سے ہیں کس واسطے آزاد لوگ اپنے آپ کو پیروں کا بندہ بنا دیں خاص کر ایک کرامت کی امید کے واسطے کہا اے پسر میں نے جانا وہ جو تو نے

اندیشہ کیا ہے جان لے جب اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ سپاہی بچہ کو بادشاہت دے تو
اُس کو توبہ کی توفیق دیتا ہے اور کسی دوست کی خدمت میں مشغول کرتا ہے اور وہ خدمت
خاص کر اُس کی کرامت کا سبب ہوتی ہے اور مثل اس کے بہت سے لطیفے ہر
روز مجھ پر ظاہر ہوتی اور اُس روز کہ اُس کو کہ جس روز آپ کی وفات ہوئی آپ بیت
الجن میں تھے جو کہ ایک موضع گھاٹی کے اوپر ہے اور بامیاں ردو اور دمشق کے
درمیان ہے اُس وقت اُن کا سر میری گود میں تھا اور مجھ کو دلیں تکلیف ہوتی تھی۔ اُس
وقت میں نے ایک دوست سے کہا جیسی کہ عادت آدمیوں کی ہوتی ہے
تو آپ نے مجھ سے کہا کہ اے پسر اعتقاد کا مسئلہ تجھ سے کہتا ہوں۔ اگر
آپ کو اُس سے درست کرے تو تمام رنجوں سے رہائی پا دے نوجان کہ سب
جگہوں اور سب وقتوں میں خدائے تعالےٰ نیک و بد کو پیدا کرتا ہے۔ چاہیے کہ
اُس کے کام پر خصومت نہ کرے تو اور کوئی رنج دل میں اختیار نہ کرے تو اور
سوائے اس کے وصیت دراز نہ کی اور راہ حق میں جان دی ہ واللہ اعلم
بالصواب۔

بعض اُن میں سے اُستاد امام اور زینت اسلام ابو القاسم عبد الکریم بن
ہوازن القشیریؒ ہیں اپنے زمانہ میں بدیع تھے اور مرتبہ اُن کا بلند اور منزل
اُس کی بزرگ اور اُن کا فضل و زمانہ تمام زمانہ کے لوگوں کو معلوم ہے اور ہر فن میں
اُن کے لطیفے بہت ہیں اور تصنیفات نفیس سب تحقیق کے ساتھ اور خداوند تعالیٰ
لے اُن کے حال و زبان کو زیادتیوں سے محفوظ کیا تھا۔ اور میں نے اُن سے سنا
ہے کہ کہا مَثَلُ الصُّوفِیِّ کَعِلَّۃِ البِرسَامِ اَوَّلُہٗ ھِذیَانٌ وَاٰخِرُہٗ سُکُوتٌ فَاِذَا تَمَکَّنَ خَرَسَ
مانند کیا صوفی کو برسام کی بیماری کے ساتھ کہ ابتدا اُس کی ہذیان ہے اور انتہا
اُس کی سکوت اُس میں پس صفوت کی دو طرف ہیں ایک وجد اور دوسری نمود

اور نمود خاص کر مبتدیوں کو ہووے اور نمود میں عبارت نمود ہذیان سے ہووے اور
وجد منتہیوں کو ہو اور وجد میں عبارت وجد محال ہوس جب تک طالب ہیں علو ہمت کے
ساتھ اور ناطق ہیں ہمت میں اور نطق بھی اہل ہمت کو ہذیان معلوم ہوتا ہے اُن کے پاس
عبارت اور اشارت نہ رہی اور اُن کی مثال یہ ہے کہ جب موسےٰ صلوات اللہ
علیہ مبتدی تھے تمام ہمت اُن کی رُویت تھی تو ہمت سے عبارت کی اور
کہا رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ یہ عبارت نہ پانے مقصود سے ہذیان کی تھی اور ہمارے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم منتہی تھے اور متمکن اور جب وجود اُن کا مقام ہمت پر پہنچا۔
اور ہمت اُن کی فانی ہوئی تو کہا لَآ اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ اور یہ منزل بلند اور مقام
عالی ہے واللہ اعلم۔

اور بعض اُن میں سے شیخ اور امام اوحد اور اپنے طریق میں مفرد ابو العباس احمد
بن محمد الاشقانی تھیں جو فنون علم اصول و فروع میں امام تھے اور سب معانی میں بلند تھے
اور بہت مشائخوں کو دیکھا تھا اور کبرا اور اجلا اہلِ تصوف سے تھے اپنی راہ کو فنا سے
عبارت کرتے تھے مشکل عبارت کے ساتھ وُہ اس عبارت کے ساتھ مخصوص تھے اور
میں نے جاہلوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ انہوں نے اُن کی اس عبارت کے ساتھ
تقلید کی تھی اور اُن کے طریقے اختیار کئے تھے اور اُن کی پراگندہ عبارتیں لئے ہوئے
تھے اور وہ تقلید معنے کی رو سے بری تھے مجھ سے کہا دیکھ کیسی عبارت ہے چونکہ
اُن کے ساتھ ایک نوع قسم سے اُنس تھا اور وہ میرے ساتھ نہایت شفقت فرماتے
تھے اور بعض علوم میں وہ میرے استاد تھے اور جب تک میں اُن کے پاس رہا
کسی آدمی کو نہ دیکھا میں نے کہ شریعت کی اُن کے نزدیک تعظیم زیادہ ہو جس طرح کہ
اُن کے نزدیک زیادہ تھی اور تمام موجودات سے ترک تعلق تھا اور سوائے امام محقق
کے اُن سے کسی کو فائدہ نہ ہوتا تھا اور عبارت اُن کی علم اصول میں بہت دقیق ہوتی

تھی اور ہمیشہ طبیعت اُن کی دنیا و عقبے سے نفرت کرنے والی رہتی تھی اور ہمیشہ شور
کرتے کہ اَشْتَہِی عَدَمًا لَا وُجُوْدَ لَہٗ یعنی میں اُس عدم کو چاہتا ہوں جس کا وجود نہ ہو اور
فارسی میں کہتے ہر آدمی را بایست محال باشد و مرا نیز بایستنی محال است کہ بیقین
دانم کہ آں نباشد اور وہ یہ ہے کہ مجھ کو چاہیئے کہ خداوند تعالےٰ مجھ کو اُس عدم کی طرف
لے جاوے کہ ہر گز اُس امر کو وجود نہ ہووے کیونکہ جو کچھ مقامات اور کرامات سے
ہے سب محل حجاب و بلا ہیں یعنی آدمی عاشق اپنے حجاب کا ہوا اور نیستی آرزوئے
دیدار میں بہتر آرام حجابات سے ہے جو حق جل جلالہ کی ہستی ہے کہ عدم اُس پر جائز نہو
کیا نقصان اُس کے ملک کا اگر میں نے نیست جاؤں کہ ہر گز خاصکر اُس نیست کی ہستی نہو
اور یہ اصل قوی ہے یعنی صحت فنا میں واللہ اعلم بالصواب ۔
اور بعض اُن میں سے قطب زمانہ اور اپنے زمانہ میں یگانہ حضرت ابوالقاسم بن علی بن
عبداللہ الکر گانی ہیں ان کی ابتدا بہت اچھی اور قوی ہوئی ہے اور اُس وقت میں
سب کے دل کا مُنہ اُن کی درگاہ کی طرف تھا اور سب طالبوں کا اعتقاد اُن پر تھا ۔
اور کشف واقعات مریدین میں آپ ایک آیت تھے ۔۔۔ ظاہر اور فنون علم سے آراستہ اور
اُن کا مرید ہر ایک عالم کی زینت تھے اور ان کے بعد ان کا ایک جانشین اچھا
رہے گا انشاء اللہ تعالےٰ جو مقتدا قوم کا ہو اور وہ لسان الوقت ہیں ابو علی
الفضل بن محمد الفارمدی ابقاہ اللہ کہ اپنا حصہ اُس بزرگ کے حق میں ۔ چھوڑا تھا
اور کل سے اعراض کیا تھا پس ایزد تعالےٰ نے خاص کر اُس کو اُس زبان حال کی برکت
سے وہ پیشوا کیا ہے کہ ایک روز میں شیخ کے روبرو بیٹھا ہوا تھا اور احوال اور نمود اپنی
کو شمار کرتا تھا میں اور وہ اپنی کرامت سے وہ مجھ سے سنتا تھا اور مجھ کو لڑکپن کا غرور
اور جوانی کی دانش اُس گفتار پر حریص کرتے تھے اور دل میں آتا تھا کہ اس
پیر کو ابتدا میں اس کو میسر نہیں ہوا ہے کہ اس قدر عاجزی کرتا ہے میرے حق میں

اور عاجزی کرتا ہے میرے باطن میں پس میرا شیخ میرے اس راز کو سمجھ گیا۔ اور کہا
کہ جان من یہ عجز نہ تیرے واسطے ہی اور نہ تیرے حال کی خاطر کے واسطے ہی بلکہ حال کا
بدلنے والا محال کے محل پر آتا ہے اور یہ عجز و نیاز محول احوال کے آگے کرتا ہوں اور یہ عام
ہے سب طالبوں کو اور نہ کہ خاص تجھ کو پس جب میں نے یہ سنا تو میں بیتاب ہو گیا
تو اس وقت میرے شیخ نے کہا کہ اے بیٹا آدمی کو اس طریقت کے ساتھ نسبت زیادہ
اس سے نہیں ہوتی کہ جب اس کو طریقت کے ساتھ متعلق کریں اور توجہ کا خیال اس سے
پھیر دے اور جب اس کو اس سے جدا کریں تو اس کا خیال عبارت پر پہونچے پس
نفی اور اثبات اور گم ہونا اور موجود ہونا دونوں عالم خیال سے ہوں۔ اور ہرگز آدمی
پندار کی قید سے نہ چھوٹے پس اس کو چاہیئے کہ درگاہ بندگی کی اختیار کرے۔ اور
تمام نسبتوں کو آپ سے دفع کرے سوائے نسبت بندگی اور فرمانبرداری کے اور اس
کے بعد مجھ کو بہت سے اسرار تعلیم فرمائے اگر ان کے ظاہر کرنے میں مشغول ہوں
تو اصلی مقصد سے باز ہوں واللہ اعلم +

اور بعض ان میں سے رئیس اولیاء اور ناصح اہل صفا ابو احمد المظفر بن احمد بن حمدان رح
ہیں جب خداوند عالم نے تصوف کا دروازہ ان پر کھولا اور تاج کرامت اس کے سر
پر رکھا تو مقام فنا اور بقا میں ان کا بیان اچھا اور عبارت اعلیٰ ہوتی تھی اور شیخ
المشائخ ابو سعید نے کہا کہ مجھ کو درگاہ میں بندگی کی راہ سے لائے اور خواجہ مظفر کو
خداوندی کی راہ سے لائے یعنی ہم نے مجاہدہ سے مشاہدہ پایا اور مشاہدے سے وہ
مجاہدہ میں آیا ہیں نے اس سے سنا کہ کہا وہ جو بزرگوں کو قطع جنگلوں اور بیابانوں
سے ظاہر ہوا ہے ہیں نے تکیہ اور مسند کے اوپر پایا ہے اور وہ لوگ جو رعونت والے
ہیں اس قول کو اس پیر سے دعویٰ کیساتھ اٹھاویں گے اور وہ ان کے نقصان سے
ہوگا اور کوئی حال عبارت اپنے صدق حال سے دعوے نہ ہو خاص کر کہ جو اہل معنے

سے ہوا اور آج اُن کا ایک بیٹا نیک رہا ہے اور بزرگوار ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ایک روز میں اُن کے پاس تھا اور ایک شخص نیشاپور کے مدعیوں سے اُن کے پاس رہتا تھا اور کہتا تھا کہ جو اپنی عبارت میں فانی ہو وہ اُس وقت باقی ہو تو خواجہ مظفر نے کہا کہ فنا پر بقا کس طرح حاصل ہو کیونکہ فنا عبارت نیستی سے ہے اور بقا اشارہ ہستی سے ہے اور ہر ایک ان میں نفی کرنے والا اپنے صاحب کی ہے پس فنا معلوم ہے لیکن جو یہ نیست ہو تو ہست ہو پس وہ عین نہ ہوگا بلکہ وہ آپ ایک چیز دوسری ہو اور روا نہ ہو کہ ذاتیں فانی ہوں لیکن صفت کا فنا ہونا جائز ہوتا ہے اور سبب کا فنا ہونا ہو بھی تو جب سبب اور صفت فانی ہو جائے تو موصوف اور سبب رہ جائیگا اور فنا اُس کی ذات پر درست نہ ہوگی اور میں جو علی بن عثمان الجلابی ہوں کہتا ہوں۔ کہ مجھے عبارت اُس خواجہ کی بعینہ یاد نہیں لیکن معنے یہی تھے کہ جو بیان کئے گئے اور خاصکر مراد عبارت کی زیادہ ظاہر کروں تاکہ عام لوگ واقف ہو جائیں پس مراد اس سے یہ ہے کہ بندہ کے اختیار میں اُس کی صفت ہوتی ہے پس اختیار حق سے اپنی اختیار میں مثل پردہ نشینوں کے ہے پس صفت بندہ کی اُس کا حجاب ہوئی بینے حق سے اور لامحالہ اختیار حق کا ازلی ہوا اور اُس بندہ سے محدث اور جو اختیار حق کا بندہ کے حق میں بقا ہوا تو لامحالہ اختیار اُس کا فانی ہوا اور تصرف اُس کا منقطع ہوا واللہ اعلم اور ایک روز میں گرما میں اُن کے پاس آیا تو آپ نے بہت سے کہا یا ابا الحسن اس وقت کی خواہش بیان کر کہ کیا چاہتا ہے تو میں نے عرض کیا۔ کہ اس وقت مجھ کو سماع سننے کی خواہش ہے اُسی وقت آپ نے ایک آدمی کو قوال کے بلانے کو روانہ کیا اور ایک جماعت راگ سننے والوں کی اور نیز دیکھنے والوں کی بھی اُس وقت موجود تھے میں جوش جوانی اور نو محبت کی وجہ سے پہلے کلمات کو بھی سُنکر بیقرار ہو گیا جب مجھ کو تھوڑا زمانہ گذرا اور وہ جوش کم ہوا تو آپ نے سننے سے پوچھا کہ

اس سماع کو تو نے کیسا پایا میں نے کہا ایہا الشیخ میں بہت خوش تھا تو آپ نے فرمایا
کہ ایک وقت ایسا آویگا کہ بڑی آواز کوا کی دونوں خاصکر تجھ کو یکساں ہوں گی کیونکہ
قوت سماع کی اُس وقت تک ہوگی کہ مشاہدہ نہو گا جب مشاہدہ حاصل ہوگا تو ولایت
سمع کی ناچیز ہو جائے گی اور ذکر کی جبتک تو عادت نہ کریگا تب تک تیری طبیعت
قائم نہ ہوگی اور اُس کے ساتھ نہ رہے گی - واللہ اعلم بالصواب

الباب الثالث عشر

یعنی باب ذکر میں صوفیا متاخرین اہل بلدان کے بطور اختصار کے

پس اے طالب صادق اب میں اُن لوگوں کا ذکر کروں گا کہ جو میرے عہد میں ہوئے
ہیں اگر میں ذکر اور شرح سب کے حال کی اس جگہ کروں تو یہ کتاب دراز ہو جائے
گی اور اگر بعض کو چھوڑ دوں تو مقصود کتاب رہ جاوے لہذا اب نام اُن لوگوں کے
جو میرے زمانہ میں ہوئے ہیں اور موجود ہیں اور جو افراد قوم سے ہیں - اور
ان کے مشائخ اور ارباب معانی سے ہیں نہ رسوم سے ہیں اس کتاب میں لاتا
ہوں تاکہ میں اپنی مراد حاصل ہونے سے زیادہ قریب ہوں انشاء اللہ تعالے
یعنے وہ لوگ جو کہ عراق و شام میں ہوئے ہیں منجملہ اُن کے ایک شیخ محمد زکی بن
العلا بزرگان مشائخ سے تھے اور زمانہ کے پیشواؤں سے اُس کو میں نے مثل شعلہ
کے شعلہ ہائے محبت سے آیات اور براہین ظاہر کے ساتھ پایا اور شیخ بزرگ وار
ابو جعفر محمد بن المصباح الصیدلانی رؤسا متصوفین سے تھے تحقیق میں آپ کی زبان
اچھی تھی اور حسین بن منصور سے اُن کو بہت محبت تھی اور بعضے اُن کی تصانیف سے
اُن کے روبرو میں نے پڑھی ہے اور ابوالقاسم سدسی ایک پیر با مجاہدت

اور نیک حال تھے اور فقیروں کے معتقد اچھے اعتقاد کے ساتھ تھے لیکن پارس
والوں سے شیخ الشیوخ ابوالحسن ابن سالبہ افصح اللسان تھے اور تصوف اور توحید
میں اوضح البیان تھے اور آپ کے کلمات مشہور ہیں اور شیخ مرشد ابو اسحٰق بن شہریار
یار محتشمان قوم سے تھے اور سیاست پوری رکھتے تھے اور شیخ طریقت ابوالحسن
علی بن بکران بزرگان متصوفہ سے تھے اور شیخ ابو مسلم ایک مرد عزیز وقت تھے اور
نیک زمانہ کے اور شیخ ابو الفتح سالبہ خاصکر باپ کے ایک بیٹے نیک اور ولی عہد
ہیں اور شیخ ابو طالب ایک مرد گرفتار کلمات حق کے تھے اور ان سب میں سے
میں نے شیخ الشیوخ شیخ ابو اسحٰق کو نہیں دیکھا ہے اور قہستان اور آذر
بایجان اور طبرستان والوں سے شیخ شفیق فرح معروف باخی رنجانی ایک
مرد نیک سیرت اور ستودہ طریقت تھے اور شیخ اس زمانہ میں بزرگان اس گروہ
سے ہیں اور اُن سے خیرات بہت ہے اور یہ بادشاہ تائب . ایک مرد راہ
حق میں عیار تھے اور شیخ ابو عبداللہ جنیدی ایک پیر رفیق و محترم تھے اور شیخ
ابو طاہر مکشوف اُس وقت کے اجلہ سے تھے اور خواجہ حسن سمنانی ایک مرد
گرفتار ہے اور امید وار اور شیخ سہلگی دانایان متصوفہ سے تھے اور احمد پسر
شیخ خرقانی خاصکر اپنے باپ کے نیک خلف تھے اور ادیب اکندی ایک نیک سادات زمانہ سے تھے
اور کرمان والوں سے خواجہ علی بن الحسین السیرکانی سیاح وقت کے تھے
اور اچھے سفر رکھتے تھے اور اُن کا لڑکا ایک مرد حکیم عزیز ہے اور شیخ محمد بن سلمہ بزرگان
وقت سے ہوئے ہیں اور ان سے آگے اور اولیاء خدائے عزوجل سے
مکتومان ہوئے ہیں اور جوان ولڑکے امید وار ہیں اور خراسان والوں
سے جو اقبال حق کا سایہ اُس جگہ ہے شیخ مجتہد ابوالعباس دامغانی تھے
جو زندگانی خوب رکھتے تھے اور آپ کا وقت اچھا تھا اور خواجہ ابو جعفر محمد

بن علی الجودینی تھے جو بزرگوں اور محققوں اس گروہ سے ہیں اور خواجہ ابوجعفر ترشیزی عزیزان وقت سے تھے اور خواجہ محمود نیشاپوری مقتدار وقت تھے جو نیک زبان رکھتے تھے اور شیخ محمد معشوق اچھی زندگانی رکھتے تھے اور وقت کو خوب گذارتے اور جمرۃ الحبیب تھے اور ایک پیر نیک باطن اور خرم تھے اور خواجہ رشید مظفر پسر شیخ ابوسعید کے امید وار ہیں کہ مقتدار قوم اور قبلہ دلوں کے ہوں اور خواجہ شیخ احمد حمادی سرخسی مبارز وقت تھے اور ایک مدت میرے رفیق رہے، اور اُن کے کام سے ہم نے عجائب بہت دیکھی ہیں اور جوانمردان متصوفہ سے تھے۔ اور شیخ احمد بخار سمرقندی جو مقیم مرو اور سلطان زمانہ تھے اور شیخ ابوالحسن علی بن ابی علی الاسود خاصکر اپنے باپ کے ایک اچھے خلف تھے اور علو ہمت اور صدق فراست میں اپنے زمانہ کے یکتا تھے اور خراسان والوں سے سب کو شمار کرنا تو مجھے دشوار ہے لیکن میں نے تین سو آدمی تنہا خراسان میں دیکھے ہیں جن میں ہر ایک ایک مشرب رکھتا تھا کہ ان میں سے ایک تمام دنیا کے واسطے کافی ہو اور یہ سب اس سبب سے ہے کہ طریقت کی محبت و اقبال کا آفتاب خراسان کی قسمت میں ہے اور ماوراءالنہر کے رہنے والوں سے خواجہ مقبول خاص و عام ابوجعفر محمد بن الحسین الجرمی ایک مرد سننے والا اور گرفتار ہے اور ہمت عالی رکھتا ہے اور زمانہ صافی اور درگاہ حق کے طالبوں پر پوری شفقت کرتا ہے۔ اور خواجہ فقیہ اپنے اصحاب میں وجیہ ابو محمد بالغری اچھا زمانہ رکھتے تھے اور معاملات قوی اور احمد ایلاقی شیخ وقت تھے اور زمانہ کے بزرگ اور رسوم و عادتوں کے تارک اور خواجہ عارف وقت کے یکتا اور زمانہ کے نادر اور علی بن ابی اسحاق خواجہ روزگار تھے اور ایک مرد محتشم اور زبان اچھی رکھتے تھے اور یہ نام اُنکے میں نے بیان کئے ہیں جن کو میں نے دیکھا ہے اور مقام ہر ایک کا معلوم

کیا ہے اور یہ سب لوگ اہلِ تحقیق سے تھے لیکن غزنین والے شیخ عارف اپنے
زمانہ میں منصف ابو الفضل بن الاسدی ایک پیر بزرگی کے لائق تھے اور اُن کی دلیلیں
ظاہر ہیں اور کرامتیں باہر اور آتش محبت سے مانند شعلہ کے تھا۔ اور شیخ تعلقات
سے علیحدہ اسمٰعیل الشاشی ایک پیر محتشم تھے اور ملامت کے طریق پر جاتے تھے
اور شیخ سالار طبری علمار منصوفہ سے تھے اور زمانہ اچھا رکھتے تھے۔ اور شیخ عبار
اور معدنِ اسرار ابو عبد اللہ محمد بن الحکیم المعروف بہ مرید مستان حضرت حق
سے تھے اور زمانہ میں اپنے فن میں ثانی نہ رکھتے تھے اور زمانہ اُن کا خلق پر
پوشیدہ تھا اور اُن کی دلیلیں ظاہر ہیں اور آیتیں ظاہر ہیں اور صحبت کیواسطے
اُن کا زمانہ بہت اچھا تھا اور پہلے درویشوں سے سعید بن ابی سعید العیار پیغمبر
علیہ السلام کی حدیث کے حافظ تھے اور ایک عمر اچھی پائی تھی اور بہت
مشائخوں کو دیکھا تھا اور قوی الحال اور باخبر تھے لیکن پوشیدہ چلتے اور اپنے
معنے کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے۔ اور خواجہ بزرگ وار اور قاعدہ حرمت وقار ابو العلا
عبد الرحیم بن احمد السعدی عزیز قوم ہے اور سید وقت اور مہذب زمانہ اور حال اچھا
اور فنون علم سے خبردار ہے اور شیخ یگانہ شورہ بن محمد الجوزی اہلِ طریقت کے
ساتھ شفقت پوری رکھتے ہیں اور ہر ایک کی اُن کے نزدیک بزرگی ہے اور مشائخ
کو دیکھا اور بحکم اعتقاد عالم لوگ اور اُس شہر کے علما خوب امید رکھتے ہیں کہ ان کے
بعد آدمی اچھے ظاہر ہوں گے کہ اُن سے ہم کو اعتقاد ہو گا اور یہ گروہ پراگندہ
کہ اس شہر میں موجود ہے اور اس راستہ کی صورت کو خراب کیا ہے اس شہر سے
پاک ہوں اور وہ بھی قدم گاہ اولیا اور بزرگوں کی ہے اب ہم ان کے فرقوں کے
فرق کو اور مذہب کو ظاہر کرتے ہیں تاکہ سب لوگ ان سے واقف ہو جائیں۔
واللہ اعلم بالصواب۔

الباب الرابع عشر

یعنی باب اُن فرقوں کے فرق میں جو مذاہب میں ہیں

اس سے پہلے ابوالحسن نوریؒ کے ذکر میں میں نے کہا تھا کہ یہ بارہ گروہ ہیں، اُن میں سے دو گروہ مردود ہیں اور دس مقبول ہیں اور ہر ایک قسم کو ان دس گروہ سے ایک معاملہ اور ایک طریقہ اچھا مجاہدات میں ہے اور آداب لطیف مشاہدات میں ہے ہر چند کہ معاملات اور مجاہدات اور ان کی ریاضتین مختلف ہیں لیکن شریعت کے اصول و فروع اور توحید میں موافق ہیں اور ابویزید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اِخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ رَحْمَةٌ اِلَّا فِیْ تَجْرِیْدِ التَّوْحِیْدِ اور اس کلمہ کے موافق ایک حدیث بھی مشہور ہے اور حقیقت تصوف کی مشائخوں کے اخبار میں موجود ہے جو از روے حقیقت اور مفہوم کے از روئے مجاز اور رسوم کے ہے پس میں بطور اختصار کے ان کی باتوں کو اس بیان میں تقسیم کرتا ہوں اور اصل مذہب میں ہر ایک کے واسطے ایک بساط بچھاتا ہوں تاکہ طالب کو اس کا علم حاصل ہو اور علماء کو سلاح ہو اور مریدوں کو اصلاح اور محبوں کو فلاح اور عقلا اور خداوندان مروت کو تنبیہ اور مجھ کو دو جہان کا اللہ کی طرف سے ثواب حاصل ہو۔ [illegible] محاسبیان کی اقتدا ابی عبداللہ حارث بن اسد المحاسبیؒ کے ساتھ [illegible] اور اس [illegible] کا اتفاق ہے کہ وہ مقبول النفس اور مقتول النفس تھے اور [illegible] اصول اور فروع اور حقائق کے عالم تھے۔ اور اُن کا کلام تجرید توحید [illegible] اور صحت معاملت ظاہری اور باطنی میں یکتا تھے اور ایک اعتراض [illegible] مذہب پر یہ ہے کہ رضا کو جملہ مقامات سے نہیں [illegible] کہتے ہیں وہ جملہ احوال سے [illegible] کی ابتدا [illegible] اور اس وقت

اہل خراسان نے یہ قول اُن کا اختیار کیا اور عراقیوں نے لیا کہ رضا جملہ مقامات سے
ہے اور یہ نہایت توکل ہی اور ان دونوں قوموں میں آجتک اختلاف پڑا ہوا ہے
اور اب میں اس قول کو بیان کرتا ہوں انشاء اللہ تعالےٰ اَلْکَلَامُ فِیْ حَقِیْقَۃِ الرِّضَآءِ
یعنے یہ کلام رضا کی حقیقت میں ہے اور اس مذہب کا بیان یوں ہی کہ پہلے رضا کی
حقیقت کو ہم ثابت کریں گے اور اُس کے اقسام بیان کریں گے اور اُس کے بعد
حقیقت حال و مقام اور اُن میں فرق بیان کریں گے انشاء اللہ عزوجل لیکن جاننا چاہیے
کہ کتاب اور سنت رضا کے ساتھ ناطق ہے اور امت اُس پر جمع ہے جیسا کہ خدائے
عزوجل نے فرمایا ہے وَرَضُوْا عَنْہُ اور نیز کہا لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ
اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ یعنے تحقیق راضی ہوا اللہ مومنوں سے جس وقت تیری بیعت کرتے
تھے نیچے درخت کے اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ
مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا یعنے چکھا مزا ایمان کا اُس شخص نے کہ جس جو. راضی ہوا اللہ کے رب ہونے پر پس
رضا دو قسم پر ہے یعنے ایک رضا خداوند تعالےٰ کی بندہ پر رضا ہے اور دوسرے
بندہ کی خداوند تعالیٰ سے رضا ہے لیکن حقیقت رضا خداوند تعالےٰ کی ارادت ثواب
اور نعمت اور بزرگی بندہ کی ہے اور حقیقت رضائے بندہ کی قائم ہونا اُس کے فرمان
پر اور گردن رکھنا خاص کر اُس کے حکم پر ہے پس خداوند تعالیٰ کی رضا بندہ کی
رضا پر مقدم ہے کیونکہ جبتک اُس کی توفیق نہ ہووے گی بندہ خاص کر اُس کی حکم پر
گردن نہ رکھے گا اور اُس کے حکم پر اقامت نہ کریگا اس سبب سے کہ رضا بندہ کی خداوند کی
رضا کے ساتھ ہم قرین ہے اور اُس کے ساتھ بندگی کا قیام ہے اور حاصل یہ کہ رضا
بندہ کی استواری دل کی ہے قضا کے دو طرف پر یا منع ہے یا عطا ہے اور
استقامت اُس کے سر کی نظارہ احوال پر ہے یعنی یا جمال ہی اور یا جلال ہی پس
جیسا کہ اگر منع کے ساتھ واقف ہو یا عطا کے ساتھ ہو تو سابق ہو اُس کی رضا کے

نزدیک وہ متساوی ہے اور اگر حق کی ہیبت جلال کی آگ میں جلے یا اُسکے لطف وجمال کے نور سے روشن ہو اور جلنا اور روشن ہونا اُس کے دل کے نزدیک یکساں ہو اس واسطے کہ اُس کا شاہد حق ہے اور وہ جو اُس سے ہو وہ سب اچھا ہی اچھا ہے کسی نے ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین حسین بن علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت بوذر غفاریؓ کا قول پوچھا کہ کہا اَلْفَقْرُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الْغِنَاءِ وَالسَّقَمُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الصِّحَّۃِ فَقَالَ رَحِمَ اللّٰہُ اَبَا ذَرٍّ اَمَّا اَنَا فَاَقُوْلُ مَنْ اَشْرَفَ عَلٰی حُسْنِ اِخْتِیَارِ اللّٰہِ لَمْ یَتَمَنَّ غَیْرَ مَا اخْتَارَ اللّٰہُ لَہٗ یعنی فقیری میرے نزدیک زیادہ دوست ہے امیری سے اور بیماری زیادہ دوست ہے تندرستی سے پس امام حسینؓ نے کہا رحمت خدا کی ابوذر پر ہووے لیکن میں کہتا ہوں کہ جس کسیکو اور حسنؓ اختیار حق کے اطلاع ہو تو کوئی تمنا نہ کرے سوائے اس کے کہ خدائے تعالیٰ نے اختیار کیا ہو یعنی جب بندہ نے اختیار حق کو دیکھا اور اپنے اختیار سے اعراض کیا تو تمام غموں سے چھوٹ گیا اور یہ بات غیبت میں درست نہیں ہے کیونکہ اس کو حضوری چاہیئے اس واسطے کہ رضا و تسلیم مرد کو غم و درد سے رہائی دیتی ہے اور غفلت کے پنجہ سے چھوڑا دیتی ہے اور غیر کا اندیشہ اُس کے دل سے دور کر دیتی ہے اور تمام غم والم سے رہائی دیتی ہے پس دنیا کی آزادگی رضا کی صفت ہی لیکن معاملات میں رضا کی حقیقت بندہ کو کفایت کرتی ہے اس وجہ سے کہ دنیا کی قبولیت اور اُس کا رد خداوند عالم کے علم سے ہی یعنی جانے کہ منع اور عطا علم خداوند عزوجل سے ہے اور اعتقاد کرے کہ خداوند تعالیٰ تمام احوال میں اُس کا بینا ہے اور اس معنے والے چار قسم پر منقسم ہیں ایک گروہ وہ ہے کہ نعمتوں پر راضی ہیں وہ دنیا ہے اور ایک گروہ وہ ہے کہ جو بلا پر راضی ہے اُس کو سیخ طرح طرح کے ہیں اور ایک گروہ ہے کہ اصطفا اور برگزیدگی پر راضی ہیں اور وہ محبت ہے پس اُس نے کہ معطی سے عطا کیطرف دیکھا اُس کو جان کے ساتھ قبول کیا تو کلفت

اور مشقت اُس کے دل سے دور ہوئی اور جو عطیہ سے عطا کنندہ کی طرف نگاہ کرتا ہی
تو وہ عطا میں ہی رہجاتا ہے اور رضا کے راستہ پر مشکل سے چلتا ہے اور تکلف سبب رنج اور مشقت
ہوتا ہے اور معرفت اُس وقت حقیقت ہوتی ہے یعنے بندہ معرفت حق میں مکاشف
ہو اور جب معرفت اُس کے لئے قید اور حجاب ہو تو وہ معرفت مکروہ ہی اور وہ نعمت
کم بختی ہے اور وہ عطا پردہ ہے یعنی جو شخص دنیا کے لئے اُس سے راضی ہو وہ ہلاکت
اور زیاں کاری میں ہے اور اُس کی وہ رضا دوزخ کا باعث ہوتی ہے اسواسطے
کہ دنیا استقدر قدر نہیں رکھتی کہ جو کوئی اُس کی دوستی کا دم بھر سکے اور کوئی غم اُسکے
دلپر نہ گذرے اور نعمت وہ نعمت ہوتی ہے کہ جو منعم کی طرف رہنما ہو اور جب
منعم سے حجاب ہو تو وہ نعمت بلا ہو پس جو شخص بلا میں اُس سے راضی ہو وہ ایسا
ہے کہ بلا میں بلا ڈالنے والے کو دیکھے اور اُس کے دیکھنے سے بلا اور اُسکی مشقت
کی برداشت کرے اُس وقت اُس کا رنج دوست کے مشاہدہ کے باعث آزردہ
نہیں ہوتا ہے اور جو لوگ کہ برگزیدہ ہونے کے باعث اُس سے راضی ہوں وہ
اُس کے محب ہیں کہ دنیا اور غضب میں اُن کی ہستی عاریتاً ہوتی ہے اور اُن کے دلوں
کی منزلیں جناب پاک کے سوا نہیں ہوتیں اور اُن کے اسرار کا خیمہ روضۂ انس
کے سوا نہیں ہوتا یعنی وہ حاضر ہوتے ہیں اور غائب صورت ہیں اور جسمانی وحشی
عرش نشین روحانی ہیں اور موحدان ربانی مخلوق سے دل اُٹھائے ہوئے ہوتے
ہیں اور احوال و مقامات کی قید سے نکلے ہوئے ہیں اور خاصکر حق کی دوستی
میں کمر باندھے ہوئے ہیں اور دوست کی مہربانی کے منتظر بیٹھے ہوئے ہیں پس رضا
بغیر خسران کے ہے اس واسطے کہ رضا ساتھ اُس کے ملک صریح ہے اور ہدایت
عاقبت کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ لَمْ يَرْضَ بِاللّٰهِ بِقَضَائِهِ شَغَلَ
قَلْبَهُ وَتَعِبَ بَدَنُهُ یعنی وہ کہ نہ راضی ہوا اُس کے حکم پر دل اُس کا مشغول ہوا اسباب

ہیں اور تن اُس کا رنجیدہ ہو اُس کی طلب میں واللہ اعلم بالصواب۔

فصل دوسری

آثار میں ہے کہ موسیٰ صلوات اللہ علیہ نے کہا اَللّٰھُمَّ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُ رَضِیْتَ عَنِّیْ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّکَ لَا تُطِیْقُ ذٰلِکَ یَا مُوْسٰی فَخَرَّ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ سَاجِدًا مُتَضَرِّعًا فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ یَا ابْنَ عِمْرَانَ اِنَّ رِضَائِیْ فِیْ رِضَاءِکَ بِقَضَائِیْ یعنی بار خدایا مجھ کو وہ کہلا یعنی کام کی طرف کہ جو میں اُس کو کروں تاکہ تو راضی ہووے مجھ سے پس خداوند تعالےٰ نے فرمایا کہ اے موسٰے تو وہ نہیں کرسکتا ہے پس موسٰے علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ اور تضرع کی تو خداوند عزوجل نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ اے پسر عمران رضا اور خوشنودی میری تجھ سے اُس میں ہے کہ تو میرے حکم پر راضی ہو یعنے جب بندہ حق تعالےٰ کے حکموں پر راضی ہو تو علامت اس کی ہووے کہ خداوند تعالےٰ اُس سے راضی ہے اور بشر حافی رضی اللہ عنہ نے حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ زہد زیادہ بزرگ ہے یا رضا تو فضیل نے کہا اَلرِّضَاءُ اَفْضَلُ مِنَ الزُّھْدِ لِاَنَّ الرَّاضِیَ لَا یَتَمَنّٰی فَوْقَ مَنْزِلَتِہٖ یعنی زہد سے رضا زیادہ بزرگ ہے اس واسطے کہ راضی کو تمنّا نہیں ہوتی اوپر کی منزل کی یعنی زہد کی منزل کی اوپر ایک دوسری منزل ہے کہ زاہد کو اُس منزل کے ساتھ تمنا ہوتی ہے اور رضا کے اوپر کوئی منزل نہیں ہے تاکہ راضی کو اُس کے واسطے تمنّا ہووے پس پیشگاہ زیادہ فاضل ہی پایئگاہ سے اور یہ حکایت قول محاسبیؒ کی صحت پر دلیل ہے کہ کہا رضا جملہ احوال سے ہے اور بخشش الٰہی نہ کسبوں اور منزلوں سے اور یہی احتمال ..... ہے کہ راضی کو تمنّا نہیں ہوتی اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَسْئَالُکَ الرِّضَاءَ بَعْدَ الْقَضَاءِ یعنے بار خدایا تجھ سے چاہتا ہوں کہ مجھ کو راضی رکھے بعد اسکی

لہ اس میں ان آخر کا بیان ہے کہ [illegible] نے خدا سے رضا [illegible]

کہ حکم آوے میری طرف یعنی مجھ کو ایسی صفت پر رکھ کہ جب قضا تجھ سے آوے ۔ میرا مقدر یکر
تو مجھکو اُس کے دور سے راضی پاوے اس جگہ درست ہوا کہ رضا قبل ورود قضا کے درست
نہیں ہے اس سبب سے کہ وہ عزم رضا پر ہے اور عزم رضا کا عین رضا نہیں ہے اور
ابو العباس بن عطأ کہتے ہیں۔ اَلرِّضَا نَظْرُ الْقَلْبِ اِلٰی قَدِیْمِ اخْتِیَارِ اللّٰہِ لِلْعَبْدِ یعنی رضا
نظر دل کی ہو طرف اختیار قدیم خدا کے خاصکر بندہ کو یعنے جو کچھ اُس کی طرف سے پہونچے۔ تو
جانے کہ اس کا ارادہ قدیم اور حکم سابق ہے مجھ پر۔ پس مضطرب نہ ہو بلکہ خوش دل
ہو اور حضرت حارث محاسبیؒ صاحب مذہب کہتے ہیں اَلرِّضَا سُکُوْنُ الْقَلْبِ تَحْتَ
مَجَارِیِ الْاَحْکَامِ یعنی رضا سکون قلب ہے نیچے مجاری احکام کے جو کچھ کہ ہوں اور اس
بات میں مذہب اُس کا قوی ہے اس سبب سے کہ سکون اور طمانیت اور سکون دل
کسب بندہ سے نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کی بخششوں سے ہے اور دلیل یہ ہے کہ
رضا احوال سے ہو نہ مقام سے اور کہیں کہ عتبۃ الغلام ایک رات نہ سویا اور صبح تک
کہتا تھا اِنْ تُعَذِّبْنِیْ فَاَنَا لَکَ مُحِبٌّ وَاِنْ تَرْحَمْنِیْ فَاَنَا لَکَ مُحِبٌّ یعنی اگر دوزخ میں مجھ
کو عذاب کرے تو میں نیز دوست ہوں یعنے الم عذاب کا اور لذت نعمت کی بدن پر
ہو اور قلق دوستی کا دل میں ہو اور یہ خاصکر اُس کی مخالفت نہ کرے اور یہ قول
محاسبی کی تاکید ہے کیونکہ رضا محبت کا نتیجہ ہے کہ محب راضی ہووے اُس پر کہ
جو محب کرے اگر عذاب میں رکھے دوستی کے ساتھ تو محجوب نہ ہووے بلکہ خوش
دل ہو اور اگر نعمت میں رکھے تو دوستی سے محجوب نہ ہو اور اپنا اختیار ترک کرے
مقابلہ میں اختیار حق کے اور ابو عثمان حیری کہتے ہیں مُنْذُ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً مَا
اَقَامَنِیَ اللّٰہُ فِیْ حَالٍ فَکَرِھْتُہٗ وَمَا نَقَلَنِیْ اِلٰی غَیْرِہٖ فَسَخِطْتُہٗ یعنی چالیس سال ہوئی
ہیں کہ خاصکر خدائے عزوجل نے جس حال میں کہ رکھا ہے کراہیت کرنے والا نہیں ہوں۔
اور کسی حال سے طرف دوسرے حال کے مجھ کو نقل نہیں کیا ہے کہ میں اُس

حال میں غضبناک ہوا ہوں اور یہ اشارہ دوامِ رضا اور کمال محبت کی طرف ہے۔ اور حکایت میں مشہور ہے کہ ایک فقیر دجلہ میں گرفتار ہوا اور تیرنا نہ جانتا تھا کہ ایک شخص نے کنارہ پر سے کہا کہ کسی کو بُلا کر لاؤں تاکہ تجھ کو باہر نکال کر لاوے تو اس نے کہا کہ نہیں پھر کہا کیا تو ڈوبنا چاہتا ہے کہا نہیں کہا پس تو کیا چاہتا ہے کہا وہ جو خدا چاہے مجھکو اپنی خواہش سے کیا غرض اور رضا میں مشائخوں کے بہت قول ہیں کہ جو عبارات کے اختلاف کے ساتھ ہیں، لیکن فائدے یہ دو اصل ہیں کہ جو بیان کئے اور اختصار کی غرض سے طوالت کو ترک کیا لیکن اس جگہ چاہیئے کہ مقام و احوال میں فرق بیان کروں اور اس کی تعریفیں لکھوں اے تجھکو اور پڑھنے والے کو یہ بات آسان زیادہ ہو جاوے اور اس کی تعریف کو جانیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ اَلْفَرْقُ بَیْنَ الْحَالِ وَالْمُقَامِ یعنی حال و مقام میں فرق جان کہ یہ دو لفظ مستعمل ہیں ان دو گروہ میں اور ان کی عبارتوں میں جاری اور مستعمل ہیں اور علوم اور بیان حقائق ہیں اور خصوصًا طالبوں کو اس کے علم سے چارہ نہیں ہے لیکن یہ باب ان کے اثبات کی جگہ نہیں ہے لیکن علوم بیان کرنے سے اس جگہ میں چارہ نہیں ہے اور اللہ سے توفیق ہے اور عصمت اور عون ہی پس جاننا چاہیئے کہ مقام ضمہ میم کے ساتھ اقامت اور جائے اقامت ہے اور زبر میم کے ساتھ قیام اور جائے قیام ہے یہ تفصیل و معنے لفظ مقام کے سہوًا ہیں جو عربی زبان کے خلاف ہے اور مقام بالضم اقامت اور جائے اقامت بندہ ہے اور مقام فتح میم کے ساتھ قیام ہے اور جائے قیام ہے نہ جائے اقامت بندہ کی راہ حق میں ہے اور حق ادا کرنا اور رعایت کرنا خاصکر اُس کا اُس مقام کو تاکہ اُس کے کمال کا ادراک کرے اس قدر کہ ظاہر ہووے آدمی پر اور یہ بات جائز نہیں کہ اپنے مقام سے درگذرے اور بغیر اُس کے کہ حق اُس کا ادا کرے جیسا کہ شروع مقامات میں توبہ ہے اُس کے بعد انابت اُس کے بعد زہد اُس کے بعد توکل و مثل اس کی جائز نہیں کہ بلے توبہ کے دعوے انابت کا کرے اور بے انابت

کے دعوے زہد کا کرے اور بغیر زہد کے دعوے توکل کا کرے اور خدائے عزوجل نے
ہمکو خبر دی جبرئیلؑ سے کہ انہوں نے کہا وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ اور کوئی ...
نہیں ہے ہم سے مگر اُس کو ایک مقام معلوم ہے اور پھر حال معنی ہو کہ حق کی طرف سے دل میں
پیدا ہو بغیر اس کے کہ آپ سے اُس کو کسب کے ساتھ دفع کر سکے یعنی جب آوے
یا تکلف کے ساتھ کھینچ سکیں اور جب جاوے تو واپس نہیں کیا جاسکتا پس مقام سے
مراد ہے طالب کی راہ اور محل اجتہاد میں اُس کی قدمگاہ اور درجہ اُس کا سے
اس کے اکتساب کے مقدار کے موافق حق جل و علا کی حضرت میں ہے اور حال سے مراد یہ
ہے کہ خداوند تعالےٰ کے فضل و راُس کے لطف سے بندہ کے دل میں بغیر تعلق
اُس کے مجاہدہ کے اور جان اُس سبب سے کہ مقام جملہ اعمال سے ہو اور حال جملہ افضال
سے ہو اور مقام جملہ مکاسب سے ہو اور حال جملہ مواہب سے پس صاحب مقام اپنے
مجاہدہ کے ساتھ قائم ہو اور صاحب حال آپ سے فانی ہو اور قیام اُس کا اُس حال
کے ساتھ ہو کہ حق تعالےٰ نے اُس میں پیدا کیا ہے اور مشائخ رحمہم اس جگہ مختلف ہیں و
ایک گروہ دوام حال کو جائز رکھتا ہے اور ایک گروہ جائز نہیں رکھتا ہے اور حارث
محاسبیؒ دوام حال کو جائز رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ محبت اور شوق اور قبض اور بسط
جملہ احوال ہیں اگر دوام اُس کا جائز نہ ہوتا تو محب محب ہوتا نہ مشتاق مشتاق اور
یہ حال جبتک بندہ کی صفت نہ ہو اُس کا اسم اُس پر واقع نہ ہو اور انہیں سے ہے
کہ وہ رضا کو جملہ احوال سے کہتے تھے اور وہ جو ابو عثمانؒ نے کہا ہے اُس سے اشارہ
اسی کی طرف ہے کہ مُنْذُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً مَا اَقَامَنِیَ اللّٰهُ عَلٰى حَالٍ فَكَرِهْتُهٗ اور دوسرے
گروہ دوام حال اور بقا کو جائز نہیں رکھتا ہے جیسا کہ جنیدؒ نے کہا اَلْاَحْوَالُ كَالْبُرُوْقِ فَاِنْ
بَقِيَتْ فَحَدِيْثُ النَّفْسِ یعنی احوال مثل بجلی کے ہے کہ چمکے اور غائب ہو کیونکہ وہ جو باقی
ہو نہ حال ہو کیونکہ وہ حدیث نفس اور ہوس طبیعت کی ہے اور ایک [illegible]

میں کہا ہے الاحوال کاسمہا یعنی نزول حال اُس کی نام کی مثل ہے یعنی حال ہیں حلول کرکے
دل کے ساتھ متصل ہو اور ثانی میں حال زائل ہو اور جو کچھ باقی ہو صفت ہو اور قیام
صفت کا موصوف کے ساتھ ہو اور چاہیئے کہ موصوف کامل زیادہ اُس کی صفت سے
ہو اور یہ سب محال ہو اور یہ فرق ہیں اس واسطے بیان کرتا ہوں کہ اس طائفہ کی عبارات
اور اس کتاب میں جس جگہ کہ حال مقام دیکھے تو جانے تو کہ مراد اُس سے کیا چیز ہے
بالجملہ جان لے تو کہ رضا نہایت مقامات ہے اور ابتدار احوال ہے۔ اور یہ ایک محل
ہے کہ ایک طرف اُس کے کسب اجتہاد میں ہے اور ایک طرف محبت اور اُس کی غلیان
میں ہے اور اوپر اُس کے مقام نہیں ہے اور مجاہدوں کا انقطاع اُس سے ہے
پس ابتدا اُس کی مکاسب سے ہے اور انتہا مواہب سے اب احتمال ہوتا ہے۔ کہ
جس نے ابتدا میں اپنی رضا اپنے ساتھ دیکھی کہا مقام اور جس نے کہ انتہا میں رضار
اپنے حق کے ساتھ دیکھی کہا حال ہے پس حکم حضرت محاسبیؒ کے مذہب کا اصل
تصوف میں ہے لیکن معاملات میں کوئی خلاف نہیں کیا ہے بجز اُس کے کہ مریدوں
کو زجر کرتا تھا عبارات اور معاملات سے جو موہوم خطا ہوتی ہر چند اصل اُس کی
درست ہوتی جیسا کہ ایک روز ابو حمزہ بغدادیؒ جو اُن کا مرید تھا اُن کے پاس
آیا وہ ایک مرد مستمع اور صاحب حال تھا اور حارث شاہ ایک مرغ رکھتے تھے
جو بانگ دیتا تھا جس وقت ابو حمزہ آئے تو اُس وقت مرغ نے بانگ دی۔
پس حارث اُٹھے اور اُس کے مارڈالنے کا قصد کیا اور کہا کفرت یعنے تو کافر
ہو گیا اُس وقت مرید لوگ شیخ کے پاؤں میں گر پڑے اور اُس کو اُس سے جدا کیا۔
ابو حمزہ سے کہا اَسلِم یَا مَطرُود سب نے کہا ایہا الشیخ ہم سب اُس کو جملہ خاصاں
اولیاء اور موحدوں سے جانتے ہیں آپ نے اس کے ساتھ یہ تردد کیوں کیا۔
حارث نے کہا مجھکو اُس کے معاملہ میں تردد نہیں ہے اور اُس میں سوائے خوبی کی

اور کچھ معلوم نہیں ہوتا اور اس کے باطن کو سوائے مستغرق توحید کے نہیں جانتا ہوں لیکن کس واسطے اس کو ایسا کام کرنا چاہیے جو حلولیوں کے فعل کی مثل ہو تو ان کے مقالات سے ان کے معاملات میں ایک نشان ہو یعنے ایک مرغ جو عقل نہیں رکھتا۔ اپنی عادت اور اپنی خواہش کے موافق اذان دیتا ہے اس کو حق کے ساتھ سماع کیوں معلوم ہوتا ہے اور حق جل وعلا متجزی نہیں اور اس کے دوستوں کے واسطے سوائے اس کے کلام پر آرام نہیں اور سوائے اس کے اسلام پر وقت اور حال نہیں اس کو کسی چیز کے ساتھ حلول اور نزول نہیں اور اتحاد و امتزاج قدیم پر جائز نہیں جب ابوحمزہ نے اس وقت نظر شیخ کی دیکھی کہا ایہا الشیخ ہر چند کہ میں اصل میں درست تھا لیکن جو میرا فعل ایک قوم کے فعل سے مشابہ ہوا میں نے توبہ کی اور لوٹا میں اور اس قسم کے ان کے طریقے بہت ہیں میں نے مختصر ذکر کیا مگر یہ طریق بہت پسندیدہ ہے سلامتی کی راہ میں بغیر تکبر کے صحو میں کمال پر اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَقِفَنَّ مَوَاقِفَ التُّهَمِ یعنی جو کوئی کہ خدا پر ایمان لاوے اور قیامت کے دن پر تہمت کے مقاموں پر نہ کھڑا ہو اور میں کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں۔ ہمیشہ خداوند تعالےٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے ایسا معاملہ نہ دے اور یہ صفت رسمی لوگوں کی صحبت سے نہیں ملتی کیونکہ اگر ان کے ساتھ معیت در باب میں موافقت نہ کرے تو تیرے دشمن ہوں فَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْجَهْلِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْقِيَمِ۔

گروہ قصاریہ

یعنی قصاریوں کے پیشوا ابوصالح بن حمدون بن احمد بن عمارۃ القصار تھے اور وہ علماء بزرگ سے تھے اور اس طریق کے سادات سے تھے اور طریق ان کا اظہار اور نشر ملامت تھا اور فنون معاملات میں ان کا کلام عالی ہے اور وہ کہتے تھے چاہیے کہ علم خدائے عزوجل تیری ساتھ بہت اچھا ہو اس سے

کہ علم خلق کا چاہیے کہ خلا   میں معاملت حق کے ساتھ ....
اُس سے زیادہ اچھی کرے تو کہ ملا ہیں خلق کے ساتھ کیونکہ حجاب اعظم حق سے تیرے
دل کا شغل ہے ملامت کے باب میں اور ابتدار کتاب میں احوال وحکایات اُن کی
بیان کر چکا ہوں اور میں نے اختصار کیا تھا کہ کتاب دراز نہ ہو اور اُن کی نادر حکایتوں
سے ایک یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نیشاپور کی حیرہ نہر میں جا رہا تھا
کہ نوح نام ایک چور جواں مردی میں مشہور تھا اور نیشاپور کے سب چور اُس کے
تابع تھے وہ راستہ میں مجھے ملا میں نے کہا کہ اے نوح جواں مردی کیا چیز ہے
اُس نے کہا کہ میری جوانمردی دریافت کرتا ہے یا اپنی پوچھتا ہے میں نے کہا دونوں
دریافت کرتا ہوں اُس نے کہا کہ میری جواں مردی وہ ہے کہ میں نیچے مرقعہ پہنتا
ہوں اور اوپر قبا اور معاملہ وہ اختیار کرتا ہوں کہ صوفی ہو جاؤں اور خدا سے شرم
کرتا ہوں اور اس مرقعہ میں پرہیز کرتا ہوں اور تیری جوانمردی وہ ہے کہ تو مرقعہ باہر
پہنتا ہے تا تو خلقت پرا اور خلقت تجھ پر مبتلا ہو جائے پس میری جواں مردی شریعت
کی حفاظت ہے اور تیری جوانمردی در پردہ حقیقت کی حفاظت ہے اور یہ اصل بہت
قوی ہے واللہ اعلم۔

گروہ طیفوریہ ہے اور یہ گروہ ابویزیدؒ طیفور بن عیسیٰ بن سروشان البسطامی کے
ساتھ تولا رکھتے ہیں اور وہ روسا صوفیہ سے تھے اور ان کا غلبہ شوق اور مستی اور
بڑا اچھا طریق تھا اور حضرت عزوجل کے ساتھ مشغول اور سکر کا مقام رکھتے تھے کہ جو
آدمی کی کسی دوستی کی جنس سے نہیں ہے اور جو چیز کہ کسب سے باہر ہو اُس کا دعوےٰ
باطل ہوتا ہے اور اُس سے تقلید کرنا محال ہے پس صاحب ہوش کو مقام سکر
صفت نہیں ہو سکتا ہے اور آدمی اپنی طرف سکر کی کشش کرنے کا اختیار نہیں
رکھتا ہے اور اُس کا سکر خود مغلوب ہوتا ہے بلکہ اُس کو خلقت کی طرف مطلق

توجہ نہیں ہوتی ہے تاکہ کسی صفت کی طرف تکلف ظاہر ہو اور اس طریقت کے
مشائخ اس بات پر ہیں کہ افتدا سوائے ایسے مستقیم کے کہ اور نئے احوال سے
چھوٹا ہو درست نہیں ہے مگر ایک گروہ جائز رکھتا ہے کہ کوئی آدمی تکلف کے ساتھ
غلبہ اور سکر کی راہ پاتا ہے اس سبب سے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
اِبْکُوْا فَاِنْ لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکُوْا یعنے روؤ تم وبار رونے والوں کی صورت بناؤ تم اور اسکی
دو وجہ ہیں ایک یہ کہ ریاکاری کو طور پر اپنی صورت ایک گروہ کیسی بنانا اور یہ شرک صریح ہے ۔ اور
دوسرے اپنے آپ کو مثل بنانا تاکہ اللہ تعالےٰ اُس کو اُس درجہ پر پہونچائے۔ جس
گروہ کی کہ وہ مثل بنا ہے تاکہ خاصکر اُس کے موافق ہو کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ پس جس قدر کہ طرح طرح کے مجاہدے ہوسکیں اس راہ
میں کرے اور درگاہ امید پر رہے تاکہ خداوند تعالےٰ اُس کی معانی کی تحقیق کا دروازہ اُس
پر کشادہ کرے کیونکہ ایک نے مشائخوں سے کہا ہے اَلْمُشَاهَدَاتُ مَوَارِيْثُ الْمُجَاهَدَاتِ
یعنے مشاہدات مجاہدات کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں میں کہتا ہوں کہ مجاہدات سکر کے حاصل کرنے کا
باعث نہیں ہوتا اور مجاہدات ہوش کی حالت میں کرسکتے ہیں اور صاحب ہوش
کو مست کی حالت پر توجہ نہیں ہوتی ہے اور یہ محال ہے اب میں سکر اور صحو کی
حقیقت مع اختلاف مشائخ بیان کرتا ہوں تاکہ شبہ جاتا رہے انشاء اللہ تعالےٰ۔

اَلْکَلَامُ فِی السُّکْرِ وَالصَّحْوِ جان کہ عزت دے تجھ کو اللہ تعالیٰ کہ مقام سکر
غلبہ عبارت سے ہے کہ جو غلبہ محبت حق تعالےٰ سے ہے جو کہ باطن والوں نے بیان
کیا ہے اور مقام صحو سے مراد کا حاصل ہونا عبارت ہے اگرچہ اہل باطن نے اس
معنے میں بہت کچھ کلام کیا ہے یہاں تک کہ ایک گروہ اُس کو فضیلت دیتا ہے اور
ایک گروہ اس پر زیادتی کرتا ہے پس وہ لوگ کہ جو مقام سکر کو صحو پر بزرگی دیتے
ہیں اُن میں سے پہلے شخص حضرت ابویزید ہیں اور آپ کے پیرو کہتے ہیں

کہ مقام صحو آدمیت کی تکمیل اور اعتدال کی صفت سے صورت پذیر ہوتا ہے کہ جو حق تعالےٰ سے ایک پردہ ہے اور مقام سکر زوال آفت اور صفات بشریت کے نقصان اور اُس کی تدبیر اور اختیار کے دور ہونے کا نام ہے اور اُس کے تصرف کے فنا ہونے پر حق میں اطلاق کرتے ہیں بدیں وجہ کہ معانی اور قوتیں جو اُس میں موجود ہیں اُس کی جنس کے خلاف ہیں پس وہ زیادہ تر کامل اور اکمل اُس کے حال کا ہے جس طرح پر کہ داؤد علیہ السّلام کی نسبت لکھا ہے کہ حالت صحو میں تھے کہ جو ایک کلام اُن سے ظہور میں آیا اور خداوند تعالےٰ نے اسکو اُن کی طرف منسوب فرمایا وَقَتَلَ دَاؤدُ جَالُوْتَ یعنی داؤد علیہ السّلام نے جالوت کو قتل کیا اور ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد فرمایا وَمَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی فَشَتَّانَ مَابَیْنَ عَبْدٍ وَعَبْدٍ یعنے تو نے نہ پھینکا جب تو نے پھینکا ولیکن اللہ تعالےٰ نے پھینکا پس ایک بندہ میں اور دوسرے بندہ میں بہت بڑا فرق ہے یعنے جو اپنے آپ قائم تھا اور صفات پر ثابت اُس سے کہا کہ تو نے کیا یہ اسکی کرامت تھی اور جو حق سے قائم تھا اور اپنی صفات سے فانی تھا اُس کو فرمایا کہ جو کچھ کیا وہ ہم نے کیا یعنی نسبت فعل بندہ کی ساتھ حق کے بہت اچھی ہے بہ نسبت اُس فعل حق کے کہ جو بندہ کیطرف منسوب ہو یعنے جب بندہ کیطرف حق تعالےٰ کا فعل مضاف ہو تو بندہ آپنے آپ قائم ہوتا ہے اور جب بندہ کا فعل ساتھ حق کے منسوب ہوتا ہے تو حق سے قائم ہوتا ہے کہ جب بندہ اپنے آپ پر قائم ہوتا ہے تو ایسا ہوتا ہے جسطرح کہ داؤد علیہ السّلام کی نظر ایک نامناسب جگہ پر پڑی اور یا کی عورت کو دیکھا اور جب بندہ حق سے قائم ہو تو ایسا ہوتا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر اُسی جنس کی عورت پر پڑی تو زید پر وہ عورت حرام ہو گئی اس واسطے کہ وہ صحو کے مقام میں تھے اور یہ مقام سکر میں تھے پھر جو لوگ کہ مقام سکر کو صحو پر فضیلت دیتے ہیں وہ حضرت جنید رضے اللہ عنہ ہیں اور اُن کے

تابع کہتے ہیں کہ مقام سکر محل آفت ہے اس سبب سے کہ وہ تشویش احوال ہے۔ اور محبت
کا جانتے رہنا اور اپنا سررشتہ گم کرنا ہے اور جبکہ فائدہ تمام معانی کا علت ہوتا ہے
یا بطور فنا کے یا بطور بقا کے یا بطور اُس کے محو کے یا بطور اُس کے اثبات کے کہ
جو صحیح الحال نہ ہو اُس سے فائدہ تحقیق کا حاصل نہیں ہوتا ہے اس سبب سے کہ دل
اہل حق کا کل موجودات سے مجرد ہوتا ہے اور بہ سبب نابینائی کے سب چیزوں کی
فکر سے خوش نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے کہ انکی آفت سے آزادی ہوا اور مخلوق
جو ماسوائے اللہ ہے وہ تمام اشیاء کی ماہیت سے بے خبر ہے کیونکہ اگر کل چیزوں کی
ماہیت جانتے تو علائق سے چھوٹ جاتے اور دیدار دو طرح پر حاصل ہوتا ہے ایک
یہ کہ دیکھنے والا شئے کو بقا کی نظر سے دیکھتا ہے اور دوسرے وہ کہ اُس کو فنا کی آنکھ سے
دیکھے اور تمام موجودات کو بقاء حق کے تحت میں جانے پس یہ دونوں صفتیں اُس کو
خاص کر اُس کو موجودات سے روگرداں کرتے ہیں اس سبب سے کہ پیغمبر صلے اللہ
علیہ وسلم نے دعا میں فرمایا ہے اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ یعنے دکھلا
ہمکو ہر چیز جیسے کہ ہے کیونکہ جس کسی نے دیکھا آسودہ ہوا اور یہ معنے خدائے عزوجل
کے قول کے ہیں کہ فرمایا ہے فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ کیونکہ جبتک نہ دیکھیں
اعتبار نہ پکڑیں پس یہ سب حالت صحو میں درست ہوتا ہے اور خاصکر اہل سکر کو
اس حالت کی کچھ خبر نہیں ہے جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام حالت سکر میں تھے کہ
ایک تجلی کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے بلکہ بیہوش ہو گئے تھے جن کی نسبت
ارشاد ہوا وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا اور ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
حالت صحو میں تھے کہ مکہ معظمہ سے قاب قوسین تک عین تجلی حق میں رہے۔ اور ہر
وقت ہوشیار اور بیدار تھے۔ اور میرے شیخ طریقت جو جنیدی مذہب رکھتے تھے
فرماتے ہیں کہ مقام سکر بازیگاہ طفلاں ہے اور مقام صحو جائے فنا مردوں کی ہے

اور میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں اپنے شیخ کی موافقت پر ہوں کہ صاحب سکر کا
کمال حال صحو ہوتا ہے اور سب سے کم درجہ صحو میں بشریت کی عاجزی کے ملاحظہ سے حاصل ہوتا ہے پس جو
صحو آفت معلوم ہو اس سکر سے بہتر ہے کہ جو عین آفت ہو اور ابو عثمان مغربی کی حکایت
ہے کہ شروع حال میں آپنے بیس برس گوشہ نشینی کی جنگلوں میں جہانتک کہ کسی آدمی کی آواز بھی انکو
نہ پہنچتی تھی اور آپکا تمام جسم گھل گیا اور آنکھیں آپ کی چھوٹی پڑ گئیں اور آدمیت کی صورت آپ کی
جاتی رہی جب بیس سال کے بعد آپ کو صحبت کا حکم ہوا کہ تو خلق کی صحبت اختیار
کر اس وقت آپنے کہا کہ ابتدا صحبت خدا والوں اور اس کے گھر والوں سے اختیار
کرنا چاہیئے تاکہ مبارک ہو پہلے آپ نے مکہ معظمہ کا قصد کیا اور وہاں کے مشائخوں کی
شرف صحبت حاصل کیا جب آپکے آنے کی خبر اہلِ مکہ کو ہوئی تو وہاں کے مشائخوں نے
آپ کا استقبال کیا اور آپ کو اپنے ہمراہ للئے جب آپ کو دیکھا تو آپ کی بینائی
کم ہوگئی تھی اور سوائے استخوان کے آپ میں کچھ باقی نہیں تھا ان لوگوں نے
کہا اے ابا عثمان کہ بیس برس تو اس صفت سے زندہ رہا کہ آدم اور اس کی ذریت
تیرے زمانہ میں عاجز ہوگئی ہم سے بیان کر کہ کس واسطے تو گیا تھا اور کیا دیکھا اور
کیا پایا اور کیوں واپس آیا حضرت ابو عثمان نے فرمایا کہ میں حالت سکر میں گیا اور
آفت سکر کی دیکھی اور ناامیدی پائی اور عاجزی کے ساتھ واپس آیا اس وقت جملہ
مشائخین نے فرمایا کہ اے عثمان حرام ہے بعد تیرے مشائخوں پر کہ حالت صحو و سکر کی
بیان کریں کیونکہ سب کا تو نے انصاف کردیا اور سکر کی آفت ظاہر کردی چونکہ سکر بقائے
صفت کا عین اور فنا سے صفت کا گمان ہے اور یہ حجاب ہے اور صحو بقائے دید کا نام ہے
کہ جو فنا صفت میں ہے اور یہ عین کشف ہوتا ہے جب کسی کو ظاہر ہوتا ہے تو اس کو مقام
سکر ساتھ فنا کے زیادہ ہوتا ہے کہ جو صحو سے متزلزل ہوتا ہے اس سبب سے کہ سکر
ایک صفت ہے جو زیادہ صحو پر ہے اس وجہ سے کہ جبتک بندہ کی اوصاف زیادہ ہیں

اس وقت تک بندہ کی خبر ہے اور جب وہ گم ہوں گے تو طالبوں کو اس کیساتھ
ایک امید ہو گی اور یہ نہایت حال ان کا ہے کہ جو مقام صحو اور سکر میں رہتے ہیں اور حضرت
ابویزید رضی اللہ عنہ سے حکایت ہے کہ آپ مغلوب تھے اور حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ
نے آپ کو خط میں لکھا کہ تم کیا کہتے ہو اس آدمی کے حق میں کہ جو دریائے محبت سے
ایک قطرہ نوش کرے اور مست ہو جائے اس پر حضرت بایزید رضی اللہ عنہ نے لکھا
کہ تم کیا کہتے ہو اس آدمی کے حق میں کہ جس کو تمام عالم کے دریا شراب محبت ہوں وہ
سب ان کو نوش کرے اور تشنگی اس کی باقی رہے بلکہ برابر شور کرتا ہو کہ العطش
العطش اور اس کا حال آدمیوں پر ظاہر ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یحیی
بن معاذ نے بحالت سکر آپ کو خط لکھا تھا اور حضرت بایزید
رضی اللہ عنہ سے بحالت صحو تھے بر خلاف اس کے
کہ صاحب صحو وہ ہے کہ جو طاقت قطرہ کی بھی نہ رکھتا ہو اور صاحب سکر
وہ ہے کہ بحالت مستی سب کو نوش جان کر لے اور پھر چاہیے کہ شراب سکر کا آلہ ہے
پس جنس کیلئے جنس اولی ہوتی ہے اور صحو اسکے خلاف ہو لیکن سکر دو طرح پر
ہے ایک دوستی کی شراب کے ساتھ اور دوسری پیالہ محبت کے ساتھ پس سکر ایک
دوستی معلومہ ہے کہ پیدائش اس کی نعمت کی رؤیت سے ہے اور سکر محبت
بے علت ہے کہ پیدائش اس کی منعم کی رؤیت سے ہے پس جو شخص نعمت کو دیکھتا
ہے وہ اپنے اوپر دیکھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور جو شخص کہ منعم کو دیکھتا ہے
تو وہ نعمت کو منعم کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ آپ کو نہیں دیکھتا ہے اگرچہ مقام سکر
میں ہو اس کا سکر صحو ہوتا ہے اور صحو دو طرح پر ہے ایک صحو غفلت دوسرا صحو محبت
پس جو صحو غفلت سے ہوتا ہے وہ حجاب ہے اور صحو محبت سے ہوتا ہے وہ کشف
اور جو غفلت کے قریب ہو اگرچہ صحو ہو سکر ہوتا ہے اور جو محبت کے قرین ہو اگر

سکر ہو صحو ہو جاتا ہے جب اصل ہی صحیح ہو تو صحو سکر کی مثل ہے اور سکر صحو کے مثل ہے
اور جب بے اصل ہوں تو دونوں بیفائدہ ہیں۔ حاصل کلام مردوں کی قدم گاہ میں
صحو و سکر علت اختلاف کے ساتھ معلول ہو اور جب سلطان حقیقت اپنا جمال دکھلاوے
صحو و سکر دونوں طفیلی معلوم ہوں اُس سبب سے کہ ان دونوں معنے کی طرفین
ایک دوسرے سے موصول ہیں اور انتہا ایک کی ابتدا دوسرے کی ہو اور ابتدا
و انتہا سوائے اس کے کہ آپس میں فرق نہ کیا جاوے پیدا نہ ہووے۔ اور وہ
جو نسبت اُس کے تفرقہ کے ساتھ ہو حکم میں متساوی ہو اور جمع نفی کی تفریق ہے۔
روایت ہے کہ مقام سرخس میں دو پیر تھے ایک لقمان اور دوسرا ابو الفضل حسنؒ ایک
روز لقمان ابو الفضل کے پاس آئے ان کو ایک جزو ہاتھ میں لئے پایا کہا ای ابو الفضل
جزو میں تو کیا ڈھونڈھتا ہے کہا وہی کہ تو اُس کے ترک میں ہے کہا یہ خلاف کس واسطے
ہے کہا تو خلاف ڈھونڈھتا ہے کہ مجھ سے پوچھتا ہے کہ کیا ڈھونڈھتا ہے تو مستی سے
ہشیار ہو اور ہشیاری سے بیدار ہو تو خلاف تجھ سے اُٹھ جاوے اور تو جانے کہ ہم
اور تم کیا ڈھونڈھتے ہیں پس طیفوریوں کو جنیدیوں کے ساتھ اس قدر خلاف ہے
جو ہم نے بیان کیا اور معاملات میں مطلق نہیں ہے ان کا ترک صحبت اور اختیار عزلت
کا ہے اور وہ اپنے سب مریدوں کو اسی طرح کا حکم دیتے ہیں اور یہ ایک طریق محمود
اور ایک سیرت سنت ہے وہ ہے اگر میسر ہو اور جنیدیہ نسبت جنیدیوں کے ابی القاسم
جنید بن محمدؒ کے ساتھ ہے اور اُن کے وقت میں خاص کر اُن کو طاؤس العلماء کہتے
اس گروہ کے پیشوا اور امام الائمہ تھے اور طریق اُن کا مبنی بر صحو تھا جو طیفوریوں
کے بالعکس ہے اور اُن کا اختلاف بیان کیا گیا اور سب سے زیادہ مشہور اور جملہ مذہبوں
میں معروف اُن کا مذہب ہے اور سب مشائخ جنیدی مذہب کے ہوئے ہیں
سوائے اس کے اُن کے کلمات میں اختلاف اس طریقت کے معاملات

میں بہت ہے لیکن میں نے کتاب کے طول ہو جانے کے خوف سے اس پر
اختصار کیا اور جو شخص اس سے زیادہ واقفیت حاصل کرنا چاہیے تو دوسری جگہ
اُس کو دیکھنا چاہیے تاکہ اس سے بہتر اُس کو حال معلوم ہو کیونکہ میرا مذہب
اس کتاب میں اختصار کلی ہے اور طوالت کو ترک کرنا اور اللہ کے ساتھ توفیق ہے
اور حکایتوں میں میں نے پایا کہ جب حسین بن منصور نے اپنے غلبہ میں عمرو بن عثمان
سے تبرا کیا اور جنید کے پاس آیا تو جنید نے اُس سے کہا تو کیوں آیا کہا تاکہ شیخ کی
صحبت اختیار کروں کہا مجھ کو مجنونوں کے ساتھ صحبت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ
صحبت کے واسطے صحت چاہیے کیونکہ جب آفت کے ساتھ صحبت کرے تو ایسا
ہو کہ سہل بن عبداللہ تستری کے ساتھ اور عمر کے ساتھ تو نے کیا کہا اَیُّھَا الشَّیْخُ
اَلصَّحْوُ وَالسُّکْرُ صِفَتَانِ لِلْعَبْدِ وَمَادَامَ الْعَبْدُ مَحْجُوْبًا عَنْ رَبِّہٖ حَتّٰی فَنِیَ اَوْصَافُہٗ یعنے
اے شیخ صحو اور سکر دو صفت ہیں بندہ کی خداوندی محجوب رہیگا جبتک اس کے
اوصاف فانی ہوں حضرت جنید نے کہا اے ابو المنصور اَخْطَأْتَ فِی الصَّحْوِ وَالسُّکْرِ
یعنے خطا کی تو نے صحو اور سکر میں اس واسطے کہ اس امر میں کسی کو اختلاف نہیں ہے
کہ سکر عبارت ہے صحت حال سے حق کے ساتھ اور صحو عبارت ہے نہایت شوق
اور بے انتہا محبت سے اور یہ دونوں معنے خلق کی صفت واکتساب کے تحت میں
نہیں ہیں اے پسر منصور میں تیرے کلام میں فضول بہت دیکھتا ہوں اور عبارت
بے معنے واللہ اعلم بالصواب

النوریہ نسبت نوریوں کے ابی الحسن بن نوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے
اور وہ ایک صدر علمائے متصوفہ سے متھے اور ان میں مشہور ومعروف منا قب
لامع اور حجتوں قاطع کے ساتھ اور اُن کا تصوف میں مذہب پسندیدہ ہے اور
اُن کے مذہب کا قاعدہ یہ ہے کہ تصوف کو فقر پر تفضیل دیتے ہیں اور معاملت

اُن کی حضرت جنید کے موافق ہے اور اُن کے نوادر طریقت سے ایک وہ ہے
کہ فرماتے ہیں کہ صحبت میں ایثار صاحب کا حق ہے اپنے حق پر اور صحبت بے
ایثار کے حرام رکھے اور کہا کہ صحبت خاصکر درویشوں کو فرض ہے اور عزلت
ناستودہ اور ایثار صاحب کا صاحب پر بھی فرض ہے اور اُن سے منقول ہے
کہ کہا اِیَّاکُمْ وَالْعُزْلَةَ فَاِنَّ الْعُزْلَةَ مُقَارِنَةُ الشَّیْطَانِ وَعَلَیْکُمْ بِالصُّحْبَةِ فَاِنَّ فِی الصُّحْبَةِ
الرَّحْمٰنِ یعنی پرہیز کرو تم عزلت سے کیونکہ وہ مقارنت شیطان کی ہے اور اپنے
اوپر صحبت کو لازم کرو کیونکہ صحبت میں خوشنودی خداوند عزوجل کی ہے اب میں
حقیقت ایثار کو بیان کرتا ہوں اور باب صحبت و عزلت میں رسم کے موافق
اُس کے رموز کی شرح کرتا ہوں تاکہ اُس کے فائدے زیادہ عام ہوں انشاءاللہ
تعالےٰ عزوجل۔

کلام ایثار میں خداوند عزوجل نے فرمایا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْکَانَ
بِهِمْ خَصَاصَةٌ یعنی ایثار کرتے ہیں اپنی جانوں پر اور خرچ کرنے والے اگرچہ اُس کے
ساتھ حاجتمند ہوں اور یہ آیت فقرا صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہے جو بالخصوص
ہے اور حقیقت ایثار یہ ہے کہ صحبت میں حق اپنے صاحب کا نگاہ رکھے اور نصیب
اپنا اُس کے نصیب میں شامل کرے اور اس کے آرام کے واسطے اپنے اوپر
رنج اختیار کرے لِاَنَّ الْاِیْثَارَ اَلْقِیَامُ بِمُعَاوَنَةِ الْاَغْیَارِ مَعَ الْاِشْتِغَالِ بِمَا اَمَرَ
الْجَبَّارُ لِرَسُوْلِهِ الْمُخْتَارِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ
بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ یعنی ایثار قیام کرنا ہے غیروں کی معاونت پر
ساتھ اشتغال اُس چیز کے کہ حکم کیا ہو اُس کے واسطے جبار نے واسطے رسول مختار
صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمایا اللہ تعالےٰ نے اختیار کر عفو کو اور حکم کر اچھی باتوں کا اور
مُنہ پھیر جاہلوں سے اور یہ بات زیادہ شرح کے ساتھ آداب صحبت کے باب

میں آتی ہے لیکن مراد اس جگہ ایثار ہے اور یہ دو طرح پہ ہے ایک صحبت میں
جیسے کہ ذکر اُس کا گذرا اور دوسرا محبت میں اور صاحب کے حق کے اعتبار میں
ایک طرح کا رنج و کلفت ہے لیکن حق دوست کے اعتبار میں تازگی اور راحت ہے
اور حکایتوں میں مشہور ہے کہ جب غلام الخلیل نے اس گروہ سے عداوت اپنی
ظاہر کی اور ہر ایک کے ساتھ ایک طرح کی مخالفت ظاہر لایا اور نوری اور رقام اور ابو
حمزہ کو پکڑا اور دارالخلافتہ میں لے گئے اور غلام الخلیل نے کہا یہ قوم بددینوں
اور زندیقوں سے ہے اگر امیرالمومنین ان کے قتل کے واسطے حکم دے زندیقوں کی
اصل جاتی رہے کیونکہ یہ گروہ سب کے سردار ہیں اور ہر آدمی کے ساتھ یہ بھلائی تیری
ہاتھ سے ہو میں اس بات کا ضامن ہوں پس خلیفہ نے اُسی وقت حکم دیا کہ ان کی -
گردنیں ماردیں پس جلاد فوراً آیا اور اُن تینوں کے ہاتھ باندھے جلاد نے رقام کے
قتل کا ارادہ کیا تو نوری اُٹھے اور رقام کی جگہ پر بیٹھ گئے دستگاہ جلاد پر نہایت
خوشی کے ساتھ سب نے اس بات سے تعجب کیا جلاد نے کہا اے جوان مرد یہ
تلوار ایسی چیز نہیں ہے کہ اس رغبت کی ساتھ اس کے آگے آیا تو اور ابھی تک
تیری نوبت نہیں پہونچی کہا سچ ہے میرا طریق ایثار پر مبنی ہے اور سب سے زیادہ
عزیز دنیا میں زندگانی ہے میں چاہتا ہوں یہ چند نفس ان بھائیوں کے کام میں
خرچ کروں کیونکہ ایک نفس دنیا کا میرے نزدیک آخرت کے ہزار سال سے اچھا
ہے اس سبب سے کہ یہ سرائے خدمت کی ہے اور وہ سرائے قربت کی اور قربت
خدمت سے ملتی ہے وزیر نے یہ خبر خلیفہ کو پہونچائی خلیفہ وقت طبع اور وقت
سخن اُسکے سے ایسے حالت میں متعجب ہوا اور آدمی کو بھیجا کہ ان کے حال میں توقف
کرو اور قاضی القضات ابوالعباس بن علی تھے ان کے حال کو اس کے سپرد کیا
اور تینوں کو پکڑا اور گھر میں لے گیا اور جو کچھ اُن سے پوچھا احکام شریعت اور حقیقت سے

خاصکر ان میں اُن کو پورا پایا اور اپنی غفلت سے ان کے حال سے پریشان ہوا اُس وقت نوری نے کہا ایہاالقاضی یہ سب کہ تو نے پوچھا ابھی تک کچھ نہ پوچھا۔ فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا یَاکُلُوْنَ بِاللّٰہِ وَیَشْرَبُوْنَ بِاللّٰہِ وَیَجْلِسُوْنَ بِاللّٰہِ وَیَقُوْلُوْنَ بِاللّٰہِ یعنے خداوند کے واسطے مرد ہیں کہ قیام اُن کا اُس کے ساتھ ہے اور قعود اور نطق اور حرکت اور سکون سب اُس کے ساتھ ہے اور زندہ اُس کے ساتھ ہیں۔ اور ٹھہرنے والے اُس کے مشاہدہ سے ہیں کیونکہ اگر ایک لحظہ مشاہدہ حق کا ان کے زمانہ سے علیحدہ ہو خروش ان سے پیدا ہو پس قاضی متعجب ہوا اُن سے باتیں کر کے اور اُن کے حال کی صحت کر کے خلیفہ کو لکھا کہ اگر یہ گروہ ملحد ہیں فَمَنِ الْمُوَحِّدُ فِی الْعَالَمِ یعنے پس کون موحد ہوگا دنیا میں میں گواہی دیتا ہوں اور حکم کرتا ہوں کہ تمام روئے زمین میں کوئی موحد نہیں ہے۔ خلیفہ نے خاص ان کو بلایا اور کہا کیا حاجت رکھتے ہو کہا ہم کو تجھ سے حاجت یہ ہے کہ ہمکو فراموش کرے تو نہ اپنے قبول کے ساتھ ہم کو مقرب کرے تو نہ اپنے ہجر سے نکالا ہوا کیونکہ ہجر تیرا ہمکو مثل قبول تیری کے ہے اور قبول تیرا مثل ہجر تیرے کے خلیفہ رویا اور بزرگی کے ساتھ خاصکران کو واپس کیا اور نافع سے روایت کرتے ہیں کہ کہا ابن عمر کو مچھلی کی آرزو ہوئی تمام شہر میں ڈھونڈھی نہ پائی مگر چند روز کے بعد میں نے پائی حکم دیا تو اُس کو بریاں کریں اور دسترخوان پر اُن کے رکھا اُس وقت خوشی کی نشانیاں اُن کی پیشانی پر تھیں اُس وقت ایک سائل اُن کے دروازہ پر آیا آپ نے حکم دیا کہ اس کو اُس سائل کو دے دو غلام نے عرض کیا یا سیدی اتنے روز سے اُس کو آپ مانگتے تھے اب کس واسطے اس کو دیتے ہو اس کی جگہ سائل کو دوسری چیز دیتا ہوں کہا اے غلام اس کا کھانا مجھ پر حرام ہے کیونکہ اس کو دل سے باہر کیا ہے میں نے بسبب اُس حدیث کے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنی اَیُّمَا امْرِءٍ اشْتَھٰی شَھْوَۃً

فَسَدَّ شَہوَتَہٗ وَاٰثَرَ الاٰخِرَ عَلیٰ نَفْسِہٖ غُفِرَ لَہٗ یعنی وہ شخص کہ آرزو ہو اُس کو کسی چیز کی جو اچھی ہو سے جبکہ اسکو پاوے ہاتھ اُس سے روک لے اور دوسرے کی آرزو اولیٰ زیادہ جانے اپنی آرزو سے خداوند اُس کو بخشدے۔ دوسری حکایتوں میں میں نے پایا ہے۔ کہ دس آدمی فقیروں سے جنگل میں گم ہوگئے اور راستہ بھول گئے اور ان کو تشنگی غالب ہوئی اور ان کے پاس ایک پیالہ پانی تھا جو ایک دوسرے پر خرچ کرتے تھے۔ اور کسی نے نہ پیا یہاں تک کہ سب ان میں سے دنیا سے گئے سوائے ایک آدمی کے کہا جب دیکھا کہ سب مر گئے میں نے اُس پانی کو پیا اور اُس کی قوت سے راستہ پر آیا میں کسی نے کہا اسکو اگر تو بھی نہ پیتا بہتر ہوتا اس نے کہا میں نے شریعت کو ایسا جانا شریعت ایسی ہے کہ اگر میں نہ پیتا قاتل نفس ہوتا اور اس کے ساتھ ماخوذ کہا پس یہ لوگ قاتل نفس ہوئے ہیں کہا نہ اس سبب سے کہ ان میں سے ایک نہ پیتا تاکہ دوسرا پیوے اور جب سب موافقت میں چلے گئے میں اکیلا رہا اور باقی بالضرور مجھ پر شرعاً واجب ہوا کہ پینا چاہئے جب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ پیغمبر علیہ السّلام کے بستر پر سوئے اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے ساتھ مکہ سے باہر آئے اور غار میں داخل ہوئے اُس رات کو کفار نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے مار ڈالنے کا قصد کیا تھا خداوند عزوجل نے جبرائیل اور میکائیل سے کہا کہ میں نے تم میں اخوت قائم کی ہے پس تم میں سے کون ہے جو ایثار کو اختیار کرے اپنی زندگانی کے ساتھ اور اپنے مرگ کو اختیار کرے پس اُن دونوں نے آپ کو زندگانی سے اختیار کیا تو خداوند عزوجل نے حضرت جبرئیل اور میکائیل سے کہا کہ علی کی بزرگی اور اُس کا فضل اپنے اوپر تم ملاحظہ کرو کیونکہ میں نے اس کے اور اپنے رسول کے درمیان میں برادری قائم کی ہے اور اُس نے اپنا قتل اور مرگ اختیار کیا ہے اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی جگہ سو یا ہے اور اپنی جان اُس پر فدا کی ہے اور

زندگانی اُس پر ایثار کی ہے۔ اور اپنے ہلاک کے واسطے مستعد ہوا ہے اب تم
دونوں زمین پر جاؤ اور اُس کی دشمنوں سے حفاظت کرو اُس وقت جبرئیل اور میکائیل
آئے اور ایک ان کے سرہانے بیٹھا اور دوسرا پائینتی بیٹھا۔ پس جبرئیل نے کہا
بَخٍ بَخٍ مَنْ مِثْلُكَ يَا ابْنَ اَبِي طَالِبٍ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُبَاهِيْ بِكَ عَلٰى مَلٰٓئِكَتِهٖ یعنی کون مانند
تیرے اے پسر ابی طالب کے کہ خداوند تعالےٰ تیرے واسطے فخر سب فرشتوں پر کرتا ہے
اور تو اچھی نیند سو رہا ہے اور اُن کی شان میں یہ آیت آئی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ
نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ یعنی آدمیوں سے وہ شخص ہے جو بیچتا ہے
اپنی جان کو واسطے رضامندی اللہ تعالےٰ کے اور اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر مہربانی کرنے
والا ہے چونکہ خداوند تعالیٰ نے محنت کے ساتھ جنگ احد کی لڑائی میں خاصکر مسلمانوں
کو آزمایا تھا کہ ایک عورت صالحات انصار سے کہتی ہے کہ میں باہر آئی پانی
لیکر تاکہ حرب گاہ میں اپنی طرف سے کسی کو پلاؤں صحابہ کرام سے ایک شخص
کو میں نے دیکھا کہ زخمی پڑا ہوا اور سانسیں لے رہا تھا اُس نے میری طرف
اشارہ کیا کہ وہ پانی مجھ کو دے میں لئے اُس کو دیا ایک دوسرے زخمی نے آواز
دی کہ مجھ کو دے اُس نے اُس پانی کو نہ پیا اور مجھ سے کہا اُس کو دے اسی طرح
جب اُس کے پاس لائی ایک دوسرے نے آواز دی کہ وہ پانی مجھکو دے اور
اُس نے بھی نہ پیا اور کہا اُس کو دے اسی طرح سات آدمیوں کی پاس میں پانی
لے گئی جب ساتویں آدمی نے چاہا کہ وہ پانی مجھ سے لے تو اُس نے خدا کی
راہ میں جان دی اور جب میں لوٹی کہ دوسروں کو دوں تو وہ چھیوں شخص خدا کی طرف
پہنچ گئے تھے اُس وقت یہ آیت آئی وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ
جس کا ترجمہ بیان ہو چکا ہے اور قوم بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس نے چار سو
برس عبادت کی تھی ایک دن کہا اے بار خدایا اگر ان پہاڑوں کو تو نے پیدا نہ کیا

ہونا تو چلنا اور سیر کرنا بندوں پر زیادہ آسان ہوتا اُس وقت کے پیغمبر کو حکم آیا کہ اس عابد سے کہو کہ ہمارے ملک میں تجھکو تصرف کرنے سے کیا کام ہے اب کہ تو نے تصرف کیا تیرا نام نیکوں کے دفتر سے میں نے علیحدہ کیا اور بدبختوں کے دفتر میں میں نے لکھدیا عابد کے دلمیں خوشی ظاہر ہوئی اور سجدہ شکر کا کیا خداوند تعالےٰ کو تو پیغمبر وقت نے کہا اے نادان شقاوت پر سجدہ شکر کا واجب نہیں ہے کہا میرا شکر شقاوت پر نہیں ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ میرا نام دفتر میں موجود ہے اُس کے دفتروں سے لیکن میں ایک حاجت رکھتا ہوں اے پیغمبر خدا کے کہا کہ تاکہ میں پھر کہوں اُس نے کہا کہ خدائے عزوجل سے کہ اب مجھ کو دوزخ میں تو پہنچاتا ہے تو ایسا کر کہ جملہ گنہگاران کی جگہ مجھ کو دوزخ میں بھیجدے حکم ہوا کہ کہو خاص اُس میرے بندہ سے کہ یہ امتحان تیری اہانت کے واسطے نہ تھا بلکہ یہ ظاہر کرنا تھا تیرا مخلوق میں اور قیامت میں تو جس کی شفاعت کریگا وہ بہشت میں جاویگا۔ اور میں نے احمد حماد سرخسی سے پوچھا کہ تیری توبہ کی ابتدا کس طرح تھی کہا ایک وقت میں سرخس میں گیا اور جنگل میں .... گیا اپنے اونٹوں پر ایک مدت تک اُس جگہ رہا اور ہمیشہ میں بھوکا رہنے کو دوست رکھتا تھا اور اپنا حصہ دوسرے کو دیتا تھا اور قول خدائے عزوجل پر عمل تھا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ کہ جو میرے دل کے آگے تازہ رہتا تھا اور اس گروہ پر اعتقاد رکھتا تھا میں ایک روز ایک شیر بھوکا جنگل سے آیا اور میرے اونٹوں سے ایک اونٹ کو مار ڈالا اور ایک بلندی پر گیا اور آواز دی اور جسقدر وہاں کے قریب درندے تھے اُنہوں نے اُس کی آواز سُنی اُس کے پاس سب جمع ہو گئے وہ آیا اور اونٹ کو پھاڑ ڈالا اور کچھ نہ کھایا اور پھر اس بلندی پر گیا اور اُن درندوں لومڑی اور گیدڑ و بھیڑیے سے اور جو انکی مانند تھے سبھوں نے اُس سے کھانا شروع کیا اور وہ وہاں موجود رہا جبتک

وہ سب واپس گئے اُس وقت ارادہ کیا تھوڑی دیر تک اُس سے نہ کھایا ایک لومڑی
لنگڑی دور سے معلوم ہوئی شیر پھر لوٹ گیا اور بلندی پر گیا تو اُس لومڑی نے
جس قدر چاہا کھایا اور لوٹ گئی اُس وقت شیر آیا اور تھوڑا ٹکڑا اُس سے کھایا اور
میں دور سے دیکھ رہا تھا جب لوٹ گیا تو زبان فصیح کے ساتھ مجھ سے کہا اے احمد
ایثار لقمہ کا کتوں کا کام ہے مرد اپنی جان اور زندگانی ایثار کرتے ہیں جب یہ برہان
میرے ہاتھ آئی تو میں نے تمام شغلوں سے اپنا ہاتھ اُٹھا لیا اور ابتدا میری توبہ کی
یہ تھی کہ جعفری خلد کہتے ہیں کہ ایک روز نوری خلوت میں مناجات کرتے تھے اور میں
گیا کہ اُس کو سنوں اس طور سے کہ وہ نہ جانے کیونکہ وہ سخت فصیح اور لائق تھے کہتے
تھے بار خدایا دوزخ والوں کو تو عذاب کرے اور سب تیرے علم اور قدرت اور
ارادت قدیم سے پیدا کئے ہوئے ہیں اور اگر دوزخ کو آدمیوں سے پُر کرے گا تو قادر ہے
اس پر کہ مجھ سے اُس دوزخ اور اُس کے طبقات کو پُر کرے اور ان سب کو
بہشت میں بھیجے تو جعفر نے کہا میں اُس کے کام میں متحیر ہوا تو میں نے خواب میں
دیکھا کہ آنے والا آیا اور کہا کہ خداوند نے کہا کہ ابوالحسن سے کہو کہ اُس شفقت و تعظیم
کی وجہ سے جو تجھ کو ہمارے بندوں پر ہے ہم نے تجھ کو بخش دیا اور اُس کو نوری اس وجہ
سے کہتے ہیں کہ اندھیرے گھر میں جب بات کہتے اُن کے باطن کے نور سے گھر روشن
ہو جاتا اور حق کے نور سے مریدوں کے اسرار جانتے تھے یہاں تک کہ جنید نے اُنکے
واسطے کہا کہ ابوالحسن جاسوس القلوب ہے یہ خصوصیت اُن کے مذہب کی - اور
یہ اصل قوی اور ایک امر عظیم ہے جو اہل بصیرت کے نزدیک ہے اور آدمی پر کوئی سخت
زیادہ بذل روح سے نہیں ہے اور ہاتھ اُٹھانا اپنے محبوب سے خداوند عزوجل نے تمام
نیکیوں کی کنجی بذل محبوب میں رکھی ہے جیسا کہ کہا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ
اے ہرگز نہ پہنچو گے تم بھلائی کو یہاں تک کہ خرچ کرو اُس چیز سے کہ دوست رکھتے ہو اور

جب کسی کے مبذول ہو تو مال اور جان اور خرقہ اور لقمہ کی کیا حقیقت ہو اور اس طریقت کی اصل یہ ہے جیسے کہ ایک شخص رویم کے پاس آیا کہ مجھ کو کوئی وصیت کر کہا یا بُنَیَّ لَیْسَ الْاَمْرُ غَیْرُ بَذْلِ الرُّوْحِ اِنْ قَدَرْتَ عَلٰی ذٰلِکَ وَاِلَّا فَلَا تَشْتَغِلْ بِتُرَّهَاتِ الصُّوْفِیَّۃِ بیٹے اس کے سوا اور سواسے نذرل جان کے نہیں ہے اگر تجھ سے ہو سکے ورنہ صوفیوں کی بیہودہ کلام میں مشغول نہ ہو اور جو کچھ واسطے اس کے ہے سب نہایت ہے چنانکہ خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ یعنی مت خیال کر جو لوگ کہ راہ خدا میں قتل ہوئے وہ مردہ ہیں بلکہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے نزدیک رزق پاتے ہیں اور نیز فرمایا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ اور مت کہو ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے بلکہ وہ زندہ ہیں پس قرب سرمدی میں نذرل روح کی وجہ سے حیات ابدی حاصل ہوتی ہے اور ترک نصیب اپنے میں اس کے حکم اور اس کے دوستوں کی متابعت ہے لیکن ایثار اور اختیار کل معرفت کی رؤیت میں تفرقہ ہوتا ہے اور عین جمع میں عین ایثار کیونکہ ترک نصیب اپنا اصل نصیب اپنا ہو اور جب تک طالب کا طریق اس کے کسب کے متعلق ہو تب تک اس کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے اور جب کشش حق نے اپنی حکومت اور امداد ظاہر کی تو اس کے حالات اور افعال سب بیکار ہو گئے اور وہ اس کو ظاہر نہ کر سکا اور حالت کا نام نہ تھا جس کا کوئی نام لے یا اس کو ظاہر کرے یا اس پر کسی چیز کا اطلاق کرے اور اسی باب میں حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ تو مجھ سے غائب ہوا تو میری سب وجہ شرکی اور اس غائب ہونے سے میری صفات موصوفہ پراگندہ ہو گئے لیکن میں آج کے دن سے غائب ہوں اس افسوس ناک فنا میں [illegible] حضرت سہل بن عبداللہ تستری سے ہے اور وہ تصوف میں اعلیٰ رتبہ پر پہنچے اور اپنے

زمانہ میں سلطان وقت تھے اور اہل حل وعقد تھے اور اس طریقت میں اُن کی دلیلیں بہت ہیں کیونکہ اُن کی حکایتوں کے ادراک کرنے میں عقل عاجز ہے اور طریق اُن کا اجتہاد اور مجاہدہ نفس کا اور ریاضت کلی ہے اور مریدوں کو مجاہدے کے ساتھ درجہ کمال پر پہونچاتا ہے اور دوسری حکایتوں میں مشہور ہے کہ ایک مرید سے کہا جہد اختیار کر تو ایک روز تمام دن کہہ یا اللہ یا اللہ یا اللہ اور دوسرے روز اور تیسرے روز اسی طرح تو اُسکے ساتھ عادت ہو گئی کہا اب راتوں کو اسی طرح کہہ اُس نے ایسا ہی کیا تو ایسا ہوا کہ اگر آپ کو کسی جگہ خواب میں دیکھتا تو وہی کہتا یہاں تک کہ وہ عادت اُس کی طبیعت کی عادت ہو گئی اُس وقت آپ نے کہا کہ اب اس سے لوٹ اور اور دوست کی یاد میں مشغول ہو یہاں تک کہ تمام وقت اپنا اُس کی یاد میں گذار دے یہاں تک کہ ایک مرتبہ وہ شخص اپنے گھر میں تھا کہ ایک لکڑی ہوا سے اُس کے سر پر گری اور ٹوٹ گئی اور کچھ قطرات خون اس کے سر سے زمین پر گرے یہاں تک کہ جو قطرہ زمین پر گرتا تھا اُن سے اللہ اللہ ظاہر ہوتا تھا اور پرورش مریدوں کی مجاہدوں اور ریاضتوں سے طریق سہلیوں کا تھا اور درویشوں کی خدمت اور حرمت گزاری کرنا حمدونیوں کا طریق تھا اور باطن کا مراقبہ طریق جنیدیوں کا تھا لیکن ریاضت اور مجاہدات سب نفس کے خلاف ہے یہاں تک کہ جس نے نفس کو نہ پہچانا اُس کیلئے ریاضت اور مجاہدہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا ہے اب میں نفس کی معرفت اور اُس کی حقیقت کو بیان کرتا ہوں تا اُس کا علم ہو سکے پھر مذہبوں کا بیان مجاہدات اور اُن کے احکام میں لکھتا ہوں تاکہ طالب پر ان دونوں کی معرفت ظاہر ہو واللہ اعلم بالصواب۔

الکلام فی حقیقۃ النفس و معنی الھوٰی یعنی یہ کلام نفس کی حقیقت اور ہوا کی معنے میں ہے جاننا چاہیئے کہ نفس از روئے لغت کے وجود شے اور حقیقت شے

اور ذات شے کو کہتے ہیں اور لوگوں کی عادات اور عبارات میں بہت بڑا فرق ہے
بلکہ کئی معنے کا احتمال ہے اور ایک دوسرے کے خلاف ہے کہ جو آپس میں متضاد
ہیں ایک گروہ کے نزدیک نفس بمعنے روح کے ہیں اور ایک گروہ کے نزدیک بمعنی
مروت کے ہیں اور ایک کے نزدیک بمعنے جسد کے ہیں اور ایک گروہ کے نزدیک
بمعنی خون کے ہیں لیکن اس گروہ کے محققوں کی مراد اس لفظ سے کوئی
چیز نہیں ہے اور وہ حقیقت میں منبع شر ہے بلکہ برائی کا چشمہ و رہنما ہے، اور
ایک گروہ کہتا ہے کہ ایک شے ہے جو امانت قالب میں ہے جیسے کہ روح اور
ایک گروہ کہتا ہے کہ ایک صفت ہے خاصکر قالب کی جیسے کہ حیات اور اس امر پر
سب کا اتفاق ہے کہ اخلاق دنی نفس سے ظاہر ہوتے ہیں اور بُرے فعلوں
کا سبب وہی ہے اور یہ دو قسم ہے ایک معاصی دوسری اخلاق دنی
مانند کبر اور حسد اور بخل اور خشم اور حقد کی۔ پس جو شخص ان معانی میں جو شرع
میں اور عقل کے نزدیک ناپسند ہیں مبتلا ہو اس کو چاہئے کہ ریاضت سے خاصکر
ان اوصاف کو اپنے آپ سے دفع کرے جیسے کہ تو بہ خاصکر معصیت کے واسطے
ہے چونکہ معاصی اوصاف ظاہر سے ہے اور یہ اخلاق اوصاف باطن سے ہے۔
اور ریاضت اعمال ظاہر سے ہے اور توبہ اوصاف باطن سے ہے اور جو اوصاف دنی باطن
میں ظاہر ہوں تو وہ سب اوصاف صالح ظاہر سے دور ہوں اور وہ جو ظاہر میں پیدا
ہوں وہ اوصاف ستودہ باطن سے پاک ہوں پس نفس و روح دونوں ایک
لطیفہ سے ہیں جس طرح کہ آنکھیں نظر کا مکان ہیں اور کان سننے کا مکان اور زبان
ذائقہ کا مکان ہے اور مثل اس کے اور اوصاف جو جوہر اور عرض ہیں وہ سب آدمی
کے بدن میں مثل امانت کے ہیں جیسے کہ عالم میں شیاطین اور ملائکہ اور بہشت
اور دوزخ ہیں لیکن ایک محل خیر ہے اور ایک محل شر ہے جیسے کہ آنکھ محل نظر ہے

اور کان محل سمع اور تالو محل ذوق اور مانند ان کی اعضاء اور اوصاف آدمی کے
قالب میں امانت رکھے ہوئے ہیں پس مخالفت نفس کی تمام عبادتوں کا سر ہے اور
سب مجاہدوں کا کمال ہے اور چونکہ بندہ سوائے اس کے حق کی طرف راہ نہیں پاتا
ہے بدیں وجہ کہ اس کی موافقت میں بندہ کی ہلاکت ہے اور اس کی مخالفت میں اس
کی نجات ہے اور حق تعالےٰ نے اس کے خلاف کرنے کے واسطے حکم فرمایا ہے
اور ان لوگوں کی تعریف کی ہے جنہوں نے نفس کے خلاف کوشش کی ہے اور
ان لوگوں کی برائی کی ہے جنہوں نے نفس کی موافقت کی ہے جیسے کہ خدائے
تعالیٰ نے فرمایا ہے وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ یعنی جس
نے نفس کو خواہش سے منع کیا پس اس کے لئے بہشت جائے آرام ہے اور
نیز فرمایا أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ یعنے ہرگاہ کہ آیا پیغمبر تمہارے
پاس وہ چیز جو نہیں چاہتے تھے نفس تمہارے پس سرکشی کی تم نے اور یوسف
صدیق علیہ السلام سے ہمکو خبر دی کہ کہا وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا
مَا رَحِمَ رَبِّي اور نہیں پاک رکھتا ہوں میں اپنے نفس کو تحقیق نفس حکم کرنیوالا ہے ساتھ
بدی کے مگر وہ کہ رحم کرے رب میرا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا بَصَّرَهُ بِعُيُوبِ نَفْسِهِ یعنے جب اللہ تعالیٰ بندہ
کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اس کے نفس کے عیبوں سے آگاہ کرتا
ہے اور آثار میں وارد ہے کہ خدائے عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام
کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا کہ يَا دَاوُدُ عَادِ نَفْسَكَ فَإِنَّ وُدِّي فِي عَدَاوَتِهَا یعنے
اے داؤد اپنے نفس سے عداوت کر پس ضرور میری دوستی اس کی عداوت میں ہے
پس یہ سب صفات جو ہم نے بیان کئے اوصاف ہیں اور بالضرور صفت کے واسطے
ایک موصوف کا ہونا ضروری ہے تاکہ اس کے ساتھ قائم ہو اس وجہ سے

کہ صفت اپنی آپ قائم نہیں ہوتی اور معرفت اُس صفت کے سوا ہے شناخت
بدن انسان کے معلوم نہیں ہوتی ہے اور اُس کی شناخت کے طریق اسرارات سے
ہیں اور اوصاف کا بیان ہے اور حقیقت انسانیہ کی بابت لوگوں نے بہت کچھ کلام
کیا ہے کہ آیا یہ کس چیز کا نام ہے اور یہ کس چیز کے لائق ہے اور ان سب باتوں کا جاننا
طالبانِ حق پر فرض ہے اس واسطے کہ جو شخص اپنی خبر نہیں رکھتا ہے وہ دوسرے سے
کیا خبردار ہو سکتا ہے اور جب بندہ کو معرفت خداوند عز وجل کی تکلیف فرمائی گئی تو پہلے
اُس کو اپنی شناخت کرائی اُس سبب سے کہ جو کوئی اپنے آپ کو نہ پہچانے وہ اپنے غیر
کو بالکل نہ پہچانے جب بندہ معرفت خدا کے ساتھ مکلف ہوا اپنی معرفت اُسکو
چاہیئے تاکہ اپنی حدوث کی صحت کے ساتھ خداوند تعالےٰ کے قدم کو پہچانے
اور اپنے فنا کے ساتھ حق کے بقا کو معلوم کرے اور نص کتاب اُس کے ساتھ ناطق
ہے کہ خداوند تعالےٰ نے خاص کفار کو اپنے ساتھ جہالت کی صفت پر بیان کیا اور کہا وَمَنْ
یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِیْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ای جَهِلَ نَفْسَهٗ یعنے کون ہے کہ
مُنہ پھیرے ملت ابراہیم سے مگر وہ شخص کہ نہ جانے نفس اپنے کو یعنی جاہل ہووے
اپنے نفس سے اور ایک نے مشائخوں میں کہا ہے مَنْ جَهِلَ نَفْسَهٗ فَهُوَ بِالْغَیْرِ اَجْهَلُ
یعنی وہ شخص کہ جاہل ہووے اپنے نفس سے پس وہ غیر کے ساتھ اجہل ہے اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ اَیْ مَنْ عَرَفَ
نَفْسَهٗ بِالْفَنَاءِ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ بِالْبَقَاءِ یعنی اُس نے کہ پہچانا اپنے نفس کو پس تحقیق پہچانا
اُس نے اپنے رب کو یعنی پہچانا جس نے اپنے نفس کو فنا کے ساتھ پس تحقیق پہچانا
اُس نے اپنے رب کو بقا کے ساتھ اور کہا جاتا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ بِالذُّلِّ فَقَدْ عَرَفَ
رَبَّهٗ بِالْعِزِّ اور کہا جاتا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ بِالْعُبُوْدِیَّةِ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ بِالرُّبُوْبِیَّةِ
پس جو کوئی آپ کو نہ پہچانے کل کی معرفت سے محجوب ہو اور ان سب سے مراد

اس جگہ معرفت انسانی سے ہے اور اختلاف آدمیوں کا اُس میں سے اہل قبلہ سے ہے۔
ایک گروہ کہتا ہے کہ انسان سوائے روح کے اور کچھ نہیں ہے اور یہ جسد جوشن
اور ہیکل اور جگہ اور پناہ اس کی ہے تاکہ طبیعتوں کے خلل سے محفوظ ہو اور کہتے
ہیں کہ حس وعقل اُس کی صفت ہے یہ باطل ہے اس لئے کہ جب جان اس بنائے
انسانی سے جدا ہوتی ہے تو بھی اُس کو انسان کہتے ہیں اور مردہ شخص سے کبھی یہ نام
دور نہیں ہوتا یعنی جب اس میں جان ہوتی ہے تو انسان زندہ ہوتا ہے اور جب بیجان
ہوتا ہے تو انسان مردہ ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ ہر جانور کے بدن میں بھی جان ہوتی
ہے مگر اس کو انسان نہیں کہتے اگر انسانیت کا باعث روح ہے تو ہر جان دار پر
انسانیت کا حکم چاہیئے تھا حالانکہ نہیں ہے۔ پس ان کے قول کے بطلان پر دلیل قائم ہی
اور دوسرے گروہ نے کہا ہے کہ روح وجسد جب ایک جگہ جمع ہوتے ہیں تو اُس پر اس
اسم کا اطلاق ہوتا ہے اور جب ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے تو یہ اسم ساقط
ہوجاتا ہے جیسے کہ ایک گھوڑے پر جب دو رنگ جمع ہوتے ہیں یعنی ایک سیاہ
اور دوسرا سفید تو اُس کو ابلق کہیں گے اور جب ایک دوسرے سے جدا ہوں تو
ایک کو سیاہ اور دوسرے کو سفید کہیں گے۔ اور یہ بھی باطل ہی بقول تعالےٰ عزوجل
هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا یعنی کیا انسان پر
ایک وقت نہ تھا کہ کچھ شے مذکور نہ تھا اور خاک آدم بیجان کو انسان کہتے ہیں اور ابھی
اس بدن میں جان لاحق نہیں ہوتی اور ایک گروہ کہتا ہے کہ انسان جزو لاینجزیٰ
ہے اور اس کا محل دل ہے کہ آدمی کے جملہ اوصاف کا وہی اصول ہے اور یہ بھی
محال ہے کیونکہ اگر ایک کو مار ڈالیں اور دل اُس سے جُدا کریں تو بھی انسانیت کا
نام اُس سے نہیں دُور ہوتا اور آدم کے بدن میں جان سے پہلے دل موجود نہیں تھا
اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اور ایک گروہ صوفیہ سے اس میں غلطی واقع ہوئی ہے وہ

کہتا ہے کہ انسان کھانے والا اور پینے والا ہے اور محل تغیر نہیں ہے بلکہ وہ اسرار
الٰہی سے ہے اور یہ بدن اُس کا پردہ ہے اور آمیزش طبع یعنی ملاپ۔ بدن اور
روح کے ایک جا ہونے میں امانت رکھا گیا ہے حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں
میں کہتا ہوں کہ اس پر جملہ صاحب عقل کا اتفاق ہے کہ دیوانے اور کافر اور فاسق اور
جاہل سب انسان کہلاتے ہیں اور ان میں اسرار سے کچھ معنے نہیں ہیں یہ سب کھانے
پینے والے ہیں اور انسان کے بدن اور وجود میں کچھ معنے نہیں کہ اُس کو انسان کہہ
سکیں اور انسان کے نیست ہونے کے بعد بھی کچھ معنی نہیں بلکہ خداوند عالم نے مجموعہ ان چیزوں کا جن
سے ہمارا بدن مرکب ہے انسان کہا ہے بدون معنے کے کہ وہ بعض آدمیوں میں موجود
نہیں ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ
طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا
الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ
یعنے بنایا ہے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے پھر بنایا اُس کو نطفہ ایک جمے ہوئے ٹھراؤ
میں پھر بنائی اُس بوند سے پھٹکی پھر بنائی اُس پھٹکی سے بوٹی پھر بنائی اُس بوٹی سے
ہڈیاں پھر پہنایا اُن ہڈیوں پر گوشت پھر اُٹھا کر کھڑا کیا اُس کو نئی صورت میں سو بڑی
برکت اللہ کی جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔
پس بقول خداوند تعالےٰ کے کہ وہ اصدق الصادقین ہے کہ خاک پاک سے یہ صورت
مخصوص باوجود ان سب تغیرات کے انسان . . . ہے جیسا کہ ایک گروہ نے کہا ہے
جو اہل سنت سے ہے کہ انسان زندہ ہے کہ یہ صورت اُس کی اس صفت کے ساتھ
مقرر ہے کہ موت اس نام کو اُس سے دور نہیں کرتی جبتک کہ صورت اور آلہ پر مقرر ہے
اور ظاہر و باطن میں یہ نام قائم ہے اور صورت معہود سے تندرست اور بیمار مراد
ہے اور مجنون اور عاقل اُسکا نام ہے اور بالاتفاق جو صحیح اور تندرست ہو وہ زیادہ

پیدائش میں کامل ہو پس جاننا چاہیے کہ ترکیب انسان کی جو کامل زیادہ ہے محققوں کے نزدیک تین چیزوں سے ہے ایک روح دوسرے نفس اور تیسرے جسد اور اس صورت سے ہر ایک ذات کو ایک صفت ہے کہ وہ اُس کے ساتھ قائم ہے یعنی روح کے واسطے عقل ہے اور نفس کے لئے خواہش اور بدن کیواسطے حس ہے اور آدمی نمونہ عالم ہے اور عالم دو جہان کا نام ہے اور انسان میں دونوں جہان کا نشان ہے یعنی اس جہان کا نشان باقی اور مٹی اور ہوا اور آگ ہے یعنے اُس کی ترکیب بلغم اور خون اور صفرا اور سودا سے ہے اور نشان اُس جہان کا بہشت اور دوزخ اور عرصات ہیں یعنے جان بجائے بہشت کے ہے اور نفس بجائے دوزخ کے ہے اور آفت اور وحشت اور جسد بجائے عرصات اور جمال ان دونوں کا بسبب قہر و موانست کے ہے یعنی بہشت اُس کے رضا کی تاثیر ہے اور دوزخ اُس کے خلاف کا نتیجہ ہے اسی طرح مومن کی روح روح معرفت سے ہے اور اُس کا نفس حجاب وضلالت سے ہے اور قیامت میں مومن دوزخ سے نجات نہ پائیگا اور بہشت میں نہ جائیگا اور دیدار حق کی حقیقت کو نہ پہونچیگا جب تک تحقیق ارادت کو نہ پہنچے کہ اس کا مرکز روح ہے اور محبت کی صفائی تک نہ پہونچنا ایسا ہے جیسا کہ بندہ دنیا میں نفس اور اُس کی خواہش سے نجات نہیں پاتا اور حقیقت ارادت کو نہیں پہونچتا جس کی اصل روح ہے یعنے مقام قربت اور معرفت حقیقت پس جو شخص دنیا میں اُس کو پہچانے اور دوسروں سے پرہیز کرے اور شریعت پر قائم ہوگا وہ قیامت میں دوزخ اور پل صراط کو نہ دیکھے گا الغرض مومن کی روح اُس کو بہشت کی طرف بلاتی ہے اور نفس دوزخ کی طرف بلاتا ہے کیونکہ دنیا میں وہ اس کا نمونہ ہے اس واسطے کہ ناقص خواہشوں کی طرف بلاتا ہے پس اسی سے صواب اور دوسرے سے خطا ہے طالبان درگاہ باری تعالے پر واجب ہے کہ وہ ہمیشہ نفس کے خلاف راہ اختیار کریں تاکہ اُس کے برخلاف روح اور عقل کے مددگار ہوں

جو کہ اسرارات آلہیہ کا محل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فصل دوسری نفس کے بیان میں

اُس میں جو مشائیخوں نے کہا ہے یہ ہے کہ ذوالنون مصری علیہ الرحمہ کہتے ہیں اَشَدُّ الحِجَابِ رُؤْیَۃُ النَّفْسِ وَتَدْبِیْرُھَا سب زیادہ سخت حجابوں سے بندہ کی رؤیت نفس کی ہے اور اُس کی تدبیر کی متابعت کیونکہ اُس کی تابعداری حق عزوجل کی مخالفت ہے اور حق کی مخالفت جملہ حجابوں کا سر ہے اور ابویزید بسطامیؒ کہتے ہیں اَلنَّفْسُ صِفَۃٌ لَاتَسْکُنُ اِلَّا بِالبَاطِلِ یعنی نفس ایک صفت ہے کہ سکونت اُس کی باطل کے ساتھ ہے جو ہرگز وہ راہ حق کی پوری نہ کر سکے اور محمد بن علی الترمذی کہتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ تُرِیْدُ اَنْ تَعْرِفَ الْحَقَّ مَعَ بَقَاۗءِ نَفْسِکَ فِیْکَ وَنَفْسُکَ لَاتَعْرِفُ نَفْسَہَا فَکَیْفَ تَعْرِفُ غَیْرَھَا یعنی اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا نفس تجھ میں باقی رہے اور تو حق کو پہچانے حالانکہ تیرا نفس اپنے آپ کو نہیں پہچانتا پس وہ غیر کو کس طرح پہچانے گا۔ یعنے نفس اپنے بقا کی حالت میں خود محجوب ہے تو حق کا مکاشفہ کس طرح کر سکے گا۔ اور حضرت جنید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اَسَاسُ الْکُفْرِ قِیَامُکَ عَلٰی مُرَادِ نَفْسِکَ یعنے بندہ کا اپنی مراد پر قائم ہونا کفر کی بنیاد ہے اس واسطے کہ نفس لطیفہ اسلام سے دور ہے بلکہ اعراض میں کوشش کرتا ہے اور اعراض کرنیوالا منکر ہے اور منکر بیگانہ ہوتا ہے اور ابو سہمان دارانیؒ کہتے ہیں اَلنَّفْسُ خَائِنَۃٌ مَانِعَۃٌ وَاَفْضَلُ الْاَعْمَالِ خِلَافُھَا یعنے نفس امانت میں خیانت کرنے والا اور طلب رضا سے منع کرنے والا ہے۔ اور سب سے افضل عمل اُس کا خلاف ہے۔ اس واسطے کہ امانت میں خیانت کرنا بیگانگی ہے اور ترک رضا گمشدگی ہے اور صوفیوں کے قول خیانت نفس

اور بیگانگی میں اندازۂ شمار سے زائد ہیں۔ اب آیا میں اپنے مقصود پر اور مذہب سہل کی ثابت کرتے پر نفس کے مجاہدوں اور اُس کی ریاضت اور اُس کی حقیقت کے بیان کے طریقوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق چاہتا ہوں۔

اَلْکَلَامُ فِی الْمُجَاهَدَةِ

یعنی

کلام نفس کے مجاہدہ میں

واضح ہو کہ جہاد کی بابت خداوند عالم نے فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنے جن لوگوں نے ہماری خاطر جہاد کیا البتہ ہم اُن کو اپنی راہ بتائیں گے اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِی اللّٰهِ یعنے مجاہد وہ شخص ہے کہ جس نے خدا کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کیا یعنے اللہ تعالےٰ کے راضی کرنے کیلئے اپنی نفسانی خواہشوں کو روکا اور پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ یعنے ہم نے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف رجوع کیا اس سے معلوم ہوا کہ غزا مین فی سبیل اللہ قتل ہونا چھوٹا جہاد سمجھا گیا اور اپنی نفسانی خواہشوں سے بچنا جہاد اکبر فرمایا جب صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہاد اکبر کیا ہے فرمایا کہ جہاد اکبر نفس پر قہر کرنا ہے آپ نے نفس پر قہر کرنے کو جہاد پر فضیلت فرمائی اس واسطے کہ اسمیں تکلیف زیادہ ہے کیونکہ وہ جہاد خواہش پر چلنے کا نام ہے اور مجاہدہ اس کا قہر ہے۔ پس اے طالب صادق مجاہدہ نفس اور اس کی سیاست کا طریق واضح اور ظاہر ہے۔ کہ سب ملتوں اور مذہبوں میں عمدہ طریق ہے اور اہل طریقت اس کی پاسداری میں خاص ہیں اور یہ بات عام اہل طریقت میں مستعمل اور جاری ہے اور اس میں

مشائخ کی رموز اور اسرارات ہیں اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری رضے اللہ تعالیٰ عنہ اس کے اصل میں بڑا غلو فرماتے ہیں اور مجاہدات ہیں آپ کے بہت سے دلائل ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس بات پر مقرر کیا تھا کہ ہر پندرہ روز کے بعد ایک بار کھانا کھاتے اس وجہ سے آپ کی عمر زیادہ ہوئی چونکہ تھوڑی غذا کھانے سے عمر زیادہ ہوتی ہے اور دوسرے محققوں نے بھی مجاہدہ کرنے کو ثابت کیا ہے اور خاصکر اس کو اسباب مشاہدہ سے کہا ہے اور انہوں نے مجاہدہ کو علت مشاہدہ کی کہا ہے اور حق کے پانے میں اس کی ایک خاص تاثیر تبلائی ہے اور وہ دنیا کی زندگی کو طلب میں فضیلت دیتے ہیں۔ عقبے کی حیات پر جس میں مراد بھی حاصل ہو بدیں وجہ کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ اس کا ثمرہ ہے یعنے جب دنیا میں تو خدمت کرے گا تو عقبے میں اس کا ثمرہ پائے گا یعنی خدا کی قربت پائے گا چونکہ بغیر خدمت کے قربت نہیں مل سکتی، اس وجہ سے کہ وصول حق کی علت بندہ کا مجاہدہ ہے جو اس کی توفیق سے ہے اور دوسرے کہتے ہیں کہ وصول حق کے واسطے مجاہدہ علت نہیں ہے کیونکہ جو کوئی حق کو پہونچے اس کے فضل سے پہونچے پس فضل کو افعال سے کوئی نسبت نہیں ہے یعنی مجاہدت نفس کی تہذیب کے واسطے ہے نہ حقیقت قرب کے واسطے اس سبب سے کہ رجوع مجاہدہ کا بندہ کے ساتھ ہے اور حالہ مشاہدہ کا حق کے ساتھ محال ہے کہ یہ علت اسکی ہے یا وہ آلہ اس کا ہے اور حضرت سہل کی حجت اسمیں وہ ہے جو خدائے عزوجل کا قول ہی کہ فرمایا وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وہ شخص کہ مجاہدہ کرے مشاہدہ پاوے۔ اور نیز ورود انبیاء کا اور شریعت کا اثبات اور کتابوں کا نزول اور جملہ احکام تکلیف کے سب مجاہدات ہیں پس اگر مجاہدات مشاہدہ کی علت نہ ہوں تو سب امورات دنیا باطل ہونگی اور دنیا اور عاقبت کے حالات اور تمام حکم اور علتوں کا تعلق قایم نہ رہیگا۔ بلکہ جو شخص حکم کو سبب سے خالی جانتا ہے اس سے شرع اور رسم جاتی رہتی ہے

اور اصول اور فروع میں اُس کی کوئی تکلیف درست اور ثابت نہیں ہوتی یعنے کھانا سیر ہو نیکے واسطے ہو اور آبی سیری کے واسطے پینے ہیں۔ اور دوسرے قول پر یہ سب باتیں بیکار ہیں پس توحید کے اصول میں اشیا کی رؤیت ہے یعنے اشیا کا مخلوق ہیں لحاظ کرنا توحید ہے اور دور سمجھنا تعطیل ہے اور مشاہدہ میں اس کی بہت سی دلیلیں ہیں اور اس کا انکار مشاہدہ کا انکار ہے بلکہ کھلا ہوا مکابرہ ہے پس اے طالب کیا تو نہیں دیکھتا کہ سرکش گھوڑے کو ریاضت کی برکت سے آدمیت کی صفت میں کر دیتی ہیں وہ کیا کچھ ترتیب کرنے لگتا ہے اور گھوڑے کا وصف اُس سے بدل جاتا ہے یعنے وہ چابک اُٹھا لیتا ہے اور اپنے مالک کو دیدیتا ہے (علی ہذا القیاس)

اور اسی طرح بے عقل طفل عجمی کو بسبب ریاضت کے عربی زبان سکھلا دیتے ہیں اور اُسکے نطق طبعی کو اُس سے تبدیل کر دیتے ہیں اور وحشی جانور کو بسبب ریاضت کے اُس درجہ پر پہونچا دیتے ہیں کہ جب اُس کو چھوڑ دیں تو وہ چلا جائے اور جب بلائیں تو وہ واپس آجائے اور قید کا رنج اُس کو آزادی اور کھلا رہنے کی نسبت اچھا معلوم ہووے۔ اور پلید کتے کو ریاضت سے اس درجہ پر پہنچا دیتے ہیں کہ اُس کا مارا ہوا حلال ہو جائے اور آدمی بے ریاضت کا ذبیحہ حرام ہے علی ہذا القیاس

پس شرع اور رسم کا مدار مجاہدہ پر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجودے کہ قرب حق حاصل تھا اور عاقبت کی طرف سے امن کلی تھا اور آپ کی بے گناہی ثابت تھی آپ نے اس درجہ کوشش کی کہ ۔تون آپ بھوکے رہے اور آپ ہمیشہ شب بیدار رہے اور ہمیشہ آپ نے روزہ رکھا کبھی روزہ پر روزہ کی نوبت پہونچی کہ حکم آیا طٰہٰ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى یعنے ہم نے تیری پاس قرآن مجید اس واسطے نہیں بھیجا کہ تو ہلاک ہو جائے اور حضرت ابوہریرہ رضے اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر میں خود حضور علیہ السلام اینٹیں اُٹھاتے تھے اور میں دیکھتا تھا

کہ آپ اس تکلیف کو گوارا فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یا حضرت مجھے انہیں دیجئے کہ میں جائے
آپ کے میں اس خدمت کو انجام دوں حضور نے فرمایا اے ابوہریرہؓ تم کسی دوسرے شخص سے
اینٹیں لیکر اٹھالاؤ کیونکہ عیش کا گھر قیامت ہے اور دنیا تکلیف و محنت کا گھر ہے اور حضرت
حیان بن خارجہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت عبداللہ بن عمر
رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ آپ غزا کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں تو آپ نے جواب یا اِبْدَ بِنَفْسِكَ فَاغْزُهَا
وَابْدَءْ بِنَفْسِكَ فَاغْزُهَا فَاِنَّكَ اِنْ قُتِلْتَ فَارًّا بَعَثَكَ اللّٰهُ فَارًّا وَاِنْ قُتِلْتَ مُرَائِيًا بَعَثَكَ اللّٰهُ مُرَائِيًا
وَاِنْ قُتِلْتَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا بَعَثَكَ اللّٰهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا یعنے اپنی نفس سے شروع کر اور اس کو شقت میں ڈال اور
اپنی نفس سے شروع کر اور جہاد میں مشغول کر پس تحقیق اگر تو بھاگ کر مارا گیا تو خداوند عالم تجھ کو بھاگے ہوئے
گروہ کیساتھ اُٹھائے گا اور اگر ریاکاری کی حالت میں مارا گیا تو خدا تعالےٰ تجھکو ریاکاروں کی جماعت میں
اُٹھائیگا اور اگر صبر کی حالت میں قتل کیا گیا تو اللہ تعالےٰ تجھے صبر کرنیوالوں کے ساتھ اُٹھائیگا اور تو
اُس کا ثواب پائیگا جیساکہ مصنف کتاب کا تالیف و تصنیف میں اثر ہے اسی طرح ترکیب مجاہدات
کا معانی میں اثر ہے۔ پس جو شخص بغیر مجاہدہ کے حصول وصول کا دعویٰ کرتا ہے وہ غلطی کرتا ہے اس لئے کہ
جہان اور اس کی حدث کا ثابت کرنا خداوند تعالےٰ کی معرفت کی مین دلیل ہے اور نفس
کی شناخت اور مجاہدہ اُس کے وصل کی دلیل ہے اور دوسرا گروہ اسی آیت کی
تفسیر میں مقدم و موخر ہے جیساکہ آیت ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ
سُبُلَنَا ای وَالَّذِيْنَ هَدَيْنَاهُمْ سُبُلَنَا جَاهَدُوْا فِيْنَا یعنے جن لوگوں کو ہم نے راستہ دکھادیا ہی
وہ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَنْ
يُّنْجِيَ اَحَدَكُمْ بِعَمَلِهٖ قِيْلَ وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ
یعنی کوئی شخص اپنے عمل کے بعاوضہ میں رہائی نہیں پائیگا پوچھا گیا یارسول اللہ آپ بھی اس قول میں
شامل ہیں فرمایا کہ ہاں میں بھی اس میں شامل ہونگا کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ اپنی رحمت
سے مجھے بچائے رکھے پس کوشش کرنا بندہ کا فعل ہے یہ محال ہے کہ اس کا فعل

اُس کی نجات کا باعث ہو حالانکہ بندہ کی رہائی اور نجات خواہش آلہی کے متعلق ہے
جو کوشش سے نہیں ہے بلکہ خداوند عالم فرماتا ہے فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ
صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا۔ یعنی جسکو اللہ ہدایت
کرنا چاہتا ہے تو اُسکے سینے کو اسلام کیلیے کشادہ کردیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے
تو اُس کے سینے کو تنگ کردیتا ہے جس سے وہ حرج معلوم کرتا ہے اور فرمایا ہے تُؤْتِی الْمُلْكَ
مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ یعنے جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے اور جس سے
چاہتا ہے اُس سے ملک چھین لیتا ہے اس میں خداوند عالم نے اپنی خواہش کو ثابت فرمایا
اور مخلوق کی تکلیف کی نفی فرمائی بدیں وجہ کہ اگر مجاہدہ وصول کی علت ہوتی۔ تو
ابلیس علیہ اللعنۃ مردود نہ ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوشش کی ترک رد کی علت
ہوتی تو حضرت آدم علیہ السلام ہرگز مقبول نہ ہوتے پس سبقت بھی عنایت پر منحصر
ہے نہ کثرت مجاہدت پر بلکہ یہ نہیں ہے کہ جو زیادہ کوشش کرنے والا ہو وہ زیادہ
بے فکر ہو بلکہ جس پر عنایت ایزدی ہوتی ہے وہ خدائے تعالیٰ سے زیادہ
نزدیک ہوتا ہے پس اے طالب صادق کیا تو نہیں دیکھتا کہ ایک شخص اندر حجرہ کی
عبادت میں مشغول رہتا ہے مگر حق سے دور ہے اور ایک شخص خرابات میں گنہگار ہے
مگر اُس کو قرب خداوندی حاصل ہے کیونکہ سب باتوں سے زیادہ اشرف دولت
ایمان ہے کیا نہیں دیکھتا کہ جو لڑکا نابالغ ہے اُس پر حکم ایمانداری کا ہے ایسا ہی مجنون
آدمیوں کو ایماندار کہتے ہیں پس جب شریف بخششوں کیلیے مجاہدہ علت نہیں ہے اور جو اس سے کم
درجہ ہے وہ بھی علت کا محتاج نہیں ہے اور میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں کہتا ہوں
یہ تخض تعبیر اور الفاظ کا خلاف ہے اور معنے مراد ایک ہے یعنی ایک کہتا ہے مَنْ طَلَبَ وَجَدَ یعنی
جس نے ڈھونڈا پایا اور دوسرا کہتا ہے مَنْ وَجَدَ طَلَبَ یعنی جس نے پایا اُسنے ڈھونڈا پس پانیکا سبب طلب ہو
اور طلب کا سبب پانا ہوا یعنے وہ کوشش کرتا ہے کہ مشاہدہ ہو اور یہ مشاہدہ کرتا ہے

کہ مجاہدہ ہو اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ مشاہدہ میں مجاہدہ کرنا ایسا ہی جیسا کہ طاعت کی توفیق اور توفیق عطیہ الٰہی ہے بغیر اسکے بندگی محال ہے جس طرح بغیر بندگی کے توفیق کا حاصل ہونا محال ہے اور جس طرح کہ بغیر مشاہدہ کے مجاہدہ نہیں ہوتا اسی طرح بغیر مجاہدہ کے مشاہدہ ناممکن ہے اس وجہ سے کہ مشاہدہ جمال خداوندی ہے جو سالک کے دل پر طاری ہوتی ہے اور بندہ کو مجاہدہ کی طرف راغب کرتی ہے۔ لیکن وہ جو قوم یعنی سہل اور ان کے اصحاب اس امر کی دلیل پکڑیں کہ جو کوئی مجاہدوں کے ساتھ اثبات نہ کرہی وہ جملہ انبیاء اور کتابوں اور شریعتوں کا منکر ہے کیونکہ مدار تکلیف کا مجاہدہ پر ہے بہتر اس سے یہ ہے کہ مدار تکلیف کا حق کی ہدایت پر ہو کیونکہ مجاہدے حجت کے ثابت کرنے کے واسطے ہیں نہ حقیقت وصل کے واسطے ہیں اور خداوند عزوجل نے فرمایا وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ۔ یعنی اگر ہم فرشتوں کو ان کی طرف بھیجتے اور مردوں سے ان کی بابت چیت کراتے اور ان پر سب چیزیں اٹھلاتے تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے جب تک ہمارا ارادہ نہ ہوتا اس واسطے کہ ایمان کی علت ہمارے ارادہ پر منحصر ہے نہ کہ دلائل اور ان کا مجاہدہ اور فرمایا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ یعنی جو لوگ کہ کافر ہوئے ان کے نزدیک اظہار حجت اور دلائل کا وارد ہونا اور قیامت کے خوفوں سے ڈرانا اور ان سب باتوں کا ترک کرنا برابر ہے یہ ایمان نہ لائیں گے کیونکہ ان کو اہلِ ایمان سے ہم نے مخلوق نہیں کیا اور ان کے دل بدبختی کے نمبر دیئے پس انبیاء علیہم السلام کا آنا اور کتابوں کا نازل ہونا اور شریعتوں کا قائم اور ثابت ہونا یہ سب طریقے وصول کے ہیں نہ علت وصول کے اس واسطے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابوجہل بوجہ تکلیف کے حکم میں یکساں حالت میں تھے صرف فرق

اس قدر ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبا منہ، عدل کے سبب سے مرتبہ
فضیلت پر پہونچے اور ابو جہل بوجہ سرتابی اور حکم عدولی کے باعث قعر جہنم میں پہنچا پس
علت وصول ابو جہل کی عدل کی طرف سے باز رہنا، ہی عین وصول ہے نہ طلب
وصول کیونکہ اگر طالب مطلوب دونوں ایک ہوتے تو طالب کامیاب ہوتا اور جب
مطلوب کو پالیتا تو طالب نہ رہتا اس واسطے کہ جو مقصود کو پا لیتا ہے تو آرام میں ہو جاتا ہے
اور حاجت طلب کی نہیں رہتی ہے اور جو طلبگار ہوتا ہے اُسکو آرام نہیں ہوتا ہے۔
جبتک کہ مقصود کو نہ پہونچے اسی واسطے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنِ
اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ یعنی جو شخص یکدن ساوی حالت میں رہا پس وہ زیاں کار
ہے یعنی (طالبان حق سے) اور جس کے دو دن یکساں ہوں وہ ظاہراً خسارہ میں ہے
بلکہ چاہیئے کہ ہر روز طلب میں زیادہ ہو اور یہ درجہ طالبوں کا ہے پھر فرمایا اِسْتَقِیْمُوْ
وَلَنْ تُحْصُوْ۔ یعنی استقامت حاصل کرو اور حال پہ ہو پس مجاہدت کو سبب کہا اور سبب
ثابت کیا خاصکر حجت کے ثابت کرنے کو اور وصول کو سبب نفی کی تحقیق آلہیت کو اور وہ
جو کہیں کہ گھوڑے کو مجاہدہ کے سبب سے ایک دوسری صفت پر پھیریں جاننا چاہیئے
کہ گھوڑے میں ایک صفت ہے پوشیدہ کہ اُس کے اظہار کا مجاہدہ سبب ہے
کیونکہ جبتک ریاضت نہ کرے وہ معنے ظاہر نہ ہوں اور گدھے میں چونکہ وہ معنے نہیں
ہیں ہرگز اسپ نہ ہو وے اور نہ گھوڑے کو مجاہدہ سے گدھا کر سکتے ہیں، اور نہ گدھے کو
ریاضت سے گھوڑا کر سکیں اس سبب سے کہ یہ قلب عین ہو پس جبکہ وہ چیز کہ عین کو قلب
نہیں کر سکتی اس کا اثبات حق کی درگاہ میں محال ہو حضرت سہل تستری ایسا مجاہدہ کرتے
تھے کہ وہ اس سے آزاد تھے اور اس کے عین میں وہ اُس سے منقطع تھا۔ نہ تھا
اُس گروہ سے کہ اُس کی عبادت کو بغیر معاملت کے مذہب بنایا ہے، اور یہ
اثر محال ہے کہ وہ ہم بالکل معاملت ہے چاہیئے کہ بالکل عبارت ہو اور سب میں

خاصکر میں قصہ والوں کو مجاہدہ اور ریاضت موجود ہے باتفاق لیکن رویت اسکی اسمیں
آفت ہے پس وہ شخص کہ مجاہدہ کی نفی کرتا ہے نہ مراد اس کی عین مجاہدہ ہی کہ مراد عدم رویت
مجاہدت کی ہے اور عجب کرنا اپنے افعال کے ساتھ محل قدس میں اس سبب سے کہ
مجاہدہ فعل بندہ کا ہے اور مشاہدہ داشت حق جبتک داشت حق نہ ہو فعل بندہ کی قیمت
نہ پکڑے اپنی عمر کی قسم ہے کہ اپنے آپ سے دل نے اختیار نہ کیا کہ اس قدر مشاطگی
اپنی کرے تو اور فضل حق نہ دیکھے تو جو اتنی بات اپنے کام کی کہے تو پس دوستوں کا
مجاہدہ حق کا فعل ہو ان میں بے اختیار ان کے اور وہ قہر و گدازش ہو اور گدازش
بالکل نوازش ہو اور جاہلوں کا مجاہدہ ان کا فعل ہو ان میں انکے اختیار سے اور وہ تشویش اور پراگندگی
ہووے اور دل پراگندہ آفت سے پراگندہ ہووے پس جبتک ہو سکے اپنی عقل ہی عبارت نہ کر اور کسی صفت میں
نفس کی متابعت نہ کر کیونکہ تیری ہستی کا وجود تیرا حجاب ہے اگر کسی فعل سے محجوب ہوتا کسی دوسرے سے تھا چونکہ ہستی
تیری حجاب ہے جبتک ہستی کو بالکل فنا نہ کرے تو بقا کے لائق نہ ہووے کیونکہ نفس
کتا ہے اور جلد کتے کی پاک نہیں ہو سکتی مگر دباغت سے۔ اور حکایتوں میں مشہور ہے
کہ حسین بن منصور نے کوفہ میں محمد بن الحسین العلوی کے گھر میں نزول کیا تھا اور
ابراہیم خواصؒ کوفہ میں آئے جب ان کی خبر سنی ان کے پاس گئے اور حسین نے کہا اے
ابراہیم اس چالیس برس میں جو تو نے تعلق اس طریق کے ساتھ رکھا تو اس بات سے تجھ
کو کیا چیز حاصل ہوئی ہے کہا تیرا طریق کل مجھ کو میسر ہوا حسین نے کہا ضَیَّعْتَ
عُمْرَكَ فِیْ عِمْرَانِ بَاطِنِكَ فَاَیْنَ الْفَنَآءُ فِی التَّوْحِیْدِ یعنی اس عمر کو تو نے باطن کی یاد
میں ضائع کیا پس فنا کہاں ہے توحید میں یعنی توکل عبارت ہے خداوند تعالیٰ کے ساتھ
معاملہ کرنے سے اور اس کے بھروسہ پر باطن کی درستی کرنا۔ اور جو کوئی ایک عمر باطن کے
معاملہ میں تمام کرے تو ایک دوسری عمر چاہیئے تا کہ ظاہر کے معاملہ میں پوری کرے
تو وہ عمر ضائع کرے اور ابھی تک حق سے کوئی بو اور کوئی اثر نہ پایا گیا ہو۔ شیخ ابو علی

سیاہ مروزی سے حکایت ہے کہ کہا میں نے نفس کو دیکھا ایک صورت میں میری
صورت کی مانند ہے کہ ایک بال اُس کے پکڑے ہوئے تھا اور اُس نے مجھکو دیا میں نے
اُس کو ایک درخت پر باندھا اور اُس کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا مجھ سے کہا ابا علی مت
تکلیف کر کیونکہ میں خدا کا لشکر ہوں مجھکو گم نہ کر سکے گا اور محمد بن علیان نسوی سے
روایت کرتے ہیں اور وہ جنید کے بڑے صحابیوں سے تھے کہتے ہیں کہ میں شروع
حال میں نفس کی حالتوں میں بینا ہوا تھا اور اُس کی گھاتیں جان گیا تھا اس سے ہمیشہ
حقد میرے دل میں تھا ایک روز ایک چیز مثل لومڑی کے بچہ کی میرے گلے سے باہر
آئی اور حق تعالےٰ نے مجھ کو اُس کے ساتھ شناسا کیا اور میں نے جانا کہ وہ نفس ہی
اُس کو پاؤں کے نیچے لایا میں اور جو ٹھوکر کہ اُس پر میں مارتا تھا وہ بہت بڑا ہوتا تھا
میں نے کہا سب چیزیں تکلیف اور زخم سے ہلاک ہوتی ہے تو کس واسطے زیادہ ہوتا
ہے اُس نے کہا میری پیدائش اسی طرح پر ہے جو رنج اور چیزوں کا ہو وہ میری
راحت ہو اور وہ جو راحت چیزوں کی ہو میرا رنج ہو اور شیخ ابو العباس شقانی نے جو
امام وقت تھے انہوں نے کہا ایک روز میں جب اپنے گھر میں آیا ایک زرد کتے
کو میں نے دیکھا اپنی جگہ پر سوتا ہوا میں نے جانا کہ محلہ میں سے گھر میں آگیا ہے
اُس کے نکالنے کا ارادہ کیا وہ میرے دامن کے نیچے آگیا اور غائب ہو گیا۔ اور
شیخ ابو العباس گرگانی نے جو آج قطب اور مدار علیہ ہے اپنے ابتدار حال سے نشان
دیا کہ میں نے اُس کو ایک سانپ کی صورت میں دیکھا ہے اور ایک فقیر نے کہا میں نے
نفس کو ایک چوہے کی صورت میں دیکھا میں نے کہا تو کون ہے کہا میں غافلوں
کی ہلاکت ہوں اور ان کی برائی اور شر کا چاہنے والا اور دوستوں کی نجات کہ جو
میں اُن کے ساتھ نہ ہوتا کیونکہ وجود میرا آفت ہے یہ اپنی پاکی پر مغرور ہوتے اور
اپنے فعلوں پر متکبر کیونکہ جب طہارت دل اور صفائی سِر اور نور ولایت اور استقامت

طاعت پر ملاحظہ کریں خواہش اور غرور ان میں ظاہر ہوا اور پھر جب مجھ کو دیکھیں اپنے دو پہلو میں وہ سب عیب ان سے پاک ہوں اور یہ سب حکایتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ نفس عینی ہے نہ صفتی اور اس میں صفت ہیں اور ہم اس کی صفتوں کو ظاہر دیکھتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ دشمن تیرے دشمنوں کا تیرا نفس ہے تیرے دو پہلو کے درمیان ہیں پس معرفت اس کی حاصل ہوئی تو نے جان لیا کہ آپ اس کو ریاضت کے ساتھ ہاتھ میں رکھ سکتا ہے لیکن اس کی اصل اور جڑ نیست نہیں ہوتی اور جب شناخت اس کی درست ہوئی اور طالب اگر مالک ہو تو اس کی بقا سے خوف نہ ہووے اس واسطے کہ لِاَنَّ النَّفْسَ کَلْبٌ مُبَاحٌ وَاِمْسَاکُ الْکَلْبِ بَعْدَ الرِّیَاضَۃِ مُبَاحٌ یعنے اس واسطے کہ نفس کتا ہے بھونکتا ہے اور روکنا کتے کا بعد ریاضت کے جائز ہے پس مجاہدے نفس کے اس واسطے ہیں کہ اس کے اوصاف فنا ہو جاویں نہ اس غرض سے کہ اس کی ذات فنا ہو جاوے اور مشائخ کو اس باب میں کلام بہت ہی لیکن کتاب کے طول ہو جانے کے خوف سے اسی قدر پر میں نے کفایت کی اب کلام خواہش کی حقیقت اور شہوات کے ترک میں شروع کرتا ہوں انشاء اللہ عزوجل

وباللہ التوفیق

کلام ہوا کی حقیقت بیان اب اے طالب صادق جان کہ عزت دے تجھکو اللہ تعالےٰ کہ ایک گروہ کے نزدیک ہوا عبارت اوصاف نفس سے ہے اور ایک دوسرے گروہ کے نزدیک عبارت ہے ارادت طبع سے جو متصرف اور مدبر اس کا نفس ہے جیسے کہ عقل روح سے اور جس روح کو کہ اپنی پیدائش میں عقل سے کوئی قوت نہ ہو وہ ناقص ہوا اور نہ جس نفس کو ہوا سے قوت نہ ہو وہ بھی ناقص ہو پس روح کا نقصان قربت کا نقصان ہوا اور نفس کا نقصان عین قربت ہوا اور ہمیشہ بندہ کو دو خوبیں ہوتی ہیں ایک عقل سے ہے اور ایک

ہوا سے لیکن وہ شخص کہ دعوت عقل کا متابع ہو ایمان کے ساتھ پہونچے اور وہ جو ہوا
کی دعوت کا متابع ہو گمراہی اور کفر کو پہونچے پس ہوا حجاب اور گمراہی ہوا اور مریدوں
کی رفعت گاہ اور طالبوں کے اعراض کی جگہ اور بندہ اُس کے خلاف کا مامور ہے، اور
اُس کے ارتکاب سے منع کیا ہوا اِلَّا اَنَّ مَنْ رَکِبَہَا ھَلَکَ وَمَنْ خَالَفَھَا مَلَکَ اس
واسطے کہ تحقیق وہ جو اُس پر سوار ہوا ہلاک ہوا اور اُس نے کہ خلاف کیا اُس کا مالک ہو جیسا
کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ
الْمَاْوٰی یعنی جو اپنے رب سے ڈرا اور نفس کو خواہشوں سے روکا اُس کے قرار کی جگہ جنت ہے
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ اِتِّبَاعُ الْھَوٰی وَ
طُوْلُ الْاَمَلِ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں خدائے تبارک و تعالیٰ کے قول کی تفسیر میں
اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰہُ دیکھا تو نے اُس کو کہ بنایا اپنی خواہشوں کو معبود افسوس
اُن پر کہ بدون حق کے اُن کی خواہش معبود ہے اور تمام ہمت اُس کی رات دن اُس کی
رضا کی طلب میں ہے، اور خواہشیں دو قسم ہیں ایک ہوا لذت اور شہوت کی ہوا اور دوسری ہوا جاہ
طلبی اور ریاست کی اور جو شخص تابع ہو لذت اور شہوت کا خرابات میں ہو لیکن خلق اُس کے فتنہ سے
بے خوف ہو اور دوسری قسم ہوائے جاہ خلق و ریاست ہو خانقاہوں اور جھونپڑوں میں وہ فتنہ خلق کا
ہو کیونکہ آپ راستہ سے گمراہ ہوا اور خلق کو بھی گمراہی کی طرف بلاتا ہے پس ہوا کی متابعت سے پناہ مانگنا چاہیئے
پس جو شخص کہ اُس کی کل حرکات ہوا ہوں اور اُسکے اتباع سے اُس کو رضامندی ہو وہ حق سے
دور ہو اگرچہ مسجد میں تمہارے ساتھ ہو اور پھر وہ شخص کہ ہوا سے اُس کو پرہیز ہو اور اُس کی متابعت سے
رضامندی ہو وہ حق سے نزدیک ہو اگرچہ کنشت میں ہو اور ابراہیم خواص کہتے ہیں کہ ایک وقت میں نے
سنا کہ روم میں ایک راہب کو ستر برس ہوئے کہ بسبب رہبانیت کے ایک عبادت
میں بیٹھا ہے میں نے کہا اے عجیب شرط رہبانیت کے چالیس سال ہوں اور یہ مرد کس
مشرب کا ہے کہ ستر سال سے اس دیر میں آرام کر رہا ہے اُس کا ارادہ میں نے کیا جب اُس کے

دیر کے نزدیک میں کھڑ کی اُس نے کھولی اور مجھ سے کہا یا ابراہیم میں جانتا کس کام کے واسطے تو آیا ہوں میں اس جگہ راہبی کے واسطے نہیں بیٹھا ہوں ان ستر برس سے بلکہ میں ایک کتا رکھتا ہوں اور اس دیر میں بیٹھا ہوا ہوں تا کہ نگہبانی کروں اور اس کے شر سے مخلوق کو باز رکھوں جب یہ بات اُس سے میں نے سُنی میں نے کہا بار خدایا تو قادر ہے کہ عین گمراہی میں بندہ کو راہ صواب عطا فرماوے اور راہ راست کرامت کرے مجھ سے کہا اے ابراہیم کب تک لوگوں کو طلب کریگا جا اپنے آپ کو طلب کر جب پاوے تو اپنا پاسبان ہو کیونکہ ہر روز یہ ہوا تین سو ساٹھ طرح کے لباس الٰہیت پہنتی ہے اور بندہ کو گمراہی کی طرف بلاتی ہے اسواسطے کہ شیطان کو انسان کے دل اور باطن میں دخل دینے کی مجال نہیں ہوتی جبتک دل میں گناہ کی خواہش پیدا نہ ہو اور جب اثر ہوا کا ظاہر ہو اُس وقت اُس کو شیطان پکڑتا ہے اور آراستہ کرتا ہے اور اس کے دل پر جلوہ کرتا ہے اور اس معنے کو وسواس کہتے ہیں ابتدا اس کی ہوا ہوا اور یہ معنے قول خدائے عزوجل کے ہیں کہ خاصکر ابلیس سے اُس وقت کہ کہتا تھا کہ میں سب آدمیوں کو راہ سے بہکاؤں گا اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ تجھ کو میرے خاص بندوں پر قابو نہیں ہے پس شیطان حقیقت نفس اور ہوا ہے بمنزلہ ہوا اور اس سبب سے ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَامِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ غَلَبَہٗ شَیْطَانُہٗ اِلَّا عُمَرَ فَاِنَّہٗ غَلَبَ شَیْطَانَہٗ یعنی کوئی آدمی نہیں ہے مگر شیطان نے اُس پر غلبہ کیا ہے یعنے ہر شخص کی ہوا و ہوس نے اُس پر غلبہ کیا ہے سوا ... [illegible] ... شیطان پر غلبہ کیا ہے پس ہوا بہشت آدم کی ترکیب اور ان کے فرزندوں ... کی خوشبو ہی کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْہَوٰی وَالشَّہْوَۃُ مَعْجُوْنَتَانِ بِطِیْنَۃِ ابْنِ اٰدَمَ یعنی ہوا اور شہوت بنی آدم کی مٹی میں خمیر ہے پس ترک ہوا بندہ کو امیر کرتی ہے اور ارتکاب اس کا امیر کو اسیر ... [illegible] ... کہ زلیخا نے ہوا کو ارتکاب کیا امیر تھی اسیر ... [illegible]

سے پوچھا کہ وصل کیا چیز ہے کہا ترک ارتکاب ہوا کا جو شخص یہ چاہے کہ وصل کرے حق کے ساتھ
مکرم ہو ہوا کو ترک کرے کیونکہ بندہ کسی عبادت کے ساتھ حق سے تقرب کرے زیادہ
بزرگ اُس سے ہے کہ ہوا کے خلاف کرے اس سبب سے کہ پہاڑ آدمی پر کھودنا ناخن سے آسان
زیادہ ہووے ہوا کے خلاف کرنے سے اور حکایتوں میں میں نے پایا ہے کہ ذوالنون مصری
سے کہ کہا ایک کو دیکھا میں نے کہ ہوا میں اُڑتا تھا میں نے کہا یہ درجہ تو نے کس طرح
پایا کہا قدم ہوا پر رکھا میں نے تو ہوا میں گیا میں محمد بن فضل البلخی سے مشہور ہے کہ کہا
مجھ کو تعجب آتا ہے اُس سے کہ اپنی ہوا کے ساتھ اُس کے گھر میں جاوے اور زیارت
کرے کس واسطے ہوا پر قدم رکھیں تاکہ اُس کی طرف پہونچے اور اُس کے ساتھ دیدار
کرے لیکن سب سے زیادہ ظاہر صفت نفس کی شہوت ہے اور شہوت کے معنے پراگندہ
ہیں آدمی کے اجزا میں اور سب حواس اُسکے کام میں ہیں اور بندہ سب کی حفاظت
کے واسطے مکلف ہے اور ہر ایک فعل سے مسئول اور شہوت آنکھ کی دیدار اور کان کا سننا
اور ناک سے سونگھنا اور زبان سے کہنا اور تالو سے چکھنا اور جسد سے لمس اور صدر سے
اندیشہ کرنا ہے پس طالب کو چاہیئے کہ اپنا نگہبان اور حاکم بن جاوے اور رات دن
اپنے زمانہ کو اُس میں گذارے تاکہ یہ داعی ہوا کو جو حواس میں پیدا ہوتے ہیں. آپ
سے منقطع کرے اور خداوند تعالیٰ سے دعا کرے تو اُس کو اُس کے ساتھ موصوف کرے
کہ یہ ارادت اُس کے باطن سے دور ہووے کیونکہ جو آدمی کہ شہوت میں مبتلا ہو کل
معانی سے محجوب ہو پس اگر بندہ تکلف کے ساتھ اس کو آپ سے دفع کرے اُس کا
رنج زیادہ ہوتا ہے جب اس کی جنبشیں متواتر پیدا ہوں تو اس کا چارہ دور کرنیکا
تسلیم ہے تاکہ مراد حاصل ہو اور حضرت ابو علی سیاہ مروزی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں
حمام میں گیا تھا اور استرہ سے رفع ضرورت کرتا تھا اُس وقت مجھے یہ خیال گذرا کہ اے
ابو علی اس عضو کو کہ جو منبع خواہشوں کا ہے اور تجھکو بلا میں مبتلا رکھتا ہی آپ سے دور کر دے

تاکہ تو شہوت سے نجات پائے کہ یکایک منادی غیب سے ندا آئی کہ اے ابو علی تو ہمارے
ملک میں تصرف کرتا ہے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ کوئی عضو وہ سب سے مرتبہ میں تیرے نزدیک
زیادہ لائق نہیں۔ اگر اس کو آپ سے جدا کریگا ہم تیری ہر ایک بال میں سوگنی شہوت اور
ہوا و ہوس کو پیدا کر دیں گے اس مقام میں بندہ کو بدن کی خرابی میں کسی طرح کا تصرف نہیں
ہے ہاں اس کی صفتوں کے تبدیل کرنے میں توفیق حق کے ساتھ ہے اور وہ بھی امر
تسلیم اور تبری حول وقوت کسی سے ہے اور حقیقت میں جب رضا و تسلیم اختیار ہوگئی، تو
بیشک بندہ بسبب عصمت حق کے محفوظ ہوا اور بندہ اپنے حفظ سے فنا اور آفت سے زیادہ نزدیک ہو جاتا
ہے بسبب مجاہدہ کے اس سے معلوم ہوا کہ حفاظت تمام آفتوں کی دور کرنے والی ہے اور
جملہ علتوں کی مٹانے والی ہے اور کسی صفت میں خاصکر بندہ کو اسکے ساتھ مشارکت
نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس نے فرمایا ہے کہ ہمارے ملک میں تصرف نہیں ہے اور
جبتک تقدیر میں اس کی عصمت مقدر نہیں ہے تو بندہ کوشش کیساتھ کوئی چیز علیحدہ
نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ کوشش اور سعی محض عنایت حق سے ہوتی ہے اور جب بندہ
پر خداتعالیٰ کا افضال نہ ہو تو وہ کوشش کچھ فائدہ نہیں دیتی ہے بلکہ بندگی کی
طاقت اس سے ساقط ہو جاتی ہے ہاں دو جگہ پر وہ کوشش ضرور کارآمد ہوتی ہے ایک یہ
کہ تقدیر حق کو آپ سے بدل ڈالی اور دوسری یہ کہ بخلاف تقدیر کے آپ کچھ کمائی کرے
اور یہ دونوں باتیں جائز نہیں ہیں کیونکہ تقدیر کا کوشش سے بدل نہیں ہو سکتا اور
کوئی کام تقدیر کے سوا نہیں ہو سکتا اس کی مؤید یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت
شیخ شبلی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے ایک طبیب نے آپ کے پاس آکر کہا کہ پرہیز
کیجئے آپ نے فرمایا کہ کس چیز سے یعنی آیا اس چیز سے کہ جو میرے مقدر میں ہے
یا اس چیز سے کہ جو میرے مقدر کے سوا ہے اگر مقدر سے پرہیز کرتا ہوں تو یہ امر
مجھ سے نہیں ہو سکتا اور اگر سوائے مقدر کے اور چیز سے پرہیز کرتا ہوں تو میری گھر والے

نہ دیں گے لَا الْمُشَاهَدَةُ لَا الْمُجَاهَدَةُ یعنی کہ جو مشاہدہ میں ہو اُس میں کوشش
نہ کی جاتی ہے اس مسئلہ کو بھی انضباط کے ساتھ کسی دوسری جگہ پر انشاءاللہ تعالےٰ
بیان کروں گا، واللہ اعلم۔

أَمَّا الْحَكِيمِيَّةُ

اب ہم فرقہ حکیمیہ کی بابت لکھتے ہیں کہ فرقہ حکیمیہ یعنی حکیمان حضرت ابی عبداللہ محمد بن علی الحکیم
ترمذی کے ساتھ نسبت کرتے ہیں اور وہ ایک علامہ اور امام وقت سے تھے، کہ علوم
ظاہری اور باطنی میں آپ کی تصانیف بکثرت ہیں اور اُن کے کلام کا قاعدہ اور
بنیاد بالکل مرتبہ ولایت سے تھا جو درجہ ولایت و حقیقت اور درجات اولیاء اور رعایت
ترتیب سے جس کی آپ رعایت کرتے تھے اور وہ علیحدہ ایک دریائے زخار
ہے اور اُس میں عجائبات بیشمار ہیں اور ابتدا اُن کی مذہب اور کشف کی یہ ہے
خدائے تعالےٰ نے اولیاء اللہ کو اپنے خلق سے برگزیدہ کیا ہے اور اُن کی
ہمتوں کو بلند فرمایا ہے اور اُن کی ہمتوں کو دنیا کے تعلقات سے قطع فرمایا ہے
اور ان کے نفس کو حرص و آز سے علیحدہ کر دیا ہے بلکہ ہر ایک کو ایک ایک درجہ
عطا فرمایا ہے اور اُن پر معانی اسرارات ولایت کا دروازہ کھول دیا ہے۔ جس
[illegible] ہیں اس جگہ مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے اصل کی کچھ شرح
بیان کروں تاکہ طالبین الی اللہ کو اس کا کچھ حال بھی معلوم ہو جائے لہذا اب میں
مختصر طور پر کچھ اس کی تحقیق اور اس کا ثبوت لکھتا ہوں اور اس کے اسباب
وضاحت بیان کرتا ہوں خدا میری مدد فرمائے۔

کلام حقیقت ولایت کے اثبات میں

پس اے طالب صادق تجھ کو معلوم ہووے کہ قاعدہ اور طریقت اور تصوف اور معرفت
کی بنیاد سب ولایت اور اُس کے اثبات پر ہے اور جملہ مشائخ رحمہم اللہ اس کے اثبات
کے حکم میں موافق ہیں لیکن فرق اس قدر ہے کہ ہر ایک آدمی نے اس کو ایک دوسری
عبارت کے ساتھ بیان کیا ہے اور حضرت محمد بن علی اس امر خاص میں مخصوص ہیں
اس کی عبارت کے اطلاق کے ساتھ اور خاصکر طریقت و حقیقت میں لیکن ولایت
واؤ کے زبر کے ساتھ حق میں تصرف کرنے کو کہتے ہیں اور لغت میں ولایت بکسرہ
واؤ کے ساتھ امارت سے عبارت ہے اور یہ دونوں مصدر ہیں یعنی وَلِیَ وَلِیۃً کی اور
جب ایسا ہے تو اس جگہ چاہیے کہ دو لغت ہوں مثل دلالت اور دلالت کے اور نیز
مروی ہے کہ ولایت مرتبہ ربوبیت سے مراد ہے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔
هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ اس جگہ ولایت خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے تاکہ کفار
حق تعالیٰ سے دوستی کریں اور اُس پر ایمان لائیں اور اپنے باطل معبودوں سے
بیزار ہو کر توبہ کریں۔ اور مرتبہ ولایت بمعنی محبت کے بھی ہیں لیکن ولی جائز ہو جیسا کہ
فعیلٌ بمعنے مفعول کی جگہ اور خداوند عالم فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ یعنے وہ
نیک مردوں کا دوست ہے اس خبر سے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو اُس کے فعل اور
اوصاف سے نہیں چھوڑتا ہے بلکہ اُس کو اپنی حفاظت کی پناہ میں رکھتا ہے اور
یہ بھی جائز ہے کہ فعیلٌ بمعنے مبالغہ فاعل کے ہو کہ بندہ اُس کی بندگی سے بہت دوستی
کرے اور اُس کی رعایت خلق میں ہمیشہ قائم رکھے اور اُس کے غیر سے منہ پھیرے
یہاں تک کہ ایک مرید ہو اور دوسرا اُس کا مراد ہو۔ یہ سب معانی حق سے بندہ
کی طرف اور بندہ سے حق کی طرف جائز و درست ہیں اور یہ بھی روا ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے
دوستوں کا مددگار ہے اور اُن کی مدد کا اُن سے وعدہ کیا ہے جیسا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ

یعنی خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے اور یہ بھی فرمایا کہ وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَهُمْ یعنی تحقیق جو کافر لوگ ہیں اُن کے لئے مددگار نہیں پس جب کافروں کا مددگار نہ ہوگا تو ضرور مومنوں کا مددگار ہوگا کہ ان کی عقلوں کی مدد کرے تاکہ آیتوں کی وہ دلیل پکڑیں اور اُن کے دل پر معانی کے اسرار کھل جائیں، اور اُن کو نفس اور شیطان کی مخالفت پر وہ امداد کردیگا۔ اور اپنے اوامر کی موافقت پر۔ اور جائز ہو کہ اُن کو دوستی کے ساتھ مخصوص کرے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ یعنی اُن کو دوست رکھے اور وہ اُس کو دوست رکھیں، تاکہ اُس کو دوستی میں دوست رکھیں اور اُوسکی خلقت سے اپنا منہ پھیریں یہاں تک کہ وہ اُن کا دوست ہو جائے اور یہ اُس کے دوست ہو جائیں اور جائز ہو کہ ایک کو اپنی اطاعت پر قائم رہنے کی وجہ سے مرتبہ ولایت سے فائز فرمائے اور پاک دامنی میں رکھے تاکہ بندہ اُس کی اطاعت پر قائم ہو جائے اور اُس کی مخالفت سے پرہیز کرے اور شیطان علیہ اللعنۃ کی قہر سے خلاصی پائی اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک کو مرتبہ ولایت دے تاکہ اُس کے ملک میں حل وعقد ہو یعنے سب بندوبست اُس کے اختیار میں ہو اور اُس کی دعائیں مقبول اور اُس کے نفس قبول ہوں جیسا کہ ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَا یُعْبَأُ بِهٖ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اور یہ امر مشہور ہی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ دریائے رود نیل اپنی عادت کے موافق بہنے سے ٹھہر گیا اس واسطے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب کبھی دریائے رود نیل بہنے سے رُک جاتا تھا تو زمانہ جاہلیت میں لوگ ایک کنیز نہایت خوبصورت زر و زیور سے آراستہ کر کے لوگ اُس میں ڈالتے تھے تب وہ جاری ہوتا تھا جب لوگوں نے اُس امر کی حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خبر کی کہ دریائے رود نیل حسب عادت جاری ہونے سے رُک گیا اور زمانہ جاہلیت میں۔

ایک کنیز آراستہ کر کے اُس میں ڈالی جاتی تھی لہذا اب کیا کیا جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رقعہ اپنے قلم سے اس مضمون کا لکھا کہ اے دریائے رودنیل اگر تو اپنے اختیار سے چلتا اور ٹھہرتا ہے تو ٹھہرا رہ اور اگر اللہ کے حکم کے موافق ٹھہر گیا ہے تو عمر کہتا ہے کہ (اللہ کے حکم سے) جاری ہو جا اگر تو جاری نہ ہوگا تو قسم ہے خداوند عالم کی کہ میں اتنے درے تیرے ماروں گا کہ تو یاد کرے گا کتب سیر میں لکھا ہے کہ جب وقت حضرت عمرؓ کا رقعہ رودنیل میں ڈالا گیا فوراً وہ دریا جاری ہو گیا۔ پس یہ نشان حقیقت پر ہے اور میری مراد ولایت اور اُس کے اثبات میں یہ ہے کہ اسم ولی کا اُس آدمی پر جائز ہے کہ جو ان معانی سے آگاہ ہو اور اُس کے معنے اُس میں موجود ہوں جس طرح پر کہ ہم نے بیان کیا کہ یہ امور صاحب ولایت کا حال ہوں نہ کہ قال ہوں اور اس امر کی بحث میں اکثر مشائخ رحمہم اللہ نے بہت کچھ کتابیں لکھی ہیں مگر اب میں اُس پیر بزرگ کی عبادت سے تجھے آشنا کرتا ہوں جیسا کہ میرا اعتقاد اس مرتبہ کے متعلق ہے تاکہ تو بھی اُس سے فائدہ حاصل کرے اور دوسرے لوگ بھی اُس سے مستفیض ہوں اور جو طریقت کے طالب ہوں وہ اس سے کامیاب ہوں۔ انشاء اللہ تعالےٰ ۔

فصل تیسری

پس جاننا چاہیئے کہ یہ لفظ خلق میں مستعمل اور کتاب وسنت اس پر ناطق ہے جیسا کہ ارشاد باری عز اسمہ ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی خبردار بتحقیق دوستان خدا پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا نَحْنُ اَوْلِيَآؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ یعنی ہم دنیا و آخرت میں تمہارے دوست ہیں اور فرمایا کہ اَللّٰهُ وَلِىُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی اللہ تعالیٰ دوست ہے اُن لوگوں کا جو ایمان

لائے اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَعِبَادًا یَّغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّھَدَاءُ قِیْلَ مَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صِفْھُمْ لَنَا لَعَلَّنَا نُحِبُّھُمْ قَالَ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰہِ مِنْ غَیْرِ اَمْوَالٍ وَّلَا اکْتِسَابٍ وُجُوْھُھُمْ نُوْرٌ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُّوْرٍ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ ثُمَّ تَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بعض ایسے ہیں کہ نبی اور شہید اُن پر رشک کرتے ہیں، پوچھا گیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہ کون ہیں اُن کی صفت فرمایئے کہ ہم اُن سے محبّت کریں حضور نے ارشاد فرمایا کہ وہ قوم ہے کہ جو روح اللہ سے محبت کرتی ہے بغیر مال اور کسب کے اُن کے چہرے نورانی ہیں وہ نور کے منبروں پر چڑھیں گے جب لوگ ڈریں گے وہ نہ ڈریں گے اور جب لوگ غمناک ہونگے وہ غمناک نہ ہوں گے پھر یہ آیت پڑھی جس کے معنے ہیں کہ تحقیق دوستان خداوند تعالیٰ پر خوف ہے اور نہ وہ غمناک ہیں اور حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عزوجل نے فرمایا ہے مَنْ اٰذٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدِ اسْتَحَلَّ مُحَارَبَتِیْ یعنی جس نے ولی کو ایذا دی اُس نے مجھ سے لڑنا حلال جانا آپ کی مراد اس سے یہ ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کے ولی ہیں اُن کو دوستی اور مرتبہ ولایت سے خاص کیا ہے اور یہ اُس کے ملک کے والی ہیں اور خدا نے اُن کو برگزیدہ کیا ہے اور اُن کو اپنے فعل کے اظہار کا نشان بنایا ہے اور قسم قسم کی کرامتوں سے اُن کو مخصوص فرمایا ہے اور طبعی آفات سے اُن کو محفوظ کیا ہی اور اُنکو نفس اور ہوا و ہوس سے دور کیا ہے تاکہ اُن کی ہمت ہمیشہ بلند رہے اسی وجہ سے اُن کی ہمت اور کسی کی طرف نہیں ہوتی ہے اور خدا کے سوا اُن کو اور کچھ نظر نہیں آتا ہے اور ہم سے پہلے بھی یعنی زمانہ گذشتہ میں بھی اولیاء اللہ موجود تھے اور اب بھی موجود ہیں اور اس کے بعد بھی قیامت تک اولیاء اللہ [illegible]

قایم ہے جب ان کا وجود نہ ہوگا تو قیامت قایم ہو جائیگی اس واسطے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب امتوں سے اشرف اور اعلیٰ فرمایا ہے بلکہ اس امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ذمہ لیا ہے کہ میں شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک بلا سے محفوظ رکھونگا۔

پس چونکہ عقلی دلائل وسمعی براہین اتبک علماء میں موجود ہیں لہذا چاہیئے کہ دلائل عینی بھی موجود ہوں جو اولیاء اور خاصان خدا ہیں اور ہمارا یہ اختلاف صرف دو گروہ سے ہے ایک فرقہ معتزلہ دوسرا فرقہ حشوی معتزلہ سے کہ وہ ایمانداروں سے ایک کے دوسرے سے خاص ہونے کا انکار کرتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ ولی کے خاص ہونے سے انکار کرنا نبی سے انکار کرنا ہے اور یہ کفر ہے اور عام حشوی خاص ہونے کو جائز رکھتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ وہ لوگ ہیں پہلے اور اب نہیں ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ماضی و مستقبل کا انکار برابر ہے اس واسطے کہ انکار کے ایک طرف دوسری طرف سے زیادہ اولیٰ ہوتی ہے پس اللہ تعالیٰ نے دلائل نبوت کو آجتک قائم کر دیا ہے اور اولیاء اللہ کو اس کے ظاہر کرنے کا سبب گردانا ہے کہ ہمیشہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں اور آیات آلہی اور حجت ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صدق ظاہر رہے بلکہ ان لوگوں کو اولیاء جہان کا مالک کر دیا ہے۔

پس جو لوگ تابع حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں انہوں نے نفس کی متابعت کا راستہ چھوڑ دیا پس ان کے قدم کی برکت سے آسمان سے بارش ہوتی ہے اور ان کی صفائی حال کی وجہ سے زمین سے نباتات پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان سے چار ہزار اولیاء اللہ چھپے رہتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے ہیں اور اپنے حال کی خوبی کو نہیں جانتے ہیں اور ہر ایک حال میں آپسے اور خلقت سے چھپے رہتے ہیں اور اس امر میں بہت سے ارشادات ہیں اور اس امر کو اولیاء اللہ

کے کلام بھی ظاہر کرتے ہیں اور خداوند تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مجھے اس بارہ میں خو اسرارات ظاہر ہوئے ہیں لیکن جو لوگ کہ مشکلات کے حل کرنے والے اور حل شدہ مشکل کو بند کرنے والے اور درگاہ خدا کے سپاہی ہیں وہ صرف تین سو آدمی ہیں جنکو اخیار کہتے ہیں اور ان کے سوا چالیس اور ہیں اُن کو ابدال کہتے ہیں اور سات اور ہیں اُن کو ابرار کہتے ہیں اور چار اور ہیں اونکو اوتاد کہتے ہیں اور تین اور ہیں کہ جو نقبا کے نام سے نامزد ہیں اور ایک اور ہے اُس کو قطب کہتے ہیں اور بعض اسی کو غوث کہتے ہیں اور یہ سب ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور کاروبار میں ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج ہوتے ہیں اور اس امر میں اخبار صحیح اور روایتیں بیشمار ہیں اور تمام اہل سنت والجماعت اس امر پر متفق ہیں اور جو لوگ میرے اس قول پر کہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اگر اعتراض کریں کہ جب ہر ایک ان میں کا ولی ہے تو لازم آتا ہے کہ ہر ایک اپنے عاقبت سے بے خوف ہوں اور یہ محال ہے کہ ولایت سے آگاہ ہوتا ہر ایک امر سے محفوظ ہو جاتا ہے یعنی کہ مومن اپنے ایمان کو پہچانے اور بے غم نہ ہو تو یہ درست نہیں کہ ولی اپنی ولایت کو پہچانے اور بے غم نہ ہو ولیکن یہ امر اُس وقت جائز ہوتا ہے کہ خداوند عالم اپنی مہربانی سے اُس ولی کو اُس کی امن و عافیت سے شناسا کر دے یعنی اُسکے حال سے واقف کر دے اور اس کی حالت صحیح ہو اور وہ مخالفت سے محفوظ ہو تو بیشک وہ ولی امن و عافیت سے اپنی بے غم ہو جاتا ہے اور اس امر میں مشایخ رحمہم اللہ کا جو اختلاف تھا میں نے وجہ اُس اختلاف کی علت ظاہر کر دی کہ جو چار ہزار ولی پوشیدہ ہیں اُن کو اپنی ولایت کی آگاہی نہیں ہے اور جو دوسرا گروہ ہے وہ آگاہی رکھتا ہے اور اس امر میں اکثر فقہا بھی اس گروہ سے متفق ہیں اور اکثر دوسرے گروہ سے اتفاق رکھتے ہیں اور ایسا ہی گروہ متکلمین میں سے اُستاذ ابو اسحق اسفرائنی اور متقدمین کی ایک جماعت بھی یہی رکھتی ہے کہ ولی اپنے آپ کو نہیں پہچانتا کہ میں ولی ہوں اور اُستاذ ابو بکر

ابن خورک اور متقدمین کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ ولی اپنی ولایت کو جانتا ہے
میں کہتا ہوں کہ وہ گروہ اگر آپ کو پہچانتے اور جانتے تو کیا قباحت ہے تو جواب میں
کہتے ہیں کہ جب وہ جانتا ہے کہ میں ولی ہوں تو اپنے آپ پر مغرور ہوتا ہے۔ تو میں
کہتا ہوں کہ ولایت کے واسطے حفظ حق شرط ہے اور جو حق سے محفوظ ہو تو مغرور ہونا اُس
پر درست نہیں اور یہ بہت بُرا احتمال ہے کہ کوئی شخص ولی ہو اور اُس سے کرامتیں بھی خلاف
عادت سرزد ہوں اور وہ نہ جانے کہ میں ولی ہوں یا یہ کرامتیں مجھ سے سرزد ہوئی
ہیں اور عوام الناس سے ایک گروہ نے خاص اس گروہ کی تقلید کی ہے اور بعض نے
دوسرے گروہ کی تقلید کی ہے اور اُن کی بات معتبر نہیں ہے لیکن معتزلہ کلیت
تخصیص اور کرامت کے منکر ہیں اور ولایت کی حقیقت کرامت اور تخصیص پر موقوف ہے
اور کہتے ہیں کہ سب مسلمان یوں تو خدا کے اولیا ہیں جبکہ وہ مطیع ہوں اور جس نے کہ ایمان کے
احکام کے ساتھ قیام کیا اور صفات خدا اور رویت خدا کا منکر ہوا اور مومن کا دوزخ میں ہمیشہ
رہنا جائز رکھا اور جواز تکلیف کا مجرد عقل پر بغیر ورود رسولوں اور نزول کتب کے قائل ہوا
وہ ولی ہے اور سب مسلمانوں کے نزدیک وہ ولی ہوتا ہے مگر ولی شیطان کا ہوتا ہے
اور معتزلہ کا قول ہے کہ اگر ولایت پر کرامت واجب ہوتی تو لازم تھا کہ سب مسلمانوں سے
کرامت ظاہر ہوتی اس واسطے کہ وہ سب ایمان میں شریک ہیں پس جب اصل میں
مشترک ہوئے تو فرع میں بھی مشترک ہونا چاہیئے پھر کہتے ہیں کہ جائز ہے۔ کہ مومن
اور کافر دونوں میں کرامت ہو اور اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ ایک شخص سفر میں بھوکا
ہے اُس کو کوئی میزبان ملجائے یا راستہ میں کوئی شخص تھک کر بیٹھ رہا ہے اُسکو کوئی
سواری ملجائے علی ہذا القیاس اور کہتے ہیں کہ اگر روا ہوتا کہ آدمی ایک رات میں کوئی
سفر طے کرلے تو چاہیئے تھا کہ یہ بات پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی ہوتی
جب آپ نے مکہ معظمہ کا ارادہ کیا بلکہ خداوند تعالےٰ نے فرمایا تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ

کہ تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس۔ یعنی اُٹھانا ہی بوجھ تمہارے اُس شہر تک کہ تم اُٹھا نہیں
سکتے مگر سختی جان سے اس کے جواب میں حضرت سید علی ہجویری فرماتے ہیں۔ کہ میں
کہتا ہوں کہ یہ تمہارا کہنا محض باطل ہے اس واسطے کہ خداوند عالم فرماتا ہے سُبحان الذی
اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا حولہٗ الایہ یعنے
پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات کے وقت سیر کرائی خانہ کعبہ سے مسجد اقصٰی
تک جس کے اردگرد برکت ہے لیکن بوجھ کا اٹھانا اور اصحاب پاک کا مکہ شریف سے جمع ہو کر
روانہ ہونا پس یہ ہونا معنے رکھتا ہے اس پر صحابہ کا اجماع ہے کہ یہ کرامت خاص ہی عام نہیں
ہے اور اگر یہ سب مکہ شریف میں جاتے تو کرامت عام ہوتی اور ایمان غیبی ضروری نہ
ہوتا اور کل احکام ایمان غیبی پر نافذ ہوتے ہیں کیونکہ ایمان محل عموم میں ہے یعنی مطیع اور عاصی
میں برابر ہے اور مرتبہ ولایت محل تخصیص میں ہے پس خداوند عالم نے اُس کا حکم محل عموم
میں رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی موافقت پر حمل اتقال فرمایا۔ اور
دوسرا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محل مخصوص میں رکھا کہ آپ کو مکہ شریف سے
بیت المقدس میں پہونچایا اور اُس جگہ سے قاب قوسین او ادنیٰ تک پہنچے اور تمام
عالم کی آپ نے سیر فرمائی جب واپس تشریف لائے تو بہت سی رات باقی تھی حاصل
کلام یہ ہے کہ ایمان عام میں عالم ہو اور حکم کرامت خاص میں خاص ہو اور نفی تخصیص
کی مدعیوں کا عمل سر مکابرہ ہو جس طرح پر کہ بادشاہ کی درگاہ پر حاجب اور دربان
اور دستور اور وزیر ہوں ہر چند کہ نوکری کے حکم میں سب برابر ہیں لیکن ان میں بعض
خاص اور اخص بھی ہیں پس اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ گو حقیقت میں ایمان یکساں
مومنوں کے واسطے ہے لیکن ایک شخص عاصی ہے اور ایک شخص مطیع ہے اور ایک
ظالم ہے اور ایک جاہل ہے اور ایک عابد ہے اور ایک فاسق ہے اس سے معلوم ہوا
کہ انکار تخصیص کا گویا انکار کل معانی کا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

فصل چوتھی اب میں اُن رموزات ولایت کو بیان کرتا ہوں کہ جن کو مشائخ رحمہم اللہ نے ولایت کی تحقیق میں بیان کیا ہے تاکہ طالبین الی اللہ کو اُن رموزات سے فائدہ کلی حاصل ہو اس کے متعلق حضرت ابو علی جرجانی رضی اللہ کہتے ہیں اَلْوَلِیُّ هُوَ الْفَانِیْ فِیْ حَالِهٖ وَالْبَاقِیْ فِیْ مُشَاهَدَةِ الْحَقِّ لَمْ یَکُنْ لَهٗ مِنْ نَفْسِهٖ اِخْبَارٌ وَلَا مَعَ غَیْرِ اللّٰهِ قَرَارٌ یعنے ولی وہ ہوتا ہے کہ جو اپنے حال میں فانی ہو اور مشاہدہ حق میں باقی ہو اور اُس کو اپنے وجود کی خبر دینا ممکن نہ ہو اور نہ بغیر اللہ تعالے کے اُسے غیر کے ساتھ قرار ہو اس واسطے کہ بندہ اپنے حال کی خبر دیتا ہے اور جب حال ہی اُس کا فنا ہو گیا تو اُس کا خبر کا دینا بھی فنا ہو گیا پس وہ غیر حق کے ساتھ آرام نہیں پا سکتا کہ اُس کو اپنے حال سے آگاہ کرے اس لئے غیر کو غیب کے حال سے مطلع کرنا اپنے حبیب کا بھید ظاہر کرنا ہے اور اپنے پیارے کا بھید غیر حبیب پر ظاہر کرنا محال ہوتا ہے اور یہ امر بھی ثابت ہی کہ جب بندہ مشاہدہ حق میں ہو گا تو پس مشاہدہ کی حالت میں اُسے غیر کا دیکھنا محال ہو گا۔ اور جب وہ غیر کو نہ دیکھے گا تو خلقت سے اُسے کسی طرح پر قرار نہیں ہو سکتا حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَلْوَلِیُّ مَنْ لَا یَکُوْنُ لَهٗ خَوْفٌ لِاَنَّ الْخَوْفَ تَرَقُّبُ مَکْرُوْهٍ یَحُلُّ فِی الْمُسْتَقْبِلِ اَوْ اِنْتِظَارُ الْمَحْبُوْبِ یَفُوْتُ فِی الْمُسْتَانِفِ وَالْوَلِیُّ اِبْنُ وَقْتِهٖ لَیْسَ لَهٗ وَقْتٌ مُسْتَقْبِلٌ فَیَخَافُ شَیْئًا وَکَمَا لَا خَوْفَ لَهٗ لَا رَجَاءَ لَهٗ لِاَنَّ الرَّجَاءَ اِنْتِظَارُ مَحْبُوْبٍ یَحْصِلُ اَوْ مَکْرُوْهٍ یُکْشَفُ وَذٰلِکَ فِی الثَّانِیْ مِنَ الْوَقْتِ وَکَذٰلِکَ لَا یَحْزَنُ مِنْ حَزُوْنَةِ الْوَقْتِ لِاَنَّهٗ کَانَ فِیْ ضِیَاءِ الرِّضَا وَنُوْرِ الشُّکُوْرِ وَفِتْنَةِ الْمُوَافَقَةِ فَاَنّٰی یَکُوْنُ لَهٗ حَزَنٌ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ یعنی اس قول سے یہ امر مراد ہے کہ جو حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے کہ ولی وہ ہے کہ جس کو خوف نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ خوف اُس چیز سے ہوتا ہے کہ جس کے آئندہ ناخوش ہوتا ہو یا ڈرتا ہو یا آئندہ اُس بلا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو یا آئندہ وہ محبوب ہو جو اس وقت موجود ہے یا وہ چلا جائے گی بلکہ ولی صاحب وقت ہوتا ہے اور اُس کو آئندہ

ایسا وقت کوئی نہیں ہے کہ جس سے وہ ڈرے اسی واسطے اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ تحقیق اولیاء اللہ کو نہ خوف ہے اور نہ وہ غمناک ہوں گے اور جس طرح پر اُسکو خوف نہیں ہوتا ہے اُسی طرح پر اُس کو امید بھی نہیں ہوتی ہے اس لئے کہ رجا امید ہے اور امید محبوب مطلب ہے کہ آیندہ اُس کو ملے یا سختی اُس سے ٹل جاوے اور اسی طرح پر اُس کو غم نہیں ہوتا اس واسطے کہ غم کدورت وقت سے ہوتا ہے پس جو شخص کہ رضا کے ظلّ حمایت میں ہو اُس کو کیونکر غم ہو سکتا ہے اور عوام الناس کا اس قول میں ایسا خیال ہے کہ جب خوف اور رضا اور غم نہیں تو بجائے اس کے امن ہونا چاہیئے۔ اور اُس کو امن بھی نہیں ہوتا کیونکہ امن تو جب ہو جبکہ اُس کے پیش نظر غیب نہ ہو اور وہ وقت کی قدر نہ کرتا ہو بلکہ اُن لوگوں کی یہ صفت ہو کہ وہ بشریت کی طرف مطلق خیال نہیں کرتے ہیں اور اسی صفت کے سبب سے اُنہیں آرام نہیں ہوتا ہے اور خوف اور رجاء اور غم اور مقام امن یہ سب نفس کے نصیب ہیں اور وہ جب فانی ہو گیا تو اُس کی صفت رضا ہو گئی اور جب اُس کی صفت رضا ہو گئی تو مشاہدہ حق میں وہ قائم ہو گیا یعنی جب محول کو دیکھئے تو حالات سے اُس کو روگردانی نظر آئیگی اُس وقت اُس کو ولایت ظاہر ہو جاتی ہے اور اُس کے معنے اُس پر کھل جاتے ہیں اور حضرت ابو عثمان مغربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَلْوَلِیُّ قَدْ یَکُوْنَ مَشْہُوْرًا وَّلَا یَکُوْنَ مَفْتُوْنًا یعنے ولی خلقت کے درمیان میں مشہور ہوتا ہے لیکن اس میں مبتلا نہیں ہوتا ہے اور ایک اور شخص فرماتے ہیں۔ اَلْوَلِیُّ قَدْ یَکُوْنَ مَسْتُوْرًا وَّلَا یَکُوْنَ مَشْہُوْرًا یعنی ولی کبھی چھپا رہتا ہی اور مشہور نہیں ہوتا پس جس نے شہرت سے پرہیز کیا وہ ولی ہی کیونکہ شہرت باعث فساد ہے۔ پس ابو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جائز ہے کہ وہ مشہور ہو مگر اُس کی شہرت بغیر فتنہ کے ہو کیونکہ فتنہ کذب کی حالت میں ہوتا ہے اور جب ولی اپنی ولایت میں صادق ہو اور اس کاذب پر اسم ولایت کا واقع نہ ہو اور کرامت کا اظہار کاذب کے ہاتھ پر

محال ہو حالانکہ فتنہ اُس کے زمانہ سے ساقط ہو اور یہ دونوں قول اُس اختلاف کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جبتک ولی اپنے آپ کو نہ پہچانے اُس وقت تک وہ مفتوں ہو جسکی شرح کو ایک دفتر چاہیئے اور میں نے حکایتوں میں دیکھا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ نے ایک مرد سے فرمایا کہ تو ولی ہونا چاہتا ہے اُس نے کہا میں چاہتا ہوں آپ نے فرمایا لَا تَرْغَبْ فِیْ شَیْئٍ مِّنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَفَرِّغْ نَفْسَکَ لِلّٰہِ وَاَقْبِلْ بِوَجْھِکَ عَلَیْہِ یعنی دنیا اور عقبیٰ کے ساتھ رغبت مت کر کیونکہ رغبت کرنا دنیا میں اعراض کرنا ہے حقتعالیٰ سے ساتھ کسی فانی چیز کے اور رغبت کرنا عقبیٰ کی طرف اعراض کرنا باقی چیزوں کے ساتھ اور جب اعراض فانی چیزوں کے ساتھ ہوا تو فانی چیزیں تو فنا ہو جائیں گی اور اعراض نیست ہو جائیگا اگر اعراض کسی چیز کے ساتھ باقی ہوا تو بقا پر فنا نہیں ہوسکتی۔ تو اعراض بھی فنا نہ ہوگا اور فائدہ اس کلمہ کا یہ ہے کہ خدا کو دنیا اور عقبیٰ میں نہ دے۔ اور فرمایا کہ فارغ ہو خاصکر اپنے سے اور خداوند عالم کی دوستی کے واسطے دنیا و آخرت کو اپنے دل میں جگہ نہ دے بلکہ اپنے دل کا منہ خداوند عالم کی طرف کرلے جب یہ اوصاف تجھ میں پیدا ہو جائیں گے اُس وقت تو ولی ہو جائے گا۔ اور جب حضرت ابویزید رضہ سے دریافت کیا گیا کہ ولی کون ہے تو آپ نے فرمایا اَلْوَلِیُّ ھُوَ الصَّابِرُ تَحْتَ الْاَمْرِ وَالنَّھْیِ یعنی ولی وہ ہے کہ خداوند عالم کے امر و نہی کے تحت میں صبر کرے اس سبب کہ جس کسی کی دوستی حق کی اُس کے دل میں زیادہ ہوتی ہو تو اُس کا امر اُس کے دل پر زیادہ معظم ہوتا ہے اور اُس کی نہی سے وہ دُور بھاگتا ہے۔ اور نیز حضرت ابویزید رضہ سے یہ حکایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے کچھ آدمیوں نے کہا کہ فلاں شہر میں ایک ولی ہے میں اُس کی زیارت کے واسطے وہاں گیا جب میں اُسکی مسجد میں پہنچا تو وہ اپنے گھر سے باہر آیا اور مسجد میں آکر اُس نے تھوک دیا کہ جو مسجد کی زمین پر پڑا اس حالت کو دیکھ کر میں نے اُسے سلام تک نہ کیا اور ویسا ہی واپس ہوا

میں نے کہا کہ ولی کو چاہیے کہ شریعت کی پاسداری کرے تاکہ حق تعالےٰ اُس کا حال بر قرار رکھے اگر یہ مرد ولی ہوتا تو اپنا تھوک مسجد کی زمین پر نہ تھوکتا اور مسجد کی عزت ملحوظ رکھتا جب اُس کی کرامت صحیح ہوتی پس اُسی رات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ اے بایزید جو تو نے یہ کام کیا اُس کی برکتیں تجھ کو پہونچیں پس دوسرے روز میں اس درجہ کو پہونچا کہ جس کو تم دیکھ رہے ہو اور میں نے سُنا۔ کہ ایک شخص حضرت ابوسعیدؒ کے پاس آیا اُس نے پہلے بایاں پاؤں مسجد میں رکھا شیخ نے کہا اس کو ہٹا دے۔ کیونکہ جو شخص دوست کے گھر جانے کا آداب نہیں جانتا ہو وہ ہمارے لایق نہیں ہے۔ اور حضرت مصنف کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک گروہ ملحدان لعنۃ اللہ علیہم نے ان بزرگوں سے اپنا تعلق ظاہر کیا ہے اور وہ گروہ کہتا ہے کہ بندہ کو اس قدر خدمت کرنی چاہئے کہ بندہ ولی ہو جائے پس جب بندہ ولی ہو گیا تو کوئی خدمت نہ رہی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ظاہر گمراہی ہے اور خداوند عالم کی راہ میں کوئی ایسا مقام نہیں ہے کہ جو خدمت کے ارکان سے اُس کا کوئی رکن علیحدہ ہو اس کی میں مفصل بحث انشاء اللہ اس کے مقام پر بیان کروں گا۔

کلام کرامت کے اثبات میں

پس اے طالب صادق خدائے تعالےٰ تجھ کو اور مجھ کو نیک توفیق دے جان کہ کلام کرامت کے اثبات میں یہ ہے کہ کرامت کا ظہور ولی پر اُس وقت جائز ہے کہ جب شریعت کی تکلیف اُس پر صحیح ہو اور تمام اہل سنت والجماعت اس امر پر متفق ہیں کہ کرامت خاصہ ولی ہے کہ جو ولی ہو گا اُس سے ضرور کرامت ظاہر ہو گی اور یہ امر عقل کے نزدیک بھی محال نہیں ہے اس وجہ سے کہ یہ قسم مقدوراتہ خداوندی سے دور نہیں ہے اور اُس کا اظہار کسی اصل کے منافی بھی نہیں ہے

بعض نسخوں میں ہے ظاہری

اور نہ اصول شریعت کے خلاف ہے بلکہ کرامت ولی کی صادق ہونیکی علامت ہے
اور ظہور اُس کا کاذب پر جائز نہیں ہے سوائے اس کے کذب دعوے کی علامت ہے
اور یہ فعل نقض عادت کا سبب ہے یعنی کرامت ولی سے ظاہر ہوتی ہے جھوٹے ولی
سے نہیں ظاہر ہوتی ہے بلکہ یہ اُس کے جھوٹے دعوی کا نشان ہے اور چونکہ کرامت ایک
فعل ہے خلاف عادت کے ہے کہ جو حالت بقائے تکلیف میں ہو اور تعریف حق کی دلیل
کی صورت یہ کہ نبیخ کو جھوٹ سے جاننے وہ بھی ولی ہوتا ہے اور ایک گروہ اہل سنت کے
نزدیک کرامت ولی سے سرزد ہوتی ہے نہ معجزہ بلکہ مد معجزہ تک ہوتی ہے جس طرح
مثل قبول دعار اور حصول مراد اور جو اس طور سے ہو کہ جو اس کی عادتوں کو نقض کرے
ہم کہتے ہیں کہ جب سچے ولی سے تکلیف کی حالت میں کوئی فعل خلاف عادت ظاہر ہو
تو تمہارا اس میں فساد کی بابت کیا خیال ہے اگر تم یہ کہو کہ یہ مقدر خداوند تعالیٰ کی نوع
سے نہیں ہے تو یہ تمہاری خود گمراہی ہے اور اگر کہو کہ یہ مقدر نوع ولی سی ہے تو ولی صادق
کے ہاتھ پر اُس کے ظاہر ہونے میں بطلان نبوت ہے بلکہ یہ تخصیص انبیا علیہم السلام کا
انکار ہے پس یہ باتیں مشکل ہیں اس واسطے کہ ولی کرامتوں کے واسطے خاص ہے اور نبی معجزات
میں خاص ہیں جیسا کہ کہا گیا وَالْمُعْجِزَةُ لَمْ تَكُنْ مُعْجِزَةً بِعَيْنِهَا اِنَّمَا كَانَتْ مُعْجِزَةً لِحُصُولِهَا وَمِنْ شَرْطِهَا
فَكَانَ دَعْوَى النُّبُوَّةِ بِهَا فَالْمُعْجِزَاتُ تَخْتَصُّ لِلْاَنْبِيَاءِ وَالْكَرَامَاتُ يَكُوْنُ لِلْاَوْلِيَاءِ یعنی معجزہ بعینہ
معجزہ نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ معجزہ اُس کے حاصل ہونیکے واسطے ہوتا ہے اور دعوئے نبوت
معجزہ کیلئے شرط ہے پس معجزہ نبی کے واسطے خاص ہوتا ہے اور کرامت ولی کے لئے
خاص ہوتی ہے اس واسطے کہ جب ولی ولی ہوتا ہے اور نبی نبی ہوتا ہے تو اُن کے
درمیان کچھ مشابہت نہیں ہوتی ہے جس سے پرہیز کرنا لازم ہو۔ اب یوں سمجھنا چاہیئے
کہ پیغمبروں کا شرف اور اُن کے مراتب بہت اعلیٰ اور اشرف ہیں اور اُن کے نزدیک
خاص ہیں اسی طرح معجزہ بھی اُن کا خاص ہے اسی طرح ولی سے کرامت اور اظہار

خرقِ عادت مخصوص ہے بعض کہتے ہیں کہ اصل میں معجزات سب مساوی ہیں اور درجات میں
ایک کو دوسرے پر فضیلت ہے اور بعض روایت میں ہے کہ جب خلاف عادات فعلوں
میں سے مساوات دور ہو جاتے ہیں تو اُن کو ایک دوسرے پر کیونکر فضیلت نہیں
ہوتی کہ ان کے افعال خلاف عادات ہی کرامت اور نبی اُن سے زیادہ فاضل
اور بزرگ ہیں یعنی جب اُن کے فعل عادت ایک دوسرے سے ہوں تو اُن کی تفضیل
اور تخصیص کا کیا باعث ہے میں کہتا ہوں کہ یہاں پر بھی فعل خلاف عادت
نبی پر تخصیص ولی کی وجہ ہے یعنی یکساں نہیں ہے پس جو شخص اہل عقل ہو اسکو یہ دلیل
معلوم ہو جائے تو اُس کے دل سے شبہ جاتا رہے اور اگر کوئی ولی خلاف عادت کرامت
ظاہر کرے اور وہ نبوت کا بھی دعویٰ کرے یہ باطل ہے چونکہ اس کے واسطے نص صریح
ہے کہ ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ولایت کی شرط
دل کی سچائی پر مبنی ہے اور جو دعوے خلاف معنے کے ہے وہ جھوٹا ہے اور جھوٹا شخص ولی
نہیں ہوتا ہے اور اگر کوئی ولی نبوت کا دعویٰ کرے تو معجزہ میں دست اندازی ہوتی
ہے اور یہ کفر ہے اور کرامت سوائے مومن کے اور کسی سے نہیں ہو سکتی - اور
جھوٹ بولنا گناہ ہے خدا نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے پس اب یوں سمجھنا چاہیئے
کہ کرامت اثبات حجت نبی کے موافق ہے جب یہ امر پورے طور پر سمجھ میں آجائیگا تو کرامت
اور معجزہ کا فرق بھی معلوم ہو جائیگا اس واسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنا معجزہ
دکھانے سے اپنی نبوت ظاہر فرماتے تھے اور ولی اپنی کرامت سے بھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کرتا ہے پس یہاں یہ کہنا لازم آیا کہ ولی اپنی ولایت میں
صادق ہے اور نبی اپنی نبوت میں صادق ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ ولی کی کرامت
عین معجزہ نبی ہے اور مومن کا کرامت کا دیکھنا صدق نبوت پر اور زیادہ یقین ہونے کا
باعث ہے نہ موجب اشتباہ اس واسطے کہ ان کے دعوٰی میں خلاف واقع نہیں ہوتا

کہ ایک دوسرے کی نفی کرے بلکہ ایک کا دعوے دوسرے کے دعوی کی دلیل ہوتا ہے جیسے ترکے پر
کہ جب وارثوں کا حق ایک دوسرے پر ثابت ہو جائے تو ان کے لیے وہ دلیل ہو جاتا
ہے اس سبب سے کہ وہ سب دعوی میں متفق تھے اور اگر دعوی ہی مختلف ہوں تو ایک
کی حجت دوسرے کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے اسی طرح جب نبی دلالت معجزہ سے صحت
نبوت کا مدعی ہو اور ولی اس کی تصدیق کرے تو اس امر میں اشتباہ کا ہونا محال ہے
واللہ اعلم بالصواب۔

معجزات اور کرامات کا فرق

جب یہ درست ہوا کہ سچے کے ہاتھ سے معجزہ اور کرامت ممکن ہوتی ہے تو ضرور ایک
زیادہ ظاہر فرق ہونا چاہیے تاکہ اچھی طرح معلوم اور ظاہر ہو جائے پس پہچان کہ معجزوں کی شرط
اظہار ہے اور کرامت کی شرط چھپانا۔ اور معجزہ کا پھل غیر کو پہنچتا ہے اور کرامت
خاص صاحب کرامت کو۔ اور صاحب معجزہ یقین کرتا ہے کہ یہ عین معجزہ ہے اور ولی یقین نہیں کر سکتا کہ
یہ کرامت ہے یا استدراج اور صاحب معجزہ شرع میں تصرف کرتا ہے اور خدائے
بزرگ و بلند کے حکم سے نفی اور اثبات سے شرع کی ترتیب کرتا ہے اور صاحب کرامت
کے لیے احکام کے تسلیم اور قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کیونکہ کسی وجہ سے ولی
کی کرامت نبی کی شرع کے حکم کا خلاف نہیں رکھتی اور اگر کوئی کہے کہ جب تم نے کہا ہے کہ
معجزہ عادت کے خلاف ہے اور نبی کے صدق کی دلیل ہے [illegible] نبی کے سوا
کسی اور کے واسطے روا رکھتا ہی تو وہ معتاد ہوتا۔ جب تم نے عادت کیا [illegible] واقعہ معجزہ کے
نبوت پر [illegible] حجت کو باطل کرتا ہے [illegible]
صورت کے خلاف ہے کیونکہ معجزہ [illegible] کی عادت [illegible] جب ولی کی کرامت
[illegible]

نہیں دیکھا کہ جب خبیب کو کافروں نے مکہ میں سولی پر چڑھایا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اور جو کچھ کافر خبیب سے کرتے تھے وہ اصحاب سے فرمادیتے تھے۔ خداوند تعالےٰ نے جب خبیب کی آنکھ سے بھی پردہ اُٹھایا اس لیے انہوں نے بھی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اُن پر سلام عرض کیا۔ خداوند تعالےٰ نے خبیب کا سلام پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے کان میں پہونچا دیا اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا جواب خبیب کو پہونچا دیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دعا کے لئے روبہ قبلہ ہو بیٹھے پس یہ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے خبیب کو مدینہ سے دیکھا اور خبیب مکہ میں تھے تو عادت کے خلاف یہ فعل معجزہ ہے اور جو خبیب نے مکہ میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور پیغمبر مدینہ میں تھے یہ بھی ایسا فعل ہے جو عادت کے خلاف ہے مگر کرامت ہے کیونکہ اتفاق سے غائب کی رؤیت عادت کے خلاف ہے پس زمانہ اور مکان کی غیبت میں کچھ فرق نہیں۔ خبیب کی کرامت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے مکان کی غیبت میں اور پچھلوں کی کرامت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے زمانہ کی غیبت میں برابر ہے۔ اور معجزہ کو کرامت کی ضد کے محال ہونے کے لیے یہ فرق ظاہر اور دلیل واضح ہے۔ کیونکہ کرامت صاحب معجزہ کے تصدیق کرنے کے سوا اور حال میں ثابت نہیں ہوتی۔ اور تصدیق کرنے والے فرمان بردار مومن کے سوا غیر سے بھی ظاہر نہیں ہوتی وجہ یہ ہے کہ اُمت کی کرامتیں پیغمبر کا معجزہ ہیں کیونکہ پیغمبر کی شریعت باقی ہے چاہئیے کہ اس کی دلیل بھی باقی ہو پس وہ پیغمبر کی رسالت کے صدق پر گواہ ہیں اور یہ روا نہیں ہوتا کہ بیگانہ کے ہاتھ سے کوئی کرامت ظاہر ہو۔ اور ان معنوں میں ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ سے ایک حکایت بیان کرتے ہیں جو اس جگہ بہت ہی مناسب ہے۔ ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے میں اپنی عادت کے موافق تنہا جنگل میں گیا جب مجھے گئے ہوئے کچھ عرصہ گذرا تو کوشہ سے ایک شخص اُٹھا اور مجھ سے ہم صحبتی چاہی میں نے اس میں نگاہ کی اس کے دیکھنے سے میرے دل میں ایک نفرت آئی میں نے کہا یہ کس لائق

ہوگا۔ مجھ سے کہا اے ابراہیم رنجیدہ نہ ہو کیونکہ میں نصاریٰ میں سے ہوں اور اُن کے
راہبوں میں سے اور تیری صحبت کی امید پر روم کے شہروں کی سب سے آخری حد سے
آیا ہوں۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ بیگانہ ہی تو میرا دل آسودہ ہوا۔ اور ہمنشینی کا طریق اختیار
کرنا اور اس کا ادا کرنا مجھ پر زیادہ آسان ہوا میں نے کہا اے نصاریٰ کے زاہد میرے
پاس کھانے پینے کی چیز نہیں ہے مجھے خوف ہے کہ تجھے اس جنگل میں رنج پہنچیگا جواب دیا
اے ابراہیم دنیا میں تیرا اسقدر شہرہ ہے اور تو ابھی تک روٹی اور پانی کا غم کھاتا ہے۔ ابراہیم
کہتے ہیں کہ مجھے راہب کی اس خوشی سے بڑا تعجب ہوا۔ تجربہ کے واسطے میں نے اسکی
صحبت کو قبول کیا کہ اپنے دعوےٰ میں کہاں تک سچا ہے جب سات راتیں اور دن ہم
چلے تو ہمیں پیاس لگی۔ راہب کھڑا ہو گیا اور کہا اے ابراہیم جہان میں اسقدر تیری دھوم
مچی ہوئی ہے اب کرامت کچھ دکھلا۔ کیونکہ مجھے پیاس کی مارے تیرے حضور میں گستاخی
کے سوا چارہ نہیں۔ آپ فرماتے ہیں میں نے زمین پر سر رکھا اور کہا اے اللہ مجھے اس
بیگانہ کے سامنے خوار نہ کر کیونکہ عین بیگانگی میں مجھپر اس کا نیک ظن ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ
کافر کا ظن میرے حق میں پورا کرے۔ جب میں نے سر اٹھایا تو ایک طبق دیکھا جسپر دو روٹیاں
اور دو شربت کے پیالے رکھے تھے۔ ہم نے اسے کھایا پیا اور راستہ چلے۔ جب اور سات دن
گذرے تو میں نے اپنے آپ میں کہا کہ میں اس نصاریٰ کا تجربہ کروں تاکہ وہ اس سے
پہلے کہ کسی اور چیز میں میرا امتحان کرے اور کوئی چیز مجھ سے مانگے وہ اپنی عاجزی دیکھے
میں نے کہا اے نصاریٰ کے راہب کچھ لا کیونکہ آج تیری باری ہے۔ دیکھوں کہ
تیرے پاس کیا ہے، اُس نے زمین پر سر رکھا اور کچھ کہا۔ ایک طبق پیدا ہوا جس پر چار روٹیاں
اور چار پانی کے شربت کے پیالے اس پر رکھے تھے۔ مجھے اس سے بہت تعجب ہوا اور غیرت
ہوا اور اپنے زمانہ سے ناامید۔ اور میں نے اپنے آپ میں کہا کہ میں اسے نہیں کھاؤں گا
کیونکہ یہ کافر کیلئے ظاہر ہوا ہے میں کھاؤں تو یہ اس کی مدد ہی ہے۔ جب یہ کہا

کھاتا ہوں مجھے کہا لے ابراہیم کھالے۔ میں نے کہا میں نہیں کھاتا۔ پوچھا کس سبب سے
میں نے کہا اس لیئے کہ تو اہل نہیں ہے اور اس کرامت کا ظاہر ہونا تیری حال کی جنس سے
نہیں۔ اور میں اس کام میں متعجب ہوں اگر اس کو کرامت پر محمول کروں تو کافر پر کرامت روا
نہیں۔ اور اگر میں کہوں معونت ہی یعنی مدد دینی ہے تو مدعی کے لیے شبہ ہوتا ہے۔ کہا لے
ابراہیم کھالے۔ اور خوش خبری ہو تجھے دو چیزوں سے ایک تو میرے اسلام سے جو یہ ہی
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور
دوسری یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک تیرا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ میں نے کہا کیونکر کہا اس
جنس سے میرے پاس کچھ نہ تھا میں نے تیری شرم سے زمین پر سر رکھا اور کہا اے اللہ اگر محمد صلعم
کا دین سچا ہے اور تیرا پسند کیا ہوا ہے تو مجھے دو روٹیاں اور دو پانی کے شربت کے پیالے
دے۔ اور اگر ابراہیم خواص تیرا ولی ہے تب مجھے پانی کے شربت کے دو پیالے اور دو روٹیاں
اور دے۔ جب میں نے سر اٹھایا تو طبق حاضر پایا۔ ابراہیم نے اُسے کھایا اور وہ جوانمرد جو راہب
تھا بزرگوں میں سے ایک بزرگ ہوا۔ اور یہ عین نبی کا معجزہ ہے جو ولی کی کرامت سے ملا
ہوا ہے اور یہ بہت نادر ہے کیونکہ نبی کی غیبت میں غیر کے لئے دلیل پیدا ہوتی ہے اور
ولی کی حضور میں غیر کے لیئے اس کی کرامت سے نصیب ہوتا ہی اور حقیقت میں ولایت
کے منتہی کو اس کے مبتدی کے سوا اور نہیں پہچانتا کیونکہ اس سب کیلئے پوشیدہ امروں
میں سے تھا جیسا کہ فرعون کے جادوگروں کے واسطے پس ابراہیم نے نبی کے معجزے کی صدق
کا ثبوت کیا اور دوسرے نے بھی نبوت کا صدق طلب کیا۔ اور ولایت کی عزت بھی چاہی۔
خداوند تعالیٰ نے اپنی عنایت سے جس سے اُس کے مقصود کو حاصل کیا اور کرامت اور معجزے
کے درمیان یہ ظاہر فرق ہے۔ اور ان معنوں میں بہت باتیں ہیں مگر یہ کتاب اس
سے زیادہ گنجایش نہیں رکھتی۔ اور کرامت کا ظاہر ہونا ولی پر ایک اور کرامت ہوتی ہے
اور اس کی شرط پوشیدہ کرنا ہے نہ تکلف سے ظاہر کرنا۔ اور میرا شیخ کہا کرتا تھا کہ اگر

ولی ولایت کو ظاہر کرے اور اُس کا دعوےٰ کرے تو یہ حالت کی صحت کو زبان نہیں پہنچاتا
لیکن اُس کے ظاہر کرنے میں ولی کو تکلف رعونت ہوتی ہے واللہ اعلم۔

خدائی کا دعویٰ کرنیوالے کے ہاتھوں سے کسی معجزہ کے ظاہر ہونے کا بیان

اس گروہ کے مشایخ اور بہت اہل سنت والجماعت نے اسپر اتفاق کیا ہے کہ روا ہوتا ہے
کہ کوئی فعل عادت کے خلاف کافر کے ہاتھ سے معجزہ اور کرامت کی مثل ظاہر ہوا اور شبہ
کے اسباب اُس کے ظاہر ہونے میں منقطع ہوں گے مگر کسی کو ایسے فعل کے جھوٹ ہونے
میں بھی شک ہو اس فعل کا ظہور کافر کے جھوٹ پر گواہ ہوتا ہے۔ اور یہ اس طرح ہوتا
ہے جس طرح فرعون نے چارسو سال عمر پائی اور اس عرصہ میں اُس کو کوئی بیماری نہیں
ہوئی۔ اور پانی اُس کے پیچھے رواں ہوا۔ جب کھڑا ہو گیا تو پانی بھی کھڑا ہو گیا اور جب چلا
تو پانی بھی چلا۔ لیکن اس دعویٰ میں داناؤں کو فرعون کے جھوٹ میں شبہ نہیں ہوا
اگرچہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا مگر دانا اس پر متفق ہیں کہ خداوند تعالیٰ مجسم اور مرکب
نہیں ہے۔ اگر ایسے ہی اور بھی بہت سے افعال فرعون سے ظاہر ہوئے ہوتے تو پھر بھی دانا
کو اُس کے دعویٰ کے جھوٹا ہونے پر شک ہوتا اور جو شداد صاحب ارم
اور نمرود سے اسی جنس سے روایت کرتے ہیں سب کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے اور مخبر صادق
نے اسی کی مثل ہمیں خبر دی ہے کہ آخر زمانہ میں دجّال آئے گا اور خدائی کا دعویٰ کریگا۔
اور دو پہاڑ ایک اُس کے دائیں اور دوسرا بائیں پر ہو گا جو دائیں پر ہوگا جی جنت کے ہو گا
اور جو بائیں پر ہو گا۔ دوزخ اور عذاب کی دکھائی دیگا ہو گا دجّال لوگوں کو اپنی طرف دعوت کریگا
اور خداوند تعالیٰ دجّال کے ہاتھ سے لوگوں کو ماریگا اور زندہ کریگا اور جہان میں دجال کا حکم مطلق
ہو جائیگا اگر اُس کی بجائے سو گنے فعل عادت کے خلاف دجّال سے ظاہر ہوں تو بھی عاقل
کو اُن کے جھوٹ ہونے پر شبہ نہیں ہوتا کیونکہ عاقل کو ضروریہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا گدھے پر

نہیں ہوتا اور متغیر اور متلون اور اندھا نہیں ہوتا اور ایسے امور کو استدراج کہتے ہیں یعنی خلاف عادت ہی جو کافر سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نبوت کے مدعی سے جو جھوٹا ہو عادت کے خلاف کوئی ایسا فعل ظاہر ہو جو اس کے جھوٹ کی دلیل ہو۔ جیسا کہ صادق کے ہاتھ سے اس کے صدق کی علامت ہوتی ہے لیکن یہ روا نہیں ہوتا کہ کوئی ایسا فعل ظاہر ہو جس میں کسی کو نبوت کا شک پڑے۔ اور جب اس شبہ کا ثبوت جائز ہو تو پھر سچے کو جھوٹے سے نہیں پہچان سکتے اور اس وقت طالب نہیں جانتا کہ کس کو سچا سمجھے اور کس کو جھوٹا اور اس وقت نبوت کا حکم بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ اور روا ہے کہ ولایت کے مدعی سے کرامت کی جنس سے کوئی چیز ظاہر ہو جو دین میں درست ہو اگرچہ اس کا معاملہ اچھا نہ ہو۔ کیونکہ رسول کے صدق کا ثبوت کرتا ہے اور اپنے پر خدا کا فضل ظاہر کرتا ہے نہیں کرتا کہ اس فعل کی اپنی قوت سے نسبت کرے۔ اور جو ایمان کے اصل میں بغیر دلیل کے راست گو ہو وہ سب احوال میں اعتقاد کے ساتھ ولایت میں دلیل سے راست گو ہوتا ہے کیونکہ جب اس کا اعتقاد سب احوال میں ولی کے اعتقاد کی صفت سے ہوتا ہے تو اگرچہ اس کے عمل اس کے اعتقاد کے موافق نہ ہوں معاملہ کے ترک کرنے سے ولایت کا دعویٰ اس سے جدا نہیں ہوتا جیسا کہ ایمان کا دعوےٰ ہے اور حقیقت میں کرامت اور ولایت خدا کی بخششوں سے ہے نہ بندہ کی کسبوں سے پس ہدایت کی حقیقت کے لئے کسب سبب نہیں ہوتا اور اس سے پہلے میں نے یہ کہا ہے کہ ولی معصوم نہیں ہوتے کیونکہ عصمت نبوت کی شرط ہے لیکن ولی اس آفت سے بچے ہوئے ہوتے ہیں جس کا وجود ولایت کی نفی کا تقاضا کرے۔ اور آفت کے وجود سے ولایت کی نفی ایمان کی نفی کا حکم رکھتی ہے اور یہ ردت ہے معصیت نہیں اور یہ محمد بن علی حکیم ترمذی کا مذہب ہے۔ اور جنیدؒ اور ابوالقاسم نوریؒ اور حارث محاسبیؒ اور خیرؒ اور ان کے سوا بہت سے اہل تحقیق میں سے اسی پر ہیں خدا ان سب سے راضی ہو۔ لیکن اہل معاملات جیسے عبداللہ تستری کا بیٹا سہل اور ابوسلیمان دارانی اور ابوحمدون قصار اور ان کے سوا ان کا یہ مذہب ہے

کہ ولایت کی شرط طاعت کی ہمیشگی پر ہے یعنی ولایت کے لیے یہ شرط ہو کہ طاعت ہمیشہ ہو۔ جب ولی کے دل پر کوئی کبیرہ گناہ گذرتا ہے تو وہ ولایت سے معزول ہو جاتا ہے۔ اور اس سے پہلے میں نے کہا ہے کہ امت کے اجماع یعنی اتفاق سے بندہ کبیرہ کے سبب ایمان سے باہر نہیں آتا۔ اور کوئی ولایت دوسری ولایت سے بہتر نہیں ہے پس چونکہ معرفت کی ولایت یعنے معرفت کا درجہ جو سب کرامتوں کا اصل ہے معصیت سے زائل نہیں ہوتا تو محال ہے کہ جو چیز شرف و کرامت میں اس سے کمتر ہو معصیت سے زائل ہو۔ اور شیخوں میں یہ اختلاف بہت طول ہے اور اس جگہ میری مراد اس سب کے ثبوت کر دینے سے نہیں لیکن سب سے زیادہ ضروری امر اس باب کے سمجھنے میں یہ ہے کہ تو یقینی علم سے سمجھ لے کہ یہ کرامت ولی پر کس حال میں ظاہر ہوتی ہے۔ صحو میں یا سکر میں اور غیبت میں یا تمکین میں صحو اور سکر کی شرح ابو یزید کے مذہب کے ذکر میں مفصل کر چکا ہوں۔ اور ابو یزید اور ذوالنون مصری اور خفیف کے بیٹے محمد اور منصور کے بیٹے حسین اور معاذ کے بیٹے یحیٰی خدا کی ان پر رحمت ہو اور ایک جماعت اس پر ہیں کہ ولی کی کرامت کا اظہار اپنے سکر کے حال کے سوا اور حال میں نہیں ہوتا اور جو صحو کے حال میں ہو وہ نبیوں کا معجزہ ہوتا ہے۔ اور ان کے مذہب میں معجزہ اور کرامت میں یہ ظاہر فرق ہے کہ کرامتوں کا اظہار ولی پر اپنے سکر میں ہوتا ہے جبکہ وہ مغلوب ہوتا ہے اور اس کے لئے دعوت نہیں ہوتی اور نبی پر معجزوں کا اظہار صحو میں ہوتا ہے تاکہ وہ لوگوں پر اس کی تحدی کرتا ہے اور لوگوں کو اس کے معارضہ کے واسطے بلاتا ہے اور صاحب معجزہ حکم کے دونوں طرف میں اختیار دیا گیا ہے۔ ایک اس کے ظاہر کرنے پر معارضہ چاہتا ہے اور دوسرا اس کے پوشیدہ کرنے پر۔ اور پھر ولیوں کیلئے یہ بات نہیں بلکہ وہ کبھی کرامت کو چاہتے ہیں اور نہیں ہوتی اور کبھی نہیں چاہتے اور ہوتی ہے اور تحدی دعوت کرنے والا نہیں ہوتا کہ اس کا حال وصف کے باقی ہونے سے منسوب ہو بلکہ وہ پوشیدہ ہوتا ہے اور اس کا حال صفت کے فنا سے موصوف ہوتا ہے پس ایک صاحب شرع ہوتا ہے اور دوسرا صاحب بستر پس چاہیے کہ کرامت اپنے سے غیبت اور

دہشت کے حال کے سوا اور حال میں ظاہر نہ ہو اور ولی کا سب تصرف خدا کی تصریف سے ہو۔ اور جس کا یہ وقت ہو اُس کا سارا سخن خدا کی تالیف سے ہوتا ہے۔ کیونکہ بشریت کی صفت کی صحت یا لاہی کو ہوتی ہے یا غافل کو یا مطلق بندگان آلہی کو۔ پس نبی لاہی اور غافل نہیں ہوتے اور نبیوں کے سوا مطلق بندگان آلہی نہیں ہوتے۔ اس جگہ تحقیق کے سوا ایک تردد اور تلون رہجاتا ہے۔ اور ولی جبتک بشریت کے حال کے قائم ہونے سے باخود ہوتے ہیں محجوب ہوتے ہیں۔ اور جب مکاشف ہوتے ہیں تو خدا کے لطف کی حقیقت میں مدہوش اور حیران ہوتے ہیں۔ اور کرامت کا ظاہر ہونا کشف کے حال کے سوا اور حال میں درست نہیں ہوتا کیونکہ یہ قرب کا درجہ ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ پتھر اور سونا اس کے دل کے نزدیک یکساں ہو۔ اور کسی حال میں نبیوں کے سوا آدمی کی یہ صفت نہیں ہوتی مگر اُس کی کہ جس میں عاریتی ہو۔ اور یہ سکر کی حالت کے سوا نہیں ہوتی۔ جیسے کہ حارثؓ ایک روز دنیا سے جدا ہو گیا اور دنیا اور عاقبت میں مکاشف ہوا اور کہا عَزَفَتْ نَفْسِيْ عَنِ الدُّنْيَا فَاسْتَوَتْ عِنْدِيْ حَجَرُهَا وَذَهَبُهَا وَفِضَّتُهَا میرے نفس نے دنیا سے اعراض کیا اور میرے نزدیک دنیا کا پتھر اور سونا اور چاندی اور اینٹ یکساں ہوا اگلے روز لوگوں نے دیکھا کھجوروں میں کام کر رہا تھا پوچھا اے حارث کیا کرتا ہے جواب دیا کہ خوراک طلب کر رہا ہوں کیونکہ اس سے چارہ نہیں ہے پس وہ ساعت ویسی تھی اور یہ اس طرح ہے۔ پس ولیوں کیلئے صحو کا مقام عوام کا درجہ ہوتا ہے اور ان کے سکر کا مقام نبیوں کا درجہ۔ جب سکر سے ہوش میں آتے ہیں تو اپنے آپکو مردوں کے فردوں میں سے جانتے ہیں اور جب اپنے آپ سے غائب ہوتے ہیں اور خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہوتے ہیں تو ان کا سکر اُن کا پاک کرنے والا ہوتا ہے۔ اور سب عیبوں سے خدا کی عبادت کے لیئے پاک کیئے جاتے ہیں اور اُس کے یعنی عبادت آلہی کے لائق ہو جاتے ہیں اور سب جہان اُن کے حق میں سونے کی طرح ہو جاتا ہے ذَهَبٌ سَارَ أَيْنَمَا ذَهَبْنَا وَدُرٌّ حَيْثُمَا دُرْنَا وَفِضَّةٌ فِي الْفَضَاءِ جہاں پر ہم گئے سونا ہی تھا اور جس جگہ پر ہم نے دورہ کیا دُر یعنی

موتی ہی تھے اور مبداؤں میں کنکر پتھر دغیو افقۃ یعنی چاندی تھی اور اُستاد امام ابوالقاسم قشیری سے میں نے سنا ہے کہ انہوں نے کہا ہے ایک وقت طبرانی سے اُن کے حال کی ابتدا کی نسبت میں نے پوچھا کہا ایک وقت مجھے ایک پتھر کی ضرورت ہوئی رود خانہ سرخس سے جو پتھر میں اٹھاتا تھا ایک جوہر ہوتا تھا اور میں اُس کو پھر پھینک دیتا تھا اور یہ اس لئے نہیں تھا کہ جوہر اور پتھر ان کے نزدیک یکساں تھے بلکہ اس واسطے تھا کہ ابھی تک جوہر اس پتھر سے جس کی اُن کو خواہش تھی زیادہ خوار تھا اور بقید رقعا خواجہ امام خزامی اسے سرخس میں میں نے سنا ہے کہ کہا ہے کہ میں لڑکا تھا اور قرمز کے سامان کیلئے توت کے پتوں کی تلاش میں محلوں میں سے ایک محلہ میں گیا ہوا تھا ایک درخت پر چڑھکر اُس کی شاخوں کو جھاڑتا تھا شیخ ابوالفضل بن حسن اس کوچے میں گذری اور میں درخت پہ تھا مجھے نہ دیکھا میں نے اس میں کچھ شک کیا کہ وہ اپنے آپ سے غائب ہیں اور دل سے خدا کی طرف مشغول ہیں اور خوش ہیں پس انہوں نے سر اُٹھایا اور کہا اے اللہ ایک سال سے زیادہ گزرا ہے کہ تو نے مجھے ایک دانگ تک نہیں دیا کہ سر کے بال درست کروں، دوستوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں، اسی وقت سب پتے اور شاخیں اور درختوں کے تنے زرین درم ہو گئے ہیں، اُس وقت کہا عجب تعجب کا مقام ہے رسب تعریض یعنے کنایہ سے سخن کہنا اعراض کا موجب ہے، دل کی کشایش کے لئے تجھ سے کوئی سخن نہیں کہہ سکتے اور شبلی سے ذکر ہے کہ چار ہزار دینار سب دریائے دجلہ میں ڈال دئے لوگوں نے کہا کیا کرتا ہے جواب دیا کہ پتھر کا پانی میں ہونا بہتر ہے رنبضوں نے کہا اور لوگوں کو کیوں نہیں دینا کہا سبحان اللہ جب میں حجاب کو اپنے دل سے اٹھاؤں اور مسلمان بھائیوں کے دل پر رکھوں تو خدا کو کیا جواب دوں گا اور دین میں یہ شرط نہیں ہے مسلمان بھائیوں کے لئے اپنے سے زیادہ برائی چاہے یہ سب حال سکر کا ہے اور اس کی شرح کو میں نے بیان کیا ہے، اور اس جگہ مقصود کرامتوں کا ثبوت ہے، اور پھر جنید، ابوالعباس سیاری

اور ابوبکر واسطی اور علی کے بیٹے محمد جو صاحب مذہب تھے اس پر ہیں کہ کرامت صحو اور تمکین میں ظاہر ہوتی ہے سوا سکر کے کیونکہ خداوند تعالیٰ کے ولی ملک کے مدبر اور سب حال پر آگاہ ہوتے ہیں اور اُن کو جہان کا والی بنایا ہے اور اُس کا انتظام اُن کے متعلق کیا ہے اور جہان کے حکموں کو ان کی ہمت سے موصول کیا ہے پس چاہیئے کہ سب سے زیادہ صحیح رائے اُن کی رائے ہو۔ اور خدا کے لوگوں پر سب لوگوں سے زیادہ شفیق دل ان کا دل ہو کیونکہ یہ رسیدہ ہوتے ہیں اور تلوین اور سکر حال کے ابتدا میں ہوتا ہے اور جب بلوغ حاصل ہو یعنی رسیدہ ہوں تلوین تمکین سے بدل جاتا ہے اس وقت ولی برحق ہوتا ہے اور اس کی کرامات صحیح ہوتی ہیں اور اہل طریقت میں مشہور ہے کہ اوتاد ہر رات سب جہان کے گرد پھرتے ہیں اور اگر کوئی جگہ ایسی ہو کہ ان کی آنکھ وہاں نہ پڑی ہو تو اگلے دن اُس مقام میں خلل واقع ہوتا ہے اس وقت قطب کو آگاہ کرتے ہیں اس لئے وہ اپنی ہمت مبذول کرتا ہے اور اس کی برکتوں کے سبب خدا سبحانہ تعالیٰ جہان سے خلل کو دور کرتا ہے اور جو یہ کہتے ہیں کہ زر اور ڈھیلا اُسکے نزدیک یکساں ہے یہ سب سکر اور دیدار کی نادرستی کی علامت ہے اور اس کے لئے زیادہ بزرگی نہیں ہوتی بلکہ شرف اُس درست اور راست دیکھنے والے کیلئے ہوتا ہے جس کے نزدیک زر زر ہو اور ڈھیلا ڈھیلا ہو لیکن ان کی آفت پر بینا ہو۔ تاکہ زر اور سیم اور کسی غیر کا فریب نہ کھائے اور کہے کہ میں تم پر مغرور نہیں ہوتا کیونکہ میں نے تمھاری آفت کو دیکھ لیا ہے پس جو اس کی آفت کو دیکھتا ہے اُسکے لیے یہ حجاب کا محل نہیں اور جو اُن کی ترک کرتا ہے اُس کا ثواب پاتا ہے اور پھر وہ شخص جس کیلئے زر ڈھیلے کی طرح ہو کا اس کے ترک کرنے سے طریقت میں درست نہیں آتا تو نے نہیں دیکھا کہ جب حارثہ صاحب سکر تھا اُس نے کہا زر اور پتھر اور ڈھیلا اور سیم میرے نزدیک ایک ہے اور جب ابوبکر صاحب صحو تھے دنیا کی قبض کی آفت کو دیکھا اور ثواب روشن ان کو معلوم ہوا تو دنیا سے ہاتھ اُٹھایا یہاں تک کہ پیغمبرؐ نے کہا عیال کے واسطے تم نے کیا رکھا ہے جواب دیا اللہ اور اللہ کا رسول۔ اور ابوبکر

وراق ترمذی حکایت کرتے ہیں کہ ایک دن علی کے بیٹے محمد نے مجھ سے کہا اے ابوبکر آج کے دن میں تجھے ایک جگہ لیجاؤں گا میں نے کہا آپ مختار ہیں۔ میں اُن کیساتھ گیا بہت دیر نہیں ہوئی تھی کہ میں نے ایک بڑا سخت بیابان دیکھا اور اُس کے درمیان ایک سبز درخت کے نیچے ایک زرین تخت تھا اور پانی کا چشمہ۔ اور اُس تخت پر ایک شخص عمدہ لباس پہنے ہوئے بیٹھا ہوا تھا جب علی کا بیٹا محمد اُس کے پاس گیا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور محمد کو اُس تخت پر بٹھلایا اور جب کچھ عرصہ گذرا سب طرف سے ایک گروہ کے لوگ آنے شروع ہوئے اور چالیس آدمی تک وہاں جمع ہو گئے جو شخص تخت پر بیٹھا تھا اُس نے آسمان کی طرف ایک اشارہ کیا۔ اُسی وقت آسمان سے کھانے کے لائق ایک چیز پیدا ہوئی ہم نے اُس کو کھایا۔ علی کے بیٹے محمد نے ایک سوال کیا اور اُس مرد نے اس میں بہت گفتگو کی چنانچہ میں نے اُس سے ایک کلمہ نہ سمجھا جب کچھ عرصہ گذر گیا اجازت مانگی اور لوٹا۔ اور مجھے کہا جا تو نیک بخت ہوا کچھ عرصہ گذرنے کے بعد ہم ترمذ میں واپس آئے میں نے محمد کو کہا اے شیخ یہ کون سی جگہ تھی اور وہ مرد کون تھا جواب دیا وہ بنی اسرائیل کا جنگل تھا اور وہ مرد قطب تھا جس پر مدار ہے میں نے کہا اے شیخ اتنے عرصہ میں ترمذ سے بنی اسرائیل کے جنگل میں ہم کیونکر پہونچ گئے فرمایا اے ابوبکر تجھے پہنچنے سے کام ہے نہ پوچھنے سے اور نہ علت پیدا کرنے سے۔ اور یہ حال کی صحت کی علامت ہے نہ سکر کی۔ اب میں نے اس کو مختصر کیا ہے کیونکہ اگر اس کی تفصیل کی طرف مشغول ہوں اور اس کے احوات کی شرح کروں تو کتاب لمبی ہو جاتی ہے اور مقصود سے بچتا ہوں۔

پس بعض دلیلیں جو اس کتاب کے متعلق ہیں کرامتوں اور ان کی حکایتوں کا ذکر کرتے سے انہیں لکھا ہے تاکہ مریدوں کو اس کے پڑھنے سے تنبیہ ہو۔ اور علما کیلئے راحت اور محققوں کے لئے مذاکرت اور عوام کیلئے یقین کی زیادتی اور شبہ دور ہو۔ اور اللہ سے توفیق مانگتا ہوں

ولیوں کی کرامتوں کا بیان

جاننا چاہیئے کہ جب کرامتوں کا صحیح ہونا عقل کی دلیل سے ثابت ہوا اور اس کے ثبوت پر دلیل قائم ہوئی تو چاہیئے کہ کتابی دلیل بھی تجھے معلوم ہو اور جو صحیح حدیثوں میں آیا ہے کتاب اور سنت کی کرامتوں کی صحت پر اور عادت کے خلاف فعلوں پر جو دلیلوں سے ہوئے ہیں گواہ ہیں اور ان کا انکار کرنا نصی حکموں کا انکار کرنا ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے کلام مجید میں ہمیں خبر دی ہے وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى اور تم پر بادلوں کو ہم نے سائبان بنایا اور اتارا ہم نے تمہارے اوپر من اور سلوٰی منکروں میں سے اگر کوئی کہے کہ وہ موسیٰؑ کا معجزہ تھا تو روا ہے کہ ہم بھی کہیں کہ ولیوں کی کرامتیں محمد صلعم کا معجزہ ہے اور اگر یہ کہیں کہ یہ کرامتیں غیبت میں ہیں واجب نہیں کہ نبی کا معجزہ ہو۔ ان کا معجزہ ان کے وقت میں تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ جب موسےٰ علیہ السّلام ان سے غائب ہوئے اور وہ کوہ طور کو گئے وہی حکم باقی تھا پس زمانہ اور مکان کی غیبت برابر ہے۔ جب وہاں مکان کی غیبت میں یعنی موسیٰ علیہ السّلام کے غائب ہونے میں معجزہ روا ہے تو اس جگہ زمانہ کی غیبت میں بھی جو ولیوں کا زمانہ ہے روا ہے۔ اور دوسرا آصف بن برخیا کی کرامت سے ہمیں خبر دی ہے کہ جب سلیمان علیہ السّلام کو یہ چاہیئے تھا کہ بلقیس کا تخت بلقیس کے آنے سے پہلے وہاں حاضر کریں اور خداوند عالم چاہتا تھا کہ اس کی بزرگی اور کرامت لوگوں پر ظاہر کرے۔ اور زمانہ کے لوگوں کو دکھلائے کہ ولیوں کی کرامتیں جائز ہیں۔ سلیمان ع نے کہا وہ کون ہے جو بلقیس کے تخت کو اس کے آنے سے پہلے اس جگہ حاضر کرے۔ قرآن شریف میں آیا ہے قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ایک بولے جنوں میں سے کہا تیری پاس بلقیس کے تخت کو میں لاتا ہوں اس سے پہلے کہ تو اپنی جگہ سے اٹھے۔ سلیمانؑ نے کہا اس سے بھی جلدی لانا چاہیئے۔ آصف نے کہا اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ اس سے پہلے کہ تو آنکھ جھپکے میں اس تخت کو اس جگہ حاضر کرتا ہوں۔ اور اس گفتار سے سلیمان علیہ السّلام اس پر متعرض نہ ہوئے اور انکار نہ کیا اور نا ممکن معلوم نہ ہوا اور یہ کسی حال میں

معجزہ نہیں ہے کیونکہ آصف برخیا پیغمبر نہ تھے اس لئے ضروری ہے کہ کرامت ہو اور اگر معجزہ
ہوتا تو اُس کا اظہار سلیمان کے ہاتھ سے ہوتا۔ اور دوسرا مریم علیہا السلام کے قصہ میں آئی ہیں
خبر دی ہے کہ جب حضرت زکریا ان کے پاس آتے تھے تو گرمی میں جاڑے کے میوے دیکھتے
تھے اور جاڑے میں گرمی کے۔ اس لیے کہا أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ اے
مریم یہ تیرے واسطے کہاں سے آیا اُس نے کہا اللہ کے پاس سے اور آنشاق ذریۃ پیغمبر
نہ تھیں اور اس کے سوا خداوند تعالیٰ نے ایک ظاہر بیان سے ہیں اسکے حال سے خبر دی
اور کہا ہے وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا اور تو اپنی طرف کھجور کی
تنہ کو ہلا وہ تجھ پر کھجور تر اور تازہ ڈالیگا اور اُس کے سوا اصحاب کہف کا احوال اور کُتّے کی
اُن کے ساتھ باتیں کرنی اور اُن کی خواب اور غار میں اُن کا دائیں بائیں تصرف جیسا کہ آیا ہے
وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ اور ہم ان کو دائیں
اور بائیں طرف لوٹاتے ہیں۔ اور اُن کا کتا اپنے دونوں ہاتھ غار کے دہانہ میں پھیلانے
والا ہے۔ یہ سب فعل عادت کے خلاف ہیں اور معلوم ہے کہ معجزہ نہیں ہے۔ پس چاہیئے
کہ کرامت ہو یوں بھی ہو سکتا ہے کہ اس جگہ یہ کرامات بمعنی قبولیت دعا کے ہوں یعنی
وہ امور جو ایسے تکلیف کے وقت حاصل ہو جاتے فقط موہومی امر تھے وہ دعا سے حاصل
ہوئے اور حضرت مریم پر کھجور تر اور تازہ کا بے وقت میوہ دل کا اترنا شاید اس سے
ہو کہ لوگوں کی بدگمانی کو اُن سے لوٹائے اور مثل اس کے۔ اور پیغمبر سے صحیح حدیثوں
میں حدیث الغار آئی ہے۔ اور وہ اس طرح سے ہے کہ ایک ان صحابہ نے پیغمبر
صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا اے رسول اللہ ہمارے لئے گذشتہ امتوں کے عجائب
فعلوں میں سے کچھ بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے تین شخص کسی جگہ جاتے تھے
جب رات کا وقت ہوا ایک غار میں چلنے کا ارادہ کیا۔ غار میں گئے اور اُس میں سو گئے
جب رات کا کچھ عرصہ گذر گیا تو پہاڑ سے ایک پتھر گرا اور اُس غار کے دروازہ کو بند کر دیا

وہ حیران ہوئے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس جگہ سے بے ریا کاموں کے سوا کوئی چیز ہمیں نہیں چھڑاتی جن کو خداوند کے ہاں شفیع بنائیں۔ ایک نے کہا میری ماں اور باپ تھا اور ایک بکری کے سوا جس کا دودھ میں ان کو دیتا تھا دنیا کے مال سے میرے پاس کچھ نہ تھا۔ اور میں ہر روز لکڑیوں کا ایک گٹھا لاتا تھا اور اس کی قیمت اپنا اور ان کا طعام کی وجہ میں صرف کرتا تھا۔ ایک رات میں بہت بے وقت آیا اور اس بکری کے دوہنے اور دودھ سے ان کی خوراک بہم پہونچانے تک وہ سو گئے۔ دودھ کا پیالہ میرے ہاتھ میں رہا اور میں بغیر کچھ کھائے اور پئے کھڑا رہا یہانتک وہ تمام رات میں نے یوں ہی گذار دی اور ماں باپ کے جاگنے کی انتظار میں رہا یہاں تک کہ صبح ہوئی اور اس وقت وہ جاگے اور دودھ پیا تب میں بیٹھ گیا۔ پس کہا اے خدا تعالیٰ اس میں اگر میں سچا ہوں تو میری فریاد رسی کر۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا اس وقت وہ پتھر ایک دفعہ ہلا اور ایک سوراخ پیدا ہوا اور دوسرے نے بیان کیا کہ میرے چچا کی ایک لڑکی تھی خوبصورت اور میرا دل اس پر ہمیشہ مفتون تھا۔ میں اس کو اپنی طرف بلاتا تھا اور وہ قبول نہیں کرتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک وقت بہت حیلوں سے ایک سو بیس دینار اس کے پاس بھیجے تاکہ ایک رات میرے لیے خالی کرے اور جب میں اس کے پاس آیا خدا تعالیٰ سے میرے دل میں خوف ظاہر ہوا میں نے اس سے ہاتھ ہٹا لیا اور زر اس کے پاس رہنے دیا۔ پس کہا اے خدا تعالیٰ اگر میں اس میں سچا ہوں تو میرے لیے راحت بھیج پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے اس وقت اس پتھر نے ایک اور حرکت کی اور وہ سوراخ زیادہ ہوا۔ لیکن اس سے ابھی باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ تیسرے نے کہا میرے پاس مزدوروں کا ایک گروہ تھا۔ جو کام کرتے تھے جب وہ پورا ہو گیا تو سب نے اپنی مزدوری لے لی۔ ان میں سے ایک گم ہو گیا۔ اس مزدوری سے میں نے ایک بکری خریدی دوسرے سال دو ہو گئیں اور اگلے سال چار۔ اور ہر سال اسی طرح بڑھتی تھیں۔

جب کچھ سال گذر گئے تو بہت سا مال جمع ہو گیا۔ اس وقت وہ مزدور آیا اور کہا کہ ایک وقت میں نے تیرا کام کیا ہے تجھے یاد ہے اب اُس مزدوری کی مجھے ضرورت ہے دیدے میں نے اُس سے کہا جاوہ سب تیرا مال ہے لے لے کہا کیا مجھے ٹھٹھا کرتا ہے میں کہا نہیں سچ کہتا ہوں، وہ سب مال میں نے اُس کو دید یا اور وہ لے گیا پس پیغمبر نے کہا ہی اُس وقت وہ پتھر غار کے دروازہ سے الگ ہو گیا اور وہ تینوں آدمی باہر نکل گئے اور یہ فعل عادت کے خلاف ہے۔ اور جریح راہب کی حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے مشہور ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ کسی چھوٹے لڑکے نے گہواری میں سخن نہیں کیا مگر تین نے ایک تو عیسےٰ علیہ السلام ہیں جیسا کہ تم سب جانتے ہو اور دوسرا بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا جریح نام، یہ ایک مجتہد مرد تھا اس کی ماں پردہ وار تھی، ایک دن اپنے بیٹے کے دیکھنے کیلئے آئی جریح نماز میں تھا حجرہ کا دروازہ نہ کھولا۔ اور اگلے دن اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ تنگدل ہونے سے اُس کی ماں نے کہا اے اللہ میرے لڑکے کو رسوا کر اور میرے حق میں اس کو پکڑ لے۔ اسی وقت ایک عورت نے ایک گروہ کو خوشامد سے کہا کہ میں جریح کو بے راہ کرتی ہوں، اس کے حجرے میں چلی گئی اور جریح نے اس کی طرف توجہ نہ کی، اور راستہ میں ایک چرواہے کے ساتھ صحبت کی اور حاملہ ہو گئی اور جب شہر میں آئی تو کہا یہ جریح کا حمل ہے۔ اور جب اُس نے بچہ جنا تو لوگوں نے جریح کے حجرے کا ارادہ کیا اور اُس کو سلطان کی درگاہ میں لے آئے۔ جریح نے لڑکے سے پوچھا کہ اے غلام تیرا باپ کون ہے اُس نے جواب دیا اے جریح میری ماں تجھ پر جھوٹ کہتی ہے میرا باپ چرواہا ہے اور تیسرا لڑکا ایک عورت کا تھا جو اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھی ہوئی تھی اچھا لباس پہنے ہوئے ایک خوبصورت سوار گذرا عورت نے کہا اے اللہ میرے اس لڑکے کو اس سوار کیطرح بنا۔ لڑکے نے کہا اے اللہ مجھے ایسا نہ بنا جب کچھ زمانہ گذرا تو ایک بدنام عورت گذری۔ اُس پہلی عورت نے کہا اے اللہ میرے

... کہ اس عورت جیسی وہ ہمارا ان کے لئے کہا لے اللہ مجھے اس عورت کیطرح بناساں کو تعجب ہوا
... یا انہ تو نیوں کہتا ہے۔ لڑکے نے جواب دیا اس لئے کہ وہ سوار جبر کرنے والوں میں سے
ایک جابر ہے، اور یہ ایک عورت ہے نیک لیکن لوگ اس کو برا کہتے ہیں اور نہیں جانتے
... میں یہ نہیں چاہتا کہ جابروں میں سے ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ نیکوں سے ہوں۔ اسکے
سوا امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی لونڈی زائدہ کی حدیث مشہور ہے کہ ایک دن
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ نے کہا لے زائدہ میرے پاس زیادہ دیر کرکے
کیوں آئی ہے حالانکہ میں تجھ کو بہت دوست رکھتا ہوں جواب دیا لے رسول اللہ آج میں
ایک عجیب امر سے آئی ہوں، پوچھا وہ کیا ہے کہا صبح کو میں لکڑیوں کی تلاش کیلئے گئی تھی
تو جب میں نے لکڑیوں کا ایک گٹھ باندھا تو میں نے اُس کو ایک پتھر پر رکھا تھا تاکہ اسے
اٹھاؤں میں نے ایک سوار کو دیکھا کہ آسمان سے زمین پر آیا ہے اُس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ
محمد صلعم کو میرا اسلام پہونچا اور کہہ کہ رضوان نے جو بہشت کا خزانچی ہے کہا ہے کہ آپکو خوشخبری ہو
کیونکہ بہشت کو آپ کی امت پر تین حصہ کیا ہے ایک گروہ تو بغیر حساب کے اندر جائیگا۔ اور
ایک گروہ ایسا ہے کہ اُسکا حساب آسان ہوگا۔ اور ایک گروہ کو آپ کی شفاعت سے بخشدینگے
یہ کہا اور اس سوار نے آسمان کا ارادہ کیا اور آسمان و زمین کے درمیان میں سے میری طرف
توجہ کی کیونکہ وہ گٹھ مجھ سے اُٹھایا نہیں جاتا تھا سو دیکھ کر کہا زائدہ اس گٹھ کو اس پتھر پر پہنچ دے
... پتھر کو کہا لے پتھر اس گٹھ کو عمر کے حجرہ کے دروازہ تک زائدہ کے ساتھ لیجا پیغمبر صلعم صحابہ کے
ساتھ اُٹھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازہ پر آئے اور پتھر کے آنے جانیکا نشان
... دیکھا اور فرمایا الحمد للہ لے کا شکر ہے کہ ... مجھے دنیا سے باہر ... گیا جب تک
... میری امت ... کی ... جنت ... کہ میری امت میں سے ایک عورت کو حضرت
... یا اور روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علاء بن حضرمی
... کو ... لڑائی پر روانہ کیا راستہ میں آپ کے سامنے ایک دریا آیا آپ نے

اُس پر قدم رکھا پس قدم تر ہوئے اور دریا سے سب گذر گئے۔ اور حضرت عمرؓ کے بیٹے عبداللہ
یہ مشہور ہے کہ وہ ایک راستہ میں جا رہے تھے آپ نے ایک گروہ کو دیکھا کہ جو خوفناک راستہ
پر کھڑا ہوا تھا اور ایک شیر نے اُن کا راستہ بند کر رکھا تھا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ اے کتے اگر راستہ بند کرنیکا تجھے خدا کی طرف سے حکم ہے تو ہم راستہ نہ دیں اگر
نہیں تو راستہ دیدے یہ سنکر شیر اپنی جگہ سے اُٹھا اور حضرت عبداللہ کے سامنے اپنی نیچی گردن کر کے
جنگل کو چلا گیا اور حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے کہ آپ نے ایک مرد کو ہوا
میں بیٹھے ہوئے دیکھا آپ نے دریافت کیا کہ اے خدا کے بندے تو نے یہ مرتبہ کیونکر حاصل
کیا اُس نے کہا کہ مجھ کو یہ مرتبہ ایک بہت تھوڑی سی چیز کے بدلے میں خداوند تعالیٰ نے
عطا فرمایا ہے آپ نے کہا وہ کیا چیز ہے اُس نے کہا کہ میں نے دنیا سے جب اپنا منہ
پھیر لیا اور خدا کی طرف متوجہ ہوا اُس وقت خدا نے مجھ سے پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہے
میں نے کہا کہ الہ العالمین میں یہ چاہتا ہوں کہ ہوا میں میرے واسطے ایک مکان بنا دے
تاکہ میرا دل دنیا کے لوگوں سے علیحدہ رہے اور روایت ہے کہ جب وہ مرد عجمی مدینہ منورہ
میں واسطے قتل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آیا اور امیر المومنین کے قتل کا ارادہ کیا تو لوگوں
سے پوچھا کہ امیر المومنین کہاں ہیں لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین کسی خرابہ میں ہونگے اور
وہ تلاش میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خرابہ میں پہونچا دیکھا کہ آپ زمین پر سوتے
ہیں اور دُرّہ آپ کے سر کے نیچے رکھا ہوا ہے اُس وقت اُس مرد عجمی نے کہا کہ ان
کے باعث ایک جہان تنگ آ رہا ہے حالانکہ وہ اکیلے اس خرابہ میں سو رہے ہیں لہٰذا
ان کا مار ڈالنا بہت آسان بات ہے جب اُس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا اور تلوار
کھینچی تو غیب سے اُس وقت دو شیر پیدا ہو گئے اور اُس مرد عجمی کے مار ڈالنے کا قصد کیا
پس فوراً وہ عجمی چلایا تو امیر المومنین خواب سے بیدار ہو گئے اُس وقت عجمی نے اپنا حال
امیر المومنین سے عرض کیا اور آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا اور روایت ہے کہ زمانہ خلافت میں

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں حضرت خالد بن ولید کے لئے ملک عراق سے علاوہ اور تحائف
کی ایک ڈبیہ بھی بطور تحفہ کے آئی تھی جس میں سم ہر قاتل بھرا ہوا تھا حضرت خالدؓ نے اُس ڈبیہ
کو کھولا اور اُس زہر کو ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہکر فوراً نوش جان فرمایا
آپ کے اس واقعہ سے لوگوں کو کمال درجہ حیرت ہوئی اور اُن میں سے بہت سے آدمیوں
نے اسلام کو قبول کرلیا اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ ... فرماتے ہیں کہ عبادت کرنے
والوں میں ہمارے یہاں ایک شخص حبشی بھی تھا جو اکثر ویرانہ میں رہا کرتا تھا ایک روز میں
نے بازار سے ایک چیز خریدی اور اُس کے پاس لے گیا اُس نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ
کیا چیز ہے میں نے کہا یہ کھانا ہے کہ جو تیرے واسطے لایا ہوں اُس نے ہاتھ کے اشارہ
سے منع کیا اور میری طرف دیکھکر ہنسنے لگا میں نے دیکھا کہ اس خرابہ کی دیواریں اور اینٹیں
اور پتھر سب زر ہوگئے تھے اُس وقت مجھے کمال درجہ پشیمانی ہوئی اور جو شے میں لے گیا
تھا اُس کو اُس جگہ پر چھوڑ دیا اور اُس کی ہیبت نے مجھے اُس جگہ نہ ٹھہرنے دیا۔ اور
حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں گذرا ایک چرواہے پر ہوا اور میں
نے اُس سے پانی پینے کو مانگا اُسنے کہا کہ میرے پاس دودھ اور پانی دونوں ہیں تو کونسی چیز مانگتا ہے
میں نے کہا کہ پانی مانگتا ہوں یہ سُنکر اُس نے اپنا عصا پتھر پر مارا بحکم خدا فوراً اس پتھر سے
ایک نہایت شیریں چشمہ جاری ہوگیا یہ امر دیکھ کر مجھ کو سخت تعجب ہوا اُسنے میرے استعجاب
پر کہا تعجب نہ کر جب بندہ خدا تعالےٰ کا فرمانبردار ہوجاتا ہے تو سب جہان اُس کا فرمانبردار
ہوجاتا ہے، اور حضرت ابو درداء رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سلمان رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ
بیٹھے ہوئے تھے اور دونوں کھانا کھا رہے تھے دیکھا میں نے کہ کاسہ تسبیح کر رہا
تھا اور ابو سعید خراز سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں اکثر جنگل میں رہا کرتا تھا ہر تین دن کے بعد ایک بار طعام
کھاتا تھا ایک مرتبہ تین روز مجھے کھانا نہ ملا اور بھوک کی وجہ سے مجھ پر ضعف طاری ہوا اور میری طبیعت نے اپنی عادت
کے موافق کھانے کی خواہش کی میں ایک جگہ پر بیٹھ گیا کہ ناگہاں غیب سے مجھے آواز آئی کہ اے ابا سعید

نفس کی سکونت کے واسطے کچھ کھانا چاہتا ہے یا بغیر کھانے کے سستی دفع کر دیگا اور بغیر
سبب کے طاقت چاہتا ہے اُس وقت میں نے عرض کیا کہ آلٰہی کچھ طاقت چاہتا ہوں پس اُسی
وقت مجھ میں طاقت آگئی اور میں اُٹھکر کھڑا ہو گیا اور کھانے اور پینے کی بغیر میں نے بارہ منزلیں راہ
کی طے کیں اور مقام تستر میں آجتک حضرت عبداللہ کے بیٹے حضرت سہل رض کے گھر کو لوگ بیت
السباع کہتے ہیں یعنی درندوں کا گھر اور مقام تستر کے تمام لوگ اس امر پر متفق ہیں کہ بہت سے
درندے اور شیر حضرت سہیل رحمۃ اللہ کے پاس آتے تھے اور حضرت سہیل رحمۃ اللہ علیہ اُن کو کھانا
کھلاتے تھے اور کمال درجہ آپ اُن سے محبت فرماتے تھے اور حضرت ابو قاسم مروزی رح
کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دریا کے کنارے پر ابو سعید خراز کے ساتھ جا رہا تھا دیکھا کہ
ایک جوان مُرقّعہ پہنے ہوئے ہے ... اور مجبرہ ہاتھ میں لٹکائے ہے حضرت ابو سعید
نے فرمایا کہ اس جوان کا حال دیکھ یہ معاملہ دیگر ہے جب میں اس کو دیکھتا ہوں
تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا رسیدوں میں سے ہے اور جب مجبرہ کو دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا
ہے کہ یہ طالبوں میں سے ہے [illegible]
کہ کون راستہ کا [illegible] پس حضرت خراز نے [illegible] خدا کا کون راستہ ہے [illegible] ایک ہم جانتے ہیں [illegible] راستہ دوسرا
خواص کا راستہ پس خواص کے راستہ کی تجھ کو مطلق کچھ خبر نہیں ہے مگر ہاں عوام کا یہ راستہ ہے کہ جس
پر تو چل رہا ہے اور اپنے معاملہ کو خدا سے پہونچنے کی علامت جانتا ہے اور مجبرہ کو حجاب جانتا
ہے اور حضرت ذوالنون مصری کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک جماعت کیساتھ ایک کشتی میں
سوار ہوا کہ جو مصر سے مقام جدہ جا رہی تھی اور ایک جوان گدڑی پوش بھی اُس کشتی میں
سوار تھا مجھے اُس کیساتھ ہمنشینی کی خواہش ہوئی مگر اُس کی ہیبت مجھے اُس کے
ساتھ گفتگو سے باز رکھتی تھی بدیں وجہ کہ وہ بڑا معزز آدمی تھا اور عبادت الٰہی سے وہ کسی وقت
خالی نہیں رہتا تھا یہاں تک کہ ایک دن ایک شخص کی جواہر کی تھیلی اُس جگہ پر گم ہو گئی
اور تھیلی کے مالک نے اُس جوان کو اُس کے چرانے کی تہمت لگائی اور لوگوں نے اُس پر

سختی کرنی چاہی میں نے کہا کہ اس سے اس طرح پر باتیں نہ کرو میں اس سے ابھی دریافت کرتا ہوں
پس میں اُسکے پاس گیا اور بہت نرمی سے میں نے اُس جوان سے کہا کہ آپ پر لوگ کچھ گمان بد
کرتے ہیں اور میں نے اُن لوگوں کو سختی سے باز رکھا ہے پس کیا امر کرنا چاہیے اُس نے فوراً
آسمان کی طرف اپنا منہ کیا اور کچھ الفاظ کہے کہ جو میری سمجھ سے باہر تھے پس دیکھا میں نے تمام
مچھلیاں دریا کی سطح آب پر آگئیں ہیں اور ہر ایک کے منہ میں ایک جواہر ہے لہذا اُس جوان نے
ایک مچھلی سے ایک جواہر لے لیا اور اُس شخص کو دیدیا جس کا کہ جواہر گم ہو گیا تھا اور جب کشتی
کے لوگوں نے اس معاملہ کو دیکھا تو اس جوان نے سطح آب پر پاؤں رکھا اور فوراً چلا گیا جب
یہ امر تھیلی والے شخص نے معاینہ کیا تو اس نے اُس جواہر کو دریا میں پھینک دیا اس امر
سے تمام کشتی کے لوگ نہایت شرمندہ ہوئے، اور حضرت ابراہیم رقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔
کہ ابتدائے فقر میں میں نے حضرت مسلم مغربی کی زیارت کا قصد کیا جب اُن کی مسجد میں گیا تو آپ
امامت کر رہے تھے اور الحمد غلط پڑھ رہے تھے میں نے اپنے دل میں کہا کہ بیفائدہ ایسے شخص
[illegible] زیادہ ہو گئی
تھی میں اُسی مسجد میں پڑا رہا اور اگلے روز وضو کرنے کے وقت میں چاہا کہ فرات کے کنارہ پر جاکر پانی لوں
...... دیکھا میں نے کہ راستہ میں ایک شیر سو رہا ہے میں چلا گیا جب واپس آیا تو دیکھا کہ
ایک شیر میرے پیچھے آرہا ہے پس میں نے شور کرنا شروع کیا حتٰی کہ حضرت مسلم اپنے حجرہ سے
باہر تشریف لائے جب شیروں نے اُن کو دیکھا تو سب نے اپنی گردنیں نیچی کر لیں اور حضرت
مسلم نے ہر ایک کا کان پکڑ کر اُن کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ اے خدا کے کتو میں نے تم سے
کب کہا تھا کہ میرے مہمانوں سے اس طرح پیش آؤ اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اے
ابراہیم تم ظاہر کے ٹھیک کرنے میں مشغول ہو اور مخلوق سے ڈرتے ہو اور میں باطن
کے ٹھیک کرنے میں مشغول ہوں اس واسطے مخلوق مجھ سے ڈرتی ہے اور حضرت سید
علی ہجویری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم اپنے شیخ کے ہمراہ بیت الجن سے

اُس کو کھاے یہ سنکر فاطمہ کچھ انگور لائی جب میں نے یہ خیال کیا تو وہ انگوروں کا موسم تھا
اور جاڑہ اُس پر بہ امر تھا کہ اُن انگوروں کے ہمراہ کچھ کھجوریں بھی تازہ تھیں حالانکہ فرغانہ میں کھجوروں
کا ہونا ایک غیر ممکن امر تھا اور فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حسب عادت اپنی تنہا حضرت شیخ ابوسعید
رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید کبوتر آیا اور اُس غلاف کے نیچے
جو قبر پر پڑا ہوا تھا چلا گیا اُس وقت مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید یہ کبوتر کسی شخص کا اوڑکر آگیا ہی
اور غلاف کے نیچے پوشیدہ ہو گیا ہے جب میں نے اُٹھکر غلاف کے نیچے دیکھا تو کسی شئے
کو نہ پایا اور دوسری اور تیسری روز بھی مجھکو یہ واقعہ پیش آیا اس امر سے میں سخت متعجب
ہوا ایک رات میں نے حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور اس واقعہ کو
آپ سے عرض کیا فرمایا وہ کبوتر میرے معاملہ کی صفائی ہے جو ہر روز میری قبر میں میری ہمنشینی
کے واسطے آتی ہے اور حضرت ابو وراق رحمۃ اللہ عنہ فرماتے کہ ایک روز علی کے بیٹے محمد نام
نے اپنی تصنیف کئے ہوے کچھ اجزا مجھے دیے اور کہا کہ اُس کو دریاے جیحون میں
ڈال دے جب میں باہر آیا اور اُنہیں دیکھا تو وہ سب نکات تصوف تھے میرے دل
نے نہ چاہا کہ اُن کو دریا میں ڈال دوں پس میں نے اُن کو جاکر اپنے گھر میں رکھدیا اور جب
شیخ کے حضور میں گیا اور شیخ نے دریافت کیا تو کہدیا کہ میں نے اُن اجزا کو دریا میں ڈالدیا
پس شیخ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم نے کیا دیکھا میں نے عرض کیا کچھ نہیں اُس وقت
شیخ نے فرمایا کہ تم نے اُن اجزا کو ہرگز دریا میں نہیں ڈالا ہے اُس وقت مجھے دو مشکلیں
پیش آئیں ایک یہ کہ کیوں کہتا ہے کہ دریا میں ڈالدے اور دوسری یہ کہ
کیا دلیل ظاہر ہوگی لہذا میں پھر واپس گھر کو گیا اور اُن اجزا
کو لے کر دریاے جیحون کے کنارہ پر پہونچا جس وقت اُن اجزا کو میں نے پانی میں پھینکدیا
تو دیکھا میں نے کہ پانی آپس میں سے پھٹ گیا اور ایک صندوق اُس سے برآمد ہوا
جس کا منہ کھلا ہوا تھا اور وہ اجزا اُس میں خود بخود جا پڑے اور صندوق کا منہ

بند ہو گیا اور فوراً نظر سے غائب ہو گیا۔ وہ بدستور چلتے لگا اس واقعہ کو دیکھ کر میں فوراً شیخ
کے حضور میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کو بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا بیشک اب تم نے اُن اجزا کو
دریا میں ڈالا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کو قسم ہے خداوند عالم کی عزت کی یہ کیا امر تھا۔ شیخ نے
فرمایا کہ میں نے علم دفتر کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی تھی جس کی تحقیق سب عقلوں پر مشکل
تھی لہٰذا میرے بھائی خضر علیہ السلام نے اُس کو مجھ سے طلب فرمایا اور پانی کو خداوند
عالم نے حکم فرمایا تھا کہ وہ صندوق لائے اور خداوند عالم نے اُس پانی کو حکم دیا تھا کہ یہ
اجزا حضرت خضر علیہ السلام کو پہونچائے اسی طرح کی بہت سی حکایتیں ہیں اگر لکھوں تو
یہ کتاب تمام عمر تک ختم نہ ہو چونکہ اس کتاب میں طریقت والوں کے اصول کا طریقہ لکھنا مقصود
ہے ان کو نقل کرنے والوں سے معاملہ کی شاخیں ہیں یا اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے
اور بہت کچھ جمع کیا ہے اور منبر پر چڑھ کر ذکر کرنے والوں نے اُن کو نشر بھی کیا ہے۔
لہٰذا ثبتہ کے باب میں جو فصل اس کے متعلق ہے اب اُس کو لکھتا ہوں تاکہ ان معنے
کے سمجھنے والوں کو کسی دوسری جگہ جانے کی دقت نہ پڑے لہٰذا نبیوں پر نبیوں کی بزرگی
کا بیان لکھتا ہوں۔

اولیاء اللہ پر انبیاء علیہم السلام کی بزرگی کا ذکر

خبردار اے طالب صادق تجھکو معلوم ہووے کہ اولیاء اللہ پر انبیاء علیہم السلام کو بزرگی اس طرح
پر ہے کہ اس امر پر تمام شیوخ طریقت کا اتفاق ہے کہ اولیاء اللہ پیغمبروں کے تابع ہیں بلکہ پیغمبروں
کی تصدیق کرنے والے ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ انبیاء علیہم السلام اولیاء سے افضل ترین او
[illegible] ہے کہ ولایت کا انجام نبوت کی ابتدا کا نام ہے اور یہ بھی ہے کہ سب
نبی ولی ہیں [illegible] مگر ولیوں میں سے کوئی ولی نبی نہیں ہوتا [illegible]
[illegible]

وہ نبیوں کیلئے مقام ہے اور جو ولیوں کیلئے مقام ہے وہ نبیوں کے لئے حجاب ہے۔ اور حضرات علمائے اہلسنت اور شیوخ طریقت میں سے کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا ہے سوائے ایک گروہ کے جو ان حشویوں میں سے اہل خراسان سے ہیں اور توحید کے اصولوں میں گفتگو کرتے ہیں کہ جو ایک دوسرے کو توڑنے والے ہوتے ہیں اور اصول طریقت سے مطلق آگہی نہیں رکھتے ہیں اور جو اپنی کو ولی کہتے ہیں اور جو در اصل ولی نہیں ہیں مگر شیطان کے دوست ضرور ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ ولی نبیوں سے افضل ہیں اور یہ گمراہی اُن کے واسطے کافی ہے کہ وہ جاہل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فاضل کہتے ہیں اور مشبہ کا ایک گروہ ایسا بھی ہے کہ جو اس طریقت سے محبت کرتے ہیں۔ مگر انتقال کے معنوں میں خدائے تعالیٰ کے نزول اور حلول کو روا رکھتے ہیں اور خداوند عالم کی ذات پر تجزیہ یعنی تقسیم کو جائز جانتے ہیں اور اس مذموم مذہب کو جس طرح پر کہ میں نے وعدہ کیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کتاب میں تمامتر لکھوں گا پس یہ دو گروہ جو اسلام کے مدعی ہیں مگر نبیوں کی تخصیص ہیں نفی میں برہمنوں کے بالکل موافق ہیں اور اسلام کا یہ مسئلہ مسلم ہے کہ جو نبیوں کی تخصیص کی نفی کرتا ہو وہ کافر ہے پس انبیاء علیہم السلام اعیان ہیں اور امام ہیں اور اولیاء احسان ہیں اور اُن کے تابع ہیں۔ اور یہ امر محال ہے کہ متابع امام سے زیادہ فاضل ہو پس اے طالب صادق تجھکو معلوم ہوئے اگر سب نبیوں کے اقوال اور احوال کو نبی کے صدق کے ایک قدم کے پہلو پر رکھی تو تجھ کو وہ سب معدوم نظر آئیں گے کیونکہ ولی طلب کرتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں اور نبی خدا رسیدہ اور مقصود کو پائے ہوئے ہوتے ہیں اور دعوت کے فرمان سے واپس آئے ہوئی ہوتے ہیں اور وہ ایک قوم کو لیجاتے ہیں اور اگر کوئی ملحد خدا کی اُس پر لعنت ہو یہ سکھے کہ عادت میں ایسا ہی ہوا ہے کہ جب رسول کسی ملک سے کسی کے پاس آئے تو اُس کو چاہیئے کہ مبعوث علیہ یعنی جس کے پاس بھیجا گیا ہے وہ رسول سے زیادہ فاضل ہو

جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام سے زیادہ فاضل ہیں اور اس صورت کا پیدا ہونا ان کے لئے خطا ہے۔ اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اگر کسی ملک سے ایک شخص کی طرف رسول بنکر آئے تو چاہیئے کہ مرسل الیہ یعنی جس کی طرف بھیجا گیا ہے وہ رسول سے زیادہ فاضل ہو جیسا کہ جبریل کو پیغمبروں پر بھیجا اور ہر ایک پیغمبر جبریل سے زیادہ فاضل تھا لیکن جب رسول ایک جماعت اور ایک قوم کی طرف ہو تو ضرور ہے کہ رسول اس گروہ سے زیادہ فاضل ہو جیسا کہ پیغمبر امتوں سے زیادہ افضل ہیں اور اس امر میں کسی مرد دانا کو حدیث کے حکم کے موافق مشکل نہیں پڑتی پس نبیوں کا ایک سانس سب ولیوں کی زندگی سے زیادہ تر افضل ہے کیونکہ جب ولی نہایت کو پہونچتے ہیں تو مشاہدہ سے خبر دیتے ہیں اور بشریت کے حجاب سے خلاصی پاتے ہیں پس چاہے کتنا ہی بشر کا عین ہو مگر نبی کی ابتدا ولی کی انتہا ہے یہاں سے سمجھنا چاہیئے کہ رسول کا پہلا قدم مشاہدہ میں ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ ولی کو رسول کی برابر کسی طرح پر قیاس نہیں چاہنا۔ واللہ اعلم -

پس ای طالب صادق کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ ولیوں میں سے خدا کے سب طالب اس امر پر متفق ہیں کہ مقام ولایت کمال کے تفرقوں کا جمع کرنا ہے اور صورت میں یہ اس طرح ہوتا ہے کہ جب بندہ ایک ایسے درجہ میں پہونچتا ہے جہاں اُس کی عقل فعل میں نظر کرنے سے قاصر ہوتی ہے اور فاعل کے شوق میں سب جہان کو بالکل اُسی کا فعل جانتا ہے -- اور اُسی کا جاوہ دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت بوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لَوْ ذَالَتْ عَنَّا رُؤْیَۃٌ مَاعَبُدْنَاہُ: اگر عادت کیا گیا دیدار ہم سے زائل ہو جائے تو عبودیت کا اسم ہم سے ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ ہم اُس کے دیدار کے بدون عبادت میں مزا نہیں پاتی اور نبیوں کے واسطے یہ معنی حال کی ابتدا ہوتی ہیں بدیں وجہ کہ اُن کے زمانہ میں تفرقہ صورت نہیں پکڑتا ہے اور اُن کے نفی اور اثبات اور مسلک اور مقطع اور اقبال اور اعراض اور ابتدا اور انتہا عین میں جمع ہوتے ہیں جس طرح پر کہ حال کی ابتدا میں سید نا حضرت

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے آفتاب کو دیکھا تو فرمایا ھذا ربی یعنی میرا رب یہ ہے اور جب
چاند اور ستارہ کو دیکھا تو کہا ہذا ربی پس حق کے غلبہ کی وجہ سے اپنے دل پر اور اُس کے
اشتیاق سے یقین میں غیر کا جمع ہونا نہ دیکھا اگر دیکھا تو جمع کی آنکھ سے ہی دیکھا پس عین دیدار
میں اپنے دیدار سے کنارہ کیا اور فرمایا لا احب الآفلین یعنی میں فنا ہونے والی چیز کو دوست
نہیں رکھتا پس ابتدا ر جمع میں ہے اور انتہا ر جمع میں ولایت کی ابتدا اور انتہا ہے اور یہ
نبوت کے واسطے زیبا نہیں ہے کیونکہ ہمیشہ سے نبی ہے اور جبتک رہیں گے
نبی رہیں گے اور اشتیاق پہلے کہ معدوم میں موجود نہ تھے پس مراد حق وہی تھی اور حضرت
ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ سے جب لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نبیوں کے حال میں کیا فرماتے
ہیں تو فرمایا کہ افسوس ہے کہ ہم کو اُن میں کچھ تصرف نہیں ہے جو کچھ کہ ہم اُن کے معاملہ میں
خیال کرتے ہیں وہ ہم سب آپ ہی ہوتے ہیں یعنی وہ ہمارا ہی خیال ہوتا ہے اور حق تعالیٰ
نے اُن کی نفی اور اثبات کو اُس درجہ میں رکھا ہے کہ جو لوگوں کی دید اُس میں نہیں ہوتی
پس جس طرح کہ ولیوں کا مرتبہ لوگوں کی سمجھ سے پوشیدہ ہے اسی طرح نبیوں کا مرتبہ ولیوں سے پوشیدہ
ہے اور حضرت ابو یزید علیہ الرحمۃ کی یہ رائے ہمارے واسطے دلیل ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں
کہ ہمارے بھید کو آسمانوں پر لے گئے مگر اُس نے کسی چیز پر نگاہ نہ کی حالانکہ اُس نے بہشت
اور دوزخ کو بھی دیکھا وہاں بھی اُس نے کسی چیز پر توجہ نہ کی اور جب موجودات اور حجابوں
سے گذر گیا تو قدرت طبعاً سینے میں ایک مرغ بن گیا کہ جو خداوند عالم کی محبت میں
اُڑنے لگا یہاں تک کہ وہ مقام احدیت میں پہونچا اور اُس کے درجہ ازلیت کو دیکھا
جب اُس جگہ میں اُس نے نگاہ کی تو مجھ میں کبر اور منی باقی تھی جس نے کہا کہ اے خداوند
عالم عز اسمہ کیا میری کبر اور منی کو تیری طرف راستہ نہیں ہے پس فرمان آلہی آیا کہ
اے بایزید تیری خودی سے تیری خلاصی میری دوست کی فرمانبرداری میں ہے پس
اپنی آنکھوں کے واسطے اُس کے قدم پاک کی خاک کو تو سرمہ بنا اور اُس کی فرمانبرداری

میں کمرِ ہمت کو مضبوط کر جب تک اپنے مقصد تک نہ پہنچے گا ورنہ مقام قرب تجھ کو نصیب ہونا
چونکہ یہ ایک بہت بڑی حکایت ہے اس لئے اہل طریقت اس کو معراج کے نام سے کہتے ہیں کیونکہ معراج
کے معنے قرب حقیقی کے ہیں پس نبیوں کی معراج خدا کے قرب میں ذات اور جسم کے
ظاہر ہونے سے ہوتی ہے اور ولیوں کا ہمت اور بھیدوں سے ہوتا ہے چونکہ پیغمبروں کا جسم
صفائی اور پاکیزگی اور قربت میں خاص ہوتا ہے جس طرح پر ولیوں کا دل اور ان کے بھید دل
کے سبب سے پیدا ہوتا ہے پس یہ ظاہر فضل ہے دوسری مثال یہ ہے کہ جس طرح ولی کی لت
اُس کو حال میں مغلوب کر دیتی ہے اور وہ مست ہو جاتا ہے اور درجات علیا میں
ترقی کرتا ہے اور خدا کے قرب میں آراستہ و پیراستہ ہو جاتا ہے اور جب حالت صحو میں واپس
آتا ہے تو وہ سب دلیلیں اُس کے دل پر موجود ہوتی ہیں اور اُن سب کا علم اُس کو حاصل ہوتا
ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا حال ہے کہ اُن کو اول سے ہی تمام امور میں ترقی ہوتی
ہے اور ہر وقت وہ قرب الٰہی میں رہتے ہیں پس یہ امر نہایت درست ہے کہ جن کو
مقام قرب میں لے جائیں یعنی انبیاء علیہم السلام کو اور ماسوا ان کے جن کو بعد کو مقام قرب میں
لیجائیں یعنی اولیائے عظام تو یہ فرق بہت بڑا فرق ہے واللہ اعلم بالصواب اب میں اس
بحث کو لکھتا ہوں کہ جس میں فرشتوں پر ولیوں اور نبیوں کی بزرگی کا ذکر ہے خدا میری
مدد کرے ۔

فرشتوں پر ولیوں اور نبیوں کی بزرگی کا بیان

پس اے طالب صادق تجھ کو معلوم ہو کہ تمام علمائے اہلسنت والجماعت اور اہل طریقت
کا اس امر پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے عظام تمامی فرشتوں سے افضل ہیں
برخلاف گروہ فرقہ معتزلہ کے وہ نبیوں پر فرشتوں کو تفضیل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرشتے
رتبہ میں زیادہ بلند ہیں اور اُن کی پیدائش نہایت پاکیزہ اور وہ خدا کے زیادہ مطیع ہیں

پس اس وجہ سے ملائکہ زیادہ فاضل ہیں اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اس کی حقیقت اُن کی صورت کے برخلاف ہے کیونکہ عبادت تن اور بلندی مرتبہ اور پاکیزگی کی پیدائش عنایت الٰہی کے واسطے کوئی علت نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ بزرگی اُس کے واسطے ہوتی ہی جسکو خدائے تعالیٰ عطا فرمادے اور یہ جو سب فرشتوں کی نسبت کہتے ہیں تو اس میں شیطان بھی تو داخل ہے لیکن وہ ملعون مخذول ہی پس بزرگی اس کے واسطے ہی کہ جس کو خدائے بزرگ بزرگ اور بلند مرتبہ فرمائے اور لوگوں سے اُس کو برگزیدہ کرے اور نبیوں کی بزرگی پر یہ دلیل بس ہے کہ خداوند عالم نے ملائکہ کو حضرت آدم کے سجدہ کرنیکا حکم فرمایا اور یہ ظاہر ہی کہ سجدہ کرنیوالے سے سجدہ کیا گیا رتبہ میں ہر طرح بلند ہوگا اور اگر اس جگہ کوئی یہ اعتراض کرے کہ خانہ کعبہ بھی تو ایک پتھر کا مکان ہے اور ایک زمین بیجان نہایت سخت ہی اور مومن اُس سے زیادہ فاضل ہیں اور اُسکو سجدہ کرتے ہیں پس کیا عجب ہی کہ فرشتے آدم علیہ السّلام سے زیادہ فاضل ہوں اگرچہ آدم کو سجدہ کیا۔ میں کہتا ہوں کہ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ سب مومن گھر یا محراب یا دیوار کو سجدہ کرتے ہیں بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ ہم خدائے تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں اور اور کہتے ہیں کہ فرشتوں نے آدم علیہ السّلام کو سجدہ کیا اور خداوند عالم کے اس کلام کی کہ انہوں نے موافقت کی کہ خدائے تعالیٰ نے جب فرشتوں کے سجدہ کا ذکر کیا اور فرمایا اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ یعنے ہم نے فرشتوں کو حکم کیا اور کہا کہ آدم علیہ السّلام کو سجدہ کریں اور جب مومنوں کے سجدہ کا ذکر کیا تو کہا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون یعنے خدائے تعالیٰ کو سجدہ کرو اور اُس کی بندگی کے واسطے کمر باندھو اور بھلائی اختیار کرو تاکہ تم نیکی پاؤ پس اس سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ آدم کی طرح نہیں ہے کیونکہ جب مسافر چاہتا ہے کہ چارپائی پر بیٹھ کر خدا کی عبادت کرے اور اُس کا مُنہ خانہ کعبہ کی سمت نہ ہو تو وہ معذور ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی جنگل میں ہو اور اُس کو قبلہ کی سمت نہ معلوم ہوئے پس وہ جس طرف اپنا مُنہ کرے گا وہ خدا کے حکم کا ادا کرنے والا ہوگا۔ پس آدم علیہ السّلام کو

سجدہ کرنے میں کسی فرشتہ کو بجز ابلیس لعین کے عذر نہ ہوا لہٰذا اسی عذر کی وجہ سے
وہ راندہ درگاہ ہوا پس اہل البصیرت کے واسطے یہ دلائل حجت ہیں اور اس کے سوا
یہ بھی ہے کہ فرشتے اگرچہ خدا کی معرفت میں یکساں ہوں درجات میں مگر وہ کیونکر برابر ہو سکتے
ہیں کیونکہ اُن کی پیدائش میں ایک چیز شہوت نہیں ہے اور نہ اُن میں حرص و آفت ہے
اور نہ اُن کی طبیعت میں کوئی ذوق اور مذاق ہے صرف اُن کی غذا طاعت ہے اور اُن
کا مذہب خدا کی اطاعت ہے پس اب دیکھنا چاہیئے کہ آدمی کی پیدائش میں اول تو شہوت
مرکب ہے دوسرے گناہوں کا ارتکاب اور اُس کے دل میں دنیا کی آرایش اور
حرص اُس کے دل میں مؤثر اور طمع دامنگیر اور حیلہ اُس میں منتشر اور شیطان کا
اُس پر غلبہ جو اُس کی رگوں میں مثل خون کے دوڑتا ہے اور اُن کا نفس بد اُس کے
ساتھ ہے پس جو ایسا شخص ہو اور ان تمام باتوں سے اُس کا جسم مرکب ہو اور باوجود غلبہ
شہوت اُسکو بدکاری اور گناہوں سے پرہیز کرے اور باوجود طمع کے دنیا سے اپنا مُنہ
پھیر لے اور ترک لذات اختیار کرے اور باوجود وساوس شیطانی کے گناہ کا ارتکاب
نہ کرے اور خواہش نفسانی سے محفوظ رہے اور طاعت پر اقامت کرے اور عبادت
پر ہمیشگی پسند کرے اور نفس کے ساتھ مجاہدہ اور شیطان کے ساتھ جنگ کرے پس حقیقت
میں یہ اُس سے فاضل ہے کہ جس کی صفت میں شہوت مطلق نہیں ہے۔ اور نہ
اُس کی طبیعت میں غذا اور لذت ہے اور نہ اُس کے عورت اور کوئی اولاد ہے۔ اور
نہ خویش و بیگانہ کی یگانگت ہے اور جو نہ سبب اور آلہ کا محتاج ہے اور نہ امید اور آفت
میں مستغرق ہے اور جو محض عبادت کو فضل الٰہی سمجھتا ہے اور جاہل پر عزت کو یا مال کی
پائی کو بزرگی جانتا ہے پس تعجب ہے اُس کی بزرگی پر کیونکہ نعمت بہت جلد زائل
ہو جانے والی چیز ہے اس واسطے کہ بزرگی کو خدا کے افضال سے نہیں جانتا نہ اُس
کو چاہیئے کہ خداوند عالم کی رضا میں اپنی عزت سمجھے اور اپنے ایمان کی معرفت حاصل کرے

تاکہ یہ نعمت ہمیشہ اُس کی قائم رہے اور دونوں عالم میں سعادت کی ہمیشگی نصیب ہو
پس دیکھو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو۔ کتنے ہزار سال خداوند عالم کی عبادت کی اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری نصیب ہوئی کہ شب اسریٰ میں آپ کے
گھوڑے براق کی خدمت میسر آئی پس معلوم ہوا کہ ملائکہ اُن سے کیونکر فاضل ہو سکتے ہیں
کہ جو باوجود تعلقات دنیا ہی کے مجاہدۃ النفس کرتے ہیں اور رات دن عبادت میں
مشغول رہتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اُن پر اپنا فضل کرتا ہے اور اُن کو بزرگی دیتا
ہے اور خطرات سے اُن کو محفوظ رکھتا ہے اور جب فرشتوں کا غرور حد سے گذر گیا
اور ہر ایک فرشتے نے اپنے معاملہ کی صفائی کو دلیل گردانا اور آدمیوں کے حق میں
ملامت کی تو غیرت حق اس امر کی مقتضی ہوئی کہ ملائکہ کا احوال ملائکہ پر ظاہر کرے پس
اُن سے ارشاد باری ہوا کہ تم اپنے گروہ سے تین شخصوں کو منتخب کرو جو تمہارے نزدیک
زیادہ بزرگ ہوں اور وہ زمین پر جائیں ہم اُن کو اپنا خلیفہ کریں گے اور وہ ہمارے
بندوں کو اصلاح پر لائیں اور اُن میں عدل کریں پس گروہ ملائکہ نے تین فرشتوں کو
...... تمام گروہ فرشتوں سے منتخب کر لیا اور اُن میں سے پہلے ایک زمین پر آیا اور آ کر
جو زمین کی آفت کو دیکھا تو فوراً خدائے تعالیٰ سے اپنی واپسی کی خواہش ظاہر کی اور
واپس ہوا اور دو فرشتے اُس کے بعد اور زمین پر آئے اور خدائے تعالیٰ نے
اُن کی پیدائش کو بدل دیا اور وہ کھانے اور پینے کے خواہشمند ہوئے اور شہوت
کی طرف اُن کا میل ہوا اس کے سبب خدائے تعالیٰ نے اُن کو دنیا کے ہی عذاب میں
مبتلا کر دیا اور آخر کو تمامی فرشتوں نے آدمیوں کی بزرگی کو دیکھ لیا اور خلیفۃ اللہ کا
مصداق آدم ہوئے [illegible]
عام مومن عام فرشتوں سے افضل ہیں [illegible] جو آدمیوں سے معصوم اور محفوظ ہیں وہ
حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل سے افضل [illegible]

یعنی جو عام مومن ہیں وہ کراماً کاتبین سے افضل ہیں واللہ اعلم بالصواب اور اس امر میں جیسا کہ میں نے بیان کیا گفتگو بہت کچھ ہے اور صوفیائے کرام نے اس امر میں بہت کچھ بحث کی ہے مگر میں تو یہی کہونگا کہ خدائے تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اُس کو بزرگی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اُس کو غارت کر دیتا ہے انسان کا کام کوشش کا ہے اور انعام اُن کا خداوند عالم کے اختیار میں ہے اور تصوف میں حکیموں کے مذہب کے متعلق اختصار کے طور پر جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ ایک دوسرے صوفیہ کا اختلاف ہے اور حقیقت میں ولایت حقتعالےٰ کے اسرار دون سے ایک بھید ہے پس ہر شخص پر یہ اسرار ظاہر نہیں ہوتے اور یہ بھی معلوم ہے کہ ولی کے سوا ولی کو دوسرا شخص نہیں پہچان سکتا ہے اور اگر اس امر کا انکشاف منظور ہوتا تو عقلا کے نزدیک دوست اور دشمن میں کوئی امتیاز نہیں کر سکتا تھا اور نہ واصل کو غافل سے کچھ تمیز ہوتی پس خداوند تعالیٰ نے ایسا ہی چاہا کہ دوستی کے موتی کو خواری کی صدف میں پوشیدہ رکھا تاکہ آدمی جو اُس کو اختیار کرے تو دریائے حیرت میں غوطہ لگائے پس جو اُس کا طالب ہوتا ہے وہ اپنی جان عزیز کو خدا کی محبت میں سپرد کر کے اُس بلا کے دریا میں غوطہ مارتا ہے اور اُس جان لینے والے دریا سے گذرتا ہے اور اُس کی گہرائی میں غوطہ مارتا ہے یہاں تک کہ گوہر مراد اُس کو ہاتھ آجاتا ہے یا اُس کی طلب میں دنیا سے گذر جاتا ہے حضرت سید علی ہجویری مصنف کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں چاہتا تھا کہ اس اصل کو بہت لمبا کر کے لکھوں مگر اے طالب صادق تیرے ملال کا خوف اور طبع کی نفرت اس امر کی مانع ہے کہ خدا کے مرید کے واسطے اسی قدر کافی ہے واللہ اعلم اب میں فرقہ خرازی کا ذکر کرتا ہوں کہ یہ فرقہ کیونکر ہوا اور لوگوں کا اس فرقہ کے متعلق کیا خیال ہے اور یہ فرقہ کس گروہ سے متعلق ہے۔

فرقہ خرازی کا بیان

واضح ہو کہ یہ فرقہ حضرت ابو سعید خراز سے منسوب ہے اور اہل طریقت آپ سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس گروہ کے مرید ہیں وہ اپنے آپکو خرازی کہتے ہیں چونکہ حضرت ابو سعید کی تصانیف بہت کثرت سے ہیں جو درباره تصوف کے ہیں چونکہ آپ علم تجرید میں مرتبہ عظیم رکھتی ہیں، اور پہلے پہل آپ نے مقام فنا اور بقا کے متعلق بحث کی ہے اور اُس کے معنے بیان فرمائے ہیں اور آپ نے تمام مراتب طریقت کو ان دونوں عبارتوں میں بیان فرمادیا ہے لہذا مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے معنے سے بحث کروں اور معنے فنا اور بقا سے لوگوں کو آگاہی دوں اور لوگوں کو ان کی غلطیوں سے مطلع کروں تاکہ سب لوگ جان لیں کہ حضرت ابو سعید خراز کا طریقت میں کیا مذہب ہے اور ان دونوں عبارتوں کے جو لوگ معنی مراد لیتے ہیں ان کا مقصود اصلی کیا ہے لہذا فنا اور بقا کی بحث اب میں شروع کرتا ہوں،

فنا اور بقا کا بیان

پس اے طالب تعالیٰ دق تجھ کو معلوم ہو کہ خدائے بزرگ اور برتر نے فرمایا ہے ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق یعنے جو تمہارے پاس ہے وہ خرچ ہونے والا ہے یعنی فانی ہے اور جو خدا کے نزدیک ہے وہ باقی ہے اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام یعنی جو کچھ زمین پر ہے وہ فانی ہے اور پروردگار عالم کی ذات کہ جو بزرگی اور انعام کا صاحب ہے باقی رہے گی اور علم کی زبان پر یعنی باعتبار لغت کے فنا اور بقا معنوں میں مستعمل ہے اور حال کی زبان پر اور معنوں میں مستعمل ہے اور ظاہرا آدمی جسقدر اس لفظ میں حیران و پریشان ہیں کسی اور امر میں اسقدر پریشان نہیں ہیں۔ پس اے طالب معلوم ہو کہ بقا کے معنے لغت میں تین طرح پر ہیں ایک تو یہ کہ جس کی پہلی اور آخری طرف فنا میں ہے یعنی اس طرح پر کہ جہاں پہلے نہ تھا اور آخر میں نہ ہوگا اور اپنے وقت میں باقی ہے اور دوسرا معنے بقا کے وہ ہیں کہ نہیں تھا اور رہا ہے اور پھر کبھی خالی نہیں ہوگا

اور یہ بہشت اور دوزخ اور اگلا جہان اور اُس نیک لوگ ہیں اور تیسرے معنے بقا کے وہ ہیں اب
نیست ہے اور نہ پہلے کبھی نیست تھا اور آیندہ کو نیست ہوگا اور یہ خداوند اور اُس کی ہمیشہ رہنے والی صفتیں ہیں کہ
جو بقا کے مرتبہ میں ہیں چونکہ خدائے تعالےٰ اپنی صفتوں کیساتھ قدیم ہے اور خدا کی بقا سے مراد اُس کی وجود کی
ہمیشگی ہے اور کسی کو اُس کی صفتوں میں اسکے ساتھ شرکت نہیں پس فنا کا علم یسی قدر ہے اس کو سمجھ لے
کہ دنیا فانی ہے اور لفظ بقا کی علم سے یہ مراد ہے کہ عاقبت باقی ہے اور اسجگہ اتقیٰ مبالغہ کے معنے میں ہے جسطرح کہ خدائے
عالم ارشاد فرماتا ہے والاخرۃ خیر وابقی چونکہ عاقبت عمدہ اور باقی چیز ہے اور یہاں اَبْقیٰ مبالغہ کے معنے میں ہے
اسوجہ سے کہ عاقبت کی عمر کی بقا کو فنا نہیں ہے مگر حال بقا اور فنا سے یہ مراد ہے کہ جہل فانی ہے تو ضرور
ہوا کہ علم باقی ہو جسطرح پر کہ گناہ جب فانی ہوتے ہیں تو طاعت باقی رہتی ہے پس جب بندہ اپنے علم اور طاعت کو پاتا ہے تو
غفلت سے فانی ہوتا ہے تو ذکر کے بقا سے باقی ہوتا ہے یعنے وہ بُری صفتوں کو دُور کر دیتے اور نیک صفتوں کے اختیار
کرنے پر قادر ہوتا ہے لیکن اہل طریقت کی مراد اس عبارت سے یہ نہیں ہے کہ جس کو ہم نے بیان
کیا ہے اور اس گروہ کا اشارہ اس اصل میں علم حال کی طرف نہیں ہے اور
اس فنا اور بقا کو اہل ولایت کمال کے درجہ کے سوا اور کسی امر میں استعمال
نہیں کرتے اور جو مجاہدہ کے رنج سے آزاد ہو جاتے ہیں اور مقاموں
کی قید اور احوال کے تغیر سے الگ اور یافت یعنے مقصود کی طلب ہیں
آنکھ سے دیکھنے والی جملہ چیزوں کے اور کان سے سننے والے
سب اوامر کے اور جاننے والے تمام بھیدوں کے اور پائے ہوئے
ہر ایک بات کے ہو جاتے ہیں تو وہ لوگ بسبب پانے ہر ایک اسرار کے
اپنی یافت یعنے اپنی خود بینی کو آفت دیکھتے ہیں اور جملہ چیز سے منہ پھیر
لیتے ہیں اور مراد میں اُن کا ارادہ فانی ہوتا ہے حالانکہ وہ خدا رسیدہ
ہوتے ہیں اور اپنے دعوے کو چھوڑے ہوئے ہوتے ہیں اور اپنے معنے سے
علیحدہ ہوتے ہیں اور معنے کے اظہار سے اور کرامتوں سے محجوب ہوتے ہیں اور

مقامات کو دیکھے ہوئے ہوتے ہیں اور آفتوں کے لباس پہنے ہوئی ہوتے ہیں اور وہ اپنی
مراد میں مراد سے بے مراد ہوتے ہیں اور کل جہان سے اپنے مشرب کو ساقط کر لیتے ہیں اور
تمام خواہشات دنیا سے اپنے دل کو اٹھائے ہوئی ہوتے ہیں جس طرح پر کہ کہا گیا ہے۔
لیہلك من هلك عن بینة ویحیی من حی عن بینة اور میں کہتا ہوں فقت فنائی بفقد هوائی فمنت
فصار هوائی فی الامور هواك فاذا فنی العبد عن اوصافه ادراك البقاء بتمامه یعنے
میری کل ہوا و ہوس کے گم ہو جانے سے میری فنا کی ہوا بھی فنا ہو گئی (یعنی یہ محبت اور حرص
بھی کہ میں مرکر بہشت پاؤں میرے دل سے جاتی رہی) اور اب سب امور میں میری دلی خواہش
فقط تیری محبت ہی ہو گئی ہے یعنی جب آدمی اپنے اوصاف بشریت سے فانی ہو جاتا ہے
یعنی وہ اوصاف بشریت سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور شہوات اور لذات کو ترک کر دیتا ہے،
تو وہ پھر بقا کے معنے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو اب یوں سمجھنا چاہیئے کہ جب بندہ اپنی صفتوں
کے وجود کی حالت میں صفتوں کی آفتوں سے فانی ہو جاتا ہے تو وہ اپنی مراد کی فنا میں اپنے
مقصود کی بقا میں باقی ہو جاتا ہے پس اس کا قرب اور بعد کچھ نہیں رہتا نہ اس کو وحشت
اور محبت رہتی ہے اور نہ مقام صحو او سکر کا اس کو فراق ہوتا ہے اور نہ وصل اور ناپدید ہونا اور
اصطلام یعنی جڑ سے اکھاڑنا اور نہ رسم اور علم رہتا ہے اور نہ وہ نقوش اور رقمیں ہوتا ہے۔ بلکہ
کیا ہوتا ہے جیسا کہ ایک بزرگ اس کے متعلق فرماتے ہیں وطاح مقامی والرسوم کلاهما فلست اری
فی الوقت قربا ولا بعدا فنیت بینی فبان لی الهدی فهذا ظهور الحق عند الفنا قصدا
یعنی میرا مقام اور رسوم دونوں ہلاک ہوئے پس اب میں وقت میں قرب اور بعد کو
میں نہیں دیکھتا چونکہ میں نے ان کو اپنے سے فنا کیا پس اب میرے واسطے ہدایت
ظاہر ہوئی یعنی فنا کے نزدیک ازروئے ارادہ حق تعالیٰ کے حق کے راستہ کا ظہور رہے
اس سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں ہر چیز کی آفت کی رؤیت کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور
اس کے ارادہ کی نفی کے بغیر اس سے فنا درست نہیں ہو سکتی ہے اور جس شخص کو اس امر کا

خیال ہے کہ کسی چیز سے فنا اُس چیز کے حجاب میں ہونے کے سوا درست ہے بس یہ ہی
غلطی ہے کیونکہ ایسا امر نہیں ہے کہ کوئی آدمی کسی چیز کو دوست رکھے اور کہے کہ میں اُس سے
باقی ہوں اور یا کسی چیز کو دشمن رکھے اور کہے کہ میں اُس سے فانی ہوں پس یہ دونوں صفتیں
طالب کی ہیں اور کوچہ فنا میں نہ محبت ہے اور نہ عداوت ہے اور نہ بقا میں جمع اور تفرقہ کی
رویت ہے اور ایک گروہ کو ان کے معنے میں غلطی واقع ہوئی ہے یعنی جو لوگ کہ یہ کہتے ہیں
کہ فنا سے مراد ذات کا گم ہونا ہے اور اپنے وجود کا نیست ہو جاتا ہے یہ خطا ہے اور جو لوگ
یہ سمجھتے ہیں کہ بقا یہ ہے کہ خدا کے ساتھ بندہ کا بقا ہو یہ امر محالات سے ہے اور حضرت
سیّد علی ہجویری مصنف کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ہندوستان کی سفر میں
ایک مرد کو دیکھا کہ جو تفسیر اور تذکیر اور علم میں مدعی تھا اور مقام فنا اور بقا میں اُس نے
مجھ سے مباحثہ کیا تھا اُس کی تقریر سے مجھے فوراً معلوم ہو گیا کہ وہ مقام فنا اور بقا سے بالکل
ناآشنائے محض تھا بلکہ محدث سے اُس کو قدیم کا فرق بھی نہیں معلوم تھا اور اس گروہ
کے جاہلوں سے بہت ایسے لوگ ہیں کہ جو کلیت کا فنا روا سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ظاہر امکان
ہے اس وجہ سے کہ کسی سرشت کے اجزا کا فنا اور اُن کا بالکل منقطع ہونا کسی طرح
پر روا نہیں ہے لہٰذا ان خطا کار جاہلوں سے میں دریافت کرتا ہوں کہ اس فنا سے
تمہاری کیا مراد ہے اگر وہ یہ کہیں کہ ہم عین کے فنا کو فنا سمجھتے ہیں تو یہ تو محال ہے اگر کہیں کہ ہم صفت کی
فنا کو فنا سمجھتے ہیں تو اسکو ہم بھی جائز رکھتے ہیں لیکن فنا ایک صفت کا دوسری صفت کے بقا کے
ساتھ ہے اور یہ دونوں صفتیں بندہ کی ہیں اور یہ محال ہے اور فرقہ نطوریوں اور رومیوں
نصاریٰ کا مذہب ہے کہ حضرت بی بی مریم بسبب مجاہدہ کے عالم بسام یعنے دنیا کی سب صفتوں سے فانی ہوئی
ہیں اور لاہوتی بقا یعنے ذات الٰہی کے ساتھ ان کو بقا حاصل ہوئی اور حضرت مریم نے اسی کو بقا
سمجھا اس واسطے وہ باقی ہوئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بقا کے نتیجہ میں اس وجہ سے
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ترکیب ترکیب انسانی سے نہ تھی بلکہ بقا بھی سے انکی بقا تھی

پس وہ اور اُن کی والدہ اور خداوند تعالیٰ یہ تینوں ایک بقا سے باقی ہیں :: جو قدیم ہی
اور جو خدا کی صفت ہے اور یہ قول اُن حشویوں کے قول کے موافق ہیں کہ جو مجسمہ اور مشبہ
میں سے ہیں اور خداوند عالم کی ذات کو حادثوں کا محل کہتے ہیں اور قدیم کیواسطے محدث کی
صفت قرار دیتے ہیں پس میں ان سب سے کہتا ہوں کہ کیا محدث قدیم کا محل ہے اور قدیم محدث
کا محل ہی اور کیا قدیم کیواسطے محدث وصف ہوسکتا ہی یا محدث کیواسطے قدیم صفت ہوسکتی ہی میرے نزدیک
اسکا جائز رکھنا دہریوں کا مذہب ہے اور عالم کی حدوث کی دلیل کو باطل کرتا ہے اور اس سے
صانع اور مصنوع کو قدیم کہنا چاہیئے اور یا دونوں کو محدث قرار دینا چاہیئے کیونکہ مخلوق کا
امتزاج نامخلوق سے ہوتا ہے اور نامخلوق کا حلول مخلوق میں ہوتا ہے اور یہ زیانکاری
خاص اُن کے واسطے کفایت کرتی ہے بدین وجہ کہ جب وہ قدیم کو حادث کا قرار دیتے
ہیں اور حادث کو قدیم کا محل کہتے ہیں تو مصنوع اور صانع کو قدیم کہنا پڑیگا اور دلائل سے
مصنوع حادث ٹھہرتا ہے پس صانع کو بھی حادث کہنا پڑیگا کیونکہ ہر چیز کا حل محل اُسکے
علین کی طرح ہوتا ہے اور جب محل حادث ٹھہرا تو لازم ٹھہرا کہ حال بھی حادث ہو پس لازم
ہوا کہ حادث کو قدیم یا قدیم کو حادث کہیں اور ان دونوں امور کا مان لینا سراسر گمراہی
ہے یعنے جو چیز کسی دوسری چیز سے موصول اور مقرون اور متحد اور ممتزج یعنے ملی ہوئی
اور ایک ہی ہوگئی ہو تو اُن دونوں چیزوں کا حکم ایک ہی چیز کی طرح ہوگا پس معلوم
ہوا کہ ہمارا بقا ہماری صفت ہی اور ہماری فنا بھی ہماری صفت ہی اور ہماری صفتوں
کی خصوصیت میں ہماری بقا ہماری فنا کی طرح ہے اور ہماری فنا ہماری بقا کی طرح ہی یعنی
ہماری فنا ایک صفت ہے کہ جو بقا کے ساتھ ہے اور وہ ایک دوسری صفت ہی اور پھر
اگر کوئی فنا سے یہ امر مراد لے کہ بقا کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے تو جائز ہوسکتا ہے اور اگر
بقا سے یہ امر مراد لے کہ فنا کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے تو بھی درست ہے کیونکہ اس
فنا سے مراد غیر کے ذکر کی فنا ہے اور اس بقا سے مراد خدا کے ذکر کی بقا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے

من فنا عن المراد بقی بالمراد یعنی جو اپنی مراد سے فانی ہوتا ہے تو وہ خدا کی مراد سے
باقی ہوتا ہے۔ پس اے طالب صادق جب تو اپنی مراد سے قائم ہوا تو تیری مراد فانی
ہوئی اور تیرا قیام فنا سے ہوا اور جب تو خدا کی مراد میں متصرف ہوا تو خدا کی مراد باقی ہے
پس تیرا قیام ساتھ بقا کے ہوا اور اس کی مثال اس طرح سمجھ لے کہ جو آگ کے غلبہ اور قہر میں
پڑ جاتا ہے وہ آگ کی صفت پر ہو جاتا ہے اور ایک چیز کے وصف کو دوسری چیز کے
وصف میں بدل دیتا ہے پس اس کو سمجھ لے کہ خدا کے ارادہ کا غلبہ آگ کے غلبہ سے بہت
بہتر ہے مگر آگ کا یہ تصرف لوہے کے وصف میں ہے پس عین وہی آگ کیونکہ لوہا کبھی آگ
نہیں ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب

چھٹی فصل

پس اے طالب صادق متصوفین کو ان امور کے رموز میں ایک رمز خاص ہے کہ جو
حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ اس گروہ کے مرشد اور صاحب راز ہیں خود ارشاد فرماتے
ہیں الفناء فناء العبد عن رؤیۃ العبودیۃ والبقاء بقاء العبد بمشاهدۃ الالہیۃ
۔۔۔ یعنی مقام فنا بندگی کی رُویت سے بندہ کا فنا ہونا مراد ہے اور بقا بندہ کے ساتھ
بقا مشاہدہ الٰہی سے ہے یعنی بندہ کو اپنے افعال سے بندگی کو دیکھنا آفت ہے
اور بندہ بندگی کی حقیقت کو اُس وقت پہنچتا ہے کہ جب اُس کو اپنی کردار کا دیدار میسر
نہیں ہوتا اور اپنے فعل کے دیکھنے سے فانی ہو جاتا ہے اور خداوند عالم کے افعال کی
دیکھنے سے باقی ہوتا ہے تاکہ اُس کی نسبت حق تعالےٰ سے ہو جائے اور اس نسبت کو
اپنی جانب منسوب نہ کرے کیونکہ افعال سے جسقدر فعل بندہ سے منسوب ہونگے وہ سب ناقص ہونگے
اور جو افعال حق تعالےٰ سے منسوب ہونگے وہ سب کامل ہونگے پس جب بندہ اپنے تعلقات
سے فانی ہوا تو فوراً حق تعالیٰ کے عرفان کی تجلی اُس پر ہو جاتی ہے اور وہ ہر وقت

مشاہدہ الٰہی میں رہتا ہے اس کے متعلق حضرت ابو یعقوب نہرجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحۃ العبودیۃ فی الفناء والبقاء یعنی بندگی کرنے کی صحت فنا اور بقا میں ہے کیونکہ جبتک بندہ اپنے کل تعلقات کو ترک نہ کر بیگانہ تب تک اخلاص کے ساتھ خدمت کے لائق نہیں ہوگا پس انسانیت کے تعلقات سے کنارہ کرنا فنا ہے اور اخلاص عبودیت کا نام بقا ہے اور حضرت علامہ شیبانی کے بیٹے حضرت ابراہیم فرماتے ہیں علم الفناء والبقاء علی الاخلاص والوحدانیۃ وصحۃ العبودیۃ وما کان غیر ھذا فھو المغالیط والزندقۃ یعنے فنا اور بقا کے علم کا قاعدہ اخلاص اور وحدانیت پر ہے یعنے جب بندہ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرنے والا ہو تو وہ اپنے آپ کو خدا کے حکم کا مغلوب اور مقہور دیکھتا ہے اور مغلوب غالب کے غلبہ میں فنا ہوتا ہے اور جب مقام فنا بندہ پر درست ہوتا ہے تو وہ اپنے عجز کا اقرار کرنے لگتا ہے اور بندگی کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھتا ہے اولے رضا کی بارگاہ کے حلقہ میں ہاتھ ڈال دیتا ہے اور جو کہ فنا کو خدا کی ذات میں فنا ہو جانا یا بقا کو خدا کی ذات سے متحد ہو کر باقی رہنا جانتا ہے، وہ غلطی پر ہے اور زندیق اور نصاریٰ کے مذہب پر ہے جیسا کہ اس سے پہلے ہم بیان کر چکے۔ اور میں کہ عثمان جلالی کا بیٹا علی ہوں صاف کہتا ہوں کہ یہ سب قول اگرچہ عبارت میں مختلف ہیں مگر از روئے معنے کے ایک دوسرے کے نزدیک ہیں اور ان سب کی حقیقت ایک ہے لیکن فرق اسقدر ہے کہ بندہ کی فنا خدا کے جلال کے دیکھنے سے ہی اس وجہ سے کہ اُس کی عظمت کے کشف سے یہاں تک بندہ کی حالت ہو جاتی ہے کہ وہ اُس کے غلبہ جلال کی وجہ سے اپنے دین و دنیا کو فراموش کر بیٹھتا ہے اور احوال اور مقام اُسکی بزرگی میں حقیر اور کرامتوں کا نمود اُس کے زمانہ میں اُس کی عقل سے گم اور نفس اُن کا فانی ہو جاتا ہے اور فنا کے میدان میں اُس کی زبان حق تعالیٰ سے ناطق ہو جاتی ہے اور اُس کا جسم فروتنی کرنے والا ہو جاتا ہے جس طرح پر کہ ابتدا ئے بنی آدم کی پشت سے

اولاد کا نکلنا اور آفتوں میں بندوں کا مبتلا ہونا ہے جیسے کہ اصمعی کے متعلق ایک بزرگ کہتے ہیں۔ **شعر** - الکنت ان کنت ادسہی کیف لسبیل الیک + انیلنی عن جمیع حضرت ابکی علیک

یعنے اگر میں جان لیتا کہ تیرے پاس پہونچنے کی کیا سبیل ہے تو میں تمام چیزوں سے قناعت کر کے تیری ہی یاد میں روتا رہا کرتا اور ایسا ہی ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔

ففی فنائی فنا فنائی وفی فنائی وجدت انت
محوت اسمی و رسم جسمی سئلت عنی فقات انت

یعنے میری فنا میں میری فنا بھی فنا ہو گئی اور میں نے اپنی فنا میں تیری عرفان کو حاصل کر لیا اور میں نے اپنے اسم اور جسم کی رسموں کو (تیری یاد میں) بھلا دیا بس اگر تو نے مجھ سے کوئی سوال کیا تو میں نے (یہی) کہا کہ تو ہی جانتا ہے۔

پس اے طالب صادق یہہ احکام فنا اور بقا ہیں۔ جو تجھ سے بیان کئے اور یہہ ہی فقرا اور تصوف کے باب میں مینے بیان کیا ہے اور جہاں اس کتاب میں فنا اور بقا سے مراد ہے یہی بول خرازی کا مذہب ہے۔ چونکہ حضرت ابو سعید خرازی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ سب سے افضل اور عمدہ ہے اس واسطے کہ جو جدائی وصل کی دلیل ہوتی ہے وہ اصل سے خالی نہیں ہوتی ہے اور اس گروہ کے کلام میں یہ عبارت بہت مشہور ہے واللہ اعلم۔

خفیفی فرقہ

اس گروہ کے مشائخ خفیف کے بیٹے حضرت ابی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کرتے ہیں روایت ہے کہ یہ بزرگ اپنے وقت کے علماء اور علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ تمام لوگ انکی بہت قدر کرتے تھے انکی تصنیفات تصوف میں کثرت ہیں اور ان کی بابت حقیقتیں لوگوں کی زبانزد ہیں اور انکے عادات و اخلاق خلق محمدیہ سے سراسر مملو تھے آپ عزیز روزگار اور عزیز نفس اور پاک نفس تھے اور نفسانی خواہشوں سے منہ پھیرے ڈالے تھے + حضرت مصنف

کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مینے بزرگوں سے سُنا ہے کہ آپنے چار سو نکاح کئے تھے اسکا سبب لوگوں نے یہ بیان کیا کہ حضرت ابو عبد اللہ محمد شاہزادوں میں سے تھے جب آپنے توبہ کی تو شیراز کے لوگ آپکے پاس بکثرت آنے لگے اور جب آپکا مرتبہ بزرگ ہوا تو بادشاہوں اور وزیروں کی بیٹیاں تبرکاً آپکو چاہنے لگیں کہ آپ سے نکاح کریں چنانچہ آپ اُن سے اُنکی خواہش کی موافق نکاح کر لیا کرتے تھے اور مباشرت سے پہلے باکرہ ہی کو آپ طلاق دیدیا کرتے تھے لیکن ایک چالیس سال تک یہ صحبت رہی مگر ایک وزیر کی لڑکی آپکی صحبت میں زیادہ رہی اور یکران شیرازی کہ بیٹے شیخ ابو الحسن علی سے مینے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ایک روز اُن عورتوں سے جو آپکی حکم میں تھیں ایک گروہ جمع ہوا اور ہر ایک آپکی حکایت بیان کرنے لگے آخر سب عورتیں اس امر پر متفق ہوئیں کہ اُنہوں نے شیخ کو خلوت میں نفسانی خواہش کے اسباب میں کبھی نہیں دیکھا یہ ہر ایک عورت کے دلمیں ایک وسوسہ پیدا ہوا اس سے پہلے ہر ایک عورت جانتی تھی کہ فلاں عورت شیخ سے بہت مخصوص ہے۔ آخر بالاتفاق سبنے کہا کہ شیخ کی صحبت کے بھید سے وزیر کی لڑکی کے سوا زیادہ کوئی خبر نہیں رکھتا ہے کیونکہ کئی سال ہو گئے ہیں کہ وہ شیخ کی صحبت میں شیخ کی رازدار ہے اور شیخ اوسکو زیادہ دوست رکھتا ہے لہذا اُس گروہ نے اپنے میں سے دو عورتوں کو پسند کیا اور اُنہیں وزیر کی لڑکی کے پاس اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ جاکر کہیں کہ شیخ تجھ کو زیادہ پسند کرتا ہے اور شیخ تیری صحبت سے بہت خوش ہوتا ہے کیا ہمکو معلوم ہو سکتا ہے کہ شیخ تجھ کو کبھی اپنے تصرف میں لایا یا نہیں جب ان عورتوں نے یہ سوال وزیر کی لڑکی سے کیا تو اوس نے اُن سے کہا کہ جب شیخ مجکو نکاح کر کے لایا تو ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ آجکی رات شیخ تیرے گھر میں آئیگا تو سامان دعوت کر اُس روز مینے خوب کھانے مزیدار پکائے اور اپنی زیبایش میں بہت کچھ تکلف کیا تو شیخ ایک عرصہ تک مجکو دیکھتے رہے جب میرے دیکھنے سے فراغت پائی تو کچھ عرصہ تک کھانیکو دیکھتے رہے اور اسکے بعد میرے ہاتھ کو پکڑا اور اپنی آستین میں سے اپنے سینے پر پھیر لیا مینے دیکھا کہ شیخ کے سینہ سے ناف تک پندرہ گرہیں پڑی ہوئی تھیں اُسوقت مجھ سے فرمایا کہ اے

وزیر کی لڑکی مجھ سے دریافت کر کہ یہ گرہیں کیسی ہیں اور کیونکر ہیں جبکہ مینے دریافت کیا کہ یہ گرہیں کیونکر ہیں شیخ نے فرمایا کہ یہ سب گرہیں بیقراری اور شدت صبر سے ہیں کہ مینے بیقراری اور صبر کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے اوسکی یہ گرہیں پڑگئی ہیں کیونکہ تیری چہرہ اور تیر کے کھاتے سے مینے صبر اختیار کیا ہے یہ فرمایا اور اُٹھ کر خانقاہ کو چلے گئے پس اے میری بہن شیخ کا جو بڑا معاملہ میرے ساتھ ہوا ہے وہ یہ ہے جو مینے تم سے بیان کیا چونکہ تصوف میں شیخ کا مذہب غیبت اور حضوری کا ہے۔ لہذا حضرت مؤلف کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ اسی عبارت کا بیان بقدر اپنی طاقت کے اوسکو بیان کرتا ہوں +

غیبت اور حضوری کا بیان

پس اے طالب صادق غیبت اور حضوری یہ دو عبارتیں ہیں کہ جنکا ایراد مقصود کی عین معنی میں عکس کیطرح پر ہے اور آپسمیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ارباب لسان اور اہل معنی میں مستعمل ہے درپے ہیں پس حضور سے مراد یقینی دلالت سے دل کا حضور ہی بدینوجہ کہ غیبی حکم اوسکے واسطے عینی کا حکم رکھے اور غیبت سے مراد خدا کے غیر سے دل کا غائب ہوتا ہے اُس حد تک کہ اپنے سے غائب ہو جائے بلکہ اپنی غیبت سے بھی غائب ہو جائے تاکہ اپنے سے اپنی غیبت کے سبب آخر اوپر نگاہ نہ کر سکے اور اُسکی علامت رسوم کے حکم سے مُنہ کا پھیر لینا ہے جیسکہ حرامات سے نبی معصوم ہوتا ہے پس اپنے سے غیبت حق سے حضور ہی اور حق سے حضور اپنے سے غیبت ہی یعنی جو اپنے سے غائب ہے وہ خدا تعالیٰ کی درگاہ میں حاضر ہوتا ہے اور جو خدا تعالیٰ کی درگاہ میں حاضر ہوتا ہے وہ اپنے سے غائب ہوتا ہے پس دل کا مالک خداوند تعالیٰ ہے یہ امر ثابت ہے جب خدائے بزرگ کے جذبوں میں سے کسی جذبہ نے طالب کے دل کو مقہور کر دیا تو اوسکے نزدیک غیبت کو حضور بنا لیا پس اُس سے شرکت اُٹھ گئی اور اضافت اُسپر منقطع ہو گئی جیسا کہ ایک بزرگ کا قول ہے ؎

ولی فواد وانت مالکہ　　بلا شریک فکیف ینقسم

یعنے جب دل کے لئے خدا کے سوا دوسرا مالک نہیں ہے تو یہ بات اچھی ہے کہ غیر حاضر اور اسکے
تصرف میں ہو اور حکم نظر میں عین کے ساتھ جمع ہو پس اکا لب یہ دلائل زور روشن جمال احباب کی
دلیل ہیں لیکن جب بزرگوں کے واسطے فرق واقع ہوتا ہے تو اہمیں بہت مبحث ہیں یعنے ایک
گروہ کے نزدیک حضور غیبت پر مقدم ہے اور ایک گروہ غیبت کو حضور پر مقدم کہتا ہے جیسا کہ
مقام سکر اور صحو میں ہمنے بیان کیا ہے مگر صحو اور سکر وصفوں کے باقی ہونے پر قائم ہوتا ہے
اور غیبت اور حضور اور صفوں کے فنا پر باقی رہتا ہے پس جو لوگ کہ تحقیق میں اس امر کا اعزاز
رکھتے ہیں اور غیبت کو حضور پر مقدم کہتے ہیں وہ لوگ ابن عطا اور حسین ابن منصور اور ابوبکر اور بندار بن حسین رح
اور ابو حمزہ بغدادی اور حضرت سمنون محب ہیں اور عراقیوں میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ
خدا کے راستہ میں سب سے بڑا حجاب تو ہی ہے جب تو اپنے آپ سے غائب ہوا تو تیری ہستی کے وجودوں
کی آفتیں تجھ میں فانی ہوگئیں اور زمانہ کا قاعدہ پلٹا اور مرید دیکھے مقامات سب تیرے
حجاب ہوگئے اور طالبوں کے احوال سب تیرے واسطے آفت ہوگئی اور مثبتات یعنے تیری نمود ہمت
میں خوار ہوگئی اور تیری آنکھ اپنی اور غیر سے بند ہوگئے اور صفات بشریہ اپنی قرارگاہ میں
قریب شعلہ سے جلگئیں اور اوسکی صورت یوں سمجھنا چاہیئے جس طرح پر کہ خداوند عالم نے تیرے
غائب ہونیکے حال میں پشت آدم سے تجکو نکالا اور اپنا مبارک کلام تجھ کو سنایا اور خلعت
توحید اور لباس مشاہدہ سے تجکو مخصوص بنایا اور جبتک تو اپنے سے غائب رہا اسوقت تک خدا سے
بغیر حجاب کے حاضر رہا اور جب اپنی صفتوں سے حاضر ہوا تو مقام قرب میں تو غائب ہوگیا پس تیرا
ہلاک تیرے حضور میں ہے جیسا کہ خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا ہے - ولقد جئتمونا
فرادی کما خلقناکم اول مرۃ یعنی تحقیق آئے تم ہمارے پاس اکیلے جیسا کہ ہم نے تم کو
پہلے پیدا کیا اور حضرت حارث محاسبی اور حضرت جنید اور سہل بن عبد اللہ اور حضرت ابو حفص
حداد اور حضرت ابو حمدون قصار اور ابو محمد ابن حریری اور حضرت علامہ حصری اور حضرت
محمد بن خفیف علیہ الرحمۃ صاحب مذہب معاذ اور ایک جماعت کے اسپر ہیں کہ حضور کو

غیبت پر تقدم ہے اس وجہ سے کہ سب جمال حضور ہیں اور اپنے سے غیبت خدا کے حضور میں راستہ ہے جب تو پیشگاہ خداوندی میں آتا ہے تو اُس وقت راستہ آفت پہنچاتا ہے پس جو اپنے سے غائب ہوتا ہے ضرور گاہ خدا میں حاضر ہوتا ہے چونکہ غیبت کا فائدہ حضور ہے اور بغیر حضور کے غیبت میں نور نہیں ہوتا ہے پس لازم ہے کہ تارک غفلت ہو تاکہ غیبت کا مقصود حضور ہو لہذا جس وقت مقصود موجود ہوتا ہے اُس وقت علت نہیں رہتی ہے جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

لیس الغائب من غاب من البلاد　　انما الغائب من غاب من المراد

ولیس الحاضر من لیس له مراد　　انما الحاضر من لیس له فواد

(حتی استقر فیه)

یعنی غائب وہ نہیں ہوتا کہ جو شہر اور ولایت سے غائب ہو بلکہ غائب وہ ہوتا ہے جو اپنے سب ارادوں سے غائب ہو تاکہ اُسکا ارادہ خدا کا ارادہ ہو جائے اور حاضر وہ نہیں ہوتا جس کو چیز دنیا ارادہ نہ ہو بلکہ حاضر وہ ہوتا ہے کہ اُسکا دل خورسند ہو اور اپنے آپ کو آراستہ کرنے والا نہ ہوتا کہ اُسکی دُنیا اور عاقبت نہ ہو اور نہ ہو اسے آرام ہو آرام کرنے سے مراد ایک جگہ قرار پکڑنا ہی اور اس بات کے متعلق ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

من لم یکن بك فانیا عن نفسه　　وعن الهوی بالانس بالاحباب

فكانه بین المراتب واقف　　لمنال حظ او لحسن مآب

یعنی جو تیرے ذکر اور یاد میں نفسانی شہوات اور دوستوں کی محبت کو فنا نہ کردے تو وہ گویا مراتب میں حظ نفسانی کے حصول کی اچھی بازگشت کیلئے ٹھیرا ہوا ہے اسکے متعلق مشہور ہے کہ حضرت ذوالنون مصری کے مریدوں سے ایک شخص نے حضرت بایزید کی زیارت کا ارادہ کیا جب انکے حجرہ کے دروازہ پر پہنچا اور دروازہ کو کھٹکھٹایا تو حضرت بایزید نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے اور کس کو ڈھونڈتا ہے اوسنے کہا کہ بایزید کو کہا بایزید کون ہے اور کہاں ہے اور کیا چیز ہی میں خود مدت سے بایزید کو ڈھونڈتا ہوں مگر مجھے بایزید نہیں ملا جب شخص لوٹ کر حضرت

ذوالنون مصری کے پاس آیا اور یہ حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا اخی ابو یزید ذھب
فی اللہ اھمین الی اللہ یعنے میرا بھائی بایزید راہ خدا کے جاننے والوں میں جا ملا.
ایک اور روایت ہے کہ ایک شخص حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ بہتر ہو
کہ جسقدر تھوڑے دن میرے پاس تشریف رکھیں تاکہ میں آپ سے کچھ باتیں کروں آپنے
فرمایا کہ اے جوانمرد تو مجھ سے وہ چیز چاہتا ہے جسکو میں مدت سے چاہتا ہوں یہانتک کہ کئی سال
ہوئے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک دم اپنے ساتھ حاضر ہوں مگر مجھ سے نہیں ہو سکتا ہے تو
اب تو ہی بتا کہ میں تیرے ساتھ کیونکر رہ سکتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ غیبت میں حجاب کی
وحشت ہے اور حضور میں کشف کی راحت ہے اور بلکہ تمام احوال میں کشف حجاب کی طرح
نہیں ہے اس کے متعلق حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

تقشع غیم الھجر عن قمر الحب　　واسفر نور الصبح عن ظلمۃ الغیب

یعنے محبت کے چاند سے ہجر کا بادل ہٹ گیا اور غیبت کے اندھیرے سے صبح کا نور پھوٹ نکلا
پس اے طالب ان معنوں کے فرق میں مشائخ کے عمدہ لطیفے اور ظاہر گفتگوئیں ہیں بلکہ ہر
ایک ان گفتگوؤں کو اپنے اپنے تدارک کرتا ہے. بعض کہتے ہیں کہ حق سے حضور اور اپنی غیبت
برابر ہے کیونکہ غیبت سے مراد حضور ہے اور جو اپنے آپ سے غائب نہیں ہے وہ حق سے حاضر
نہیں ہے اور جو حاضر ہے وہ غائب ہے جس طرح پر کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بے صبری بلا کے
وارد ہونے میں تھی یعنے انہوں نے اپنے آپ کو نہ دیکھا بلکہ اس حال میں اپنے سے غائب ہی تھے
چنانچہ حق تعالے نے اس بے صبری کے عین کو صبر سے جدا نہیں کیا اور جب حضرت ایوبؑ نے عرض
کیا انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین یعنے تحقیق مجھ کو ایذا پہونچی ہے اور تو بہت
مہربان ہے اور خداوند تبارک و تعالے نے فرمایا فاستجبنا لہ فکشفنا مابہ من ضر یعنے
وہ توبہ کر نبو الا تھا پس ہم نے اسکو قبول کیا اور کھولا اسکو جو اسپر ضرر اور ایذا سے تھے اور
یہ حکم سے ارادہ میں ظاہر ہے. پس اے طالب اس مضمون کو غور سے سمجھ لے. اور حضرت

جنید رح سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ کچھ زمانہ میرا ایسا تھا کہ آسمان اور زمین میرے حال پر روتے تھے پھر میں ایسا ہو گیا کہ میں اون کی غیبت پر روتا تھا اور اب پھر یہ زمانہ ہے کہ نہ مجھے آسمان کی خبر ہے اور نہ میں زمین کو جانتا ہوں اور نہ اپنی مجھے خبر ہے۔ پس اے طالب یہ ایک عمدہ اشارہ ہے جس سے حضور میں غیبت اور حضور کے معنے معلوم ہوتے ہیں یہ سب خفیفی فرقہ کے طریق ہیں کہ جو میں نے بیان کئے اگر میں یہ امر ظاہر کروں کہ غیبت اور حضور سے اس قوم کی کیا مُراد ہے تو کتاب طول پکڑے لہذا اس مختصر پر اکتفا کیا گیا ہے وباللہ التوفیق ۔

فرقہ سیاریہ

پس اے طالب اب میں تجھکو فرقہ سیاریہ کی شناخت بتاتا ہوں۔ اس فرقہ کے لوگ ابی عباس سیاری سے محبت کرتے ہیں یہ مرو کے امام تھے اور تمامی علوم کے عالم اور ابو بکر واسطی کے یار تھے اور آج نسا اور مرو میں؛ ونکے اصحابوں اور اونکے طبقہ کے لوگوں میں بہت لوگ ہیں مگر کوئی مذہب تصوف میں اپنے حال پر نہیں رہا مگر ان کا مذہب اپنے حال پر باقی ہے کیونکہ مرو یا نسا کسی وقت پیشوا سے خالی نہیں رہا ہے چنانچہ ابی عباس کے صحابوں کو آج کے روز تک اُنکے مذہب کے قایم رکھنے اور اونکی رعایت کرنے میں تاکید کرتی رہے ہیں اور نسا کے لوگ جو آپ کے دوستوں میں سے ہیں اہل مرو کے ساتھ بہت لطیفہ اور بامعنے خط وکتابت کرتے ہیں چونکہ انکی باتیں ایک دوسرے کے ساتھ خط وکتابت سے ہوتی ہیں حضرت مصنف کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ان خطوں میں سے بعض خطوط کو مرو میں دیکھا ہے نہایت خوشخط اور بامعنی ہیں بلکہ انکی بنا جمع اور تفرقہ پر ہے اور یہ الفاظ تمام اہل علم میں مستعمل ہیں بلکہ ہر ایک گروہ کا آدمی اپنی عبارتوں میں اپنی سمجھ کے موافق اپنی صفت میں ان الفاظ کا استعمال کرتے ہیں لیکن ہر ایک کی مراد جُدا ہے جیسا کہ اہل حساب جمع اور تفرقہ سے مراد عددوں کے جمع کرنے اور اونکے ایک دوسرے کے جُدا ہوتے سے سمجھتے ہیں؛ اور لغوی اور نحوی ناموں کا جمع کرنا

اور ان کے معنوں کا فرق جانتے ہیں اور فقیہ لوگ یعنی منطقی تفرقہ اور قیاس کا جمع کرنا اور نص کی جمع اور قیاس کا تفرقہ قرار دیتے ہیں اور اہل اصول ذات کا جمع کرنا اور فعل کی صفتوں کا تفرقہ سمجھتے ہیں لیکن اس گروہ کی مراد ان معنوں سے نہیں ہے جنکا میں نے ذکر کیا ہے اور میں ان عبارتوں میں اس گروہ کے مقصود کو اور انکے اختلاف کو لکھتا ہوں تاکہ اے طالب تجھے اسکی حقیقت معلوم ہو جاوے اور صوفیائے کرام کا جمع اور تفرقہ سے کیا مقصد ہے واللہ اعلم بالصواب

جمع اور تفرقہ کا بیان

پس اے طالب خدائے تعالیٰ نے تمام لوگوں کو اپنی دعوت میں جمع فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ واللہ یدعوا الی دار السلام یعنے خدا تعالیٰ پکارتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف اس کے بعد ہدایت کے حق میں فرق کا بیان کیا ہے یعنے ویھدی من یشاء الی صراط مستقیم اور راہ دکھلاتا ہے جسکو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف اور از روئے دعوت کے سب کو بلایا ہے اور ایک گروہ کو اپنے ارادہ کے اظہار کے حکم کے موافق نکال دیا ہے۔ خود ہی جمع کیا اور سبکو حکم دیا اور ان میں فرق تبلایا اور ایک گروہ کو گمراہی کے سبب سے رد فرمایا اور بعض کو توفیق مرحمت فرمائی اور اس کے سوا نہی میں جمع کیا اور امر میں فرق کیا اور ایک گروہ کو پاکی عنایت فرمائی اور ایک گروہ کو آفت میں مبتلا کیا پس ان معنوں میں جمع کے بھید کی حقیقت خدا کی مراد اور معلوم سے ہے اور امر و نہی سے تفرقہ کا اظہار ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اور خود ہی قربانی نہ کرنے دی اور ابلیس علیہ اللعنۃ کو ارشاد ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر اور مشیت یہ تھی نہ کرے اور آدم علیہ السلام کو گیہوں کھانے منع کیا اور خود ہی اوسکے کھانے کی رغبت ان میں پیدا کی اور ایسا ہی اور بہت ہے جیسا کہ کہا ہے الجمع ما جمع باوصافہ و التفرقۃ ما فرق بافعالہ یعنے جمع وہ ہے کہ جو اُسکی صفتوں میں جمع کیا گیا ہو اور تفرقہ وہ ہے کہ جو اوسکے فعلوں میں فرق تبلائے اور یہ سب ارادہ کا قطع کرنے سے مراد ہے اور خدا تعالیٰ

کے ارادہ کا ثبوت ہے گو یہ امر لوگوں کے ارادہ میں تصرف کا ترک ہی مگر نہیں یعنی جسقدر اس
کے متعلق بیان کیا ہی سوائے گروہ معتزلہ کے سب کا اسپر اتفاق ہی مگر معتزلہ کو اسپر اتفاق نہیں ہی اور انکے
سوا اور لوگون نے بھی جمع اور تفرقہ میں اختلاف کیا ہی بعض اسکو توحید پر وارد کرتے ہیں اور اسکے دو درجے
قرار دیتے ہیں یعنی ایک خدا کی صفتوں میں دوسرا بندہ کی صفتوں میں کہتے ہیں پس جو خدا کی صفتوں میں ہی وہ توحید کا ہی
اس سے بندہ کا کسب منقطع ہوجاتا ہی اور جو بندہ کے اوصاف میں ہے اس سے مراد توحید ہی صدق عقیدت اور صحت عزیمت کے
ساتھ اور یہ قول ابو علی رودباری کا ہی۔ اور دوسرا گروہ اسکو صفات پر جاری کرتے ہیں کہ جمع صفت حقتعالیٰ
کی ہی اور تفرقہ حقتعالیٰ کا قول ہی اور بندہ کا کسب ہے اس سے منقطع ہی چونکہ ماہیت میں خدا کے ساتھ جھگڑا نہیں ہے
پس ذات اور صفات کا جمع کرنا اوسکی اختیار میں ہے کیونکہ جمع اصل میں ٹھیک و برابر کرتا ہی اور اُسکی ذات اور اُسکی صفتوں کو
سوا سب چیزیں عدم کے مساوی ہیں اور عبارت ہی انکے ایک دوسرے سے جدا کرنے میں اور خلق کی تفصیل میں مجتمع نہیں
ہوتیں پس اے طالب اسکو یوں سمجھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی صفتیں قدیم ہیں اور اُس سے مخصوص ہیں اور انکا قیام
اوسکی ذات پاک سے ہے اور اُنکے وجود کی خصوصیت اُسی سے ہے اور ذات اور اُسکی صفتین دو نہیں ہیں اگر دو
ہونگی تو اُسکی وحدانیت میں فرق لازم آئیگا پس اُسکی واحدانیت پر جمع کا حکم اس معنی کے سوا اور کسی معنوں میں
ہرگز اچھا نہیں ہے ؛

حکم مین تفرقہ

پس اے طالب اب میں تجکو بتاتا ہوں کہ حکم میں تفرقہ کا ذکر ہے کیونکہ یہ خداوند علم کے افعال ہیں
کہ حکم میں سب متفرق ہیں اسوجہ سے کہ ایک کے واسطے وجود کا حکم ہے اور دوسرے کیواسطے
عدم قرار دیا ہے مگر یہ یاد رہے کہ عدم وہ ہوتا ہے کہ جو ممکن الوجود ہو تب ہے پس ایک کیلئے فنا کا حکم ہے
اور دوسرے کیواسطے بقا کا حکم ہے اور اس کے سوا ایک اور گروہ ہے جو علم پر جاتا ہے اور کہتا ہے
کہ الجمع علم التوحید والتفرقۃ علم الاحکام یعنے جمع توحید کا علم ہے اور تفرقہ احکام کا علم
ہے اس سے معلوم ہوا کہ اصول کا علم جمع ہے اور اس کے فروع کا علم تفرقہ ہے اور مثل ان کی اور ایک
بزرگ کہتے ہیں الجمع ما اجتمع علیہ اھل العلم والتفرقۃ ما اختلفوا فیہ ؛

یعنی جمع وہ ہے جسپر اہل علم نے اجماع کیا ہو اور تفرقہ وہ ہی کہ جسمیں علماء نے اختلاف کیا ہو۔ اور
تصوف کی تحقیق کرنیوالوں کا گروہ اللہ تعالیٰ اونکے چہرے دل کو روشن کرے وہ اپنی عبارتوں اور رموز
میں لفظ تفرقہ سے مراد مکاسب یعنی کسب قرار دیتے ہیں اور جمع کے لفظ سے مواہب یعنی مجاہدہ اور مشاہدے
بتلاتے ہیں اسکے لئے طالب علم کو سمجھنا چاہئے کہ جو بندہ مجاہدہ سے خدا کی طرف راہ پائے وہ تفرقہ میں ہے اور
جس بندہ پر خدا کی عنایت اور مہربانی ہو وہ جمع ہے۔ پس بندہ کی عزت اسمیں ہے کہ وہ اپنے فعلوں کے
وجود اور مجاہدہ کو خدا کی نوازشوں میں مستغرق پائے اور مجاہدہ کو ہدایت کے پہلو میں منفی کر دے پس بندہ
کا کسب خدا تعالیٰ سے ہوا اور اوسکا قیام سب خدا سے ہو چونکہ خدا تعالیٰ سب صفتوں سے موصوف ہے اور
بندہ کے افعال کی وکیل اور کارساز اسکی اوصاف ہیں کیونکہ بندہ کے افعال کی اضافت حق تعالیٰ کی صفت میں ہو جائے
کسب کی نسبت سے آزاد ہوتا ہے جیسا کہ پیغمبر علیہ السلام نے ہمیں حضرت جبریلؑ سے خبر دی ہے اور جبریلؑ نے خدا تعالیٰ سے
کہ لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت لہ سمعاً و بصراً و یداً
و فواداً و لساناً فبی یسمع و بی یبصر و بی ینطق و بی یبطش یعنی بندہ جب مجاہدہ کے ذریعہ
سے ہم سے نزدیکی کرتا ہے تو ہم اوسکے تئیں اپنی دوستی تک پہنچاتے ہیں اور اوسکی ہستی کو
اوس میں فانی کر دیتے ہیں اور اوسکی نسبت اوسکے فعلوں سے ہم اٹھا لیتے ہیں تاکہ وہ ہم سے سنتا ہے
جو کچھ سنتا ہے اور ہمیں سے کہتا ہے جو کچھ کہتا ہے اور ہمیں کو دیکھتا ہے جو کچھ دیکھتا ہے اور ہمیں سے لیتا ہے
جو کچھ لیتا ہے یعنی ہمارے ذکر میں ہمارے ذکر کا مغلوب ہوتا ہے اسکا کسب اوسکے ذکر سے فنا ہوتا ہے اور
ہمارا ذکر اوس کے ذکر کا سلطان ہو جاتا ہے اور آدمیت کی نسبت اوسکے ذکر سے دور ہو جاتی ہے
پس اوسکا ذکر ہمارا ذکر ہو جاتا ہے اور اسکا غلبہ جلال اسکی صفت پر ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت بایزیدؒ
نے فرمایا ہے سبحانی ما اعظم شانی یعنی میری پاکی بیان کرنیوالا ہی نہیں اور میری بڑی شان ہے
پس جو کچھ کہا وہ خدا کی گفتار تھی اور انسان ہمیشہ جو کچھ کہتا وہ حق کہتا اور یہی حضور علیہ السلام نے ارشاد
فرمایا الحق ینطق علی لسان عمر یعنی خدا تعالیٰ حضرت عمرؓ کی زبان پر باتیں کرتا ہے اسکی حقیقت یوں
ہے کہ جب قہر یت خدا کی طرف سے آدمی پر غلبہ کرتی ہے تو اوسکی ہستی اوس سے دور ہو جاتی ہے اس واسطے کہ

بندہ کی سبب گویائی خدا کے متعلق ہوتی ہے اس اعتقاد کے ذریعہ کہ خدا کو مخلوق سے امتزاج ہوتا ہی
یا اتحاد ہوتا ہی یا اسکا حلول ہوتا ہو تعالی عن ذلک عما یصفہ الملاحدۃ علواً کبیراً اور خدا اس سے پاک اور بہت
ہی بلند ہے پس روا ہے کہ حق تعالی کی دوستی بندہ کے دل پر غلبہ کرے اور غلبے اور کثرت کے سبب سے
طبیعتیں اور عقل اوسکی برداشت کرنے سے عاجز ہو جاویں اور اسکا امر بندہ کے کسب سے ساقط ہو اسوقت
اس وجہ کو جمع کہتے ہیں جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مستغرق اور مغلوب الحال تھے کہ جو فعل
آپ سے سرزد ہوا تو خداوند تعالی نے اُس فعل کی نسبت کو اُن سے دُور کر دیا اسیواسطے ارشاد فرمایا وما
رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ مٹھی بھر خاک دشمن کے
منہ میں تونے نہیں ڈالی بلکہ ہمنے ڈالی۔ اور ایسا ہی فعل حضرت داؤد علیہ السلام سے سرزد ہوا جسکی نسبت
ارشاد ہوا وقتل داؤد جالوت یعنے داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا اور یہ حال تفرقہ
میں ہی اسکی درمیان کہ بندہ کا فعل اسکی طرف منسوب کریں اور وہ محل آفت اور حدوث کا ہی اور اسکے درمیان کہ اسکے
فعل کو اپنی طرف اضافت کریں اور وہ قدیم اور بے آفت ہیں پس اسکے مطالب جب آدمی پر ایسا فعل ظاہر ہوتا ہی جو انسانی
علو کی جنس سے نہیں ہوتا ہی تو بالضرور اوسکا فاعل خداوند تبارک و تعالی ہوتا ہے اور معجزے اور کرامتیں سب
خدا تعالی کی طرف سے ہوتی ہیں پس جو امر عادت کئے گئے ہیں وہ سب تفرقہ سے ہیں اور جو
عادتوں کے خلاف ہیں وہ فعل سب جمع ہیں اسکی مثال یہ ہی کہ ایک رات میں قاب قوسین میں جانا
حضور علیہ السلام کا عادت کیا گیا نہیں ہے بلکہ یہ خدا کا فعل تھا کوئی اور فعل نہیں تھا اور غائب
سے ٹھیک ٹھیک باتیں کرنا اور آگ سے نہ جلنا عادت کیا گیا نہیں تھا بلکہ فعال خداوند ہی تھا
پس اسکا مطلب حقتعالی نے اپنے نبیوں اور ولیوں کو یہ کرامتیں عطا فرمائیں ہیں مگر اپنے فعل کو
انکی طرف منسوب فرمایا ہے اور اُنکے خدا کو پہنچنے سے تعبیر کیا ہے اسواسطے کہ دوستوں کا فعل
خدا کا فعل ہوتا ہی اور دوستوں کی بیعت خدا سے ہوتی ہے اور اونکی طاعت خدا کی طاعت
ہوتی ہے جیساکہ ارشاد ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یعنے تحقیق وہ لوگ جو تجھ
سے بیعت کرتے ہیں اسکے سوا نہیں ہے کہ وہ بیعت کرتے ہیں اللہ تعالی سے اور یہ بھی

ارشاد ہوتا ہے ومن یطع الرّسول فقد اطاع اللہ یعنے جسنے رسولؐ کی اطاعت کی پس بہ تحقیق اوسنے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے دوست بھیدوں میں جمع ہوتے ہیں اور اظہار کے معاملہ میں متفرق ہوتے ہیں تاکہ اجتماع اسرار کی بدولت دوستی مضبوط اور مستحکم اور افراق کے ظاہر کرنے میں عبودیت صحیح جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

قد تحققت بسری فناجاک لسانی فاجتمعنا لمعان وافترقنا لمعان

یعنے میں نے اپنے بھید کو متحقق کیا پس میری زبان نے تیری مناجات کی اور میرا دل کسی معنے کی لئے جمع اور اکثر معنے کیواسطے متفرق ہوا اس سے معلوم ہوا کہ بھید و نکے جمع ہونیکو جمع قرار دیا ہے اور زبان کی مناجات کو تفرقہ اور اوس کے بعد جمع اور تفرقہ کو اپنا نشان تبلایا ہی اور اسکا قاعدہ خود بنایا ہے اور یہ ایک پاکیزہ سخن ہے۔ واللہ اعلم۔

ساتویں فصل

پس اے طالب صادق اس جگہ ایک اختلاف ہی جو ہمارے اور اس گروہ کے درمیان میں ہے جسکا یہ قول ہی کہ جمع کا اظہار تفرقہ کی نفی پر ہے اسوجہ سے کہ یہ دونوں آپسمیں ضدین ہوتے ہیں اسواسطے کہ جب یافت غالب ہوتی ہے تو کسب اور مجاہدہ کا درجہ جاتا رہتا ہی اور یہ محض تعطل اور بیکاری ہے حضرت مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ تمہارے عقیدہ کا خلاف ہے کیونکہ جبتک معاملہ اور کسب اور مجاہدہ کی طاقت ہو وہ کبھی بندہ سے ساقط نہیں ہوتا کیونکہ جمع تفرقہ سے جدا نہیں ہی مثل نور آفتاب سے اور عرض کے جوہر سے اور صفت کے موصوف سے پس مجاہدہ ہدایت سے اور شریعت حقیقت سے اور یافت کبھی طلب سے جدا نہیں ہو سکتی ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ مجاہدہ کبھی مقدم اور کبھی موخر ہوتا ہی اسکو یوں سمجھنا چاہیئے کہ جسپر مجاہدہ مقدم ہوتا ہے اوسپر مشقت زیادہ ہوتی ہے اسوجہ سے کہ وہ غیبت میں ہوتا ہے اور جسپر مجاہدہ موخر ہوتا ہے اوسپر رنج اور کلفت نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ حضرت میں ہوتا ہی اور جو عمال

کی مشقت کی نفی کرتا ہے وہ عین عمل کی نفی کرتا ہے اور وہ سخت غلطی میں مُبتلا ہو اور روا ہی کہ بندہ ایسے
درجات میں پہونچے کہ وہ اپنی سب صفتوں کو معیوب اور معلول سمجھے اور اپنی نیک صفتوں کو بھی معیوب دیکھے
اور جب اپنی اچھی اوصاف کو بھی عیب کی نگاہ سے دیکھا تو بری صفتوں کو اُس سے زیادہ معیوب دیکھیگا
پینے یہ معنی اسواسطے بیان کئے ہیں کہ ایک جاہل قوم کو انکے معنی میں غلطی واقع ہوئی ہے جو بیگانگی کیحالت میں ہیں
بلکہ کہتے ہیں کہ ہماری کوشش یافت سے کوئی چیز نہیں ہے یعنے کوشش سے یافت نہیں حاصل ہوتی ہے اور ہماری طاعت
معیوب ہے اور ہمارے افعال معیوب ہیں اور ناقص مجاہدہ ہے یعنے کوشش کرنے سے نہ کرنا بہتر ہے پس اے طالب صادق میں اُنسے
کہتا ہوں ہمارے تمہارے کام اتفاق سے فعل ہیں اور علت کا محل اور آفت کا منبع کہتے ہیں پس یہ ضرور ہے کہ
فعل کے نہ کرنے اور ترک کو بھی فعل کہنا چاہئے پس جب دونوں فعل ہیں اور فعل علت کا محل ٹھیرا ہے
تو کیوں نہ کئے ہوئے کو کئے ہوئے سے بہتر جانتے ہو اور یہ ظاہر از یان کاری اور بڑا خسارہ ہے پس کفر اور ایمان
کے درمیان یہ ایک بڑا فرق ہے اسوجہ سے کہ مومن اور کافر اسپر متفق ہیں کہ مخلوق کے فعل علت
کا محل ہیں۔ پس مومن فرمان کے موافق کئے ہوئے فعل کو نہ کئے ہوئے سے بہتر جانے اور
کافر تعطل کے موافق نہ کئے ہوئے کو کئے ہوئے سے بہتر سمجھے پس جمع یہ ہے کہ آفت
کے دیکھنے سے تفرقہ کا حکم اس سے ساقط نہیں ہوتا اور تفرقہ وہ ہے کہ جمع کے مجاب میں
تفرقہ کو جمع جانے علامہ مزین کبیر اس معنے کیطرف اشارہ کرتا ہے الجمع الخصوصیۃ
والتفرقۃ العبودیۃ موصول احدھما بالآخر غیر مفصول عنہ یعنے حق تعالے کی
خصوصیت بندہ کے واسطے جمع ہوتی ہے اور بندہ کی عبودیت اُسکے واسطے
تفرقہ ہے اور خصوصیت عبودیت سے علیحدہ نہیں ہے اسوجہ سے کہ خصوصیت
کا نشان عبودیت کے نگاہ رکھنے کا نام ہے پس جب مدعی معاملہ میں معاملہ کے
ساتھ قائم نہ ہو تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے پس جائز ہے کہ مجاہدہ کا ثقل
اور اسکی تکلیف حکم کے ادا کرنے میں بندہ سے اُٹھ جائے مین
جمع میں سوا کسی واضح عذر کے جو شریعت میں عام ہو اور حضرت مصنف

کتاب فرماتے ہیں کہ میں ان معنوں کو بیان کرتا ہوں تاکہ اے طالب صادق تجھے اچھی طرح معلوم ہو جائے
کہ جمع دو قسم ہے ایک جمع سلامت ہے اور دوسری جمع تکسیر ہے پس جمع سلامت یہ ہے کہ جو حقتعالے لئے
کے احوال غلبہ اور وجد کی قوت اور قلق کی حالت میں شوق ظاہر کرتا ہے اور بندہ کا خداوند عالم محافظ ہوتا ہے اور اپنا
حکم اُسکے ظاہر پر جاری کرتا ہے اور بندہ کو اُسکے ادا کرنے پر نگاہ رکھتا ہے اور مجاہدہ سے اُسکو
آراستہ کرتا ہے جیسا کہ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری اور ابو حفص حداد اور ابو العباس سیاری
حضرت مروزی رحمہم اللہ تعالیٰ جو مرو کے امام تھے اور ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ صاحب مذہب اور ابو بکر
شبلی اور ابو الحسن حصری رحمۃ اللہ علیہم اور بہت سی بڑی بڑی بزرگوں کی ایک جماعت کہ خدا تعالیٰ نے ان کے
ارواح مقدسہ کو پاک و صاف کیا ہے ہمیشہ مغلوب رہتے تھے یہاں تک کہ نماز کے وقت اپنی حال میں لوٹتے
تھے اور جب نماز پڑھ چکتے تھے تو پھر مغلوب الحال ہو جاتے تھے کیونکہ جب تو تفرقہ کے حال میں ہوگا
تو تو ہوگا اور خدا کے امر کو ادا کریگا اور جب خدا تعالےٰ تجکو جذب کرے تو چاہیئے کہ اپنی امر پر تجھ کو دو معنی
کے واسطے نگاہ رکھے ایک یہ کہ بندگی کا نشان تجھ سے نہ اُٹھے دوسرے یہ کہ وعدہ کے حکم پر قیام کرے کہ
فرماتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ نہ کرونگا اور جمع تکسیر کی یہ ہے کہ بندہ
اسکے حکم میں بیہوش ہو جائے اور اُس کا حکم مجنونوں کی طرح ہو پس یہ معذوری ہے اور پہلی مشکوری
ہے پس جو مشکور ہوگا وہ زیادہ قوی ہوگا اس سے جو معذور ہوگا اور اے طالب
صادق جمع کے واسطے مقام مخصوص اور حال مقرر نہیں ہوتا ہے کیونکہ جمع اپنے مطلب کے
معنوں میں ہمت کا جمع کرنا ہے اور ایک گروہ کو ان معنوں کا کشف مقامات میں ہوتا ہے اور ایک
گروہ کے احوال میں اور دونوں وقتوں میں صاحب جمع کی مراد ہے اور مراد کی نفی سے ملی ہوئی ہوتی
ہے لان التفرقة فصل والجمع وصل ہے کیونکہ تفرقہ جدائی ہے اور جمع وصل ہے اور یہ قول
سب قولوں سے افضل ہے جیسا کہ حضرت یعقوبؑ کی ہمت کا حضرت یوسفؑ سے جمع ہے کہ یعقوبؑ
کی ہمت حضرت یوسفؑ کے عشق میں کچھ نہیں رہی تھی اور دیکھو لیلیٰ میں مجنوں کی ہمت کا جمع ہونا
کہ لیلیٰ کی سوا اُسکو کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ کل جہان میں بلکہ کل موجودات میں لیلیٰ کا جلوہ دیکھتا تھا

اور کچھ نظر نہ آتا تھا اور ایسی بہت سی مثالیں ہیں اس کے متعلق یہ روایت ہے کہ ایک شخص حضرت بایزیدؒ کے یہاں آیا اُسوقت آپ حجرہ میں تشریف رکھتے تھے جب اوسنے دریافت کیا ھل ابویزید فی البیت فقال ابویزید ھل فی البیت الا المحب للہ یعنے کیا بایزید گھر میں ہیں آپنے فرمایا کہ اس گھر میں خدا کے دوست کے سوا کوئی نہیں ہے، اور اگروہ صوفیہ سے ایک شخص کہتا ہے کہ ایک فقیر مکہ شریف میں آیا اور بیت اللہ شریف کے مشاہدہ میں ایک سال تک بیٹھا رہا اور کھانا اور پانی کچھ نہ کھایا پیا اور نہ کوئی سامان اُسنے طہارت کے واسطے جمع کیا بلکہ اپنی ہمت کا جمع کرنا جو بیت اللہ شریف کے دیدار سے اُسے ہوتے تھی وہی اُسمیں جمع تھے اور وہی اوسکی غذا تھی اور وہی اوسکو شربت دیدار تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ خداوند عالم عزاسمہٗ اپنی محبت کو کہ جو ایک جوہر ہے اسکی تقسیم اور جزو کر دیتا ہے اور اپنے دوستوں میں علی قدر مراتب اُسکو تقسیم کر دیتا ہے اس واسطے وہ جزو اپنی قوت سے اُن تمام جزوں کو جو اُس سے ملتی ہیں اپنی صفت پر کر لیتے ہیں یہ جزو بذرہ محب سراسر محبت ہو جاتا ہے اوسکی حرکتیں اور ملاحظے سب ہی ہو جاتے ہیں اور ارباب معانی اسکو جمع کہتے ہیں اسی کے متعلق حضرت حسین بن منصور علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ شعر

لبیک لبیک یا مقصدی معنای ٭ یا معین عینی و جودی و لی ملاذتی

منطقی و ایماءی و اشادتی وکل شئ بی ٭ ویا سمعی و بصری فجلتی و عنصری واجزای

یعنے لبیک لبیک آمیرے سید اور اے میرے مولا، اور لبیک لبیک آمیرے مقصود اور اے میرے مطلب اور اے میرے قول اور وجود اور ذات کے مددگار اور آمیری گفتگو اور میرے ایما اور اشارات اور میرے کھانے اور پینے اور سُننے اور دیکھنے اور افعال اور میرے تمام بدن اور عناصر اور اجزا کے آخری قصد انتہا کے مقصود یعنے میرے بدن اور عناصر اور اجزا کا مقصود ہی سب کو یہ اعراض [illegible] ہو بس میں تجھ سے لبیک کہتا ہوں یعنی تجھ سے مدد کا طلبگار ہوں اس سے معلوم ہوا کہ [illegible] سے مستعار ہوتا ہے یعنی عاریت کے طور ہوتا ہے تو اُسکی ہستی کا ثبوت اُسکے واسطے [illegible] علم اُسکی نظر میں ہیچ اور موجودات اوسکی ہمت کے مقابل ضرور ہو جاتی ہے اور ارباب تصوف کا

ایک گروہ کہتا ہے کہ کلام مشکل اور عبارتیں سخت ہیں بلکہ جمع الجمع یعنی جمع کی جمع ہی گو یہ عبارتیں اچھی ہیں مگر میرے نزدیک معنی میں یہی بہتر ہے کہ اے طالب صادق تو جمع کو جمع نہ کہے پس پہلے تفرقہ چاہیئے کہ اوسپر جمع درست ہو کیونکہ جمع جمع ہوتی ہے تاکہ پہلے ہی تفرقہ کی جمع ہوتی ہے پس جمع اپنی حال سے نہیں پھرتی ہے اور یہ عبارت یعنی جمع الجمع تہمت کے محل سے ہی کیونکہ جو جمع ہو اوسکو اپنے اوپر اور نیچے باہر سے دیدار نہیں ہوتا پس اے طالب صادق کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں دونوں عالم نظر آتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کیطرف توجہ نہیں ہوئی وجہ یہ تھی کہ حضور علیہ السلام مقام جمع میں تھے اور جو شخص جمع میں ہوتا ہے اوس کو کوئی تفرقہ نظر نہیں آتا ہے اسی واسطے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے مازاغ البصر وماطغیٰ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھ نے ادہر ادھر نہ کچھ میل کیا اور نہ حد سے گذری حضرت مصنف کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس امر کے متعلق میں نے ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے جسکا نام البیان لاہل العیان رکھا ہے اور بحر القلوب میں جمع کے باب میں ایک خاص فصل لکھی ہے پس اس بیان کے متعلق مجھ کو اسیقدر کہنا کافی ہے باب میں پھر گروہ صوفیہ کے مذہب کے متعلق کچھ بیان کرتا ہوں کہ گروہ صوفیہ میں ایک فرقہ ملحدوں کا ہے اور اس گروہ نے بھی اپنے آپکو صوفیہ میں شمار کیا ہے اور اپنے الحاد کا اظہار کیا ہے لہذا پہلے میں انہیں بیدینوں کی غلطیوں کو ظاہر کرتا ہوں تاکہ سبکو ان ملحدوں کے مقام اور حالات ظاہر ہو جائیں اور اس گروہ کے مرید مکر کے دعووں سے پرہیز کریں بلکہ اپنے آپکو نگاہ رکھیں لہذا میں سب سے اول حلولیوں کے فرقہ کا ذکر کرتا ہوں خدا تعالےٰ انپر لعنت کرے جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے فماذا بعد الحق الا الضلال یعنے کیا چیز ہے تمہارے واسطے راستے کے بعد بجز گمراہی کے پس اے طالب صادق ان مذموم دو گروہوں میں سے کہ جو صوفیوں سے محبت کرتے ہیں اور اونکو اپنی گمراہی میں دوست رکھتے ہیں ایک گروہ ابی حلمان یا حلوان دمشقی کے پیرو ہیں اور اُن سے روایتیں اوس کے خلاف بیان کرتے ہیں جو کہ صوفیوں کی کتابوں میں اُن سے لکھی ہیں، گو گروہ صوفیہ ابی حلمان کو صوفیوں سے شمار کرتے ہیں۔

لیکن ملحدین اُسکو حلول اور امتزاج اور روحوں کو نسخ سے منسوب کرتے ہیں اور اُن کو میں نے کتاب مقدسی
میں لکھا دیکھا ہے کہ اس صوفی کی حقیقت میں لوگوں نے ضعف کیا ہے اور غلطیاں اُن کی جو آئی آپ مسئلہ پیدا ہو گئی
ہے اور خدا اس صوفی کو اچھی طرح جانتا ہے اور دوسری جگہ وہ اپنے مقولوں کی نسبت فارس سے نسبت کرتا ہے
اور یہ دعویٰ پیش کرتا ہے کہ یہ مذہب حسین کے بیٹے کا مذہب ہے اور یہ بھی ابو جعفر صیدلانی کو چار ہزار
آدمیوں کے ساتھ ملک عراق میں پراگندہ دیکھا کہ جو لوگ حلاجی تھے اور ان مقولوں کے سبب سے فارس پر
لعنت کرتے تھے پس میرے نزدیک حسین فارسی کی کتابوں میں جو اُنکی تصنیف کی ہوئی ہیں تحقیق کے سوا اور کچھ
نہیں ہے، اور میں کہ عثمان جلابی کا بیٹا علی ہوں کہتا ہوں کہ میں نہیں جانتا کہ فارس اور ابو حلمان کون
تھے اور اُنہوں نے کیا کہا لیکن جو ان مقولوں کا قائل ہو میرے نزدیک وہ توحید اور تحقیق کے خلاف ہے
اسکو دین میں کوئی حصہ نہیں ہے چونکہ جب دین ہی جو اصل چیز ہے مقبول نہ ہوا تو تصوف تو اسکی
ایک شاخ اور نتیجہ سمجھنا چاہیے باطل ہی کیونکہ کرامتوں کا ظاہر ہونا اور آیتوں کا کشف اہل دین اور
توحید کے سوا غیر پر صورت نہیں پکڑتا پس جو ان لوگوں کو روح میں غلطیاں واقع ہوئی ہیں لہذا میں اُن
سب حکموں کو سنت کے قانون کے موافق بیان کرتا ہوں اور ملحدین کے شبہے اور غلطیاں دکھلاتا ہوں تاکہ
ملحدوں کو مذہب کچھ قوت نہ ہو کیونکہ اس گروہ کے مذہب میں سراسر فساد ہے۔ وباللہ التوفیق

رُوح کا بیان

پس اے طالب صادق جان کہ روح کی ہستی میں علم ضروری ہے اور اسکی چگونگی میں عقل عاجز ہے اور گروہ علماء
وحکماء میں سے ہر ایک نے اپنے قیاس پر اس مسئلہ کو لکھا ہے حتیٰ کہ گروہ کفار کو بھی اس میں ایک قسم کی بحث
ہے یہانتک کہ جب اہل قریش کے کفار نے یہودیوں کی تعلیم کے واسطے نضر بن حارث کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھیجا اور اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کی حقیقت دریافت
کی تو خداوند عالم نے پہلے روح کے عین کو ثابت کیا اور فرمایا ویسئلونک عن الروح یعنی تجھ سے
روح کی بابت دریافت کرتے ہیں اور پھر روح سے اُسکے قدم کی نفی فرمائی اور ارشاد کیا۔

قل الروح من امر ربی یعنی کہہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے اور
حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منھا ائتلف وما تناکر
منھا اختلف یعنے ارواح ایک پراگندہ شئے ہے پس جو پیدائش کے دن آپس میں شناسا ہوئی وہ دنیا میں
بھی باہم اُلفت گزین ہوئیں اور جو ان میں سے پیدائش کے دن ایک دوسرے سے منکر و ناشناسا ہے
وہ دنیا میں بھی مختلف ہے اور اسی طرح روح کی ہستی پر بہت سی دلیلیں ہیں پس ایک گروہ کہتا ہے
الروح ھو الحیٰوۃ التی یحیی بہ الجسد یعنی روح وہ زندگی ہے کہ جس سے جسم زندہ ہوتا ہے اور
متکلمین کا بھی ایک گروہ اسی پر ہے پس اس معنی کے مطابق روح ایک عرض ہے کہ جس سے حیوان خدائے
بزرگ کے حکم سے زندہ ہوتا ہے اور تالیف و حرکت اور اجتماع جنس سب اسی سے ہیں اور ایسے ہی ہر
عرض کا حال ہے اور دوسرا گروہ کہتا ہے ھو غیر الحیٰوۃ ولا یوجد الحیوۃ الا معھا کما
لا یوجد الروح الا مع الجسد و ان لا یوجد احدھما دون الاخر کالالم والعلم
بھا لانھما شیئان لا یفترقان۔ یعنے روح حیاتی کے سوا ایک حقیقت ہے جبکہ
وجود بغیر حیات کے ناروا ہے جسطرح پر حیات بغیر شخص معتدل کے اور روح بغیر حیات کے ناممکن ہی
پس ان دونوں چیزوں میں سے ایک دوسرے کی محتاج ہے پس یہ دونوں چیزیں لازم اور ملزوم
ہیں در اصل معنی میں بھی عرض ہوتا ہے مثل روح حیاتی کے اور علمائے اہلسنت والجماعت اسپر ہیں کہ روح
ایک عین ہی نہ کہ وصف کیونکہ جبتک روح جسم سے ملی ہوئی ہے پس عادت کی موافق خداوند عالم
اُس جسم میں حیات کو پیدا کرتا ہے پس آدمی کی حیات ایک صفت خاص ہی اور اُس صفت سے وہ زندہ
ہے کیونکہ روح انسان کے جسم میں ایک ودیعت عظمیٰ اور نعمت کبریٰ ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہ آدمی
سے جدا ہو اور آدمی بغیر اُس کے زندہ رہے جسطرح پر کہ خواب کی حالت میں روح چلی جاتی ہے
مگر روح حیاتی باقی رہتی ہے مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ روح کے چلے جانے کے بعد آدمی کا علم اور عقل
قائم رہے بلکہ اُس وقت انسان بیحس ہوجاتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
شہداء کی روحیں پرندوں کی پوٹوں میں رہتی ہیں پس یہ عین ہی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہی

الارواح جنود مجندۃ یعنے روحیں ایک لشکر ہے کہ جو جمع کیا ہوا ہے اور ضرور ہے کہ یہہ جنود باقی ہو اور عرض پر بقا ممکن نہیں اور نہ عرض اپنے آپ قائم ہوتا ہی پس روح ایک جسم لطیف ہے کہ جو خدائے عالم کے حکم سے قائم ہے اور خدا کے ہی حکم سے آتی جاتی ہے اور حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے شب معراج میں حضرت آدم صفی اللہ اور حضرت یوسف صدیق اللہ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت ہارون حلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کو آسمانوں میں دیکھا ضرور وہ اُن کی روح تھی اور اگر روح عرض ہوتی تو اپنے آپ قائم نہ ہوتی اور عالم ہستی میں اوسکو نہ دیکھے پس اگر روح عرض ہوتی تو اوس کے واسطے محل کی ضرورت ہوگی تاکہ وہ اُس محل کی عارض ہو اور عرض کا محل جواہر ہیں پس جواہر کثیف ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ روح لطیف ہے پس جب لطیف جسم روح ٹھیرے تو اوسکا دیکھنا جائز ہوا مگر دل کی آنکھ سے اور جائز ہے کہ پرندوں کے حوصلوں میں ہوا ور روح ہے کہ ایک لشکر ہو اور اُسکے واسطے آنا جانا ہو جس طرح پر کہ احادیث اسکی موید ہیں اور روح کا آنا جانا خدا تعالیٰ کے حکم سے ہے جیسا کہ ارشاد ہے قل الروح من امر ربی۔ پس اس جگہ ملحدوں کا اختلاف ہے کیونکہ وہ روح کو قدیم کہتے ہیں اور اسکی پرستش کرتے ہیں اور کل اشیا کا فاعل اور اوسکا مدبر روح کو کہتے ہیں اور اس کے سوا اور کسی کو نہیں جانتے اور اس روح کو روح الالہ کہتے ہیں اور ہمیشہ اُسکو مدبر بدن جانتے ہیں اور ایک شخص میں دوسرے شخص سے پھرنے والا کہتے ہیں اور جن لوگوں کو اسمیں غلطیاں واقع ہوئی ہیں اون میں سے اور کسی شبہے پر اس قدر اتفاق نہیں ہیں جتنی کہ اس شبہ میں اور سب نصارائے اور اہل چین اور اہل ہنود اور فرق شیعہ اور قرامطہ اور باطنیوں کا اسپر اجتماع ہے جیسا کہ بیان کیا اور ملحدین کے دو فرقے اس گفتگو کے قائل ہیں جنکا کہ مینے بیان کیا انمیں سے ایک گروہ کے نزدیک روح قدیم ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس قدیم کے لفظ سے اونکی کیا مراد ہے آیا محدث وجود میں متقدم یا ہمیشہ قدیم ہے اگر وہ جواب یہ دیں کہ اس سے ہماری مراد محدث وجود سے متقدم ہی تو پس اصل میں خلاف نہیں رہتا

کیونکہ ہم بھی روح کو محدث کہتے ہیں اور جسم کے وجود پر روح کے وجود کو تقدم کہتے ہیں کیونکہ آنحضرت صلعم
نے فرمایا ہے ان اللہ تعالیٰ خلق الارواح قبل الاجساد یعنے تحقیق اللہ تعالیٰ نے روحوں کو
جسموں سے پہلے پیدا کیا ہے اور جب روح کا محدث ہونا درست ہوا تو ضرور ہے کہ کسی پیدا کرنے
والے سے ایجاد ہے اور روح خدائے تعالیٰ کی مخلوق سے ایک جنس ہے کہ جو دوسری
جنس سے ملتی ہے اور ان میں سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں . . . خدائے تعالےٰ
اپنی تقدیر سے حیات پیدا کرتا ہے یعنی روح مخلوق سے ایک جنس ہے اور جسم ایک دوسری جنس
ہے پس جب کسی انسان یا حیوان کی روح اس میں داخل ہوتی ہے تو باذن اللہ اس میں زندگی آجاتی ہے
لیکن ایک شخص سے دوسرے شخص میں روح کا پھرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ایک شخص کے واسطے دو حیاتیں
جائز نہیں ہیں اس طرح ایک روح کے لئے بھی دو جسم روا نہیں اگر احادیث نبوی
اس کی گواہ نہ ہوتیں تو عقل کی رو سے معقول بجز حیاتی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا اور وہ ایک صفت ہوتی
عین نہ ہوتے اور اگر یہ جواب دیں کہ اس قول سے ہماری مراد قدیم یعنے ہمیشہ سے ہے تو ہم کہتے
ہیں کہ روح اپنے آپ سے قائم ہے یا غیر سے اگر اس کے جواب میں کہیں کہ ہمیشہ اپنی ذات سے قائم ہے
تو پھر میں کہتا ہوں کہ خداوند عالم وہ ہے یا کہ نہیں ہے اگر یہ جواب دیں کہ خداوند عالم وہ نہیں ہے
تو دو ہستی قدیم کا ثبوت ہوتا ہے اور یہ جواب نادرست ہے کیونکہ قدیم محدود نہیں ہوتا اور ایک
کی ذات اور وجود دوسرے کی ضد ہوتی ہے پس یہ ناممکن ہے اور اگر یہ کہیں کہ خداوند عالم وہ
ہے تو میں کہتا ہوں کہ وہ قدیم ہے اور مخلوق محدث اور یہ ناممکن ہے کہ قدیم سے محدث کی ملاوٹ یا اتحاد
یا حلول ہو یا محدث قدیم کا مکان ہو یا قدیم محدث کا حامل یعنی اٹھانے والا ہو کیونکہ جو چیز کسی دوسری
چیز سے ملتی ہے وہ دوسری چیز ہو جاتی ہے جس طرح پر حلول اور حامل محدث کے سوا کسی پر جائز نہیں ہے
کیونکہ یہ ایک دوسرے کی جنس ہیں تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیرا یعنے اللہ تعالیٰ ان
سب سے بہت زیادہ بلند اور بزرگ ہے اور اگر یہ جواب دیں کہ اپنے آپ سے قائم نہیں ہے غیر سے
قائم ہے تو وہ غیر قائم دو طرح سے باہر نہیں ہے یا کوئی صفت ہوگی یا کوئی عرض ہوگا پس

اگر عرض کہیں گے تو عرض کسی محل خاص میں ہوگی یا لا محل میں ہوگی پس اگر محل کہا جائے تو اسکے واسطے اسکا
محل اسکی طرح ہو اور قدم کا اسم ہر ایک سے باطل ہو جائے اور اگر لا محل میں کہا جائے تو یہ ناممکن ہے کیونکہ جب
اپنے آپ قائم نہیں تو لا محل میں ہونا اسکا معقول نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ ایک صفت قدیم ہے
جیسا کہ حلولیے اور تناسخی کہتے ہیں پس اس صفت کیلئے خدا کی صفت کا ہونا محال ہے کیونکہ خدا کی صفت
قدیم ہے پس صفت خاص خدا کی مخلوق کی صفت ہوئی جاتی ہے اور اگر کہیں کہ خدا کی حیات مخلوق کی صفت ہے تو یہ بھی
جائز نہیں کہ خدا کی قدرت مخلوق کی قدرت ہو کیونکہ صفت قائم بموصوف ہوتی ہے پس یہ کیونکر ہو
سکتا ہے کہ صفت قدیم کیلئے موصوف محدث ہو پس ضرور ہے کہ قدیم کو محدث سے کچھ تعلق نہیں ہے
پس معلوم ہوا کہ ملحدوں کا قول اس میں جھوٹا ہے اور روح خدا کے حکم سے ہے جو کہ مخلوق ہے اور جو
اس کے سوا کہتا ہے وہ مکابرہ ہے پس وہ قدیم سے محدث کا فرق نہیں جانتا اور یہ راست نہیں
ہے کہ کوئی ولی اپنی ولایت کے صحیح ہونے میں خدا کی صفتوں سے جاہل ہو اور سب تعریف خدا تعالیٰ
کے واسطے ہے کہ جس نے ہمیں بدعت اور خطرات سے محفوظ رکھا اور ہم کو عقل دی کہ جس سے ہم حق و باطل
میں تمیز کر سکیں اور اس نے ہمکو ایمان دیا کہ ہم اسکو پہچانیں اور اسکو اپنا معبود برحق جانیں [illegible] کی
حمد جو نہایت کو نہیں پہنچتی اس لئے کہ نا گنتی نعمتیں ہیں [illegible] متقابل [illegible]
نہیں ہوتی ◆

پس اے طالب صادق [illegible] اہل تصوف [illegible]
بھی یہی اعتقاد ہے اس لئے ان ملحدوں کے جال [illegible]
کی ولایت کا لطیفہ اور نورانی [illegible] ان لوگو [illegible]
[illegible] کے برابر ہے اور [illegible] ◆

آٹھویں فصل

حضرات مشائخ کرام [illegible]

مخلوقۃ والنعمۃ مصنوعۃ یعنے روح جسم میں اسطرح ہے جسطرح آگ کوئلہ میں پس آگ مخلوق ہے اور کوئلہ مصنوع۔ اور قدم خداوند کی ذات اور صفات کے سوا اور پر جائز نہیں ہے۔
اور صوفیا میں سب سے اول حضرت ابو بکر واسطی نے مسئلہ روح میں بحث کی ہے انکا قول ہے کہ الارواح علی عشر مقامات یعنے روحیں دس مقاموں پر قائم ہیں یعنے اول مخلیوں کی روح ہے کہ جو اندھیرے میں قید ہے اور نہیں جانتے کہ کیا ہو گا۔
دوسری پارساؤں کی روحیں کہ جو پہلے آسمان پر ہیں مگر اپنے اعمال کے باعث خوش ہیں اور اپنی طاعت اور قوت پر چلتے پھرتے ہیں۔
تیسری مریدوں کی روحیں جو چوتھے آسمان پر صدق کی لذت اور اپنے اعمال کے سایہ میں فرشتوں کے ہمراہ ہیں۔
چوتھے اہل منن کی ارواح جو نور کی قندیلوں میں عرش میں لٹکتے ہیں اور انکی غذا رحمت اور انکا شربت خدا کا لطف ہے۔
پانچویں اہل وفا کی ارواح جو صفائی کے پردوں اور برگزیدگی کے مقاموں میں خوش ہیں۔
چھٹے شہدا کی ارواحیں جو بہشت کے پرندوں کے حوصلوں میں ہیں اور بہشت کے باغ میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔
ساتویں مشتاقوں کی روحیں جو نور کے پردوں میں ادب کے مقام پر ہیں۔
آٹھویں عارفوں کی ارواح جو قدس کے مرتبہ میں ہیں اور صبح و شام خدا کے سخن کو سنتے ہیں اور دنیا اور بہشت میں اپنے مقاموں کو دیکھتے ہیں۔
نویں دوستوں کی روحیں جو جمال کے مشاہدہ اور کشف کے مقام میں ہیں اور سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں جانتے ہیں۔
دسویں درویشوں کی ارواح جو فنا کے محل میں خدا کے قرب میں ہیں اور انکے احوال اور صفتیں بدلی ہوئی ہیں۔ پس یہ لطائف و مشائخ ذکر کرتے ہیں کہ ان ارواح مقدسہ کو ہر ایک نے اپنی

لیاقت کے موافق دیکھا ہے کیونکہ میں نے کہا ہے کہ وہ موئید ہے مگر آنکھ دیکھنے کو چاہیئے تاکہ
حق تعالیٰ کا لطف بندہ کو معلوم ہو چونکہ وہ قادر ہے جیسا چاہتا ہے بندہ کو دکھاتا ہے اور
حضرت مصنف کتاب سید علی ہجویری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہماری زندگی سب خداوند علم سے
ہے اور اس کا قیام اُسکے حکم سے ہے بلکہ ہماری زندگی اُسکا فعل ہے اور ہم اُسکی پیدائش یعنے
خلق سے زندہ ہیں نہ اُسکی ذات اور صفات سے بلکہ ہمارے نزدیک ارواح کے متعلق جس قدر قول
ہیں سب باطل ہیں اور لوگ بڑی گمراہی میں ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ارواح قدیم ہیں اور ایک گروہ
نفس اور ہیولی سے تعبیر کرتا ہے اور ایک نور اور ظلمت بتلاتا ہے اور اس طریقت کے باطل فرقے
فنا اور بقا اور جمع اور تفرقہ کہتے ہیں۔ اور مثل اسکے اور بہت سی بیہودہ باتیں بکتے ہیں اور کفر کی
باتیں کہتے ہیں اور صوفی لوگ ان سے بیزار ہیں کیونکہ ولایت کا ثبوت اور خداوند عالم کی محبت کی
حقیقت اور ولایت اور خدا کی معرفت کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور جو قدیم کو محدث سے
نہیں پہچانتا تو وہ اپنے علم میں جاہل ہے اور جو دانا ہے اور ذی عقل ہے وہ جاہل کی بات
پر ہرگز اعتماد نہیں کرتا ہے پس اے طالب صادق جو کچھ ان دونوں باطل فرقوں کا مقصود اصلی تھا۔
وہ ان دونوں بابوں میں آگیا پس جو کوئی اس سے زیادہ حال دیکھنے کا شائق ہو وہ میری دوسری
کتابوں کو دیکھے کیونکہ اسجگہ مجھ کو طول کتاب منظور نہیں ہے لہذا اب میں اس کتاب میں حجابات
اور کشف اور اُنکے معاملات اور اہل تصوف کی حقیقتوں اور اُن کی ظاہر دلیلوں کو بیان کرتا
ہوں تاکہ لوگوں کو سمجھنے کا طریقہ آسان ہو جائے اور منکروں میں سے جسکو بینائی ہو وہ اس راستے
سے لوٹ آئے اور مجھ کو دعائے خیر سے یاد کرے ٭

خدا کی معرفت کا پہلا پردہ

پس اے طالب صادق تجھ کو معلوم ہو کہ اللہ پاک عزاسمہ نے فرمایا ہے۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ
حَقَّ قَدْرِہٖ یعنے نہ قدر پہچانی اللہ تعالیٰ کی جیسا کہ اُسکی قدر پہچاننے کا حق ہے اور

حضور علیہ السلام رحمی فداہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ عَرَفْتُمُ اللّٰہَ حَقَّ مَعْرِفَتِہٖ لَمَشَیْتُمْ عَلَی الْبُحُوْرِ وَلَزَالَتْ بِدُعَائِکُمُ الْجِبَالُ یعنے اگر تم کما حقہ حق سبحانہ وتعالےٰ کو پہچان لیتے تو تم دریاؤں پر (بغیر کشتی کے) چلتے اور پہاڑ تمہاری دعا سے فنا ہوجاتے پس خداوند عالم جل اسمہٗ کی معرفت دو طرح پر حاصل ہوتی ہے ایک علم سے دوسرے حال سے پس جو علم سے ہے وہ دنیا اور آخرت کی نیکیوں سے ہے اور جو حال سے ہے وہ سب قوتوں اور احوالوں میں سے ہے پس بندہ کیلئے سب سے زیادہ ضروری خدا کی شناخت ہی ہے چونکہ خود ارشاد فرمایا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ اور بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ لیعبدون سے مراد بیان عرفان ہے پس بہت سے لوگ معرفت الٰہی سے اعراض کرنے والے ہیں مگر جنہیں خدا تعالےٰ نے برگزیدہ کیا ہے اور دنیا کی تاریکی سے علیحدہ کیا ہے اور انکے دلکو اپنے نور عرفان سے روشن فرمایا ہے اسکی مثال میں ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش کرتے ہیں جیساکہ اونکے حال ست خداوند عالم نے ہمیں خبر دی اور فرمایا وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ (یعنے عمرؓ) اور کمن مثلہ فی الظلمٰت (یعنے ابوجہل) یعنے ہمنے اُسکو نور دیا اور دلیلیں دیں تاکہ وہ حق اور باطل میں تمیز کرے یعنی اس نور سے آدمیوں کے درمیان میں سیدھے راستے پر چلتا ہے پس یہ ایسا شخص ہے کہ اسکی مثل نہیں یعنے عمرؓ۔ اور جو اندھیرے میں رہگیا ہے یعنے ابوجہل اللہ کی اوسپر لعنت ہو پس معرفت کیا ہے سر کا پھیر لینا خدا کے غیر سے ہے اور ہر شخص کی قیمت معرفت سے ہوتی ہے پس جسکو معرفت نہ ہو وہ بے قیمت ہے پس اسکو یوں سمجھ لینا چاہیے کہ جو لوگ علموں اور فقہا رہے ہیں پس وہ خدا کو بذریعہ علم کے جانتے ہیں اور اہل طریقت حال کی صحت کو خدا کی معرفت کہتے ہیں اور اس معرفت کو علم سے زیادہ فاضل جانتے ہیں کیونکہ حال کی صحت علم کی صحت کے سوا نہیں ہے یعنے کوئی ایسا عارف نہیں ہوتا کہ جسکو خدا کا علم نہ ہو مگر عالم ضرور ایسا ہوتا ہے کہ عارف نہیں ہوتا۔ پس جو لوگ ان معنی سے جاہل تھے وہ دو فریق بن گئے اور اس مسئلہ میں بیکار مناظر ہو گئے اور ایک دوسرے کا نفی کرنیوالا ہوا۔ لہٰذا میں اس مسئلہ کو پورے

طور پر حل کئے دیتا ہوں تاکہ یہ راز بھی آشکارا ہو جائے اور دونوں گروہ اس سے فائدہ حاصل کریں۔

نویں فصل

پس اے طالب تجکو معلوم ہووے کہ تمام لوگوں کو خداوند عالم کی معرفت اور خداے علم کی صحت میں بہت اختلاف ہے کیونکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ خدا کی معرفت عقل سے ہے اور عقل کی سوا اوسکی معرفت روا نہیں ہے پس یہ قول باطل ہے پس ان دیوانوںکو جو دار الاسلام میں ہیں معرفت کا حکم ہوتا ہے اور وہ لڑکے جو بالغ ہوتے ہیں اونکا حکم ایمان کا ہے پس اگر معرفت بذریعہ عقل ہوتی تو انکو جنہیں عقل نہیں ہے معرفت کا حکم نہ ہوتا اور کافرونکو جنہیں عقل ہے کفر کا حکم نہ ہوتا اور اگر معرفت کی علت عقل ہوتی تو لازم تھا کہ جو عاقل ہوتا وہ عارف ہوتا اور تمام بیعقل جاہل ہوتے پس یہ ظاہر انکا بڑا ہے اور ایک گروہ کے نزدیک خدا تعالی کی معرفت کا نتیجہ دلیل کا لانا ہے پس دلیل لانے کے سوا کسی کی معرفت صحیح نہیں ہے اور یہ قول باطل ہے کیونکہ شیطان نے بہت سی نشانیاں دیکھیں۔ اور بہشت اور دوزخ اور عرش اور کرسی اور ان سب کا دیکھنا شیطان کے واسطے معرفت کا سبب نہ ٹھیرا چونکہ ارشاد باری عز اسمہ ہے ولو اننا نزلنا الیھم الملائکۃ وکلمھم الموتی وحشرنا علیھم کل شیئ قبلاً ما کانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ یعنے اگر ہم ان لوگوں کی طرف فرشتے اوتارتے اور مردے اُن سے باتیں کرتے اور اگر جمع کرتے انپر تمام چیزوں کو کہ جو دنیا میں ہیں گروہ گروہ تاکہ وہ وحدت پر گواہی دیں تو وہ ایمان نہ لاتے مگر جو خدا چاہے اور اگر نشانی کا دیکھنا اور دلیل کا معرفت کی علت ہوتی تو خداوند تعالی اوسکو معرفت کی علت قرار دیتا نہ اپنے ارادہ کو پس اے طالب صادق اہلسنت والجماعت کے نزدیک عقل کی صحت اور نشانی کا دیکھنا معرفت کا سبب ہے مگر معرفت کی علت نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ معرفت کی علت خداوند عالم کی عنایت کے سوا اور کچھ نہیں ہے اسوجہ سے کہ خدا کی عنایت کے سوا عقل اندھی ہے اور کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ عقل خود اپنے آپ سے ہے اور عقلا میں کسی نے اوسکی حقیقت

نہیں پہچانتا تو جب عقل تو اپنے جہل میں مبتلا ہے تو اپنے غیر کو وہ کیونکر پہچان سکتی ہے اور خدا
کی عنایت کے سوا دلیل چاہنا اور نفی کے نشانے بکثرت میں فکر کرنا خطا ہے کیونکہ اہل ہوا اور ملحدوں کی
فرقے سب دلیل والے ہیں مگر بہت سے اُن میں سے عارف نہیں پس جو لوگ اہل عنایت سے ہیں اُنکی
سب حرکتیں معرفت کی علامتیں ہیں اور اُنکا دلیل کا طلب کرنا اُنکی طلب ہے اور دلیل
کا نہ چاہنا اُنکی تسلیم ہے اور معرفت کی صحت میں مقام تسلیم طلب سے بہتر نہیں کیونکہ طلب
اصل ہے جسکا ترک جائز نہیں اور تسلیم وہ اصل ہے جس میں بیقراری نہیں اور حقیقت میں
یہ دونوں امر یعنی طلب اور تسلیم معرفت نہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کی رہنمائی اور مشکل
کشائی سوا خدا کے اور کسی سے روا نہیں ہے اور دلائل عقل کو ہدایت کی طاقت نہیں
ہے اور اس امر کی دلیل اس سے زیادہ اور واضح نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری عز اسمہٗ
ہے ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ وانھم لکٰذبون یعنے اور اگر اون کو دنیا میں
لوٹائیں تو ضرور متوجہ ہونگے اُس چیز کی طرف کہ اُس سے منع کیے گئے ہیں یعنی شرک
اور عصیان سے اور لکھا ہے کہ جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے معرفت
کی نسبت دریافت کیا تو آپنے فرمایا عرفت اللہ باللہ وعرفت مادون اللہ بنور اللہ
یعنے خدا کو میں نے خدا ہی سے پہچانا اور خدا کے سوا کو یعنے اُسکے نور سے پہچانا پس خدا وند تعالےٰ
نے جسم کو پیدا کیا اور اُسکی زندگانی کا حوالہ روح کی طرف کیا اور دل کو پیدا کیا اور اُسکو زندگانی آپ دی پس جب عقل مدد اپنے سے
من جسم کو زندہ کرنیکی قدرت نہیں تو ناممکن ہے کہ دل کے زندہ کرنیکی قدرت ہو جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ اَوَمَنْ کَانَ
مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ یعنے جو شخص مردہ تھا پس ہمنے اُسکو زندہ کیا اور سب کی حیات اپنے ذمہ لی اور
ارشاد ہے وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ یعنے اُسکا نور پیدا کرنیوالا ہے جسمیں مومنوں
کی روشنی ہے میں ہی ہوں اور ارشاد ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ
فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ یعنے کیا پس وہ شخص کہ کھول دیا ہے اللہ نے اُس کا سینہ اسلام کے
لیے پس وہ اپنے پروردگار سے روشنی پر ہے یعنے دل کے کھولنے کو اپنی حوالہ فرمایا اور اُسکی

بندوں کو بھی اپنے فعل کے متعلق ٹھیرایا اور فرمایا خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ
وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ یعنی مُہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے اُنکے دلوں پر اور اُنکے کانوں پر اور آنکھوں پر
اور یہ بھی کہا ہے وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا یعنے اور نہ فرمانبرداری کر اوسکی جو
ہمنے اُس کے دل کو اپنی یاد کرنے سے روک دیا اور یہ خلف کا بیٹا امیہ تھا پس جب دل کا بند
ہونا اور اُسکا کھلنا اور کشادہ ہونا اور اُسپر مُہر کا لگنی خدا کی طرف سے ہے تو ناممکن ہے کہ خدا
کے سوا دوسرے کو اپنا راستہ دکھلانیوالا سمجھو کیونکہ جو خدا کے سوا ہے وہ سب علت اور سبب ہے
اور سبب مسبب کی عنایت کے سوا کوئی راستہ نہیں دکھلا سکتا کیونکہ سبب ٹھیک چلنے والا کا حجاب
ہوتا ہے اور رہنما یعنے سبب نہیں ہوتا اور بھی ارشاد باری عز اسمہٗ ہے۔ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ
اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ
یعنے ولیکن اللہ تعالیٰ نے دوست کیا ہے تمہاری طرف ایمان اور توحید کو اور ایمان
کو تمہارے دلوں میں آراستہ کیا ہے اور مکروہ کیا ہے تمپر حق کا چھپانا اور راستہ سے باہر
ہو جانا اور نافرمانی کرنی پس خدا کی تعریف کے سوا اُسکی معرفت سے لوگوں کا نصیب عاجزی کے
سوا کچھ نہیں ہے اور حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔ لَا دَلِیْلَ عَلَی اللّٰہِ سِوَاہُ
انما العلم یطلب لآداب الخدمۃ منہ یعنے خدا پر خدا کے غیر سے دلیل نہیں ہے اور سوا
اسکے نہیں ہے کہ علم آداب خدمت کیلئے طلب کرتے ہیں نہ معرفت کی صحت کے لیے اور
مخلوقات سے کسیکو یہ طاقت نہیں ہے کہ کسیکو خدا تک پہنچا دے دیکھو ابو طالب کا حال کہ آنحضرت
کی بزرگی نے اُسکو بدبختی سے نہ روکا اور آنحضرت کے معجزات نے اُسکو کچھ نفع نہ دیا پس دلیل شناخت
کا درجہ پہلے خدائے بزرگ سے منہ پھیرنا ہے اور عادت میں سینہ ٹھونکنا و دلیل جاننا
ہے پس خدا کی معرفت عادت کے خلاف ہے اور خدا کی معرفت عقل کی حیرانی کے [illegible]
سوا نہیں ہے اور نہ یہ خدا کی عنایت کا ہے اور لوگوں کے کسب کو اس میں دخل نہیں ہے اور نہ
سوا بندہ کے واسطے اوسکے کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ لوگوں کی [illegible] اور خدا کی نہیں خبر [illegible]

کیونکہ جو کچھ خدا کے سوا ہے وہ سب محدث ہے پس لازم ہوا کہ محدث اپنے جیسے پر پہنچے اور یہ امر جائز
نہیں ہوتا کہ اپنے پیدا کرنیوالے پر پہونچے اور یا اُسکا وجود اُسکا کسب کیا گیا ہو اور محدث نہ ہو
اور یہ سب جانتے ہیں کہ جو کسی کسب کے تحت میں آتا ہے تو کسب اُسکا اُسپر غالب ہو جاتا ہے اور اُسکا
کسب کیا گیا مغلوب ہو جاتا ہے۔ پس اے طالب کرامت یہ نہیں ہے کہ عقل کسی فعل کی دلیل سے
فاعل کی ہستی کو ثابت کرے بلکہ کرامت وہ ہے کہ جو دلی حق سبحانہ وتعالیٰ کے نور سے اپنی ہستی
کی نفی کرتا ہے پس پہلے کو گفتگو کی معرفت ہوتی ہے اور دوسرے کو حال کی معرفت حاصل
ہوتی ہے اور جو گروہ کہ عقل کو معرفت کی علت جانتا ہے اس سے کہدو کہ اے طالب عقل دل میں
معرفت کے عین سے کیا چیز ثابت کرتی ہے کیونکہ جو کچھ عقل ثابت کرے گی تو معرفت
اُسکی نفی کریگی یعنی اُسکی نفی کہ جو دل میں دلائل عقل سے پیدا ہوگئی کہ خداوند عزاسمہٗ وہ ہے اور اُسکو
ہم خدا سمجھتے ہیں اور درحقیقت وہ اس کے خلاف ہے اور اگر اس کے خلاف اور کوئی صورت پیدا ہوئی
تو وہ اُسکے بھی خلاف ہے پس اسجگہ عقل قاصر ہے کہ اُسکی دلیل چاہنے سے اُسکی معرفت حاصل کرسکے کیونکہ عقل اور وہم
دونوں ایک جنس سے ہیں اور جہاں جنس ثابت ہوگی تو معرفت کی وہاں نفی لازمی ہوگی پس اے طالب عقل کی دلیل
لا کر معرفت حاصل کرنی تشبیہ اور اُسکی نفی تعطیل ہے اور عقل کی طاقت ان دو اصولوں میں ہے پس
اسکے سوا اور کچھ نہیں ہے یعنی معرفت اور فکر میں لازم آتی ہے مشبہ اور معطل یعنی صفات باری
میں تشبیہ اور تعطیل کرنیوالا موحد نہیں ہوسکتا ہے پس جب عقل اپنے محل قدرت پر پہنچ جاتی
ہے تو جو کچھ اُس میں حاصل ہوتا ہے وہ اُسی کا ساختہ پرداختہ ہوتا ہے پس دوستوں کو دلونکو طلب
کرنیکے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے اسی واسطے اُنہوں نے عاجزی اختیار کی ہے اور اپنے آرام سے بے آرام ہوگئے
ہیں اور خدا کی جناب میں زاری و التجا کرتے ہیں پس انکی طلب جو کچھ ہوتی ہے وہ انکی قوت سے
نہیں ہوتی ہے پس خدا کی قوت اُنکی قوت ہوتی ہے یعنے وہ خدا کا راستہ خدا سے پاتے ہیں اور
غائبیت کے رنج سے آسودہ ہو جاتے ہیں اور باغ محبت میں جگہ پاتے ہیں اوس جگہ اونکی روح مسرور
ہوتی ہے پس جب عقل اپنے دل کو بازار دیکھتی ہے تو اوس میں تصرف پیدا کرتی ہے مگر اُس میں دخل

نہیں ہوتے اور وہاں عاجز و حیران ہو جاتی ہے پس جب حیران ہوتی ہے تو معزول ہو جاتی ہے پس جب
معزول ہو جاتی ہے تو اُسوقت خدا تعالےٰ اُسکو خدمت کا لباس دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے عقل جب
تک تو با خود تھی اُسوقت تک محجوب تھی اور جب تجھ سے تیرے سب اسباب فانی ہوئے اور تو عاجز ہو گئی
تو پہنچ گئی پس وصل کا نصیب قربت ہوئی اور عقل کے حصہ میں خدمت کے اطالب اپنی معرفت تعریف پر مبنی ہے کیونکہ
خداوند عالم عز اسمہٗ نے اپنے بندہ کو اپنی تعریف سے آگاہ فرمایا ہے پس بندہ نے خدا کو پہچانا اور
نہ اس شناخت سے کہ جو سبب سے موصول ہوئی ہے بلکہ اُس شناخت سے جسمیں بندہ کا وجود عاریت
کے طور پر ہے اسواسطے کہ عارف کیواسطے سب جہتوں سے خودی خیانت ہے تا کہ اُس کا
ذکر نسیان کی سوا ہو اور اُسکا زمانہ بغیر کوتاہی کے ہو اور معرفت اُس کا حال ہوتی ہے قال نہیں ہوتی اور ایک
گروہ کا قول ہے کہ معرفت الہامی ہے تو یہ امر بھی محالات سے ہے کیونکہ معرفت کیواسطے تجھوٹی پر دونوں طرح کی دلیلیں ہو سکتی ہیں
اور خطا اور صواب پر الہام کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے بذریعہ الہام
کے معلوم ہوا کہ خداوند عالم مکان میں ہے دوسرا کہتا ہے کہ مجھے الہام ہوا کہ اُسکا کوئی مکان نہیں ہے پس
ضرور ہوا کہ ان دونوں دعووں میں جو ایک دوسری کی ضد ہیں حق ایکطرف ہو چونکہ دونوں سحر
الہام سے دعویٰ کرتے ہیں۔ لہٰذا لازم ہوا کہ اب ایسی دلیل کی ضرورت ہو کہ ان دونوں مدعیوں
کے سچ اور جھوٹ میں فرق کرے پس جب دلیل ہو گی تو مدعا سے دلیل سے ثابت ہوا اور الہام
کا حکم باطل ہوا اور یہ قول براہمہ کا ہے اور الہامیوں کا قول ہے کہ خدا کی معرفت
.... ور حضرت مصنف صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قوم کو دیکھا کہ جو الہام میں
حد درجہ کا مبالغہ کرتے تھے اور اپنے زمانہ کی نسبت پارسا مردوں کے زمانہ سے تعبیر کرتے تھے اور وہ
سب گمراہی پر تھے اور ان لوگوں کے اقوال تمام عقلاء اہل کفر اور اہل اسلام دونوں کے خلاف تھے کیونکہ ایک ہیں
دس قولوں سے جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں الہام سے دعویٰ کرتے ہیں اور یہ سب باطل ہیں انمیں کوئی
بھی حق پر نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جو امر شرع کے خلاف ہے وہ الہام نہیں ہو سکتا تو میں
کہتا ہوں کہ تحیر اصل میں خطا اور غلطی کا ہے کیونکہ شریعت کو الہام کو قیاس کے موافق اپنی رائے پر کر دیتا ہے

اور کہتا ہے کہ الہام کا ثبوت شریعت سے ہی پس معرفت شرعی اور نبوی اور ہدایتی ہوئی الہامی او
الہام کا حکم معرفت میں سب وجہوں پر باطل ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ خدا کی معرفت ضروری ہے
اور یہ بھی محال ہے کیونکہ جس چیز میں بندہ کا علم ضروری ہو تو چاہیئے کہ دانا اوسمیں اشتراک کہیں اور
جب ہم دیکھتے ہیں کہ داناؤں کے ایک گروہ کے آدمی اُسکا انکار کرتے ہیں اور تشبیہ اور تعطیل کو روا
رکھتے ہیں تو لازم ہوا کہ معرفت ضروری نہیں ہے اور یہ بھی ہے کہ اگر خدا کی معرفت ضروری ہوتی تو
تکلیف اُسپر روا نہ ہوتی کیونکہ اس چیز کی معرفت کیلئے جسکا علم ضروری ہے تکلیف نا ممکن ہے
جسطرح اپنی معرفت پر اور آسمان اور زمین اور دن اور رات اور دردوں اور لذتوں کی معرفت ہی
اور جو انکی مثل ہے کیونکہ انہیں سے کسیکے وجود کی حالت میں عقل اپنے آپکو ایسے شک میں نہیں ڈالتی
کہ اُس میں بیقرار ہو اور پہچاننا چاہیئے تو یہ اچھا ہو سکے لیکن صوفیوں کے ایک گروہ نے جب اپنے
یقین کی صحت میں نگاہ کی تو کہا کہ ہم اسکو از روئے ضرورت کے پہچانتے ہیں کیونکہ دل میں کوئی
شک نہیں پاتے اور یقین کے نام کو ضرورت قرار دیتے ہیں پس ان معنوں میں اچھی طرح پہنچنے والے ہیں
اور عبادت میں مخطی یعنی بے ارادہ خطا کرنیوالے ہیں کیونکہ ضروری علم میں صحت کی تخصیص روا
نہیں ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ دانا لوگ برابر ہوتے ہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ ضروری علم وہ علم
ہوتا ہے کہ جو بندوں کے دل میں بے سبب پیدا ہو اور خداوند تعالیٰ کا علم اور اُسکی معرفت بسی
بسبب ہے مگر حضرت اُستاد ابو علی دقاق اور حضرت شیخ ابوسہل صعلوکی اور ابو سہل کا باپ جو
نیشاپور کا رئیس اور امام تھا اسپر ہیں کہ معرفت کی ابتدا دلیل لانا ہے اور انتہا
بدیہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اہلسنت کا ایک قول یہی ہے اور کہتے
ہیں کہ تم نہیں دیکھتے کہ بہشت میں کہ خداوند عالم کا علم ضروری ہے اور جب کہ وہاں ضروری ہے
تو جائز ہے کہ یہاں بھی ضروری ہو اور اس جگہ بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں کو
حق تعالیٰ آپ بلا وساطت وحی کے کلام سنتے ہیں پس اسکو ضرورت سے پہچانتے تھے اور فرشتہ جو
وحی لاتا تھا اُسکو بھی ضروری جانتے تھے اور میں کہتا ہوں کہ بہشتی بہشت میں خدا کو از روئے ضرورت

کے پہچانا نہیں گئے کیونکہ بہشت تکلیف کا مقام نہیں اور پیغمبر عافیت میں امن میں بیٹھے گئے ہیں اور
نصیحت سے بیغم ہیں اور جسنے خدا کو از روی ضرورت کے پہچانا اُسنے اسکو تکلیف سے بھی پہچانا کیونکہ
ایمان اور معرفت کو اس سبب سے بزرگی ہے کہ غیب ہے پس جب عین ہوتا ہے تو ایمان جبر ہوتا ہے
اور اُسکے عین میں اختیار اُٹھ جاتا ہے اور شرع کے اصول مضطرب ہو جاتے ہیں اور فکر اور سبیتے
کا حکم باطل اور بلعم باعورا اور ابلیس کی تکفیر درست نہیں ہوتی کیونکہ یہہ اتفاق سے خدا کے عارف تھے
جیسا کہ ابلیس سے ہمیں اُسکے حال کے مردود اور مطرود ہونے کی خبر دی ہی اور فرمایا بعزتک
لاغوینهم اجمعین تیری عزت کی قسم ہے اس سبب سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ضرور میں آدمیوں کو گمراہی
میں ڈال دونگا۔ اور حقیقت میں سخن کا کہنا اور جواب کا سُننا معرفت کا تقاضا ہے اور عارف
جبتک عارف ہوتا ہے وہ قطع ہونے سے بیغم ہو جاتا ہے اور قطیعت معرفت کی زائل ہونیسے لاحق ہوتی
ہے اور ضروری علم کا زوال نہیں متصور ہوتا ہے اور لوگوں میں یہہ مسئلہ بہت ہی دشوار یہ ہی کہ تو اس قدر
جان لے کہ خداوند عالم بندہ کی معرفت ہے اور بندہ کا علم خدا کی ازلی ہدایت ہے اور اُس کے
آگاہ کیے بغیر ہوا نہیں ہے تا کہ اے طالب تو اس آفت سے آزاد ہو جائے لیکن جائز ہے کہ معرفت
میں بندوں کا یقین کبھی زیادہ ہوتا ہے اور کبھی کم ہوتا ہے لیکن اصل معرفت میں زیادتی اور
کمی نہیں ہوتی کیونکہ معرفت کی زیادتی بھی نقصان ہے اور نقصان خود نقصان ہی چاہئے کہ
خداوند عالم کی شناخت میں تقلید نہیں چاہیے پس خدا کو کمال کی صفتوں سے پہچاننا چاہیے
اور یہ حق تعالیٰ کی محض عنایت اور اُسکی رعایت کی خوبی ہے اور دلائل بھی سب کے سب اُسکے حکم
میں ہیں کیونکہ سب اُسکے تصرف میں ہیں جب چاہتا ہے تو اپنے فعلوں میں سے ایک فعل کو دلیل گردانتا ہے
اور اُس آدمی کو اپنی طرف راستہ دکھاتا ہے اور جب چاہتا ہے تو اُسی فعل کو حجاب بناتا ہے پس
اُسی فعل کے باعث سے وہ خدمت سے دور ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ ایک قوم کیواسطے دلیل
ہوئے اور ایک قوم کیواسطے حجاب ہوئے چونکہ ایک گروہ نے کہا کہ یہ خدا کے بندے ہیں اور ایک نے
کہا کہ یہ خدا کے بیٹے ہیں اور اسی طرح بُت اور چاند اور سورج بھی ایک قوم کیلئے خبر پر دلیل ہوئے

اور ایک گروہ انہیں سے خدا سے دور رہ گیا پس اگر دلیل معرفت کی علت ہوتی تو لازم تھا کہ دلیل لانے والا عارف ہوتا حالانکہ یہ نہیں ہے اور یہہ مکابرہ ہے پس اے طالب خدا تعالےٰ ایک کو برگزیدہ کرتا ہے اور اُسکو سب کا رہبر بناتا ہے تاکہ لوگ اوسکے سبب سے خدا تک پہنچیں اور خدا کو جانیں پس معلوم ہوا کہ دلیل خدا کی معرفت کا سبب ہے نہ علت اور کوئی سبب کسی سبب سے بہتر نہیں ہوتا کہ جو سبب کے لئے حق ہو اور وارد ہے لعمرك انهم لفی سكرتهم يعمهون یعنے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیری جان کی قسم ہے کہ تحقیق تیری قوم کے کافر قوم لوط کی طرح اپنی گمراہی میں حیران اور سرگردان ہیں اور عارف کیلئے سبب کا ثبوت معرفت میں کفر ہے اور غیر کی طرف توجہ شرک ہے وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ یعنے جسکو اللہ تعالےٰ گمراہ کرے پس نہیں ہے اُسکے واسطے کوئی راہ دکھلانیوالا یعنے جسکے مقدر میں یعنے لوح محفوظ میں ہے لا کا لفظ لکھا ہوا ہو تو وہ کیونکر نیک ہوسکتا ہے اور عرفان حاصل کرسکتا ہے اور دلیل اور استدلال اُس کیواسطے کیونکر ہادی بن سکتے ہیں اور من التفت الی الاغیار فعرفته نار یعنے جس نے غیر کیطرف توجہ کی پس اُسکی معرفت کفر ہے اور جو شخص خداوند تعالیٰ کے غلبہ محبت میں گم اور مستغرق ہے تو خدا کے سوا کیونکر کوئی چیز اوسکی ہادی ہوسکتی ہے جیساکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب غار سے باہر تشریف لائے تو دن میں کوئی چیز نہ دیکھی حالانکہ دن میں بہت سے دلائل پیدا ہوسکتے ہیں اور بزرگوں کو جو صاحب کرامت ہوتے ہیں اُن کو دن میں بہت سی دلیلیں معلوم ہوتی ہیں اور عجائبات ظاہر ہوتے ہیں اور جب رات آتی ہے تو ستاروں کو دیکھتے ہیں، اگر ابراہیم علیہ السلام کی معرفت کی علت دلیل ہوتے تو دن میں اونکے واسطے بہت سے دلائل اور عجائبات تھے۔

پس اے طالب خداوند جسکو چاہتا ہے اُسکو اپنا راستہ بتلاتا ہے اور دروازہ معرفت اسپر کھولتا ہے تاکہ عین معرفت میں وہ درجات علیا پر پہنچ جاوے کہ عین معرفت اوسکو غیر نظر آوے اور معرفت کی صفت اوسکو آفت ہوجاوے پس وہ معرفت کے سبب سے معروف سے محجوب ہوجاتا ہے یہانتک کہ اُسکی معرفت کی تحقیق اس درجہ ہوجاتی ہے کہ معرفت اُس کا دعویٰ ہوجاتا ہے اور حضرت ذوالنون

مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حقیقۃ المعرفۃ اطلاع الحق علی الاسرار بمواصلۃ لطائف
الانوار۔ یعنے معرفت کی حقیقت خدا کے بھیدوں پر اطلاع ہے اس واسطے کہ خدا کی معرفت کے
نوری لطیفے بندہ کو حاصل ہو جائیں یعنے حق تعالیٰ اپنی عنایت سے اپنے بندہ کے دل کو روشن
اور بینا کردے اور سب آفتوں سے اسکو محفوظ رکھے اور اسکے دل میں خدا کے سوا موجودات
اور مثبتات کا خردل کے دانہ کے برابر بھی وزن نہ رہے اور ظاہری اور باطنی اسرارات کا
اسکو مشاہدہ ہو جائے اور جب ایسا ہو جائے تو گویا اسنے سب معنوں کا مشاہدہ کرلیا اور اسکے متعلق
حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ المعرفۃ دوام الحیرۃ یعنے معرفت حیرت کی ہمیشگی
ہے پس طالب حق کی حیرت دو طرح پر ہوتی ہے ایک ہستی میں دوسری چگونگی میں ہستی
میں حیرت کا ہونا شرک اور کفر ہے اور چگونگی میں معرفت ہے کیونکہ خدا کی ہستی میں عارف کو
شک پیدا نہیں ہوتا اور خدا کی چگونگی میں عقل کو طاقت نہیں ہوتی پس خدا تعالیٰ کے وجود
میں یقین کامل ہو جاتا ہے اور اسکی کیفیت میں حیرت ہو جاتی ہے اسی واسطے کسی بزرگ نے
فرمایا ہے یا دلیل المتحیرین زدنی تحیرا یعنے اے متحیروں کی دلیل مجھے حیرت میں زیادہ
کر یعنے پہلے وجود کی معرفت اور اوسکی صفتوں کا کمال ثابت کیا اور جان لیا کہ مخلوق کا مقصود
خدا ہے اور لوگوں کی دعوت کا قبول کرنیوالا وہی اور متحیروں کو اسکے سوا اور کوئی حیرت نہیں ہے
اسوقت زیادہ حیرت چاہی اور جان لیا کہ مطلوب میں عقل کو حیرت اور سرگردانی کے سوا اور کوئی
حصہ نہیں ہے پس یہ معنی بہت لطیف ہیں اور صاحب مقام اس سے لطف پاتے ہیں پس اور یہ بھی احتمال
ہوتا ہے کہ خدا سے ہستی کی معرفت اپنی ہستی پر حیرت کا تقاضا ہے کیونکہ جب بندہ خدا تعالیٰ کو پہچان
لیتا ہے تو اپنے آپکو خدا کے غلبہ میں اور اسکی قید میں دیکھتا ہے اور جب اسکا عدم اور وجود خدا
سے ہو جاتا ہے تو پھرنے اور حرکت کرنے سے اسکی قدرت پر حیران ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ
جب کل کا قیام اسی سے ہے تو میں کون ہوں اور کیا چیز ہوں اور اسکے متعلق حضور علیہ السلام کا
ارشاد ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی جو اپنی آپکو فنا سے پہچانتا ہے تو خدا

کو بقلد کے ساتھ جاننا ہے چونکہ فنا سے عقل اور صفت باطل ہوتی ہے چونکہ جب کسی چیز کا تعین معقول نہ ہو تو اسکی معرفت میں حیرت کے سوا کیا حاصل ہو سکتا ہے اور حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں المعرفۃ ان تعرف ان حرکات الخلق وسکناتہم باللہ یعنے معرفت یہ ہے کہ تو جان لے کہ مخلوق کی حرکتیں اور انکے سکنات خدا سے ہیں اور کسی کو خدا کے اذن کے سوا اس کے ملک میں تصرف نہیں ہے اور عین اس سے عین ہے۔ اور اثر اس سے اثر ہے اور صفت اس سے صفت ہے اور متحرک اس سے متحرک ہے اور ساکن اس سے ساکن ہے کیونکہ جبتک وجود میں خواہش کی طاقت نہ پیدا کرے اور ارادہ نہ رکھے تو بندہ کوئی فعل اسوقت تک نہیں کر سکتا ہے اور بندہ کا فعل مجاز کے طور پر ہوگا اور حقیقت میں وہ فعل خداوند عالم کا فعل ہوگا اور عارف کی صفت میں حضرت واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ من عرف اللہ قل کلامہ ودام تحیرہ یعنے جسنے خدا کو پہچانا تو اسکا کلام کم ہوتا ہے اور اس پر حیرت طاری ہوتی ہے یعنی عارف وہ شخص ہے کہ اسکا سخن کم ہو اور اسکی حیرت زیادہ ہو کیونکہ یہ عبارت اس چیز سے کر سکتے ہیں کہ جو عبارت کی تحت میں ہو چونکہ اصول میں عبارت کے واسطے ایک حد ہے اور عبارت کیا گیا جبتک محدود نہ ہو تاکہ اسپر عبارت کی بنیاد رکھی جاوے جب عبارت میں مقصود نہیں تو بندہ کو اس سے چارہ نہیں تو سوائے حیرت دائم کے اسکو اور کیا چارہ ہو سکتا ہے اور اس کے متعلق حضرت شبلی فرماتے ہیں حقیقۃ المعرفۃ العجز عن المعرفۃ یعنے معرفت کی حقیقت اس چیز کی معرفت سے عاجز ہونا ہے کہ جسمیں عجز ہو تاکہ بندہ اسکی حقیقت میں اپنی عاجزی کے سوا اور کوئی چارہ نہ دیکھے اور بندہ کو اس چیز کے سمجھنے میں اپنی سے زیادہ دعوی نہ ہو پس معلوم ہوا کہ عجز اسکی طلب ہے اور جبتک طلب اپنی صفت اور آلہ میں قائم ہے تب تک اس پر عجز درست نہیں اور جب آلہ اور اسکی صفتیں اس سے دور ہوئیں اس وقت وہ فنا ہو جاتا ہے اور عجز و عجبرہ کچھ نہیں رہتا ہے اور مدعیوں کا ایک گروہ آدمیت کی صفت کے ساتھ ہونیکی حال میں اور اللہ تعالی سے خطاب کی صحت اور حجت کے قیام کی حالت میں کہتا ہے کہ معرفت عجز ہے

اور ہم لوگ عاجز نہیں اور سب عاجز ہیں اور یہ اس گروہ کی زیانکاری اور گمراہی ہے حضرت
مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ جس چیز کی طلب میں عاجز ہوئی ہے لہٰذا اس عجز کے
دو مقام ہیں اور وہ دونوں تم میں نہیں ہیں یعنی ایک آلہ کی فنا کا نشان اور دوسرا تجلی کا اظہار
پس جس جگہ آلہ فنا ہو تو وہاں عبارت گم ہوتی ہے کیونکہ عجز سے عبارت کرتا ہے اور عجز سے عبارت
بجز عجز کے گم نہیں ہوتی اور جس جگہ تجلی کا اظہار ہوتا ہے وہاں نشان نہیں ہوتا اور تمیز صورت
نہیں اختیار کرتی تاکہ عاجز جانے کہ وہ عاجز ہے جو اُس سے منسوب ہے اوسکو عجز کہہ سکیں کیونکہ
عجز غیر سے ہے اور غیر کی معرفت تہمت معرفت نہیں اور جبتک غیر کی دل میں جگہ ہی یا عارف کے
واسطے عبارت ہے اُس وقت تک وہ عارف نہیں ہوتا اور اس کے متعلق حضرت ابوحفص حداد
علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اذا عرفت اللہ ما دخل فی قلبی حق ولا باطل یعنے جب سے میں خداوند
تعالیٰ کو پہچانتا ہوں تب سے میرے دل میں حق اور باطل کی فکر نہیں ہوتی کیونکہ جب لوگوں کو
حرص ہوا رہتی ہے تو اُسکو نفس راستہ دکھلاتا ہے اس وجہ سے کہ باطل کا محل نفس ہے اور
اور جب کسی چیز کی تہمت رہیگی تو ہمیشہ اُس کا خیال دل پر گذریگا اس واسطے کہ دل روح کی طرف
اُسکو رستہ دکھلاتا ہے کیونکہ حق اور حقیقت کا منبع روح ہے پس جب دل میں غیر ہو تو اُس کی
طرف عارف کا رجوع ناشناسائی ہے پس سب لوگوں نے معرفت کی دلیل کی طلب دل سے کی ہے
اور بلا اور تہمت کی طلب بھی کی جب آئی تو دل کیطرف رجوع کیا اور خدا کے سوا نجیہ آرام پکڑا اور عارفوں کو جب
کوئی خواہش رہی تو دل کیطرف رجوع نہ کیا اور جب دلیل کی ضرورت ہوئی تو حق کیطرف رجوع کیا نہ دل کیطرف پس
اس بندے کے دربیان کہ اسکا رجوع دل کیطرف ہو اور اُس بندے کے دربیان کہ اُسکا رجوع خدا کیطرف ہو فرق بیّن ہے
اور حضرت ابوبکر واسطی فرماتے ہیں من عرف اللہ انقطع عن الکل بل خرس وانقمع یعنے جس نے خدا کو پہچانا
اُس نے سب چیزوں سے کنارہ کیا اور وہ سب عبارتوں سے گنگ ہوا اور وہ اپنی جملہ صفتوں سے
فانی ہوا جیسا کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا احصی ثناءً علیک
یعنے میری صفت تجھ پر تیری ثنا نہیں کر سکتا پس جبتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیبت

ہیں تجھے عرب کے لوگوں سے زیادہ فصیح تھے جیسا کہ ارشاد ہے انا افصح العرب و العجم اور جب غیبت سے حضور میں پہنچے تو فرمایا کہ میری زبان کو تیری ثنا کے کمال کی طاقت نہیں ہے پس میں تجھے کیا کہوں کہ تیری گفتار سے بے گفتار ہوں اور تیرے حال سے بے حال ہوں پس تو تو ہی ہے اور میری گفتار محبت سے ہوتی ہے یا تجھ سے اگر اپنے سے کہوں تو میں اپنی گفتار سے محجوب ہوں اور اگر تجھ سے کہوں تو اپنے کسب کے ذریعہ سے قربت کی تحقیق میں معیوب ہوں لہذا میں کچھ نہیں کہتا پس خداوند عالم عزاسمہ کا حکم آیا کہ اگر تو کچھ نہیں کہتا تو ای محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں کہتا ہوں لعمرك اذا سكت عن ثنائى فالكل منك ثنائى یعنے قسم ہے تیری عمر کی کہ جب تو میری ثنا سے خاموش ہوا پس یہ سب تجھ سے میری ثنا ہے یعنے جب تو اپنے آپکو میری ثنا کے لائق نہیں جانتا اور عاجز جانتا ہے تو مینے اُسکو ظاہر اور باہر بیان کر دیا تاکہ سب میری ثنا کریں اور اوسکا حوالہ تجھ سے کردیں۔ واللہ اعلم ❖

دوسرے حجاب کا کشف توحید میں

پس اے طالب صادق اب مَیں تجھ سے دوسرا حجاب کشف توحید بیان کرتا ہوں تاکہ تو جان لے کہ مراتب فقر اور ترتیب سلوک میں فقیر کے واسطے یہ حجاب کیا حقیقت رکھتا ہے دیکھو خداوند عالم عزاسمہ فرماتا ہے۔ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ یعنے تمہارا خدا ایک ہے جو یگانہ اور یکتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یعنے کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ وہ واحد ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں ہے اور ارشاد ہوتا ہے لَا تَتَّخِذُوا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ یعنے ہرگز دو معبود نہ سمجھو ایک اُس کے سوا نہیں ہے کہ وہ اکیلا معبود ہے اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں بَيْنَا رَجُلٌ فِيْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ اِلَّا التَّوْحِيْدَ فَقَالَ لِاَهْلِهٖ اِذَا مِتُّ فَاحْرِقُوْنِيْ ثُمَّ اسْحَقُوْنِيْ ثُمَّ ذَرُّوْا نِصْفِيْ فِي الْبَرِّ وَنِصْفِيْ فِي الْبَحْرِ فِيْ يَوْمٍ رَائِحٍ فَفَعَلُوْا

فَقَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ لِلرِّیْحِ اجْمَعِیْ مَا اَخَذْتِ فَاِذَا ھُوَ بَیْنَ یَدَیْہِ فَقَالَ مَا حَمَلَکَ عَلٰی مَا صَنَعْتَ فَقَالَ اسْتِحْیَاءً مِّنْکَ فَغَفَرَ لَہٗ۔ یعنے تم سے پہلے ایک مرد تھا کہ جو اچھے کاموں میں سے کچھ نہ رکھتا تھا مگر توحید رکھتا تھا پس جب اُسکے مرنے کا وقت نزدیک ہوا تو اوس نے اپنے گھر کے آدمیوں کو جمع کرکے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا اور میری خاکستر کو باریک کرکے اوس میں سے آدھی دریا میں ڈالدینا اور آدھی جنگل میں ہوا میں برباد کردینا تاکہ مجھ سے کوئی اثر باقی نہ رہ جائے چنانچہ اُس کی اولاد نے اُسکو ایسا ہی کیا پس حق تعالیٰ نے ہوا اور پانی کو حکم دیا کہ اس کی خاک تلف نہ ہو اور قیامت تک اُسکو محفوظ رکھو جس وقت خدا تعالیٰ اُسکو زندہ کریگا اُسوقت اُس سے پوچھیگا کہ تجھ کو کس چیز نے اسپر آمادہ کیا کہ تو نے اپنے آپکو جلا دیا پس اُسوقت وہ اللہ تعالےٰ سے کہیگا کہ میں نے اپنی اوپر بہت بڑا ظلم کیا اُسوقت خدا تعالیٰ اُسکو بخشدیگا۔ پس اے طالب توحید کی حقیقت کسی چیز کی یگانگی پر حکم کرنا ہے اور اُسکی یگانگی پر علم کی صحت ہے اور جب خدا تعالیٰ ایک ہے اور بے مثل ہے اور اپنی ذات اور صفتوں میں بے نظیر ہے اور اپنے فعلو نمیں کسی کی شرکت نہیں رکھتا ہے تو وہ ہی خدا ہے اور موحدوں نے خدا کو اس صفت سے خدا سمجھا ہے کہ اُسکی دانش کو توحید کی یگانگی جانتے ہے پس ای طالب توحید تین طرح پر ہے ایک تو خدا کی توحید ہے کہ جو خدا کیلئے ہے اور یہ اپنی یگانگی پر علم ہے اور دوسرے خدا کی توحید مخلوق کے لئے ہے کہ جو بندہ کے واسطے توحید پر خدا کا حکم ہے اور بندہ کے دل میں توحید کی پیدایش ہے اور تیسرے لوگونکی توحید خدا کے واسطے ہے، اور یہ لوگونکا علم ہے کہ جو خداوند تعالیٰ کی وحدانیت پر ہے پس بندہ جب خدا سے عارف ہوتا ہی تو اوسکی وحدانیت پر حکم کرسکتا ہے۔ پس ای طالب تجھکو معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ ایک ہی کہ جو وصل اور فصل کو نہیں قبول کرسکتا ہے اور اسپر کوئی بعد نہیں ہے اور نہ اُسکی یگانگی عددی ہے کہ کسی عدد کیوجہ سے وہ دو ہو جاوی اور اُسکی وحدانیت عددی ہو جاوی اور وہ محدود نہیں ہے تاکہ اوسکے واسطے چھ طرفیں ہوں اور ہر ایک طرف کے واسطے ایک اور طرف ہو اور تعداد کا یہ

ثبوت بے نہایت ہو اور نہ کوئی مکان ہے اور نہ مکان میں ہے تا کہ مکان کا ثبوت اور مکان کے
تمکن کیواسطے مکان کی ضرورت واقع ہو اور فعل اور فاعل اور قدیم اور محدث کا حکم باطل ہو اور نہ
وہ کوئی عرض ہے کہ جسکو جوہر کی ضرورت پڑے اور وہ کسی محل میں حال ہو حالانکہ عرض محل میں باقی رہتا ہے اور
وہ کوئی جوہر نہیں ہے کہ اُسکا وجود اپنی مثل کے سوا درست نہ ہو اور وہ کوئی طبع نہیں ہے کہ
جو حرکت اور سکون کا مبدا بنے اور وہ کوئی روح نہیں ہے کہ اُسکو بدن کی حاجت پڑے اور وہ کوئی
جسم نہیں ہے تا کہ اجزا کی اُسکو ضرورت ہو اور وہ چیزوں میں قوت اور حال نہیں ہے تا کہ
اور چیزوں کی جنس ہو۔ اور کسی چیز سے وہ پیوند نہیں ہے تا کہ کوئی چیز اُسکی جزو ہو حالانکہ وہ سب
نقصانات اور کل آفات اور تمام عیوب سے پاک و صاف ہے پس اے طالب خدا تعالیٰ کسی کی مثل
نہیں ہے تا کہ اپنی مثل ہونے سے وہ دو چیز ہو اور وہ کوئی فرزند نہیں رکھتا کہ نسل اُسکی اصل کا
تقاضا کر سکے۔ اور اُسکی ذات اور اُسکی صفات میں کوئی تغیر نہیں ہے کہ اُسکا وجود اُس سے متغیر
ہو اور متغیر کے حکم میں تغیر کیطرح ہو وہ تمام صفات حمیدہ سے ضرور موصوف ہے کہ جن صفات حمیدہ کو
تمامی موحد اپنی بینائی سے ثابت کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپنے اوصاف کو اپنی صفت بتلایا
ہے اور ملحد لوگ اپنی ہوا سے خدا کی صفات قرار دیتے ہیں پس خدا تعالیٰ اُن سے پاک ہے کیونکہ خدا
تعالیٰ نے اپنے آپکو اُنکے اوصاف سے موصوف نہیں کیا ہے پس معلوم ہو کہ وہ زندہ ہے اور جاننے والا ہے
اور مہربان اور رحیم ہے اور مرید اور قدیر ہے اور سننے والا اور دیکھنے والا ہے اور کلام کا کرنیوالا اور باقی
ہے اور اُسکا علم اُسمیں حال نہیں ہے اور اُسکی قدرت کی اُسمیں سختی نہیں ہے اور اُس کی بینائی
اور شنوائی از سر نو نہیں پیدا ہوتی اور نہ اُسکے کلام میں تبعیض اور تجدید ہوتی ہے (یعنی بعض بعض ہونا
اور از سر نو پیدا ہونا) اور وہ ہمیشہ اپنی صفتوں سے قدیم ہے پس کوئی معلومات اُس کے علم سے باہر نہیں ہے
اور کسی وجود کو اُسکے ارادہ سے چارہ نہیں ہے پس وہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور وہی چاہتا ہے
جو جانتا ہے اور مخلوق کو اُسپر کوئی غلبہ نہیں ہے اور اُس کے حکم بدل نہیں سکتے اور اُسکے سوا کوئی
چارہ نہیں ہے اور جملہ نیکی اور بدی کا اندازہ کرنیوالا وہی ہے اور اُس کے سوا کسیکو اُسکا

حکم نہیں ہے اور اُمید اور بیم اُسکے سوا اور سے لائق نہیں ہے اور نفع اور نقصان کا باعث وہی ہے اور اُسکے سوا کسی کے واسطے حکم نہیں ہے اور اُسکا جو حکم ہے اُسکی مشیت سے ہے اور اُسپر ہمکو رضا کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے اور اُسکے وصل کی کسی میں طاقت نہیں ہے اور اُسکے پاس پہونچنے کی کسیکو طاقت نہیں ہے ہاں اہل بہشت کو اُسکا دیدار نصیب ہوگا مگر اُس کی کوئی تشبیہ نہیں ہے اور جو اُسکے خلاف جانے اُسکو اُسکی دیانت نہیں ہے الغرض اسی طرح کے بہت سے اقوال ہیں اگرچہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ میرا اصول میرا وصول ہے لیکن بوجہ طوالت کتاب اسی پر اکتفا کیا اور میں کہ علی عثمان جلابی کا بیٹا ہوں کہتا ہوں کہ اصل کی ابتدا میں مینے بیان کیا ہے کہ توحید کسی چیز کی وحدانیت پر حکم کرنیکا نام ہے پس ہم علم کے سوا اور کوئی حکم نہیں کر سکتے ہیں حق تک اہل سنت والجماعت نے بہت تحقیق سے خداوند تعالیٰ کی یگانگی پر حکم لگایا ہے اسوجہ سے کہ ایک لطیف صفت کو دیکھا ہے اور جو عجائب غرائب لطافت سی نظر آیا ہے اور اُسکا اپنے آپ ہونا محال سمجھا ہے اور ہر ایک چیز میں حادث ہونیکی علامتیں پائی ہیں اور یہ سمجھی ہیں کہ انکا ضرور کوئی فاعل ہے کہ جو ان تمامی اشیاء کو ملک عدم سے عالم وجود میں لایا ہے یعنی تمام عالم کو جسمیں چاند اور ستارے اور زمین اور آسمان اور میدان اور بحر اور بر اور پہاڑ اور جنگل شامل ہیں اور صوتوں کو معہ اُن کی حرکتوں اور سکونوں اور علم اور نطق اور موت اور زندگی ہے پس ان سب کو کسی پیدا کرنیوالے سے چارہ نہیں ہے اور اسی طرح دو تین پیدا کرنیوالوں سے ایک صانع پر کہ جو کامل اور زندہ اور عالم اور قادر اور مختار ہو لے پروا ہونے سے کوئی چارہ نہیں ہے اور ایسے شریک سے کہ جو شرکا کے ساتھ بے نیاز ہو اور یہ معلوم ہے کہ جب ایک فعل کو دوسرے فاعل سے چارہ نہیں ہوتا ہے تو دو فاعلوں کو ایک دوسرے سے دونوں کی حاجت ہوتی ہے اس واسطے لازم ہوا کہ ہم بغیر شک کے علم الیقین سے یہی کہیں کہ ایک ہی خدا ہے گو اسمیں بعض فرقوں کا ہمارے ساتھ خلاف بھی ہے جیسا کہ ثنویوں نے نور اور ظلمت کے ثبوت میں فرق کیا ہے اور گبروں نے یزداں اور اہرمن کے ثبوت میں افتراق کیا ہے اور اہل طبعی نے طبع اور قوت کے ثابت کرنے میں فرق ظاہر کیا ہے اور فلکیوں نے ساتھ ستاروں کے ثبوت

میں فرق دکھلایا ہے اور معتزلہ نے انتہا صانع اور خالقوں میں فرق دکھلایا۔ ہے اور میں نے ان سب کی تردید کے لئے ایک مختصر سی دلیل ذکر کر دی ہے اور یہ کتاب انکے بیہودہ اقوال کیواسطے نہیں ہے اور جو صاحب انکی حالات کے حقائق ہیں اور اس مسئلہ کو دیکھنا چاہیں تو وہ میری کتاب جسکا نام الرعایۃ بحقوق اللہ ہے دیکھیں۔ اب میں اس کے بعد پھر اپنے اصلی مقصد کیطرف راجع ہوتا ہوں اور بزرگوں کے اصولی کتابوں کی طرف اہل طلب کو رجوع کرتا ہوں اور صوفیہ کے ان اقوال کیطرف کہ جو انہوں نے مسئلہ توحید میں کہا ہے دالامر بیدہٖ ہے لہذا میں حضرت جنید علیہ الرحمۃ کے ذکر سے پھر اس بحث کو شروع کرتا ہوں خدا تعالیٰ میری مدد کرے ۔

گیارھویں فصل

پس اے طالب حضرت جنید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں التوحید افراد القدم عن الحدث یعنے توحید حدوث سے قدم کا جدا ہونا ہے یعنی قدیم کو حادثوں کا محل نہ جاننے اور حادثوں کو قدیم کا محل نہ سمجھے اور اے درویش جان لے کہ حق قدیم ہے اور تو حادث ہے اور تیری جنس سے کوئی چیز خدا سے نہیں ملتی ہے اور نہ اُسکی صفتوں سے کوئی صفت تجھسے ملتی ہے کیونکہ قدیم کو حادث کے ساتھ مجانست نہیں ہے اس لئے قدیم حادثوں کے وجود سے پہلے ہو اور جب حادثوں کے وجود سے پہلے قدیم محدث کا محتاج نہیں تو حادثوں کے وجود کے بعد بھی انکا محتاج نہیں ہو تا اسمیں اُنکا خلاف ہے کہ جو ارواح کے قدم کے قائل ہیں اور جنکا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں اور جب کوئی قدیم کو محدث میں نازل کہے یا محدث کو قدیم سے متعلق جانے تو خدا کے قدم اور عالم کی حدوث پر کوئی دلیل نہیں رہتی اور یہ دہریوں کا مذہب ہے نعوذ باللہ من الاعتقاد السوء یعنے ہم بُرے اعتقاد سے خدا سے پناہ مانگتے ہیں۔

اور محدثات کی تمام حرکات توحید کے دلائل ہیں اور خداوند عالم کی قدرت اور اسکی ذات کے ثبوت کی گواہ ہیں مگر بندہ ان سب باتوں سے غافل محض ہے کیونکہ خدا کی سوا غیر کی مدد پانہ ...

اوس کے ذکر کے سوا غیر پر آرام پکڑتا ہے پس اے طالب جب تیری نیستا و نیست کرنے میں خدا کو شریک کی حاجت نہیں ہے تو کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ تیری تربیت میں دوسرے کی شرکت ہوگی اسکے متعلق حضرت حسین ابن منصور حق فرماتے ہیں۔ اول قدم فی التوحید فناء التفرید یعنی توحید میں پہلا قدم تفرید کا فنا ہے کیونکہ تفرید میں غیر کا اثبات روا ہے اور اس کے سوا اور کی اس سے صفت ہے اور وحدانیت میں غیر کا ثبوت جائز نہیں اور خدا کے غیر کی اوس سے صفت نہیں ہے پس اے طالب تفرید ایک ایسی عبارت ہے جو مشترک ہے اور توحید شرکت کی نفی کرنیوالی ہے اس سے معلوم ہوا کہ توحید کا پہلا قدم شرکت کی نفی ہے گویا راہ راست سے بذریعہ روشنی کے آمیزش کا دور کرنا ہے اور حضرت علامہ سری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اصولنا فی التوحید خمسۃ اشیاء دفع الحدث واثبات القدم وہجر الاوطان ومفارقۃ الاخوان ونسیان علم وجہل یعنے توحید میں ہماری اصل پانچ چیزیں ہیں ایک حدث کا اٹھانا اور قدم کا ثابت کرنا اور وطن کا چھوڑنا اور بھائیوں کی جدائی اور جو کچھ جانتے ہوں اور نہیں جانتے ہوں اوسکا بھولجانا ہے لیکن حدث کا دور کرنا حدث اشیاء کی توحید کے قریب کرنے سے نفی کرتا ہے اور خدا کی پاک ذات سے حدوث کا اٹھانا ہے اور اثبات قدم سے یہ مراد ہے خدا تعالی کے ہمیشہ ہونے پر اعتقاد اور اسکے موید حضرت جنید کا قول ہے جسکی شرح میں پہلے کر چکا ہوں اور وطنوں کے ہجر سے مراد نفس کی لذت کی اشیاء اور دل کی قرارگاہ اور طبع کی آرام گاہ سے ہجرت کرنا اور اُن کو چھوڑ دینا ہے اور مرید کے لئے رسوم دنیا کا چھوڑ دینا اور اونچے مقاموں اور بلند احوالوں اور کرامتوں سے اور بھائیوں کی مفارقت سے مراد اغیار کی صحبت سے مُنہ کا پھیرنا ہے اور خدا کی محبت میں مُنہ کا کرنا ہے کیونکہ جو خطرات غیر کے فقیر پر گذرتے ہیں وہ حجاب اور آفت ہوتے ہیں اور جس قدر اُس خطرہ کو موحد کے بھیدوں سے تسلی ہوگی اسی قدر وہ توحید سے محجوب ہوگا کیونکہ امتوں کے اتفاق سے توحید ہمتوں کا جمع کرنا ہے اور غیر پر آرام کرنا اور انکے نزدیک ہونا ہمت تفرقہ کا نشان ہے اور اُس چیز کے بھلا دینے سے کہ جسکو جانتے ہیں اور نہیں جانتے ہیں توحید میں یہ مراد ہے کہ

لوگونکا یا چونی سے ہوگا یا چگونگی سے۔ یا اُسکی جنس سے ہوتا ہے یا اور کسی طرح سے ہو پس اسی طالب
جو کچھ مخلوق کا علم۔۔۔۔ خدا کی توحید میں ثابت کرتا ہے توحید اُسکی نفی کرتی ہے اور جو کچھ اونکا
جہل ہے وہ اُنکے علم کے خلاف ہے۔ کیونکہ جہل توحید نہیں ہوسکتا اور تحقیق توحید کا علم تصرف کی نفی کے سوا
حاصل نہیں ہوتا اور علم اور جہل میں تصرف کے سوا اور کچھ نہیں۔ اب یوں سمجھنا چاہیئے کہ ایک
شخص بینائی رکھتا ہے اور ایک شخص نابینا ہے۔ اور مشائخ میں سے ایک حضرت شیخ فرماتے
ہیں کہ میں ایکروز حصری کی مجلس میں سو گیا۔ خواب میں میں نے دو فرشتوں کو دیکھا کہ وہ آسمان
سے زمین پر آئے اور بہت دیر اُنکی گفتگو کو سنتے رہے۔ اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ مرد جو کہتا ہے یہ
توحید کا علم ہے نہ عین توحید پس جب میں بیدار ہوا تو حضرت حصری توحید کا ذکر فرما رہے تھے
میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اے فلان توحید سے اسکے علم کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اور حضرت
قطب الاقطاب علامہ جہان افضل زمان دوران حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں
التوحید ان یکون العبد شخصا بین یدی اللہ تعالیٰ تجری علیه تصاریف تدبیرہ فی
مجاری احکام قدرته فی لجج بحار توحیده بالفناء عن نفسه وعن دعوة الخلق له
وعن استجابته لهم بحقائق وجود وحدانیته فی حقیقة قربه بذهاب حسه وحركته
لقیام الحق له فیما اراد منه وهو ان یرجع اخر العبد الی اوله فیکون کما کان
قبل ان یکون یعنے توحید یہ ہے کہ آدمی خدا کے روبرو ایک شکل کی طرح ہو تاکہ
اُسکی قدرت اور اُسکے احکام کے رستوں میں اُسکی تدبیر کا تصرف جاری ہو اور وہ اُسی
شکل پر ہو مگر توحید کے دریائی موج زن میں اپنی ارادہ اور تصرف سے خالی ہو اور یہ حالت نفس
سے ہوتی ہے اور لوگونکو دعوت کرنے سے منقطع ہوکر اور آدمیوں کو واحدیت کی حقیقت کی معرفت
کی دعوت قبول کرنے سے محو ہوکر قرب خدا کے محل میں حس و حرکت کے جاتے رہنے سے
اور حق کے اسکے ساتھ قائم ہونے سے اُس چیز میں کہ اُس سے ارادہ حق کا ہے کہ آدمی کا آخر
ہو جاوے اسطرح پر کہ جیسا کہ وہ پہلے تھا اپنے وجود ہونے سے پہلے

کہ موحد کو حقیتعالے کے اختیار میں کچھ اختیار نہ رہے اور وہ حدانیت حق میں اُسکو اپنی کچھ نظارہ نہ
رہے اس لئے کہ محل قرب میں اُسکا نفس فانی اور اُسکی جس حرکت نیست و نابود ہوجاتی ہی اور حقتعالےٰ
کے تصرفات اُسپر جاری ہونے لگتے ہیں اور اُسکے تصرفات یعنے نفس کے تصرفات اُس سے فنا ہوجاتے
ہیں اور وہ ایسا ہوجاتا ہی جیساکہ عالم ازل میں تھا اور حق تعالیٰ سے وہ گویندہ ہوجاتا ہی اور حق تم اُسکا
جواب دینوالا ہوجاتا ہے اور لوگوں کو اُسکے ساتھ آرام نہیں ہوتا ہی تاکہ اسکو کسی کی طرف عوت کریں اور نہ اسکو
کسی کے ساتھ اُلفت ہوتی ہے کہ اُنکی دعوت قبول کرے اور اس قول کا اشارہ صفت کی فناء سے
ہے قہر اور کشف جلال کی حالت میں تسلیم کی صحت سے کیونکہ بندہ جب اپنی صفتوں سے فانی ہوتا ہی تو وہ خلاص
نشان ربانی ہوجاتا ہے اور ایک جوہر لطیف بجاتا ہی اور تمام تصرفات سے فانی ہوجاتا ہی اور اُسکا وجود
خدا کے بھیدوں سے آراستہ ہوجاتا ہی اور اُسکی گویائی خدا سے ہوتی ہی اور اُسکے فعل کی اضافت اس سے
اور اُسکے صفت کی قیام اُسکے ساتھ اور حجت کے ثبوت کیلئے شریعت کا حکم اسپر باقی رہی اور وہ کل کی
رؤیت سے فانی ہوا اور یہ صفت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی کہ شب اسریٰ جب آپکو مقام قرب میں لیگئے
تو مقام کے واسطے مسافت تھی لیکن قرب بغیر مسافت یعنی فاصلہ کے تھا اور اُنکا حال لوگوں کے ادراک
سے دُور تھا اور وہم اور خیال سے منقطع تہا یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی گم ہوگئی
اور حضور علیہ السلام نے اپنے آپ کو وہاں گم کردیا اور بغیر صفت کی صفت کے فنا میں پہنچ گئے اور
طبعیت اور ترتیب مزاج کا احوال متغیر ہوگیا نفس ودل کے محل میں پہنچا اور دل جان کے
درجہ میں اور جان بھید کے مرتبہ میں اور سر قرب کی صفت میں سب کے اندر سے جدا ہوگئے
اُس وقت حضور نے چاہا کہ بنیاد وجود خراب ہوجائے اور ذات رہجائے مگر خدا تعالیٰ کی مراد وہاں پر
اقامت حجت تھی کہ خود عزت جل جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں تجھ کو اپنی حال پر رہنا چاہئے جب حضور نے
یہ ارشاد ربانی سُنا تو اپنے میں توانائی پائی اور قوت خداوندی سے اُن مقامات کو طے فرمایا اور اپنی ہستی سے
خدا کی ہستی پیدا کی یہاں تک کہ وہاں سے حضور مع الخیر واپس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔
انی لست کاحد کم انی ابیت عند ربی فیطعمنی ویسقینی یعنے میں

تم میں سے کسی ایک کیطرح نہیں ہوں کیونکہ خدا سے میرے واسطے طعام اور شراب ہے، اور میری زندگی اُس سے ہی اور میرا قیام اُس سے ہے اور ارشاد فرمایا لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبیٌ مرسلٌ یعنے میری لئے خدا کے ساتھ ایک وقت ہے کہ اس میں نہ کوئی فرشتہ میری ساتھ ہو سکتا ہے اور نہ کوئی مقرب اور نہ کوئی نبی و مرسل ہو سکتا ہی پس میں خدا کے ساتھ ہوتا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہوتا ہے اور حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ ذات اللہ موصوفة بالعلم غیر مدرکة بالاحاطة ولا مرئیة بالابصار فی دار الدنیا موجودة بحقائق الایمان من غیر حدٍ ولا احاطة ولا حلول وتراہُ العیون فی العقبیٰ ظاھرًا وباطنًا فی ملکہ وقدرتہ قد حجب الخلق عن معرفة کنہ ذاتہ ودلّھم علیہ بایاتہ والقلوب تعرفہ والعقول لا تدرکہ ینظر الیہ المومنون بالابصار من غیر احاطة ولا ادراک نھایة یعنے توحید یہ ہے کہ تو جان لے کہ خدا کی ذات بغیر اُس کے کہ اُسکو حس سے دریافت کر سکیں یا دنیا میں آنکھ سے اُسکو دیکھ سکیں علم سے موصوف ہے اور ایمان کی حقیقت میں بغیر حد اور نہایت کے اور بسوا دریافت آنے اور جانیکے موجود ہے اور اپنے ملک میں اپنی صنعت اور قدرت سے ظاہر ہے اور لوگ اُسکی کنہ ذات کی معرفت سے محجوب ہیں اور خدا تعالیٰ عجائب باتیں اور نشانیوں کے ظاہر کرنے سے راہ دکھلانیوالا ہے اور بیگانگی سے دل اُسکو پہچانتا ہے اور عقل اُسکو از روئی جگونگی کے نہیں پہچانتی اور مومن خدا تعالیٰ کو عاقبت میں سر کی آنکھ سے دیکھیں گے اور بغیر اس کے کہ اُسکی ذات کو دیکھیں اور یا کسی نہایت کو اوسکی سمجھ سکیں یہ نہ ہوگا یہ لفظ توحید کے جملہ اقسام اور احکام کے جامع ہیں اور حضرت جنید علیہ الرحمة فرماتے ہیں اشرف کلمة فی التوحید قول سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سبحان من لم یجعل للخلق سبیلاً الی معرفتہ الا بالعجز عن معرفتہ یعنے توحید میں سب کلموں سے نہایت عمدہ کلمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ پاک ہے وہ جسنے لوگونکو اپنی معرفت کیطرف راستہ نہ دیا اُسکی

معرفت میں لوگوں کی عاجزی بیان کرتا ہے اور ایک جہان اس کلمہ میں غلطی کرتے ہیں کہ معرفت سے
عجز کا بلانا لے معرفتی ہے اور یہ امر محال ہے کیونکہ موجودہ حالت میں عجز ہوتا ہے اور معدوم کی حالت
میں عجز کوئی صوت نہیں پکڑتا ہے جسطرح پر کہ مردہ کی حیات ہے کہ مردہ حیات سے عاجز نہیں ہوتا
بلکہ موت سے عاجز ہوتا ہے اور اسکی قوت کا عجز اسکے علم کے استحالے سے ہوتا ہے اور اندھا آنکھ سے
عاجز نہیں ہوتا بلکہ نابینائی سے نابینائی میں عاجز ہوتا ہے اور جاماندہ قیام سے عاجز نہیں ہوتا بلکہ
قعود کی حالت قعود سے عاجز ہوتا ہے جیساکہ عارف معرفت سے عاجز ہوتا ہے اور معرفت اسکی موجود ہوتی ہے
اور یہ اسکے واسطے ایک ضرورت ہے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کو اس قول
پر قیاس کرنا چاہیئے اور جو حضرت بوسہل صعلوکی رح اور حضرت استاد بوعلی دقاق کہتے ہیں۔
کہ معرفت ابتدا میں نظری اور کسبی ہوتی ہے اور انتہا میں ضروری ہو جاتی ہے پس آکے طالب
صادق علم وہ ضروری ہوتا ہے کہ اسکا صاحب علم کے وجود کی حال میں اس کی دفع کرنے اور حاصل
کرنے سے عاجز اور بیطلب ہو۔ پس اس قول سے توحید بندہ کے دل میں خدا کا فعل ہوتا ہے اور حضرت
شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں التوحید حجاب الموحد عن جمال الاحدیۃ یعنے توحید خدا کے
جمال سے موحد کا حجاب ہے کیونکہ وہ توحید کو بندہ کا فعل کہتا ہے پس بندہ کا فعل خدا کے کشف
کے واسطے علت نہیں ہوتا اور کشف میں جو کہ علت نہ ہو وہ حجاب ہوتا ہے اور بندہ اپنی سب
صفتوں کے ساتھ غیر ہوتا ہے اور جب اپنی صفت کو حق جانا تو صفت کیواسطے موصوف کا ہونا ضروری
ہے پس اسکو بھی حق جانتا چاہیئے پس اسوقت موحد اور توحید اور احدیت بعنوان ایک دوسرے کے
وجود کی علت ہو جاتی ہے اور یہ بالکل نصاریٰ کی تثلیث ہے اور جبتک کوئی صفت طالب کو
اپنی فنا سے توحید میں مانع ہوتی ہے تو اسوقت تک وہ اس صفت سے محجوب ہوتا ہے اور جبتک محجوب
ہوتا ہے موحد نہیں ہوتا ہے لان سواہ من الموجودات باطل یعنے خدا کے سوا جو کچھ موجودات
سے ہے وہ باطل ہے پس ثابت ہوا کہ جو اسکے سوا ہے وہ باطل ہے اور غیر کی طلب کرنیوالا
خدا کے غیر کا طالب ہے اس سے طالب کی صفت باطل ہوئی اور یہی ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تفسیر ہے

اور اس کے متعلق ایک حکایت مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم خواص ایک مرتبہ کوفہ میں حضرت حسین بن منصور
کی زیارت کو تشریف لیگئے تو انہوں نے اُن سے دریافت کیا کہ اے ابراہیم چالیس برس کس طرح پر گذرا آپنے
جواب دیا کہ میں نے اپنے آپکو توکل پر درست کیا اور فرمایا کہ ضیعت عمرک فی عمران باطنک فاین
الفناء فی التوحید یعنے باطن کے آباد کرنے میں تو نے اپنی عمر ضائع کیا اور توحید میں تیری فنا کہاں
ہے اسی طرح مراتب توحید میں بزرگوں کے بہت اقوال ہیں یعنے ایک گروہ اسکو فنا کہتا ہے پس فنا
خلقت پر درست نہیں ہوتی اور اوسکا قیاس جمع و تفرقہ پر کرنا چاہیے تاکہ پوری کیفیت معلوم ہو
جاوے اور میں کہ علی عثمان جلابی کا بیٹا ہوں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی توحید بندہ میں بھیدوں سے ہے
پس وہ عبارت سے ظاہر نہیں ہوتے تاکہ کوئی اسکو بیہودہ باتوں سے آراستہ کرے کہ عبارت اور عبارت
نمانیوالا غیر ہوتا ہے اور مقام توحید میں غیر کا ثبوت شریک کا ثبوت کرنا ہے اور یہ ایک بیہودہ بات ہے
اور موحد خدا تعالےٰ سے ہوتا ہے اور وہ کوئی لغو اور بیہودہ آدمی نہیں ہوتا ہے اور توحید کے احکام
اور ارباب معرفت کے اقوال اس مقام میں بطور اختصار کے یہ ہیں کہ جو بیان کیے گئے ہیں -
واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ؛

تیسرا پردہ ایمان کے انکشاف کے بیان میں

پس اے طالب صادق تجھ کو ایمان کی حقیقت معلوم ہے کہ خداوند عالم تعالیٰ نے فرمایا ہے
یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ یعنے خداوند عالم فرماتا ہے کہ اے لوگو جو ایمان
لائے ہو ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسول پر اور قرآن پاک میں کئی جگہ ارشاد فرمایا ہے یا ایہا
الذین آمنوا اور حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں الایمان ان تؤمن باللہ وکتبہ وملائکتہ
یعنے ایمان یہ ہے کہ ایمان لائے تو اللہ اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اسکے فرشتوں پر
اور ایمان کے معنے از روئے لغت کے تصدیق کے ہیں اور لوگوں کو شریعت میں اسکا حکم ثابت کرنے میں بہت
کچھ اختلاف ہیں معتزلہ گروہ کہتا ہے کہ سب طاعت کو علم کے متعلق ہونے والا تمام کو ایمان کہتے ہیں اور اسی باعث

بندہ کو گناہ کے باعث ایمان سے باہر کر دیتے ہیں اور فرقہ خوارج کا بھی یہی مذہب ہے اور بندہ کو
اس گناہ کے باعث کہ جو وہ کرتا ہے کافر کہتے ہیں۔

ایک اور گروہ صرف قول کو ایمان قرار دیتا ہے اور ایک گروہ ایمان کو معرفت کہتا ہے اور ایک گروہ
اہلسنت اور متکلمین سے صرف تصدیق کو ایمان کہتا ہے اور حضرت مصنف علیہ الرحمۃ
فرماتے ہیں کہ میں نے ان اقوال میں ایک کتاب علیحدہ لکھی ہے اور اس جگہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ صوفیائے کرام کی
اعتقادات کے ثبوت سے مراد ہے چونکہ صوفیائے کرام کا گروہ ایمان میں دو قسم پر ہے جس طرح گروہ فقہاء
میں دو فریق ہیں پس ایک گروہ کے نزدیک قول اور تصدیق اور عمل سے مراد ایمان ہے اور اس گروہ کے
منجملہ مثل حضرت فضیل ابن عیاض اور حضرت بشر حافی اور خیر نساج اور حضرت سمنون محب اور ابو حمزہ
بغدادی اور حضرت محمد حریری رحمۃ اللہ علیہم اور انکے سوا ایک اور بڑی جماعت ہے کہ جو ایمان کو قول اور
تصدیق کہتے ہیں اور بعض حضرت ابراہیم ادہم اور حضرت ذوالنون مصری اور حضرت ابو یزید اور حضرت
ابو سلیمان دارانی اور حضرت حارث محاسبی اور حضرت جنید بغدادی اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری
اور شقیق بلخی اور حضرت حاتم اصم اور حضرت محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

اور انکے سوا ایک جماعت بڑی ہے اور گروہ فقہا سے حضرت امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن
حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور انکے سوا ایک اور جماعت بھی اس پہلے قول پر ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ اور
حضرت فضل بلخی کے بیٹے حضرت حسین اور امام ابو حنیفہ کے اصحاب مثل محمد ابن حسین اور حضرت داؤد
طائی اور ابو یوسف اس پچھلے قول پر ہیں اور حقیقت میں انکے معنی کا خلاف نہیں ہے پس اے
طالب صادق ایمان معنی سے میں تجھ کو آگاہ کرتا ہوں تاکہ تجھ کو معلوم ہو جاوے اور خلافت کے باعث
ایمان کی اصل میں کسی کی مخالفت نہ کرے۔ و باللہ التوفیق۔

بارھویں فصل

پس واضح ہو کہ فرقہ اہلسنت والجماعت اور اہل تحقیق اور اہل معرفت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ایمان

اصل اور فرع ہے پس معلوم ہووے کہ ایمان کی اصل تصدیق دل ہے اور فرع اُس کی رعایت امر کی ہے چونکہ اہل عرب کی عادات میں یہ امر داخل ہے کہ کسی چیز کی شاخ کو بطور استعارہ کے اُسکی اصل کے نام سے بولتے ہیں جسطرح آفتاب کے نور کو آفتاب کہدیتے ہیں اور طریق سے لغات اور تمام زبانوں میں رائج ہے پس اسی وجہ سے اس گروہ کے نزدیک طاعت بھی ایمان میں داخل ہے کیونکہ بندہ بغیر اُسکے عذاب سے بیخوف نہیں ہوسکتا ہے یعنے جبتک اُسکے فرمان کو نہ بجالاوے مجرد تصدیق سے امن نہیں حاصل ہوتا پس جب تک احکام الٰہی بجا نہ لاوے پس جس شخص کی طاعت زیادہ ہوگی اُسکو عذاب سے زیادہ امن حاصل ہوگا اسی کو ایمان کہنے لگے۔

اور ایک گروہ کہتا ہے کہ امن کی علت معرفت ہے طاعت نہیں ہے پس اگرچہ طاعت حاصل ہو جبتک معرفت نہ ہوگی ایمان موجود نہ ہوگا۔ اور جب معرفت ہو اگرچہ طاعت ہو تو بندہ آخرکار نجات پائیگا گو اُس کا حکم خدا کے ارادہ میں ہے کہ خداوند عالم محض اپنے فضل سے اُسکو چھوڑ دے اور کوئی مواخذہ نہ کرے یا اُسکو انبیاء علیہ السلام کی شفاعت سے بخشدے یا اُسکو اُسکے جرم کی مقدار کے موافق عذاب دے اور اُسکو دوزخ سے نکالکر بہشت میں جگہ دے پس اس سے معلوم ہوا کہ صاحب معرفت اگرچہ گنہگار ہوں مگر بوجہ تصدیق اور معرفت کے ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے اور اصحاب عمل کے بغیر معرفت کے صرف عمل کیوجہ سے بہشت میں نہیں داخل ہونگے پس اس سے معلوم ہوا کہ محض طاعت امن کی علت نہیں ہوسکتی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے لَنْ يَّنْجُوَ اَحَدُكُمْ بِعَمَلِهٖ قِيْلَ وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ یعنے تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کے سبب نہیں چھوٹیگا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا آپ بھی نہیں چھوٹیں گے فرمایا کہ میں بھی نہیں چھوٹونگا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت کاملہ سے مجھے ڈھانپ لے ورنہ میں بھی نہیں چھوٹونگا پس اے طالب حقیقت الامر یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں بغیر اختلاف کے ایمان معرفت اور عمل کے قبول کرنیکا اقرار ہے اور جو کوئی اسکو پہچانیگا کسی صفت کے ساتھ

خداتعالیٰ کی صفتوں میں سے پہچانیگا وراس کی صفتیں تین قسم پر ہیں بعض صفتیں تو وہ ہیں کہ جنکا
تعلق صفت جمال سے ہی اور بعض صفات ایسی ہیں کہ جنکا علاقہ مرتبہ جلال سی ہے اور بعض وہ ہیں کہ
جو کمال سی تعلق رکھتے ہیں پس معلوم ہو وے کہ لوگونکو اُسکے کمال کیطرف اُسکے سوا اور کوئی راستہ
نہین ہی کہ اُسکے کمال کا ادراک کرین اور اُس سے عیب اور نقص کی نفی کرین باقی رہا جلال اور جمال
اسکو یون سمجھنا چاہیئے کہ جسکا شاہد خدا کا جمال ہوگا وہ ہمیشہ معرفت کیوجہ سی دیدار کا مشتاق رہیگا
اور جسکا شاہد خدا کا جلال ہوگا وہ ہمیشہ اپنی صفتوں سے نفرت کرتا رہیگا اور ہر وقت اسکا دل
ہیبت حق سی لرزان رہیگا پس شوق محبت کی تاثیر سے ہی اور نفرت بشریت کی اوصاف سے ہی
کیونکہ بشریت کے حجاب کا کشف عین محبت کے سوا نہیں پس اے طالب معلوم ہو کہ ایمان اور
معرفت محبت کا نام ہے اور محبت کی علامت طاعت ہے جب یہ مان لیا کہ دل دوستی
کا محل ہے اور آنکھ دیدار کا محل ہے اور جان عبرت کا محل اور دل مشاہدہ کا مقام ہے تو لازم
ہوا کہ جن امر کا ترک کرنیوالا نہ ہو اور جو امر کا ترک کرنیوالا ہوگا تو اُسکو معرفت نہیں حاصل
ہوگی اور یہ آفت اس زمانہ کے صوفیہ کے درمیان میں دیکھی جاتی ہے اسوجہ
سے کہ ملحدونکی ایک گروہ نے جمالیہ نظر کی اور اسکی قدر اور مرتبہ کو معلوم کیا اور اپنے
آپکو اوسکی مثل بنانا چاہا اور کہا کہ یہ رنج اُسیوقت تک ہے اسکو نہین پہچانتا اور جب
اسکو پہچان لیا تو دل شوق کا محل بنگیا اور بدن سے طاعت کی تکلیف اُٹھ گئی لیکن یہ غلط
ہے اور حضرت مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ جب معرفت حاصل ہوئی دل شوق
کا محل بن گیا اور فرمان الٰہی کی تعظیم زیادہ ہو گئی یہ ہم مانتے ہیں کہ طاعت کرنیوالا
اُس درجہ میں پہونچ جاتا ہے کہ طاعت کا رنج اُس سے اُٹھا لیا جاتا ہی اور اُسکے ادا کرنے پر اُسکو زیادہ توفیق
دی جاتی ہی کہ جو لوگ رنج سی اُسکو ادا کرتے ہیں وہ بغیر رنج کے ادا کر سکے اور یہ بات سوائے بیقرار کرنے اور
عاشقانہ اور بیتاب کرنیوالے شوق کے حاصل نہیں ہوتا اور ایک گروہ کا مذہب ہے کہ ایمان خدا کیطرف سی ہی اور
ایک گروہ کہتا ہی کہ بندہ کیطرف سے ہی بہر حال یہ اختلاف زیادہ رہا اور ان کچھ لوگوں میں ہے پس جو گروہ

یہ کہتا ہے کہ ایمان محض خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو یہ تو محض جبر ہے کیونکہ بندہ اسمیں مضطر اور
بیچارہ ہے اور جو گروہ اپنی سے کہتا ہے تو یہ قدر محض ہے کیونکہ بندہ اُسکے آگاہ کرنیکے سوا اور کچھ
نہیں جانتا ہے اور توحید کا مرتبہ قدر و جبر کے درمیان میں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ایمان فعل تو بندہ کا ہے
مگر اللہ کی ہدایت سے ملا ہوا کیونکہ خدا کا حکم کیا ہوا اُسپر نہیں آ سکتا ہے اور اُسکا راستہ پر لانا بجز خدا کے
نہیں ہو سکتا ہے اور اسی کی شاہد آیہ کریمہ ہے فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ
وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا یعنے جسکو اللہ چاہتا ہے اُسکو راستہ دکھاتا
ہے اور اُسکے دل کو کھول دیتا ہے اسلام کے قبول کرنیکے واسطے اور جسکو چاہتا ہے
کہ اُسکو چھوڑ دے تو اُسکے دل کو تنگ اور سخت کر دیتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ خدا کی
ہدایت بندہ کو اپنی طرف مشغول کرتی ہے اور بندہ کا فعل خدا کی طرف مشغولی کا باعث
ہے پس اسکی علامت یہ ہے توحید کا اعتقاد کرنا ہے اور منع کی گئی چیزوں سے بچنا اور
اُسکی علامتوں اور نشانیوں سے تحریر حاصل کرنا ہے اور بُری باتوں کے سننے اور حرام لقمہ سے بچنا
اور زبان پر قول کی سچائی اور منع کی گئی چیزوں سے پرہیز کرنا تاکہ ایمان دعویٰ کے موافق
ہوں اسی واسطے اس گروہ کے آدمی ایمان میں زیادتی اور نقصان کے قائل ہیں
اور اس امر میں سبکا اتفاق ہے کہ معرفت میں زیادتی اور نقصان روا نہیں ہے کیونکہ اگر
معرفت میں زیادتی اور نقصان ہو تو لازم تھا کہ معروف میں بھی زیادتی اور نقصان
ہوتا پس جب معروف میں زیادتی اور نقصان جائز نہیں ہے تو معرفت میں کیونکہ جائز
ہوگا کیونکہ معرفت ناقص کی معرفت نہیں ہوتی پس چاہئے کہ زیادتی اور نقصان
فرع اور عمل نہ ہو اور اسپر اتفاق ہے کہ طاعت پر زیادتی اور نقصان جائز ہے
اور حشوی جنہیں دونوں فریقوں سے نسبت ہے اونکے دلپہ یہ امر بہت دشوار ہے کیونکہ حشویوں میں سے ایک گروہ
آدمی طاعت کو ایمان کہتے ہیں اور ایک گروہ کے آدمی مجرد قولوں کے سوا کچھ نہیں کہتے تو وہ
دونوں اہل انصاف سے بعید ہیں اور حقیقت میں ایمان ملانا خدا کی طلب میں بندگی کی صفتوں کا معرفت ہی میں ہے
طالب صادق کو سب طرف سے بیچ کر کے ترک کرنا چاہئے اسواسطے کہ سلطان معرفت کا غلبہ تاسید صفتوں کا قاہر ہے اور جس جگہ

ایمان ہوتا ہے وہاں تمام نشانات اسباب دور ہو جاتے ہیں جس طرح پر کہ کہا گیا ہے اِذَا طَلَعَ الصَّبَاحُ
عَطَلَ الْمِصْبَاحُ یعنے جب صبح نمودار ہوتی ہے تو چراغ کی روشنی بیکار ہو جاتی ہے پس دن
کو دلیل اور برہان سے تعبیر کیا جیسا کہ کسی کا مقولہ ہے کہ روز روشن کے نمودار ہوتے پر دلیل کی
کیا ضرورت ہے چونکہ ارشاد باری عزاسمہٗ ہے قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا
وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ یعنے بلقیس نے کہا کہ تحقیق
بادشاہ جب کسی گاؤں یا شہر میں آتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو قہر سے لیں تو پہلے اُس
گاؤں کو تباہ کرتا ہے اور اُس کے لوگوں کو خوار اور ذلیل کرتا ہے اور بے حقیقت بنا دیتا ہے پس اسی
طالب صادق جب معرفت کی حقیقت عارف کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو ظن اور شک ناشناسی کا
مرتبہ فانی ہو جاتا ہے اور معرفت کا غلبہ اُسکے حواس اور ہوش کو اپنا فرمانبردار بنا لیتا ہے پس وہ جسکو
دیکھتا ہے اور جو کچھ وہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے وہ سب اسکے حکم میں ہوتا ہے اور حضرت
مصنف کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھے صحیح طور پر معلوم ہوا ہے کہ حضرت ابراہیم خواص رحمۃ
اللہ علیہ سے ایک شخص نے ایمان کی حقیقت کو پوچھا آپنے فرمایا میرے پاس اسکا جواب کچھ نہیں ہے
کیونکہ جو کچھ میں کہونگا وہ عبارت ہوگی پس مجھے لازم ہے کہ میں معاملہ ہی جاؤں مگر اسوقت میں
مکہ شریف کا ارادہ رکھتا ہوں اور وہاں جانیکا تیرا بھی قصد ہے لہذا اس سفر میں تو میرے ہمراہ چل
تاکہ تیرے مسئلہ کا میں جواب دے سکوں۔ سائل کہتا ہے کہ میں ایسا ہی کیا جب میں جنگل میں داخل ہوا
جاتا تھا تو ہر روز دو روٹیاں بعدد پانی کے پیالے اُنکے پاس غیب سے آتے تھے ایک حضرت
ابراہیم مجھے دیتے تھے اور ایک خود نوش فرماتے تھے یہاں تک کہ ایکروز جنگل میں ایک سوار آیا اور
حضرت ابراہیم کو دیکھکر گھوڑے سے اتر پڑا اور ایکدوسرے سے کچھ دریافت کیا اور دیر تک آپس میں باتیں
ہوا کیں اور پھر وہ سوار ہو کر واپس چلا گیا اسوقت میں نے عرض کیا کہ اے ابراہیم مجھے بتاؤ کہ وہ
بزرگ کون تھے آپنے فرمایا وہ تیرے سوال کا جواب تھا میں نے کہا کیونکر کہا وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے
اور مجھ سے ہمنشینی چاہتے تھے میں نے انکو قبول نہیں کیا۔ سائل کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ کسلئے

فرمایا میں نے خوف کیا کہ اس صحبت میں خدا کے سوا حضرت خضرؑ پر بھروسہ کرونگا اور میرا توکل پریشان ہو جائیگا اور ایمان کی حقیقت کرنے توکل پر نگاہ رکھنا ہیں جیسا کہ عزاسمہ تعالیٰ فرماتا ہے وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین یعنے خدا پر توکل کرو اگر تم ایمان لانے والے ہو اور حضرت محمد خفیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ الایمان تصدیق القلب بما علم بہ الغیوب یعنے ایمان دل کا اعتبار کرتا ہے اسپر جو غیب سے ظاہر ہوا اور وہ یقینی کیونکہ ایمان غیب پر ہے اور خداوند تعالیٰ انسانی آنکھوں سے غائب ہے یعنی قوت الٰہی کے سوا معنی میں بندہ کا یقین کچھ نہیں کرسکتا۔ یا خدا تعالےٰ ہی اُسکو آگاہ کر دے اس سے معلوم ہوا کہ عارفوں کی معرفت اور علماء کا علم خداوند تعالےٰ کی معرفت ہے ہی پس جسنے اپنے دل میں معرفت اور علم حاصل کیا پس علم اور معرفت کا سوا اُس کے کسبا سے علیحدہ ہو گیا اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو دل خدا کی معرفت کا یقین رکھتا ہے وہ مومن ہوتا ہے۔ اور اس واسطے اس کتاب کے سوا ان معنوں میں میرا بہت کلام ہے اسجگہ پر اسی پر اکتفا کیا اس وجہ سے کہ کہیں طول نہ ہو جائے میرے نزدیک اہل بصیرت کو یہی کافی ہے اب میں طہارت اور اُسکے کشف کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں خدا میری مدد کرے*

چوتھا حجاب کشف طہارت کے بیان میں

اے اہل صادق میں تجھ کو چوتھا حجاب کشف طہارت بتاتا ہوں پس جان لو کہ ایمان کے بعد پہلے جو چیز بندہ کیواسطے فرض ہے وہ طہارت ہے جو خاصکر نماز کے ادا کرنے کے واسطے ہے اسواسطے کہ طہارت سے بدن پاک ہو جاتا ہے اور نجاست اور پلیدی دور ہو جاتی ہے یعنے تین انداموں کا دھونا اور شریعت کی پیروی کیواسطے سر پر مسح کرنا اور پانی نہ ہونیکی حالتیں یا مرض کی شدت میں تیمم کرنا جائز ہے جیسے مسائل سبکو معلوم ہیں پس معلوم ہو کہ طہارت دو قسم ہے ایک طہارت باطن ہے اور دوسری طہارت ظاہر مثل بدن کی پاکیزگی وغیرہ جسکے بغیر نماز درست نہیں اسی طرح دل کی پاکی کے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی ہے پس بدن کی طہارت کیواسطے مطلق پانی شرط ہے کہ جو آلودہ اور مستعمل نہ ہو اور دل کی پاکیزگی

کو آمیزہ توحید ضرور ہے جو بری اعتقادات سے آلودہ نہ ہو اور تو ہمات تشبیہ کا اُسمیں خلط اور ملط نہ ہو پس اس
گروہ کے آدمی ظاہر میں تو طہارت سے رہتے ہیں اور باطن میں توحید کے ساتھ ہوتے ہیں اور حضور سرور
عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب پاک سے فرمایا ہے وادم علی الوضوء یحبک حافظک یعنے تو ہمیشہ باوضو
رہیگا تو محافظ فرشتے تجھکو دوست رکھینگے اور خداوند عالم عز اسمہ نے فرمایا ہے۔ ان اللہ یحب التوابین
ویحب المتطہرین یعنے تحقیق اللہ تعالیٰ توبہ کرنیوالونکو دوست رکھتا ہے اور پاک لوگوں سے محبت
کرتا ہے پس جو کہ ظاہر میں طہارت پر ہمیشگی کرتا ہے تو فرشتے اُسکو دوست رکھتے ہیں اور جو باطن میں
توحید پر قیام کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اسکو دوست رکھتا ہے اسی واسطے حضور علیہ السلام ہمیشہ دعا میں فرمایا
کرتے تھے اللّٰھم طہر قلبی من النفاق یعنے اے اللہ نفاق سے میرے دلکو ہمیشہ پاک رکھ اور مشائخ کی کرامت
سے ہے کہ ایک ذرہ دیکھتا ہے مرید دونکی آنکھ کا سرمہ بنائے مگر آخر کو اُسکے کمال کے محل میں اللہ
کا حجاب ہے کیونکہ جو چیز غیر ہوتی ہے تو اُسکا دیدار آفت ہوتا ہے اسی واسطے حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے
ہیں نفاق العارفین افضل من اخلاص المریدین یعنے عارفونکا نفاق طالبوں کے اخلاص
سے بہتر ہے یعنی جو مریدونکا مقام ہوتا ہے وہ کامل کا حجاب ہوتا ہے پس مرید کی یہ ہمت ہے کہ کرامت
حاصل کرے اور کامل کی یہ ہمت ہے کہ بخشش کرنیوالیکو پالے اس سے معلوم ہوا کہ کاملونکی کرامت کا ثبوت
اہل حق کو نفاق معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ غیر کا دیکھنا ہوتا ہے پس خدا کے دوستوں کی آفت سب اہل
معصیت کی خلاصی کا سبب ہوتی ہے اور اہل معصیت کی آفت سب گمراہونکی گمراہی کی نجات کا
باعث ہوتی ہے کیونکہ اگر کافر یہ جانیں کہ ہماری معصیت خدا کی ناپسند ہے جسطرح پر کہ عاصی جانتے ہیں
تو سب لوگ کفر سے نجات پاتے اور اگر عاصی یہ جانتے کہ اُنکے سب معاملات علت کا محل ہیں جیسا کہ دوست
جانتے ہیں تو سب لوگ معصیت سے نجات پاتے اور سب آفتوں سے پاک ہوتے پس لازم ہے کہ ظاہر کی
پاکی باطن کی پاکی کے موافق ہو یعنے جب چاہے کہ ہاتھوں کو دھوئے تو دلکو دنیا کی دوستی سے دھو ڈالے
اور جب استنجا کرے تو لازم ہے کہ جسطرح ظاہر کی نجاست کا طالب ہے اسی طرح باطن میں غیر کی دوستی
سے بھی نجات طلب کرے اور جب پانی کو مُنہ میں ڈالے تو لازم ہے کہ مُنہ کو غیر کے ذکر سے خالی

کرے اور جب ناک میں پانی ڈالے تو لازم ہے کہ شہوتوں کو اپنے لیے حرام کرے اور جب منہ کو دھوئے تو لازم ہے
کہ سب الفت و محبت کی چیزوں سے منہ کو پھیر لے اور خدا کی طرف منہ کو کر لے اور جب ہاتھ کو دھوئے تو
لازم ہے کہ اپنی سب خواہشات سے علیحدہ ہو جاوے اور جب سر کا مسح کرے تو لازم ہے کہ اپنے امر کو خدا کے
سپرد کرے اور جب پاؤں کو دھوئے تو لازم ہے کہ خداوند تعالیٰ کے حکم کی موافقت کے سوا اور کسی کام پر اقامت کی
کچھ نیت نہ کرے تاکہ دونوں پاکیاں اسکو حاصل ہو جاویں کیونکہ یہ احکامات شرع ظاہری باطن سے
ملی ہوئی ہیں جس طرح پر کہ ایمان میں زبان کا اقرار ہے اور تصدیق نیت کی حقیقت جس کا تعلق
قلب سے ہے اور طاعت کا حکم شریعت میں جسم پر ہے پس دل کی پاکی کا طریق دنیا کی آفت اور اس امر
کے دیکھنے میں ہے کہ دنیا بے وفا ہے اور بے وفائی کا مقام ہے جو فنا کا محل ہے اور فکر اور تدبر اوسکا
فعل ہے پس اس سے دل کو خالی کرے اور یہ مقام بہت زیادہ مجاہدے سے حاصل ہوتا ہے اور سب مجاہدوں
میں سے زیادہ تر مقصود ظاہر ادب کا نگاہ رکھنا ہے اور اسپر ہمیشگی اختیار کرنا ہے اور حضرت ابراہیم
خواص رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خدا سے دنیا میں ہمیشہ کی عمر چاہی
تاکہ سب لوگ دنیا کی نعمتوں میں مشغول ہوں اور خدا کو فراموش کریں اور میں دنیا کی بلاؤں میں
شریعت کے آداب کی حفاظت میں تمام کروں اور ہر وقت خدا کو یاد رکھوں اور حضرت ابوبکر طاہر
حرمی فرماتے ہیں کہ میں چالیس سال تک خانہ کعبہ کا مجاور رہا مگر حرم شریف میں بے طہارت نہ گیا ایک
مرتبہ بغیر طہارت بیٹھ کر ضرورت آ ہی جاتی تھی اور فرمایا کہ شرم آتی ہے اس زمین کو خدا تعالیٰ نے
اپنی طرف منسوب فرمایا ہے پس مجھکو یہ معلوم ہوتا تھا کہ مستعمل پانی اسپر گراؤں اور حضرت ابراہیم
خواص کا ذکر ہے کہ آپ رے کی جامع مسجد میں مبتلائے اسہال تھے پس ایک رات دن میں ساٹھ غسل کئے
اور آخر کو اونکی وفات اسی پانی میں ہوئی اور حضرت ابو علی رودباری فرماتے ہیں کہ میں کچھ عرصہ
طہارت کے وسوسہ میں مبتلا رہا کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت میں دریا پر گیا اور
سورج نکلنے تک وہاں رہا اس عرصہ میں میرا دل بہت رنجیدہ ہوا پس میں نے کہا ای اللہ العافیۃ العافیۃ
یعنے ای اللہ آرام دے آرام دے فوراً دریا سے آواز آئی کہ العافیۃ فی العلم یعنے آرام علم میں ہے

اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک نماز کے واسطے بیماری میں ساٹھ
وضوء طہارت کی اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں جب دنیا سے جانیکا حکم آوے تو میں باطہارت ہوں اور کہتے ہیں کہ
حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن طہارت اسواسطے کی کہ مسجد میں آئیں ہاتف سے آواز
سُنی کہ ظاہر اطہارت تو تونے کر لی باطن کی طہارت کہاں آپ یہ سُنکر فوراً لوٹ گئے اور تمام
مال اسباب لوگوں کو خدا کی راہ میں دیدیا اور ایک سال تک اُس کپڑے کے سوا کہ نماز اُس سے روا تھی اور
کچھ نہ پہنا اس کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے جنیدؒ نے کہا کہ ابا بکر یہ بہلی فائدہ
مند طہارت ہے کہ جو تونے کی ہے پس خدا تعالی تجھکو ہمیشہ باطہارت رکھے اور حضرت شبلیؒ نے کہا کہ اسکی
بعد میں کبھی بغیر طہارت کے نہیں رہا یہانتک کہ جب دُنیا سے جانا چاہا تو اُسکی طہارت میں نقص واقع ہوا
پس ایک مُرید کو اشارہ کیا کہ مجھ کو وضو کرا دے پس فوراً مرید نے اُنکو وضو کرا دیا اور داڑھی کا خلال کرنا بھول
گیا اس حالت میں کہ شیخ کی زبان بند تھی کہ بات کرتا پس مرید کا ہاتھ پکڑا اور داڑھی کی طرف اشارہ کیا اسلئے
اُسنے خلال کیا اور انہی سے مروی ہے کہ فرمایا کہ طہارت کے آداب میں سے کسی ادب کے ترک ہونیکے وقت مینے
مسح نہیں کیا مگر اُسوقت کہ میرے باطن میں کچھ پندار پیدا ہوا اور حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ سے مروی
ہے آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت دُنیا کا اندیشہ میرے دلپر گذرتا ہے میں طہارت کرتا ہوں اور جب
عاقبت کا اندیشہ ہوتا ہے تو غسل کرتا ہوں کیونکہ دنیا حادث ہے اور دُنیا کا اندیشہ حدث ہوتا
ہے اور عاقبت غیبت کا مقام ہے اور آرام اُس کا بمنزلہ جنابت ہے پس حدث سے طہارت واجب آتی ہے اور
جنابت سے غسل واجب ہوتا ہے اور حضرت شیخ شبلیؒ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں
جب مسجد کے دروازہ پر آیا تو غیب سے آواز آئی کہ اے ابا بکر تو اسواسطے طہارت رکھتا ہے کہ اس
گستاخی سے تو ہمارے گھر میں آئے جب مینے یہ سُنا تو میں مسجد سے گھر کو لوٹ گیا پھر آواز آئی کہ ہماری
بارگاہ سے لوٹتا ہے تو اب کہاں جائیگا اسپر آپنے نعرہ مارا آواز آئی کہ تو ہمپر بدی اور طعنہ کرتا ہے پس مَیں
وہیں خاموش کھڑا ہو گیا تو آواز آئی کہ کیا ہماری بلا کی برداشت کرنیکا دعوی کرتا ہے تو مینے اُس وقت
عرض کیا المستغاث منك الیك یعنے تجھ سے تیری ہی طرف فریاد ہے پس اے طالب صادق

گروہ صوفیا کو طہارت کی تحقیق بہت سی معلومات ہی اور مریدوں کو خدا کی درگاہ میں اُنکی قصد کرنے
میں ظاہر اور باطن کی طہارت کی ہمیشگی کیلئے فرمایا ہی پس ظاہر میں جب کوئی خدمت کا ارادہ کری تو اسی لازم ہے
کہ طہارت ظاہر میں کرے اور جب باطن کا ارادہ کری تو اُسے لازم ہی کہ باطن کو طاہر کری پس ظاہر کی پاکی
پانی سے ہی اور باطن کی پاکی حق تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ سے ہی اب میں اس بحث کی بعد توبہ کی بابت
مع اُسکے تعلقات کے لکھتا ہوں تاکہ طالبین خدا کو اسکی حقیقت معلوم ہووے واللہ اعلم +

الباب الخامس عشر یعنی باب توبہ کے بیان میں اور اُس چیز میں کہ جو اُسکے ساتھ متعلق ہے

پس اے طالب صادق جاننا چاہئے کہ جو لوگ حق کیطرف راہ چلتے ہیں تو اول کلیہ پہلا مقام توبہ ہی جیسا کہ
پہلا درجہ طالبوں کا خدمت طہارت کی ہے اس سبب کہ خداوند نے فرمایا ہے یا ایہا الذین
امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحًا اور نیز فرمایا توبوا الی اللہ جمیعًا ایہا المومنون لعلکم
تفلحون اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من شئی احب الی اللہ من شاب
تائب یعنی نہیں ہے کوئی چیز زیادہ محبوب خداوند تعالےٰ کے نزدیک جوانی کی توبہ سے اور نیز
رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ ثم قال اذا احب اللہ
عبدا لن یضرہ ذنب ثم تلا ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین یعنی گناہ سی توبہ
کرنیوالا بیگناہ ہوجاتا ہے اور جبکہ خداوند تعالیٰ بندہ کو دوست رکھتا ہی تو گناہ اُسکے کچھ نقصان
نہیں پہونچاتا ہے اسپر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توبہ کی کیا علامت ہے
آپنے ارشاد فرمایا کہ ندامت لیکن یہ جو کہا کہ گناہ دوستوں کو نقصان نہیں پہنچاتا یعنی بندہ گناہ
کرنیکے سبب سے کافر نہیں ہوتا ہے اور اُسکے ایمان میں کوئی خلل نہیں آتا ہی اور جبکہ ایمان کو گناہ
نقصان نہیں پہنچاتا تو اُس معصیت کا نقصان کہ انجام اُسکا نجات ہی۔ درحقیقت نقصان کرنہیں

پس اے طالب صادق جاننا چاہیئے کہ توبہ کے معنے لغت میں رجوع کے ہیں جیسا کہ ارشاد ہی تَابَ اَیْ رَجَعَ یعنے خداوند تعالیٰ کی نہی سے باز رہنا باعث اُسکے حکم کے خوف سے ہی پس اے طالب صادق یہ حقیقت توبہ کی ہے اور حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ اَلنَّدمُ التوبۃ یعنی توبہ پشیمانی ہی اور یہ ایک قول ہی کہ شرطیں توبہ کی بالکل اسمیں موجود ہیں اس سبب سے کہ ایک شرط توبہ کی تاسف ہے مخالفت پر اور دوسری فی الفور مخالفت کا ترک کرنا تیسری گناہ کیطرف لوٹنے کا ارادہ نہ کرنا ہی لہذا ان تینوں شرطونکا ندامت سے تعلق ہی کیونکہ جب دل میں ندامت ہوگی تو یہ دونوں شرطیں اُسکی تابع ہونگی اور ندامت کے تین سبب ہیں جسطرح کہ توبہ کی تین شرطیں ہیں ایک وہ کہ عقوبت کا خوف دل پر غالب ہوا اور اپنے بُری کاموں کا خیال دل میں پیدا ہوا اور اس سے ندامت ہو دوسری اُسکے دل پر نعمت کا ارادہ غالب ہوا اور معلوم ہو کہ بُری کاموں اور اُسکی نافرمانیوں سے کچھ حاصل نہیں اور اُس سے پشیمان ہوا اور تیسری شرط خداوند عالم کی شرم اُسکی شاہد ہوا اور مخالفت سے پشیمان ہو پس ایک ان تینوں سے تائب ہوتا ہے اور ایک منیب اور ایک آداب ہوتا ہے اور توبہ کے بھی تین مقام ہیں۔ ایک توبہ دوسری انابت تیسری اَدْبَتْ پس توبہ عذاب کے خوف کے واسطے ہی اور انابت ثواب کے واسطے ہی اور اداب یعنی اَدْبَت عرفان کی رعایت کیواسطے ہے اس سبب سے کہ توبہ عام مومنوں کا مقام ہے اور گناہ کبیرہ سے ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا (ترجمہ) یعنے اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لوٹو اللہ کیطرف لوٹنا خالص اور انابت اولیائے مقربین کا مقام ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے من خشی الرحمٰن بالغیب و جاء بقلب منیب۔ یعنی جو خدا سے پوشیدہ ڈرتا ہے اور خدا کی طرف لوٹا ہوا دل لاتا ہی وہ سلامتی اور امن کی بہشت میں داخل ہوگا اور ادبت انبیاء و مرسلین کا مقام ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے نعم العبد اِنَّہٗ اَوَّابٌ یعنے نیک بندہ تھا سلیمان تحقیق سب احوال میں وہ اللہ کیطرف رجوع کرنیوالا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کبائر سے رجوع کرنا ہے طاعت کیساتھ اور انابت صغائر سے رجوع کرنا ہی محبت کیساتھ ہے اور اوبت اپنی آپ سے رجوع کرنا ہے خداوند عالم کیطرف اور فرق ہے

درمیان اُس کے کہ فواحش سے اوامر کیطرف رجوع کرے اور اس کے کہ اندیشہ فاسد سے محبت
کی طرف رجوع کریں اور درمیان اُس کے کہ خودی سے حق کیطرف رجوع کریں اور حاصل توبہ زجر
حق سے ہو اور اپنے دل کی بیداری خواب غفلت سے ہو اور جب بندہ فکر کرے اپنی حالات
کی بُرائی اور اپنے فعلوں کے نقصان میں اُن سے خلاصی ڈھونڈھے تو حق تعالٰے توبہ کے
اسباب اوسپر آسان کرتا ہے اور اُسکو اُسکے گناہوں کی بدبختی سے رہائی دیتا ہے اور اُسکو طاعت کی
حلاوت پہونچاتا ہے اور اہلسنت والجماعت کے نزدیک اور جملہ مشائخ معرفت کے
نزدیک جائز ہے کہ جو کوئی ایک گناہ سے توبہ کرتا ہے اور دوسرا گناہ کرتا ہے تو خداوند عالم بسبب اُسکی کہ ایک
گناہ سے باز رہا ہے اُسکو ثواب عطا فرماتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اُسکی برکت سے وہ پھر گناہوں سے باز رہے جیسے کہ ایک شخص شراب
پیتا ہو اور زنا کرتا ہو اور زنا سے توبہ کرے اور شراب پینے میں اصرار کرے تو اُسکی توبہ اس ایک گناہ سے درست ہوگی باوجود دوسرے گناہوں کے مرتکب
ہونے اور پشیمان ہونے۔ جو معتزلہ کا ایک گروہ ہے کہتا ہے کہ اسم توبہ کا کسی پر درست نہیں ہوتا ہے لیکن
اُس آدمی پر جو کہ تمام کبائر سے توبہ کرے اور مرتکب کسی گناہ کا نہ ہو اور یہ محال ہے اس سبب سے کہ تمام
گناہ ہونے پر کہ بندہ اُسکا مرتکب ہوگا عذاب ہوگا اور جبکہ ایک قسم کے گناہ کو ترک کرے تو بندہ اُسکے عذاب
سے بیخوف ہوجائیگا اور لامحالہ اُس سے تائب ہوگا اور نیز وہ آدمی جو بعضے فرضوں کو ادا کرے۔ اور
بعض کو نہ ادا کرے بالضرور بسبب اُس فرض کے جو ادا کرتا ہے اُسکو ثواب حاصل ہوگا اور جو
فرض ادا نہیں کرتا ہے اُس کے سبب عذاب ہوگا اور اگر کسی آدمی کے پاس معصیت کا آلہ موجود نہ ہو اور
اُس کے اسباب مہیا نہ ہوں اور اُس سے وہ توبہ کرے تو تائب ہوگا۔ اس سبب سے
کہ توبہ کا ایک رکن ندامت ہے اور اُس کو گذشتہ پر توبہ کرنے سے ندامت حاصل ہوئی اور
اُس وقت میں اُس جنس کی معصیت سے اعراض کرتا ہے اور استقامت کا ارادہ
کیا ہے کہ اگر وہ آلہ موجود ہو اور سبب حاصل ہو تو میں ہرگز اُس معصیت کی طرف نہ
دوڑونگا اور جملہ مشائخوں نے توبہ کی وصف اور اُس کی صحت میں اختلاف کیا۔ چنانچہ حضرت
سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک جماعت کے ساتھ اسبات پر ہیں۔ التوبۃ ان لا تنسیٰ ذنبک

یعنی توبہ وہ ہی کہ گناہ کئے ہوئے کو نہ بھولے اور ہمیشہ اسکی شرمساری رہے تاکہ اگرچہ بسبب عمل رکھتا ہو پھر تکبر کرنیوالا نہ ہو کیونکہ بری کام کی حسرت نیک اعمال سے پہلے ہوتی ہے اور وہ شخص کبھی خود بینی کرنیوالا نہیں ہوتا جو گناہوں کو نہیں بھولتا ہے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ مع ایک جماعت کے اسبات پر ہیں کہ التوبۃ ان تنسیٰ ذنبك یعنی توبہ وہ ہے کہ گناہ کو فراموش کرے اس سبب سے کہ تائب محب ہوتا ہے اور محب مشاہدہ میں ہوتا ہے اور مشاہدہ میں گناہ کا ذکر جفا ہے حالانکہ کچھ عرصہ تو شقاوت میں تھا اور پھر کچھ عرصہ وفا کی حالت میں

ور جفا کا یاد کرنا وفا میں وفا سے حجاب ہوتا ہے اور اس خلاف رجع مشاہدہ کو غلاف سے متعلق ہے یعنی ایسا ہے کہ جیسا مشاہدہ اور مجاہدہ کا خلاف ہے اور اسکا ذکر سہیلیوں کے مذہب کے ذکر میں گذر گیا اسکو وہاں دیکھنا چاہیے کہ جو لوگ تائب کو اپنی سے قائم کہتے ہیں اسکی گناہ کو نسیان کو غفلت قرار دیتے ہیں اور جو لوگ حق کیساتھ قائم کہتے ہیں وہ گناہ کی یاد رکھنے کو شرک کہتے ہیں غرض اگر تائب باقی الصفۃ ہو اسکے اسرار کا عقدہ حل ہوا ہوا نہیں اور جو فانی الصفۃ ہوا اسکو صفت کا ذکر کرنا درست نہیں ہے جس طرح پر کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بقار صحت کے حال میں تبت الیك فرمایا اور حضور علیہ السلام نے لا احصی ثناء علیك ارشاد فرمایا یعنے شمار نہیں کرسکتا ہوں میں صفت کو تجھپر کہ آپ فنا ر صفت کے حال میں تھے خلاصہ یہ کہ ذکر وحشت کا محل قربت عین وحشت ہے پس اے طالب تائب کو چاہیے کہ اپنی خودی کو یاد نہ کرے اور جب ایسا کریگا تو اسکو گناہ کیونکر یاد آئیگا او حقیقت میں اپنی گناہ کی یاد گناہ ہے اس سبب سے کہ یہ محل اعراض ہے جسطرح پر کہ گناہ محل اعراض ہے اور اسکا ذکر بھی محل اعراض ہے اور اسی طرح او سکا ذکر بھی محل اعراض ہے اور اسی طرح اسکے غیر کا ذکر ہے اور جیساکہ جرم کا ذکر گناہ ہوتا ہے اسیطرح اس جرم کا نسیان بھی جرم ہوگا بدینوجہ کہ ذکر و نسیان کا تعلق تو بہ کے ساتھ ہے اور حضرت جنید رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مینے بہت سی کتابیں پڑھیں لیکن کسی کتاب سے مجکو اسقدر فائدہ حاصل نہیں ہوا جیساکہ مجھے اس شعر سے فائدہ حاصل ہوا۔ اذا قلت ما اذنبت قالت مجیبۃ حیوتك ذنب لا یقاس بہ ذنب۔ یعنے جس وقت کہا مینے کیا گناہ کیا ہیں نے تو اسنے جواب میں کہا کہ تیری حیات خود ایسا گناہ ہے کہ جسپر کوئی گناہ قیاس

نہیں ہو سکتا پس جب دوست کا وجود دوستی کی درگاہ میں گناہ ٹھیرا تو اُسکی صفت کی کیا قدر
ہو گی حاصل کلام یہ ہے کہ توبہ خدا کی طرف سے ایک تائید ہے کہ جو بندہ کے حق میں مفید ہوتی ہے
اور بغیر تائید کے کچھ نہیں ہوتا ہے اور گناہ فعل جسمانی ہے پس جب دل پر ندامت آتی ہے تو جسم پر کوئی
سامان نہیں ہوتا ہے کہ جو دل کی پشیمانی کو دور کر دے اور جب ابتدا میں ندامت کا فعل توبہ
کا دفع کرنیوالا نہیں ہوتا تو جب ندامت باقی ہے تو آخر میں بھی اُسکا فعل توبہ کا نگاہ رکھنے والا نہیں
ہوتا ہے جس طرح پر کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ
الرحیم اور اس کے واسطے نص کتاب ہے اور بہت سے نظائر ہیں توبہ کی تین قسمیں ہیں ایک
قسم خطا سے صواب کیطرف ہے اور دوسرے صواب سے صواب کیطرف ہے اور تیسری اپنی خودی
سے حق تعالیٰ کی طرف ہے پس جو خطا سے صواب کی طرف ہے وہ یہ ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا
لذنوبھم یعنے وہ لوگ کہ جب کوئی برا کام کریں یا اپنے اوپر ظلم کریں اور خداوند عزوجل کو یاد
کریں پس وہ لوگ اپنے گناہوں کے واسطے بخشش چاہتے ہیں اور صواب سے صواب کیطرف
یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تبت الیک اور آپ سے حق کیطرف یہ ہے
کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا وانہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ
فی کل یوم سبعین مرۃ یعنے معصیت اور خطا کا مرتکب ہونا برا ہے اور خطا سے صواب
کیطرف رجوع کرنا خوب اور نہایت محمود ہے اور یہ توبہ عام ہے اور اسکا حکم ظاہر ہے اور جب
صواب پر ہو تو صواب پر ٹھیرنا وقف اور حجاب ہے اور صواب سے صواب کی طرف رجوع
کرنا اہل ہمت کے نزدیک اچھا کام ہے اور یہ توبہ خاص لوگوں کی توبہ ہے اور نا ممکن ہے کہ خواص گناہ
سے توبہ کریں۔ پس اے طالب صادق کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تمام عالم خداوند تعالیٰ کی رویت کی
حسرت میں ہیں اور موسیٰ علیہ السلام رویت سے توبہ کرتے ہیں اسکی یہ وجہ ہے کہ اختیاری رویت کی درخواست
کی تھی اور دوستی میں اختیار آفت ہے اور آفت کو ترک کرنا اسکا اختیار کرنا ہے پس ہونے

نے جو کچھ امر کیا وہ محض لوگوں کو دکھلانے کے واسطے تھا اور یہ رجوع کرنا آپ کا حق کی طرف درجۂ محبت میں تھا جیسا کہ مقام عالی کی آفت سے مقام عالی پر اُسکی واقفیت سے توبہ کرتا ہے اور اُسکے مقامات کی دید اور اُسکے احوال سے توبہ کرنا ہی اسکی مثال یہ ہے کہ ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقامات برتر پر پہونچتے تھے تو نیچے کے مقامات سے استغفار کرتے تھے اور اُس مقام کی دید سے توبہ فرماتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب +

فصل پہلی

پس اے طالب جاننا چاہئے کہ توبہ کیواسطے تابید کی شرط نہیں ہے بعد اُسکے کہ معصیت کی طرف رجوع نہ کرنیکا ارادہ مضبوط کرلیا ہے اور اگر توبہ کرنیوالے کو کوئی سُستی اور لغزش واقع ہووے اور پھر گناہ کی طرف لوٹے تو ارادہ کے صحیح ہونیکے بعد گذشتہ دنوں میں توبہ کا ثواب حاصل ہوگا اور اس گروہ کے مبتدی اور توبہ کرنیوالوں میں سے ایسے بہت لوگ ہوئے ہیں کہ جنہوں نے توبہ کی ہے اور اُسکے بعد پھر اُن سے لغزش واقع ہوئی ہے اور اُسکے بعد اُس سے آگاہ ہونیکے بعد پروردگار عالم کی طرف رجوع لائے ہیں اور خدا کی جناب کی طرف متوجہ ہوئے ہیں منجملہ اُنکے ایک شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر مرتبہ توبہ کی اور مجھ سے پھر گناہ سرزد ہوا یہاں تک کہ اکہترویں دفعہ توبہ پر قائم ہوا اور حضرت ابوعمرو نجید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے ابتدا میں حضرت ابوعثمان حیری کی مجلس میں توبہ کی اور کچھ عرصہ تک توبہ پر قائم رہا پھر میرے دل میں گناہ کی خواہش پیدا ہوئی اور اُس کا پیرو ہو گیا اور عثمان حیری کی صحبت سے بیزار ہو گیا بلکہ اگر میں کہیں اُن کو دور سے دیکھتا تھا تو مارے شرمندگی کے وہاں سے بھاگ جاتا تھا تاکہ وہ مجھے نہ دیکھیں ایک دن اچانک میں اُنکے پاس پہنچ گیا تو اُنھوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوعثمان تو دشمنوں کے ساتھ صحبت مت اختیار کر لیکن اُس وقت کہ تو معصوم ہووے کیونکہ دشمن تیرا عیب دیکھتا ہے اور جب تو عیب دار ہوگا تو دشمن تیرا خوش ہوگا اور اگر تو بیگناہ رہیگا تو دشمن غمناک رہے گا اور اگر تیرا ارادہ گناہ کے کرنے کا ہے تو تو ہمارے پاس آجا تاکہ ہم تیری بلاؤں کو اپنے سر پر لیں اور تو دشمن کے خوش ہونیکا باعث نہ ہو

ابوعمرو نجید کہتے ہیں کہ شیخ کے اس فرمانے سے اُسوقت میرا دل گناہ سے بیزار ہو گیا اور میں گناہوں سے سخت بیزار ہو گیا اُسوقت میری توبہ درست ہوئی اور یہ بھی سُنا ہے کہ ایک نے گناہوں سے توبہ کی اور پھر گنہگار ہو گیا اور گناہ کر کے پھر شرمندہ ہوا ایک دن اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر میں پھر گاہ خداوندی میں حاضر ہونگا تو کیا کہونگا کہ ہاتف نے آواز دی اطعتنا فشکرنا ک ثم ترکتنا فامھلناک فان عدت الینا قبلناک یعنے تو نے ہماری اطاعت کی تو ہمنے تیرا شکر کیا اور تو نے بیوفائی کی اور ہمیں چھوڑ دیا تو ہمنے تجھ کو مُہلت دی اور اگر اب تو پھر آئے تو ہم صلح کرنیکو تیار ہیں اس کے بعد حضرت مصنف علیہ الرحمۃ اقوال صوفیا کی طرف لَوٹتے ہیں۔ اور اون کے اقوال بیان فرماتے ہیں۔

فصل دوسری

پس اے طالب صادق حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے کہا ہے توبۃ العوام من الذنب و توبۃ الخواص من الغفلۃ یعنے عام لوگونکی توبہ گناہ سے ہوتی ہے اور خاص لوگوں کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے اس وجہ سے کہ عوام ظاہر حال سے پوچھے جائیں گے اور خاص لوگوں کو معاملہ کی تحقیق کی وجہ سے پوچھ ہوگی بدینوجہ کہ غفلت عوام کیواسطے نعمت ہے اور خاص لوگونکے واسطے حجاب ہے اور حضرت ابوحفص حداد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ لیس للعبد فی التوبۃ شیٔ لان التوبۃ الیہ لامنہ یعنی بندہ کیواسطے توبہ سے کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ توبہ بندہ پر خدا سے ہے نہ بندہ سے خدا پر اور اس قول سے چاہیئے کہ توبہ کسب کی گئی نہ ہو بلکہ خدا کی بخششوں میں سے ایک بخشش ہے اور اس قول کا تعلق حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے مذہب سے ہے اور حضرت ابوالحسن بوشنجہ فرماتے ہیں اذا ذکرت الذنب ثم لا تجد حلاوۃ عند ذکرہ فھو التوبۃ یعنے جب گناہ کو یاد کرے اور یاد کرنے سے دل میں کچھ لذت نہ پائے تو وہی توبہ ہے کیونکہ گناہ کا ذکر یا حسرت سے ہوتا ہے یا ارادہ سے ہوتا ہے پس جو حسرت اور ندامت سے اپنے گناہ کو یاد کرے تو وہ توبہ کرنیوالا ہوتا ہے اور جو ارادہ سے گناہ کو یاد کرے وہ گناہگار ہوتا ہے کیونکہ گناہ کرنے میں

مستقدر آفت نہیں ہے جتنی کہ گناہ کے ارادہ میں ہوتی ہے کیونکہ گناہ کا فعل ایک وقت میں ہوتا ہے اور گناہ کا ارادہ ہمیشہ ہوتا ہے پس جب ایک ساعت ہمارے تن سی گناہ سرزد ہووی ایسا نہیں ہوتا کہ وہ رات دن دل میں اثر کری اور حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ نے کہا ہے التوبۃ توبتان توبۃ الانابۃ وتوبۃ الاستحیاء فتوبۃ الانابۃ ان یتوب العبد خوفا من العقوبۃ وتوبۃ الاستحیاء ان یتوب حیاءً من کرمہ یعنے توبہ دو ہیں یعنی ایک توبہ انابت ہی اور دوسری استحیا ہی پس توانابت یہ ہی کہ بندہ خدا کے عذاب کی خوف سے توبہ کری اور توبہ استحیا یہ ہی کہ خداوند تعالیٰ کے کرم کی شرم سی توبہ کری پس اے طالب جو خوف کے سبب سے ہووہ توبہ جلال کے کشف سے ہی اور جو حیا کے سبب سے ہو تو وہ جمال کے باعث سے ہے کہ دیکھنے سے اسکا تعلق ہے پس ایک جلال میں خدا کے خوف کی آگ میں جلتا ہے اور دوسرا حیا کے باعث نور سے منور ہوتا ہے پس ان دونوں میں ایک مقام سکر میں ہوتا ہے اور ایک ہوش ہوتا ہی صوفیا کہتے ہیں کہ اہل حیا مقام سکر میں ہیں اور اہل خوف مقام صحو میں ہیں اور اسمیں بہت زیادہ گفتگو ہے کہ جسکو مینے مختصر طور پر لکھا ہے وباللہ التوفیق

پانچواں حجاب کشف نماز کے بیان میں

اے ای طالب صادق میں تجکو حجاب کشف نماز بتاتا ہوں تاکہ تجھ کو معلوم ہووے کہ کشف نماز سے فقرا کی کیا مراد ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے واقیموا الصلوٰۃ یعنے قائم کرو نماز کو اور حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنے حفاظت کرو تم نماز کی اور اُن چیزوں کی کہ مالک ہوئی اونکے داہنے ہاتھ تمہارے (لونڈی اور غلام وغیرہ) اور نماز کے معنے لغت میں ذکر کرنے اور فرمانبرداری کرنیکے ہیں اور فقہا کی عبارتوں میں ان حکموں میں جمیع عادت اختیار کیگئی ہے وہ ایک خاص عبادت ہے اور خداتعالیٰ کا حکم ہی کہ پانچ وقت میں پانچ نمازیں پڑھو چونکہ نماز میں داخل ہونیکے واسطے شرائط ہیں جو ذیل میں درج ہیں:-

ایک انمیں سے پلیدی سے ظاہر میں پاکی ہے اور باطن میں شہوت سے پاکی ہے

دوسری کپڑے کی پاکی ہے اور ظاہر میں اُسکی پاکی یہ ہی کہ کپڑا نجاست سے پاک ہو اور باطن میں یہ ہی کہ وجہ حلال سے ہو وے +

تیسری شرط جگہ کا پاک ہونا ہے کہ جو ظاہر میں حدث ۔ اور آفات سے پاک ہو اور باطن میں فساد و گناہ سے آلودہ نہو +

چوتھی شرط قبلہ کیطرف مُنہ کا کرنا ہی کہ جو ظاہر میں کعبہ ہے ۔ اور باطن میں عرش اور اُسکے بھید کا مشاہدہ ہے +

پانچویں شرط قیام ہے یعنی ظاہر کا قیام قدرت کے حال میں ہے اور باطن کا قیام قرب میں ہے پس پہلا وقت ظاہر شریعت میں داخل ہونا ہے ۔ اور دوسرا طریقت کے درجہ میں کھڑا ہونا ہے +

چھٹی شرط درگاہ میں متوجہ ہونے میں نیت کا خلوص ہے +

ساتویں ہیبت اور فنا کے مقام میں تکبیر اور وصل کی محل میں قیام ہے اور ترتیل سے عبارت پڑھنا اُس طرح پر عظمت ۔ قرأت پڑھی کہ دل کی عاجزی اور فروتنی سے رکوع اور سجود کریں اور اجتماع کے موافق تشہد کریں اور صفت کی فنا سے سلام کہیں اور احادیث میں وارد ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی وفی جوفہ ازیز کازیز المرجل یعنے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے تو اُنکے دل میں کالنی کی اُس دیگ کیطرح ایک جوش پیدا ہوتا تھا جسکے نیچے آگ جلتی ہو ۔ اور جب حضرت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نماز کا ارادہ کرتے تھے تو اُنکی بال کپڑی سے سر باہر نکال دیتے تھے اور آپ کانپنے لگتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ایک ایسی امانت ہی کہ آسمان اور زمین اوس کے اُٹھانے سے عاجز ہوگئے ہیں اور صوفیائے کرام میں سے ایک صوفی کہتا ہی کہ حضرت حاتم اصم سے میں نے دریافت کیا کہ تُو نماز کیونکر پڑھتا ہی اُسنے کہا کہ جب وقت آتا ہے تو ظاہری اور باطنی ایک وضو کر لیتا ہوں یعنی ظاہری وضو پانی سے کرتا ہوں اور باطنی وضو توبہ سی کر لیتا ہوں تو پھر مسجد میں آتا ہوں اور مسجد حرام کو دیکھتا ہوں اور حضرت ابراہیم کے مقام کو اپنے دونوں ابروؤں کے درمیان میں رکھتا ہوں اور بہشت کو اپنی سیدھی جانب جانتا ہوں اور دوزخ کو اپنی اُلٹی جانب پر اور صراط کو اپنی قدم کے نیچے دیکھتا ہوں اور ملک الموت کو اپنی پشت پر سوار جانتا ہوں پھر تعظیم کیساتھ تکبیر کہتا ہوں اور حرمت کیوجہ سی قیام کرتا ہوں اور حلم اور وقار کیوجہ سے جلسہ کرتا ہوں اور نہایت

شکر و احسان کی وجہ سے سلام ادا کرتا ہوں۔ واللہ اعلم ✦

فصل دوسری

پس اے طالب جان کہ نماز ایک عبادت ہے کہ جو اول سے آخر تک خدا کے راستہ پر مرید کو پہونچا دیتی ہے اور دوسرے مرید کو اُسکے راستے بہت سے مقامات کھل جاتے ہیں جس طرح پر کہ طہارت یعنے پاکی اور وضو کرنا مریدوں کے واسطے بجائے توبہ کے ہے اور کسی مرشد سے تعلق کرنا بجائے قبلہ کے ہے اور نفس کا مجاہدہ میں لگانا بجائے قیام نماز کے ہے اور ہمیشہ کا ذکر بجائے قرأت کے ہے اور تواضع رکوع کی بجائے ہے اور نفس کی معرفت سجدہ کی بجائے ہے اور اُنس یعنی محبت کا مقام بجائے تشہد کے ہے اور دنیا سے تنہا ہونا بجائے سلام کے اور مقامات سے باہر آنیکے ہے چونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب مشربوں سے جدا ہوتے تھے تو کمال حیرت کے مقام میں شوق کے طالب ہوتے تھے اور ایک مشرب سے تعلق کرتے تھے تو اُس وقت حضور ارشاد فرمایا کرتے تھے ارحنا یا بلال بالصلوٰۃ یعنی اے بلال ہمیں نماز اور نماز کے آواز سے خوش کر اور مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کو اس مقام میں کئی قسم کے خیالات ہیں اور ہر ایک کیواسطے ایک وجہ بتلاتے تھے پس ایک گروہ کہتا ہے کہ نماز حضور کا آلہ ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ اپنے سے غیبت کا آلہ ہے اور جو گروہ کہ غائب تھا نماز میں حاضر ہوا اور جو گروہ کہ حاضر تھا نماز میں غائب ہوا اسکی مثال یہ ہے کہ عاقبت میں دیدار کے محل میں جس گروہ کے لوگ خدا کو دیکھینگے وہ غائب ہونگے اور حاضر ہونگے اور جس گروہ کے لوگ حاضر ہونگے وہ غائب ہونگے اور میں کہ عثمان جلابی کا بیٹا علی ہوں کہتا ہوں کہ نماز امر ہے نہ حضور کا آلہ ہے اور نہ غیبت کا محل ہے کیونکہ کسی چیز کے واسطے آلہ نہیں ہے اس وجہ سے کہ حضور کی علت عین حضور سے اور غیبت کی علت عین غیبت ہے اور حضور خداوند تعالیٰ کے امر کو کسی سبب سے تعلق نہیں ہے کیونکہ اگر نماز حضور کا علت اور آلہ ہوتے تو لازم تھا کہ نماز کی سوا حاضر نہ ہوتا اور اگر غیبت کی علت ہوتی تو غائب نماز کے ترک سے حاضر ہوتا تو حاضر اور غائب کو اُسکے ترک میں عذر نہیں ہے پس نماز کیا ہے اپنی ذات میں ایک غلبہ غیبت میں ہے جو حضور پر موقوف نہیں ہے اسی وجہ سے اہل مجاہدہ اور اہل ریاضت نماز کو زیادہ کرتے ہیں اور زیادہ کی تاکید اوروں سے فرماتے ہیں جیسا کہ اکثر شیخ مریدوں کو

آٹھ پہر میں چار سو رکعت نماز ادا کرنے کی تاکید فرماتے ہیں اور خاص کر عبادت بجسم کی عادت کیجو؛ سطے
ہے اور مستقیم بھی درگاہ میں قبولیت کے شکر کیواسطے ہے جو بہت پڑھتی ہیں جگہ پر جو صاحب حال ہوتی ہیں وہ
رہجاتے ہیں جو دو طرح پر ہیں۔ پس اگر طالب ایک گروہ تو وہ ہے کہ انکی نمازیں کمال مشرب میں مقام
کے مقام

. . . .

ہیں ہوتی ہیں اور اس میں وہ متفرق ہوتی ہیں اور جو نمازیں جمع ہوتے ہیں وہ
رات دن میں نمازیں ہوتی ہیں اور جو نماز میں متفرق ہوتی ہیں وہ لوگ فرضوں اور سنتوں کے سوائے
نماز بہت کم پڑھتی ہیں اور جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ
یعنے میری آنکھ کی روشنائی نماز بنائی ہے یعنی میری سب راحت نماز میں ہے اس وجہ سے کہ اہل استقامت
کا مشرب نماز میں ہوتا ہے اور وہ اس طرح پر ہوتا ہے کہ جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج مقام
قرب میں پہونچے تو اون کا نفس دونوں جہان کی خبر سے علیحدہ تھا اور اس درجہ میں تھا کہ جو مقام دل کا
ہے اور جب نفس دل کے درجہ میں پہنچا اور جان دل کے درجہ میں ہوا اور اسرارات کی محل میں ہوا
اور بعید درجات سے فانی ہوا اور مقامات علیا سے محو ہوا اور نشانی سے بے نشان ہوا اور مقام مشاہدہ
میں غائب ہوا اور جملہ عیبوں سے پاک و منزہ ہوا اور انسانی بزرگی کم ہوئی تو نفسانی مادہ جلگیا اور قوت
میں غیبت ہوگئی اور ربانی ظہور اپنی ولایت میں ظاہر ہوا اسوقت وہ تنہا رہگیا اور معنی سے معنی ظاہر
ہوگئے اور اس وقت وہ نہ زائل ہونیوالے کشف رہی بلکہ وہ سب محو ہوگئے اور بے اختیار شوق پیدا ہوا حتیٰ
کہا کہ یا اللہ مجھے دنیا میں جو بلا کا گھر ہے واپس لیجا اور ہوا و ہوس کی قید میں مبتلا نہ کر اس وقت فرمان الٰہی
ہوا کہ ایسا ہی حکم ہے کہ شرع کی اقامت کے واسطے تو دنیا میں پھر تشریف لیجائے اور جو کچھ ہمنے دیا ہے اسکو
دین کی اطاعت میں صرف کیجئے جو کچھ ہمنے تمکو یہاں دیا ہے وہاں بھی دینگے الغرض جب آپ دنیا میں واپس تشریف لائے تو جب
آپکا دل اس مقام اعلےٰ کا خواستگار ہوتا تھا تو آپ ارشاد فرماتے تھے ارحنا یا بلال بالصلوٰۃ یعنی اے
بلال مجھ کو فرحت دے نماز کی آواز کو سنا دے اور میرے دل کو خوش کر دے پس آپکے واسطے ہر ایک نماز ایک معراج
ہے اور ایک مقام قرب ہے اور لوگ آپکو نماز میں دیکھتے تھے حالانکہ حضور کی جان نماز میں ہوتی تھی۔

اور حضور اقدس کا دل نیاز میں ہوتا تھا اور آپکا بھید ایک بالا تر سر بستہ تھا اور آپکا جسم اور نفس گدازگی کیحالت میں رہتا تھا اور حضور انور کی آنکھیں دوہری نماز کو ادا فرماتی تھیں، اگرچہ حضور کا جسم عالم ناسوت میں تھا مگر جان پاک ہر وقت عالم ملکوت میں رہتی تھی اور حضور کا جسم پاک گو انسانوں میں ہوتا تھا مگر حضور اقدس کی جان مقام محبت میں رہتی تھی اور اس کے متعلق حضرت سہل بن عبداللہ فرماتی ہیں علامۃ الصدق ان یکون لہ تابع من الحق اذا دخل وقت الصلوٰۃ یحثہ علیھا دینبھہ ان کان نائمًا یعنے صادق وہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اُسپر کوئی فرشتہ بھیجتا ہی اس واسطیکہ جب نماز کا وقت آئی تو نماز ادا کرنیکے واسطے بندہ کو وہ فرشتہ آمادہ کری اور اگر وہ شخص سو گیا ہو تو اُسکو جگا کر ہوشیار کر دے اور یہ امر عبداللہ کے بیٹے سہل پر ظاہر تھا کیونکہ وہ بڑھاپے کے باعث سے بہت کمزور ہو گئے تھے مگر نماز کا وقت آتا تھا تو وہ درست ہو جاتے تھے اور جب نماز کو ادا کر چکتے تھے تو اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے تھے اور ایک مشائخ فرماتے ہیں کہ یحتاج المصلی الی اربعۃ اشیاء فناء النفس وذھاب الطبع وصفاء السر وکمال المشاھدۃ یعنے نماز پڑھنے والے کو نفس کے فنا سے چارہ کار نہیں ہے اور وہ ہمت کے جمع ہونیکے سوا نہیں ہے پس اے طالب صادق جب ہمت جمع ہو جاتی ہی تو نفس کی ولایت انجام کو پہنچ جاتی ہے کیونکہ نفس کا وجود تفرقہ سے ہی کہ جو عبارت کے تحت میں جمع نہیں ہوتا ہے اور طبع کا چلانا جلال کے ثبوت کے سوا نہیں ہی کیونکہ خدا کا جلال غیر کا زوال ہے، پس بھید کی صفائی محبت کے سوا نہیں ہی اور مشاہدہ کا کمال بھید کی صفائی کے سوا نہیں ہے اور ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ حضرت حسین ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ آٹھ پہر میں چار سو رکعتیں پڑھتے تھے کہ یہ سبب رنج اور راحت حال کا نشان ہی چونکہ جب دوست فانی الصفت ہو جاتا ہی تو کوئی رنج اُسپر اثر نہیں کرتا ہی اور نہ راحت اوسکو راحت معلوم ہوتی ہے اور ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ حضرت ذوالنون مصری کے پیچھے میں نماز پڑھتا تھا آپنے جب تکبیر شروع کی اور کہا اللہ اکبر تو بیہوش ہو کر گر پڑا اور اُس جسم کی طرح ہو گیا کہ جسمیں روح نہ تھی اور کوئی حس نہیں تھا اور لکھا ہی کہ جب حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ ضعیف ہو گئے تو جوانی کے وردوں میں سے کوئی ورد نہ چھوڑا جب لوگوں نے عرض کیا آپ ضعیف ہو گئے ہیں

ان لقاوں میں سے بعض کو ترک کر دیجئے فرمایا کہ یہ وہ چیزیں ہیں کہ ابتدا میں جو مجھ جیسے
پایا ہے انہی نفلوں سے پایا ہے اور اب یہ ناممکن ہے کہ جنابت میں ہیں انہیں چھوڑ دوں اور مشہور ہے کہ فرشتے
ہمیشہ عبادت میں رہتے ہیں اور انکا مشرب طاعت ہے اور ان کی غذا عبادت ہے کیونکہ یہ روحانیت
سے ہیں اور ان کا نفس نہیں ہے مگر بندہ کے منع کرنے والے اور تنبیہ کرنے والے اور نفس کی فرمان
برداری کرنے والے ہوتے ہیں جسقدر کہ نفس زیادہ مقہور ہوتا ہے اور اسی قدر بندگی کا طریق
زیادہ آسان ہوتا ہے اور جب نفس فانی ہو جاتا ہے تو کھانا پینا بھی عبادت ہو جاتا ہے اگر نفس کا فنا
ٹھیک ہو جاتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ جیسے فرشتے فانی نفس ہوتے ہیں۔

اور حضرت مبارک کے بیٹے حضرت عبداللہ نے کہا ہے کہ میں عبادت کرنے والی عورتوں میں سے ایک عورت کو
یاد کرتا ہوں جسکو کہ میں نے لڑکپن میں دیکھا تھا کہ نماز میں تھی کہ بچھو نے اسکو چالیس جگہ پر کاٹا اور
اس عورت کی حالت میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوا جب نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے اس سے کہا کہ کس واسطے
تو نے بچھو کو دفع نہیں کیا تو اس نے کہا کہ اے بیٹا تو ابھی بچہ ہے یہ کیونکر ہوتا کہ میں اپنا کام خدا کے کام کے
درمیان کرتی اور حضرت ابوالخیر اقطع کے پاؤں میں آکلہ کی بیماری ہو گئی اطبا نے دیکھکر کہا کہ انکی
پاؤں کاٹ ڈالو آپ اسپر راضی نہ ہوئے اسپر مریدوں نے کہا کہ نماز میں آپکا پاؤں کاٹ ڈالنا چاہئے
کہ اسوقت یہ اپنے آپ سے بے خبر ہوتے ہیں پس مریدوں نے ایسا ہی کیا اور آپ کا پاؤں کاٹ ڈالا جب
آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے پاؤں کو کٹا ہوا پایا اور حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ آپ جب رات کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے تو قرآن کو آہستہ آہستہ پڑھتے تھے اور حضرت عمر ابن الخطاب
اونچی آواز سے پڑھتے تھے جن کا عمل ہم نے اصحاب کبار کے ذکر میں لکھا ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ قرآن کو آہستہ کیوں پڑھتے ہو آپ نے فرمایا اسمع من اناجی
یعنی جسکو میں پکارتا ہوں وہ سنتا ہے پس چاہے میں آہستہ پڑھوں یا بلند پڑھوں اور جب حضرت عمر رض
سے دریافت کیا کہ تم کس واسطے بلند پڑھتے ہو تو فرمایا کہ اوقظ الوسنان واطرد الشیطان یعنی
سوئے ہوئے کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں اس پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تم بلند پڑھا کرو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نرم پڑھا کرو۔ پس اے طالب جواز قضا دینے ترک عبادت کے واسطے ہے پس اس گروہ کے آدمی بعض فرائض کو ظاہر پڑھتے ہیں اور نوافل کو پوشیدہ پڑھتے ہیں اور یہ اس امر سے ہے کہ ریا سے خلاصی میں رہیں کیونکہ جب کسی معاملہ میں ریا کو اختیار کیا جاتا ہے اور لوگوں کو اوس پر متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ شخص ریاکار ہو جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ اگرچہ ہم معاملہ کرتے ہیں اور نہیں دیکھتے لیکن لوگ دیکھتے ہیں تو وہ بھی ریا ہوتا ہے اور ایک دوسرے گروہ کے لوگ فرضوں اور نفلوں کو ظاہر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ریا باطل ہے اور خدا کی طاعت حق ہے پس نا ممکن ہے کہ باطل کیواسطے حق کو پوشیدہ کریں پس اے طالب ریا کو دل سے نکال ڈالنا چاہیئے اور عبادت کو جہاں تو چاہتا ہے وہاں کیا کر مگر آداب کو نگاہ رکھ اور مشائخ نے آداب کو نگاہ رکھا ہے اور مریدوں کو اون کے نگاہ رکھنے کیواسطے فرمایا ہے پس انہیں سے ایک کہتا ہے کہ میں چالیس برس تک سفر کیا اور جماعت سے میری کوئی نماز خالی نہ رہی اور ہر ایک جمعہ کو میں ایک قصبہ میں رہا اور انکے حکم اس سے زیادہ ہیں جن کا کہ شمار نہیں ہو سکتا اور جو نماز کے مقامات سے ہے جس کا مقام محبت ہے لہذا اب ہم محبت کے حکم کو خدا کے فضل سے لکھتے ہیں تاکہ صوفیائے کرام اون کے حالات سے واقفیت حاصل کریں لہذا اب ہم محبت اور اسکے متعلقات سے پہلے بحث کرتے ہیں۔

باب السادس عشر یعنی باب محبت میں اور اس میں کہ جو اُس سے متعلق ہے

پس اے طالب صادق اب میں محبت اور اُس کے متعلقات کی بابت کچھ لکھتا ہوں تاکہ تجھ کو معلوم ہووے کہ محبت کیا چیز ہے اور اُسکے متعلقات کیا ہیں جیسا کہ خدائے بزرگ نے فرمایا ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائیگا پس جلد ہوگا

کہ خدا ایسی قوم کو لائیگا کہ وہ اُنہیں دوست رکھیگا اور یہہ اُسکو دوست کہیں گی اور یہہ بھی کہا ہے
ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادًا یحبونہم کحب اللہ والذین امنوا
اشد حبًا للہ یعنی اور بعضی لوگوں میں سے وہ ہیں کہ جو اللہ کے سوا شریک پکڑتے ہیں اور اونکو
ایسا دوست رکھتے ہیں جیسا کہ خدا کو دوست رکھنا چاہیے پس جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ محبت
میں اللہ کیواسطے زیادہ قوی ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے
جبریل سے سُنا ہے کہ خدائے بزرگ نے فرمایا ہے من اھان لی ولیًا فقد بارزنی بالمحاربۃ
وما ترددت فی شئ کترددی فی قبض نفس عبدی المومن عند الموت یکرہ الموت
واکرہ مساءتہ ولا بد لہ منہ وما یتقرب الی عبدی بشئ احب الی من اداء
ما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا
احببتہ کنت لہ سمعًا وبصرًا ویدًا ومؤیدًا یعنے جسنے میرے لئے
تمہارے دوست کی اہانت کی تو وہ تمہارے احکام سے محارب ہوا اور ہمیں کسی امر میں زیادہ تردد
نہیں ہوا بہ نسبت اُس تردد کے کہ جو اپنے دوستدار بندہ کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے اور
مومن موت کے وقت موت کو مکروہ جانتا ہے مگر وہ ایک ایسا امر ہے کہ جو ٹل نہیں سکتا ہے اور میں
کا تقرب میری بارگاہ کیطرف سب سے زیادہ فرائض میں ہے یعنے وہ عبادت
کہ بارگاہ الٰہی میں قبولیت کا درجہ پاتی ہے لہٰذا اُن سب سے ہمیں اُن فرائض
کا ادا کرنا بہت دوست ہے کہ جو ہمنے اُنپر فرائض کو فرض کر دیا ہے اور
ہمیشہ جو بندہ میرا نوافل سے مقبول بنا رہتا ہے پس اُسے میں زیادہ دوست رکھتا
ہوں اور اوس کا نور مددگار اور پشت و پناہ ہو جاتا ہوں اور ارشاد ہے من احب
لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ یعنے جو اللہ کے دیدار کو دوست رکھتا ہے
پس اللہ تعالےٰ بھی اوس کے دیدار کو دوست رکھتا ہے۔
اور یہ بھی کہا ہے۔ اذا احب اللہ عبدا۔ یعنے جسب

دوست رکھتا ہے پروردگار اپنے بندہ کو تو فرماتا ہے جبریل علیہ السلام سے کہ یا جبریل انی احب فلانا فاحبہ فیحبہ جبریل ثم یقول جبریل لاہل السماء ان اللہ تعالیٰ قد احب فلانا فاحبوہ فیحبہ اہل السماء ثم یضع لہ القبول فی الارض فیحبہ اہل الارض و فی البغض مثل ذٰلک یعنے اللہ جل شانہ جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اے جبریل میں فلاں شخص کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اسکو دوست رکھ پس جبریل اوس کو دوست رکھتے ہیں پھر جبریل اہل آسمان سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے تم بھی اسکو دوست رکھو پس اہل آسمان اوسکو دوست رکھتے ہیں پھر اُسکی مقبولیت زمین میں رکھدی جاتی ہے پس زمین کے لوگ بھی اُسکو دوست رکھتے ہیں اور بعض روایات میں ایسا ہی ہے پس اے طالب صادق جاننا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی محبت بندہ کیواسطے ہے اور بندہ کی محبت خدا تعالیٰ کیلئے ہے اور کتاب و سنت اسپر گواہ ہے اور تمام اُمت اسپر متفق ہے اور خداوند تعالیٰ اس صفت پر ہے کہ دوست اُس کو دوست کہتے ہیں اور وہ اپنے دوستوں کو دوست رکھتا ہے اور لغت میں محبت کو حبہ سے تعبیر کیا ہے اور حبہ بکسر حا یعنے حا کی زیر سے تخم کو کہتے ہیں پس اس کیوجہ سے حب کا نام حُب رکھ لیا گیا اس وجہ سے کہ یہ حیات کی اصل ہے جس طرح پر کہ نباتات کی اصل دانہ ہے اور جس طرح تخم زمین میں گرتا ہے اور مٹی میں پوشیدہ ہوتا ہے اور آخر کو اُگتا ہے اور سورج اُس پر چمکتا ہے اور سردی اور گرمی اُسپر گزرتی ہے اور زمانوں کے بدلنے سے وہ نہیں بدلتا ہے بلکہ اپنے وقت پر وہ پھول اور پھل لاتا ہے پس اسی طرح محبت بھی جس دل میں گھر کر لیتی ہے پس وہ حضور اور غیبت اور بلا اور محنت اور راحت اور لذت فراق اور وصال سے وہ متغیر نہیں ہوتی ہے اور اسی کے موافق ایک شاعر کہتا ہے ؎

یا من سقام جفونہ لسقام عاشقہ طبیب + حزت المحبۃ فاستوی عنہ حضورک والمغیب

یعنی اے کہ وہ تیری آنکھوں کی بیماری تیرے عاشق کی بیماریوں کیلئے طبیب ہے پس دوستی کو میں نے جمع کر لیا ہے اب میرے نزدیک تیرا حضور اور غیبت برابر ہے اور حب کی بابت یہ بھی کہتے ہیں کہ حُب سے یہ ماخوذ ہے جسکے معنے ایسے مٹکے کے ہیں کہ جسمیں بہت سا پانی ہو اور وہ بھی ایسا متغیر ہو گیا ہو کہ آنکھ کو اسمیں کوئی دخل نہ ہو سکے اور وہ پانی نظر کو اپنی اندر اثر نہ کرنے دیتا ہو تو دوست کی

حدیث کے سوا اُسکے دل میں کوئی جگہ نہیں رہتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت خلیل
اللہ کو دوستی کے خلعت سے ممتاز کیا تو خلیل علیہ السلام سے بجز ذکر خداوند تمام عالم سے الگ تھلگ ہو گئی
پس تمام جہان اُنکے حق میں حجاب ہو گیا اور آپ خدا کی دوستی کی باعث حجاب کے دشمن ہو گئے پس اُسوقت
ہمیں خبر دی اور فرمایا فانھم عدو لی الا رب العالمین یعنی تمہارے معبود میرے دشمن ہیں
مگر میرا دوست رب العالمین ہے اور حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں سمیت المحبۃ
محبۃ لانھا تمحو من القلب ماسوی المحبوب یعنے محبت کا نام محبت اسواسطے رکھا گیا ہے کہ وہ
دل سے جو کچھ محبوب کے سوا ہے اسکو دُور کر دیتی ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حب اُن چار لکڑیوں
کا نام ہے جنہیں آپس میں ملا دیتے ہیں اور پانی کا کوزہ اُسپر رکھدیتے ہیں پس حب کو حب اسواسطے
کہتے ہیں کہ محب عزت اور ذلت اور رنج اور راحت اور بلا اور محن اور دوست کی جفا اور وفا کو برداشت کرتا ہے اور اُسپر
بھاری نہیں ہوتی کیونکہ اسکا کام وہی ہوتا ہے جیسا کہ اُن چوبوں یعنی لکڑیوں کا کام بوجھ اُٹھانا ہوتا ہے اور
اُنکی ترکیب اور پیدایش اسی واسطے ہے اس موقعہ پر کیا خوب کسی نے کہا ہے ؎

ان شئت جودی و ان شئت فامنعی ٭ کلاھما منک منسوب الی الکرم

یعنے اگر تو بخشش چاہے تو بخشش کر اور نہ چاہے تو روک رکھ پس میرے واسطے یہ دونوں امر تجھ سے
کرم کیطرف نسبت کئے گئے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حب حبہ سے ماخوذ ہے کہ جو حبہ کے جمع ہے اور
حبہ دل ایک لطیف محل ہے اور دل کا قوام اسکے ساتھ ہے پس حب اسواسطے نام رکھا گیا ہے اور یہ تسمیہ حال
باسم محل ہے اور اہل عرب کسی چیز کا نام اُس چیز کے محل کے نام پر رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں
کہ پانی کے حباب اور اُس کے جوش سے ماخوذ ہے کہ جو سخت بارش کے وقت پیدا ہوتے
ہیں یعنے حباب بارش کیوقت ایک پانی کا جوش ہوتا ہے پس محبت کا نام اس قول کے موافق
رکھا گیا ہے جیسا کہ کہا ہے لانہ غلیان القلب عند الاشتیاق الی لقاء المحبوب یعنے
ہمیشہ دوست کا دل دوست کے دیدار کے شوق میں بیقرار ہوتا ہے یعنی جسطرح بدن کا قیام روح سے ہوتا
اسیطرح حب کا قیام محبت سے ہوتا ہے اور محبت کا قیام محبوب کے دیدار اور وصل پر منحصر ہے اسکے متعلق

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اذا ماتمنی الناس روحًا وراحۃً تمنیت ان القاکِ یا عزخالیا

یعنے جب لوگوں نے راحت کی آرزو کی تو اے عزہ میں نے یہ آرزو کی کہ میں تجھے خلوت میں ملوں اور بعض یہہ کہتے ہیں کہ حب ایک نام ہے کہ جو دوستی کی صفائی کے لئے وضع کیا گیا ہے کیونکہ اہل عرب انسان کی آنکھ کی سفیدی کو حبۃ الانسان کہتے ہیں جیسا کہ دل کی نکتہ کی صفائی کو حبۃ القلب کہتے ہیں پس یہ دل محبت کا محل ہے اور دوسرا یعنے حبۃ الانسان آنکھ کی سفیدی دیدار کا محل ہے اسی واسطے دل اور آنکھ دوستی میں نزدیک ہیں اور اس کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے ؎

القلب یحسد عینی لذۃ النظر والعین تحسد قلبی لذۃ الفکر

یعنے آنکھ کو لذت دیدار سے حاصل ہوتی ہے مگر دل حسد کرتا ہے اور دل کو لذت تصور سے حاصل ہوتی ہے اسپر آنکھ رشک کرتی ہے ❖

فصل پہلی

پس اے طالب جاننا چاہیے کہ محبت خواہش علما کے استعمال میں تامعروف ہے پس ایک محبوب کے ارادہ کے معنے میں ہے نفس کے سکون کے بغیر اور دل کی آرزو اور میلان اور انس اور تعلق پس یہہ سب معنے قدیم پر جائز نہیں ہیں اور مخلوقات اور دیگر جنسوں میں ایک دوسری کیلئے روا ہیں اور خداوند تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک اور بہت بلند ہے اور دوسرے لوگ احسان کے معنے سے تعبیر کرتے ہیں اور بندہ کے خاص ہونے پر کہتے ہیں پس خدا تعالیٰ جسے برگزیدہ کرتا ہے اور ولایت کے کمال کے درجہ پر پہونچاتا ہے اور طرح طرح کی بخششوں سے اسکو مخصوص کرتا ہے تو درجہ کمال پر پہونچتا ہے اور تیسرا گروہ تعریف کے معنے میں بتلاتا ہے جسکی بندہ کیطرف نسبت ہے اور گروہ متکلمین کہتا ہے کہ خدا کی محبت جسکی اللہ تعالے نے ہمکو خبر دی ہے منجملہ اسکی صفتوں کے ہے کہ جیسے رحمت اور ارادہ کیونکہ اگر کتاب اور سنت اسپر گواہ نہ ہوتیں تو خدا تعالیٰ کیلئے اسکا وجود عقل کی رو سے ناممکن ہوتا پس اے طالب ہم محبت کو ثابت

کرتے ہیں مگر اسمیں تصرف کرنے میں توقف کرتے ہیں اور اسکا اعتقاد کرتے ہیں لیکن
اسمیں تصرف کے کرنے میں توقف کرتے ہیں۔ پس اس گروہ کے لوگ اس لفظ کا اطلاق حق تعالیٰ
کے لئے روا نہیں کہتے ہیں پس یہ سب اقوال ہیں کہ جنکو ہمنے بیان کیا ہے اور اے طالب صادق اگر
خدا نے چاہا تو میں تیرے واسطے اس امر کی تحقیق مناسب کرتا ہوں پس جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ
کی محبت بندہ سے ارادہ کرنا نیکی اور رحمت کا ہے و سخط ارادہ کے ناموں میں سے ایک اسم محبت
جس طرح رضا اور سخط اور رحمت اور رافت ہے یعنے مہربانی اور جو انکی مثل ہیں
پس خدا کی ارادہ کے سوا غیر پر ان ناموں کا حمل کرنا نامناسب ہے اور خدا کے واسطے وہ ایک صفت ہے کہ
جو قدیم ہے اور اس صفت سے وہ اپنے فعلوں کو چاہتا ہے پس مبالغہ اور اسکے فعلوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکم
محبت میں بعض سے بعض زیادہ خاص ہیں اور حقیقت یہ ہے بندہ کیلئے خداوند تعالیٰ کی
یہ ہے کہ اسکو بہت نعمت عطا کرے اور دنیا اور عاقبت میں اسکو زیادہ ثواب دے اور عذاب کے محل سے
اسکو امن نصیب کرے اور گناہ سے اسکو معصوم رکھے اور بلند احوال اسکا کرے اور مقامات لطیفہ میں اسکو
برگزیدہ اور غیروں کی طرف توجہ کرنے سے اسکو محفوظ رکھے اور اپنی ازلی عنایت اسپر مبذول کرے تاکہ
وہ خالص بندہ ہو جاوے اور اسکی مراد کی طلب کیواسطے تنہا ہو جاوے پس جب حق تعالیٰ ان معنوں سے
بندہ کو خاص کرتا ہے تو اسکے ارادہ کی اس خصوصیت کا نام محبت قرار دیتے ہیں اور یہ مذہب حضرت
محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور ایسا ہی حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے اور ایک گروہ مشائخ بھی
اسپر ہے اور اکثر فقہا اور متکلمین بھی اسی طرف گئے ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا کی محبت بندہ پر
اللہ تعالیٰ کی ثنا کرنے سے ہے مگر میں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی ثنا اسکا کلام ہے اور خدا کا کلام نامخلوق
ہے یعنی مخلوق نہیں ہے اور جو گروہ احسان کے معنی میں لیتا ہے میرے نزدیک خدا کا احسان خدا کا
فعل ہے اور گو در حقیقت یہ سب اقوال کہ بعض معنی ہیں لیکن بندہ کی محبت خداوند تعالیٰ کے لئے ایک
صفت ہے کہ جو مطیع مومن کے دل میں ظاہر ہوتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تعظیم اور تکبیر کے معنی میں
اور محبت کے محبوب کی رضا کو طلب کرے اور اوس کے بے غیر پر قرار نہ پکڑے اور خدا کے ذکر کے

ساتھ خو کرے اور خدا کے غیر کے ذکر سے کنارہ کرے اور آرام کو حرام جانے اور قرار اس سے جاتا رہے
اور یہانتک کہ جب قدر اُلفت کی چیزیں ہیں اُن سب سے الگ ہو جاوے اور تمامی حرص ہوا سے علیحدہ
ہو جانے اور دوستی کے غلبہ کو قبول کرے اور اُس کے حکم کے نیچے گردن کو جُھکانے اور کمال کی صفتوں سے
خدا تعالیٰ کو پہچانے اور یہ امر روا نہیں ہے کہ خدا کی محبت اُسکے واسطے لوگوں کی محبت کی جنس سے
ہو جس طرح پر کہ ایک نے دوسرے کو ہوتی ہے کیونکہ یہ محبوب کے سمجھنے اور احاطہ کرنے کی طرف ایک قسم کا
ایک میل ہے اور یہ صفت کی صفتوں سے ہے پس خدا تعالیٰ کے محب اُس کے قرب میں
اُس کی کیفیت کے طالب نہیں ہوتے کیونکہ طالب دوستی میں اپنے سے قائم ہوتا ہے اور ہلاک ہونے
والا محبوب سے قائم ہوتا ہے اور محبت کے میدان میں زیادہ دوست آدمی ہلاک ہونے والے ہوتے ہیں
کیونکہ محدث کو قدیم سے قدیم کے غلبہ کے سوا توسل نہیں ہوتا اور جو محبت کی تحقیق کو معلوم کرتا ہے
تو اُسکا ابہام اُٹھ جاتا ہے اور اُسکو کوئی شبہ نہیں رہتا ہے چونکہ محبت دو طرح پر ہوتی ہے پس
ایک محبت جنس کی جنس سے ہوتی ہے اور وہ نفس کا میلان ہے اور کوشش اور ملازمت کی
راہ سے محبوب کی ذات کی طلب ہے اور دوسری محبت جنس کی جو جنس سے نہ ہو اور یہ محبوب کی صفتوں
میں سے کسی صفت پر قرار چاہتا ہے تاکہ اُسپر آرام اور اُلفت کو اختیار کرے جیسا کہ خدا کا
دیدار یا اسکے کلام کا سننا ہے اور خدا کی محبت میں برگزیدہ جو لوگ ہیں وہ دو قسم کے ہیں ایک وہ
ہیں کہ جو اپنے اوپر خدا تعالیٰ کا انعام دیکھتے ہیں اور انعام اور احسان کا دیکھنا منعم اور محسن
کی محبت کا تقاضا کرتا ہے اور دوسرے وہ ہیں کہ جو سب انعام کو دوستی کے غلبہ سے حجاب کے
محل میں رکھتے ہیں اور نعمتوں کے دیکھنے سے انکا راستہ نعمت دینے والے کی طرف ہوتا ہے اور
یہ بہت بڑا درجہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب +

فصل دوسری

اب اے طالب صادق میں تجھے یہ بتاتا ہوں کہ محبت علماء کا موضوع ہیں سب نوعوں میں پائی جاتی
ہے عام اسکے کہ انسان ہو یا حیوان ہو یا جمادات ہو یا نباتات ہو مگر محبت سے کوئی

شے خالی نہیں ہی اور سب زمانوں میں مشہور اور سب لغتوں میں پائی جاتی ہی اور تمامی عقلا اسکی قایل ہیں
بقول شعر محبت جادہ دار دنہاں در خلوت دلہا چو تار سبحہ گم گردیدا ایں رہ زیر منزلہا ۔
اور گروہ صوفیہ میں سمنون محب محبت میں خاص مذہب رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ کے
راستہ کی اصل محبت ہے اور احوال اور مقامات اسکی منزلیں ہیں اور ہر ایک محل میں جس جگہ طالب
ہوتا ہے اسپر اسکو زوال ہوتا ہے لیکن محبت کے سوا کسی حال میں جو اسپر زوال نہیں ہوتا
ہے بلکہ ہمیشہ اُسکے واسطے راستہ موجود رہتا ہے، اور دوسرے مشائخ علیہم الرحمۃ نے ان معنوں میں
سمنون محب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ موافقت کی ہے لیکن یہ اسم ایک عام ہی اور بعض صوفیا نے
چاہا کہ ظاہر میں اس کے معنے چھپائیں لہٰذا اس کے معنے کی وجود کی تحقیق میں اسم کو بدل دیا
اور محبت کی صفائی کا نام صفوت رکھدیا اور محب کا نام صوفی قرار دیدیا اور ایک گروہ نے حبیب کے
اختیار کے ثبوت میں محب کے اختیار کے ترک کرنیکے واسطے اسکا نام فقر رکھدیا اور محب کو فقیر سے
تعبیر کیا کیونکہ محبت میں بہت کم درجہ کی موافقت ہوتی ہے اور حبیب کی مخالفت حرکت غیر ہوتی
ہے اور اس بحث کو ہمنے ابتدائی کتاب میں فقر اور صفوت معہ اُسکے معنے کے مفصل لکھ دیا ہی
اس جگہ مکرر لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ایک شیخ اس کے متعلق لکھتا ہے الحب عند الزہاد
اظہر من الاجتہاد یعنی زاہدوں کے نزدیک مشہور ہی میں اجتہاد کی جب زیادہ ظاہر ہے تو پھر
عند التائبین اوجد من انین وحنین ہے یعنی توبہ کرنیوالونکی نزدیک نالہ اور شور سے زیادہ
آسان ہے وعند الاتراک اشہر من الفتراک اور ترکوں کے نزدیک شکار بند یعنے اُنکی
سواری کے سامان سے زیادہ مشہور ہے وسبی الحب عند الہنود اظہر من سبی محمود
یعنے ہندوؤں کے نزدیک محبت کی قید محمود کی قید سے زیادہ مشہور ہے وقصۃ الحب
والحبیب عند الروم اشہر من الصلیب اور حب اور حبیب کا قصہ ملک روم میں صلیب کے
قصہ سے زیادہ مشہور ہے وقصۃ الحب فی العرب ادب فی کل حی طرب او ذل او حرب
او حزن اور عرب میں محبت کا قصہ یہ ہی کہ ہر ایک قبیلہ میں اُس کا جشن ہی یا خوشی ہو یا افسوس

یا حرب سے یا اندوہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ آدمیوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جسکو نیست میں کوئی ایسا کام نہ پڑا ہو کہ اُسکی محبت سے دل میں فراغت یا خوشی نہ آئی ہو یا اُسکا دل اُسکی شراب محبت سے نا آشنا ہوا ہو اور یا اُسکی قہر سے مخمور نہ ہوا ہو کیونکہ دلکی ترکیب غلیان اور اضطراب پر مبنی ہے اور دوستی کی گرہ کے سوا اُسمیں بے نصیبی نہ ہو اور اسکو یوں سمجھنا چاہیے کہ محبت دل کیواسطے مثل طعام اور شراب کے ہے اور جو دل کہ محبت سے خالی ہوتا ہے وہ خراب ہوتا ہے پس تکلیف کو اُسکے دفع کرنے اور اپنی طرف کھینچنے کیواسطے کوئی راستہ نہیں ہے اور محبت کے لطائف جو دل پر گذرتے ہیں نفس اُس سے آگاہ نہیں ہوتا ہے اور عثمان مکی کے بیٹے عمرو نے محبت کے باب میں کہا ہے کہ خداوند تعالےٰ نے دلونکو جسموں سے سات ہزار سال پہلے پیدا کیا ہے اور اُنکو اپنے قرب میں رکھا ہے اور جانوں کو بھی سات ہزار سال پہلے پیدا کیا ہے اور انہیں باغ محبت میں رکھا ہے اور بھیدونکو جانوں سے سات ہزار سال پہلے پیدا کیا ہے اور اُنکو وصل کی درجہ میں رکھا ہے اور ہر روز تین سو ساٹھ دفعہ جمال کے کشف سے اُنپر جلوہ ڈالا ہے اور تین سو ساٹھ دفعہ بخشش کی نظر ڈالکر اونکی جانونکو محبت کا کلمہ سُنایا ہے اور تین سو ساٹھ دفعہ محبت کے لطیفے دل پر کھولے ہیں پس جب سبنے دنیا میں نگاہ کی اور اپنے سے زیادہ بزرگ کسیکو نہ دیکھا تو انمیں غرور اور فخر پیدا ہو گیا پس خدائے بزرگ و برتر نے اُن کا امتحان لیا اور بھیدونکو جانوں میں قید کیا اور جانونکو دل میں قید کیا اور دل کو جسم میں قید کیا پھر عقل کو اسمیں شامل کیا اور دُنیا میں انبیاء علیہم السّلام کو مبعوث فرمایا اور انکی معرفت احکامات کو بھیجا پس اُس وقت سے ہر ایک اونکے اہلوں میں سے اپنے مقام کی تلاش کرنے لگا پس حقتعالےٰ نے اُنہیں نماز کے ادا کرنیکو فرمایا اسواسطے کہ جسم نماز میں مشغول رہے اور دل محبت میں ڈوبا رہے اور جان مقام قرب میں پہنچے اور بھید خدا کے وصل میں قرار پکڑے پس محبت سے کوئی عبارت نہیں ہو سکتی کیونکہ محبت حال سے تعلق رکھتی ہے اور جو حال ہوتا ہے وہ کسی طرح پر قال نہیں ہو سکتا ہے اور اگر تمام عالم کے آدمی چاہیں کہ محبت اپنی طرف کو کھینچے۔ یہ ممکن نہیں ہے اور اگر تکلیف سے کوئی اُسکو دفع کرنا چاہے تو

بھی ممکن نہیں ہوسکتا ہے اس وجہ سے کہ محبت خدا کی بخششوں سے ایک بخشش ہے جو کسب سے نہیں حاصل ہوسکتی ہے اور اگر تمام جہان کے لوگ جمع ہوکر یہ چاہیں کہ محبت کو اسکی طرف کھینچیں اور کوئی اوسکا طالب ہو تو یہ بھی نہیں کرسکتے ہیں اور اگر چاہیں کہ اوسکو دفع کریں کہ جو اس کا اہل ہے تو اس سے بھی عاجز ہونگے کیونکہ یہ محبت الٰہی ہے اور آدمی لاہی ہے یعنی لہو کرنے والا ہے پس لاہی الٰہی کے ادراک سے قاصر ہے واللہ اعلم

فصل تیسری

پس اے طالب محبت کے اقسام تو تجھکو معلوم ہو گئے لیکن عشق میں شیخ کے بہت اقوال ہیں گو صوفیا کے ایک گروہ نے بندہ کے عشق کو حقتعالیٰ پر روا رکھا ہے مگر حق تعالیٰ سے روا نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ عشق اپنے محبوب سے منع کی صفت ہے پس بندہ حق تعالیٰ سے منع کیا گیا ہے اور حق تعالیٰ کسی شے سے ممنوع نہیں ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کا عشق خدا تعالیٰ پر جائز ہے اور بندہ پر خدا تعالیٰ کا عشق روا نہیں ہے کیونکہ عشق کیا ہے ایک حد کا بڑھ جانا ہے پس خداوند تعالیٰ محدود نہیں ہے اور پچھلوں نے کہا ہے کہ عشق دونو جہان میں ذات کے سمجھنے کی سوا اور کچھ نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ غلبے کے سوا درست نہیں ہے پس حق تعالیٰ کی ذات سمجھ میں کسی طرح پر درست نہیں ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عشق دیکھنے کی سوا کسی طرح پر صورت نہیں پکڑتا ہے اور محبت سننے اور دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے پس جب عشق نظری ہے پس اسکو جائز نہیں ہے کہ دنیا میں تعالیٰ کو کسی نے نہیں دیکھا پس جو حق تعالیٰ سے خبردار ہوا تو ہر ایک نے اس سے دعویٰ کیا کہ خطاب میں سب برابر ہیں پس حق تعالیٰ کی ذات سے عشق اور جنس نہیں ہے تاکہ لوگونکو خدا کے ساتھ عشق درست ہوجائے اور صفتوں اور فعلوں سے بھی لوگوں کو ان کا عشق نہیں ہے پس محبت درست ہوتی ہے پس اے طالب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت نے پریشان کیا اور فراق کے حال میں جسم میں ان کی بینائی تو دونوں آنکھیں بینا ہوگئیں اور حضرت زلیخا کو جب عشق نے ہلاک کیا تو جب تک حضرت یوسف علیہ السلام کا وصل

نصیب ہوا تو بینائی نہ پائی اور یہ ایک امر عجائبات سے ہے۔ پس اے طالب ایک فرقے نے ہوا کی پرورش کی ہے اور ایک گروہ نے ہوا کو چھوڑ دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ عشق کے واسطے ضد ہے۔ اور حق تعالیٰ کے واسطے ضد نہیں ہے اور نہ اس پر روا ہے اور اس میں بہت سے لطائف ہیں مگر میں نے بوجہ طوالت کے اسی قدر پر اکتفا کیا۔ واللہ اعلم۔

فصل چوتھی

واضح ہو اے طالب اس گروہ کے مشائخ کے واسطے دوستی کی تحقیق میں بہت سی رموز ہیں جن کا شمار ناممکن ہے لیکن میں انکے کچھ تھوڑے اقوال سے بہت ضرور اسی اس کتاب میں بیان کرتا ہوں حضرت استاد ابو القاسم قشیری فرماتے ہیں۔ المحبۃ محو المحب بصفاتہ واثبات المحبوب بذاتہ یعنے محبت یہ ہوتی ہے کہ محب اپنی صفتوں کو اپنے محبوب کی طلب میں نفی کردے اور خاص کر خدا کی ذات کی ثبوت کے واسطے یعنی جب محبوب باقی ہوتا ہے تو محب فانی ہوتا ہے اور دوستی کے غیرت کے واسطے محبوب ہوتا ہے اور وہ بقا کی نفی کرتا ہے تاکہ اسکو مطلق ولایت حاصل ہو اور محب کی صفت کا فنا ہونا محبوب کی ذات کے ثبوت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اور یہ جائز نہیں ہے کہ محب اپنی صفت سے قائم ہو کیونکہ اگر وہ اپنی صفت سے قائم ہوتا تو محبوب کے جمال سے بے پروا ہوتا۔ پس اے طالب جب یہ جانتا ہے کہ میری حیات محبوب کے وصال میں ہے تو ضرور وہ اپنی صفتوں کی نفی کا طالب ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اپنی صفت کے سبب محبوب سے محجوب ہوتا ہے پس وہ دوست کی دوستی کے سبب سے اپنا دشمن ہے۔ اور مشہور ہے کہ حسین ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ کو جب سولی پر چڑھایا تو انکا آخری کلام یہ تھا حسب الواجد افراد الواجب یعنے محبت کے واسطے یہ کافی ہے کہ اسکی ہستی دوستی کے راستہ سے پاک ہو جاوے اور نفس کی توانائی کا درجہ اسکے شیفتہ ہونے میں گم ہو جائے اور جب حضرت ابو یزید بسطامی فرماتے ہیں۔ المحبۃ استقلال الکثیر من نفسک واستکثار القلیل من حبیبک یعنے محبت وہ ہوتی ہے کہ اپنے بہت کو تو کم جانے اور دوست کے تھوڑے کو زیادہ سمجھے اور یہ بندہ پر خدا کا معاملہ ہے کہ دنیا کی نعمت کو اور جو کچھ دنیا میں بندہ کو دیا ہے

اوسے تھوڑا کہتا ہے حالانکہ پہلے ہی اُسکا فیصلہ ہو چکا ہے قل متاع الدنیا قلیل یعنی کہدے
اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم دُنیا کی متاع کہ جو تمہیں دی ہے بہت تھوڑی ہی اور پھر تہوڑی عمر او
تہوڑی جگہ میں اوراونکی تھوڑی متاع کو اونکے تہوڑی ذکر کو بہت کہا ہے جیسا کہ فرمایا ہے
والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات یعنے خدا تعالیٰ کو بہت یاد کرنیوالے مرد اور یاد کرنیوالی عورتیں
تاکہ تمام عالم کے لوگ جانیں کہ دوست در حقیقت خدا تعالیٰ ہے۔ اور یہ صفت آدمیونکے واسطے
ٹھیک نہیں ہے کیونکہ خدا اسی بندہ پر کوئی چیز تھوڑی نہیں ہے اور بندہ کیطرف سے جو کچھ ہی تھوڑا ہے اور حضرت
عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے حضرت سہل کہتے ہیں المحبۃ معانقۃ الطاعات ومباینۃ المخالفات
یعنے محبت یہ ہے کہ محبوب کی طاعتوں کے بغل میں ہاتھ کو ڈالی ہوی یعنے اُسکو
اختیار کرے اور اُسکے مخالفتوں سے روگردانی کرے کیونکہ جب محبت میں دل زیادہ قوی ہوتی ہے
تو دوست کا فرمان دوست پر زیادہ آسان ہوتا ہی اور یہ اُن ملحدوں کے گروہ کا رد ہے کہ
جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بندہ دوستی میں اس درجہ کو پہنچتا ہی کہ طاعت اُس سے اُٹھ جاتی ہے اور
یہ ایک محض بیدینی ہے کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ عقل کے صحیح ہونکی حالت میں تکلیف کا حکم
بندہ سے دُور ہووے کیونکہ اسپر سب لوگونکا اتفاق ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت
کبھی اور کسی وقت منسوخ نہیں ہو گی اور جب عقل کی صحت کی حالت میں ایک شخص سے طاعت کا
اُٹھ جانا جائز ہوا تو ہر ایک امر اُسکو جائز ہو جائیگا اور یہ ایک بڑی بیدینی کی بات ہے اور مغلوب
اور بیہوش کیواسطے شریعت میں دوسرا حکم ہے اور اُس کے واسطے عذر ہے لیکن یہہ امر جائز
ہے کہ بندہ کو خدا تعالیٰ اپنی دوستی میں اُس درجہ تک پہنچائے کہ طاعت کے ادا کرنے سے
رنج اُس سے اُٹھ جائے اسوجہ سے کہ امر کا رنج حکم کرنیوالے کی محبت کی مقدار کے موافق ہوتا ہے
یعنے جتنی محبت زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر طاعت کے ادا کرنیکا رنج اُسپر آسان ہوتا ہے۔ جو
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حال میں ظاہر ہے کیونکہ جب خدا تعالیٰ سے یہ حالت طاری
ہوئی تو لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون آیت نازل ہوئی یعنے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم

تیری حیات کی قسم ہے کہ تحقیق تیری قوم کے کافر حضرت لوطؑ کی قوم کی طرح اپنی گمراہی میں حیران اور سرگردان
ہوئی ہیں اور تمہی راتدن میں اسقدر عبادت کی کہ سب کاموں سے باز رہے اور آپکے پائے مبارک ورم
کر آئے تو خداوند تعالےٰ نے فرمایا۔ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی یعنے ہمنے تجھ پر قرآن کو اس
واسطے نہیں نازل کیا کہ تو رنج میں پڑے اور یہ جائز ہے کہ فرمان کے ادا کرنے میں ادا کرنیکی رویت
بندہ سے اُٹھ جائے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انہ لیغان علی قلبی
وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃً یعنے ہر روز ستر دفعہ اپنے کاموں سے
ملنے استغفار کو پڑھا کیونکہ جو اپنے کاموں کو دیکھتا ہے تو اپنی طاعت پر عُجب کرنیوالا نہیں ہوتا
ہے اور حضور حبیب خدائے تعالےٰ کی حکم کی تعظیم فرماتے تھے تو ارشاد فرماتے تھے کہ میری یہ کام اس کی
لائق نہیں ہیں اور حضرت سمنون محب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان المحبون اللہ لبشرف الدنیا والاخرۃ
لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المرء مع من احب یعنے خدا کے دوست دُنیا
اور آخرت کی بزرگی میں ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر ایک آدمی
اُسکے ساتھ ہوتا ہے جسکو دوست رکھتا ہے پس یہ لوگ دُنیا اور آخرت میں خدا کے ساتھ ہوتے
ہیں اور اس سے کہ جسکے ساتھ ہوں اُس سے خطا نہیں ہوتی ہے پس دنیا کی بزرگی یہہ ہے کہ خدا اُنکے ساتھ
ہوتا ہے اور عاقبت کی بزرگی یہہ ہے کہ وہ خدا کے ساتھ ہونگے اور حضرت معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ
کے بیٹے حضرت یحییٰ کا ارشاد ہے کہ حقیقۃ المحبۃ لا ینقص بالجفاء ولا یزید بالبر
والعطاء یعنے حقیقت محبت کم نہیں ہوتی ہے اور خوبی اور عطا دیادہ نہیں ہوتی کیونکہ یہ
دونوں محبت میں سبب ہیں اور ظاہر وجود کے حال میں اسباب گم ہوتے ہیں۔ اور جو
دوست ہیں وہ دوست کی بلا سے خوش ہوتے ہیں اور محبت کی طریق میں جفا اور وفا
دونوں برابر ہیں پس جب محبت ہوتی ہے تو وفا جفا کی طرح پر ہو جاتی ہے اور اس کی متعلق یہہ
حکایت ہے کہ جب شبلی علیہ الرحمۃ کو جنون کی تہمت سے بیمارونکی جگہہ میں قید رکھا تو ایک گروہ کے
آدمی اونکی زیارت کو آئے تب اُن سے دریافت کیا کہ من انتم تم کون لوگ ہو انہوں نے

کہا قالوا احبائك یعنے ہم تمہاری دوست ہیں تو رماھم بالحجارۃ فنفروا یعنے اُنپے اوپر پتھر پھینکنے شروع کیے یہانتک کہ وہ سب لگ بھاگ گئے اور فرمایا کنتم احبائی لما فررتم من بلائی وفی نسخۃ فاصبروا علی بلائی یعنے اگر تم میرے دوست ہوتے تو میری بلا سے کیوں بھاگتے کیونکہ دوست کی بلا سے نہیں بھاگتے اور ایک نسخہ میں یہ بھی ہے کہ اگر تم میرے دوست ہو تو میری بلا پر صبر کرو اس کے متعلق صوفیہ کے بہت کچھ کلام ہیں مگر میں نے انہیں اقوال پر اکتفا کیا، واللہ اعلم ؎

چھٹا حجاب کشف زکوٰۃ کے بیان میں

پس اے طالب اب میں تجھ کو کشف زکوٰۃ کا حجاب بتاتا ہوں تاکہ تو ان معنی سے بھی آشنا ہو جائے کہ فقر میں حجاب کشف زکوٰۃ سے کیا مراد ہے پس دیکھ اللہ تعالیٰ عم نوالہٗ فرماتا ہے واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ یعنے تم نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ کو دو، اور مثل اسکی اور بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں اور ایمان کے فرضوں کی احکام سے ایک زکوٰۃ ہے پس جسپر واجب ہو واجب ہے اور اس سے روگردانی ناجائز ہے کیونکہ تمام نعمت زکوٰۃ پر ہے جس طرح پر کہ کسی کی پاس دو سو درم ہوں جو ایک پوری نعمت ہی پس جسکے قبضہ میں ہوں تو وہ بادشاہ کے حکم سے اُسپر پانچ درم واجب ہیں اور بیس دینار بھی کامل نعمت اس میں سے آدھا دینار واجب ہے اور پانچ اونٹ نعمت کامل تھوا اس میں ایک بکری واجب ہو گی اور جملہ مال سے مثل اسکی لیکن مراتب کی بھی زکوٰۃ ہے جسطرح پر کہ مال کی زکوٰۃ ہے کہ وہ بھی ایک پوری نعمت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان اللہ تعالیٰ فرض علیکم زکوٰۃ جاھکم کما فرض علیکم زکوٰۃ مالکم یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے مرتبہ کی زکوٰۃ تم پر ایسی فرض کی ہے جیسے کہ تم پر تمہارے مال کی زکوٰۃ کو فرض کیا ہے اور یہ بھی ارشاد کیا ہے ان بکل شئ زکوٰۃ وزکوٰۃ الدار بیت الضیافۃ یعنی ہر شئے کی زکوٰۃ ہی اور گھر کی زکوٰۃ مہمان خانہ ہے اور زکوٰۃ کی حقیقت نعمت کی شکر گذاری ہے اس نعمت کی اور یہ زکوٰۃ

نعمت کا شکر ہے اور چونکہ تندرستی بھی ایک نعمت ہی پس ہرایک عضو کیو اسطے زکوٰۃ لازم ہے اور وہ زکوٰۃ یہ ہی کہ سب اعضا کو عبادت میں مشغول کریں اور انکو لہو ولعب میں نہ رکھیں بلکہ نعمت کی زکوٰۃ کے ادا کرنے میں مشغول رکھیں اور اسطرح نعمت باطن کی بھی زکوٰۃ ہی کہ وہ بھی ایک نعمت ہی اور جو نعمت ہے اوسپر زکوٰۃ ہے اور اوسکی کثرت کی باعث سے اوسکی حقیقت کا احاطہ نہیں کرسکتے ہیں پس اسکی واسطے بھی زکوٰۃ ہے کہ جو اوسکے لائق ہو اور وہ زکوٰۃ ظاہری اور باطنی نعمت کا عرفان ہی اسوجہ سے کہ جب بندہ نے اس امر کو جان لیا کہ حق تعالٰے کی نعمت اسپر بے انتہا ہی تو بے انتہا نعمت کی زکوٰۃ بے انتہا شکر ہے اور سب زکوٰتوں میں دُنیا کی نعمت اس گروہ کے نزدیک نیک نہیں ہوتی ہی بلکہ بخل ہی اور بخل مرد کے واسطے نہایت بُرا ہے اور یہ پورا بخل ہے کہ دوسو درم ایک سال تک اپنی قبضہ میں رکھے اور پھر اوسمیں سے پانچ درم خدا کی راہ میں دے اور جب اہل سخا کا طریقہ مال کا خرچ کرنا ہے اور سخاوت کی خصلت اختیار کرنا ہے تو زکوٰۃ کیونکر واجب ہوگی پس مجھے تحقیق سے معلوم ہوا ہی کہ ایک شخص نے تجربہ کے طور پر حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ سے زکوٰۃ کی بابت دریافت کیا کہ زکوٰۃ کسقدر دینا چاہئے آپنے جواب دیا کہ جب بخل اور مال موجود ہو تو تیری مذہب میں دوسو درم میں سے پانچ درم دینے چاہئیں تاکہ تو زکوٰۃ سے فارغ ہو لیکن میری مذہب کوئی چیز ملک میں نہ رکھنی چاہیئے تاکہ زکوٰۃ کے شغلہ سے آزاد ہے پھر سائل نے دریافت کیا کہ اس مسئلہ میں آپ کس کے پیرو ہیں آپنے فرمایا کہ حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہ جو کچھ آپ اپنی پاس رکھتے تھے وہ سب خدا کی راہ میں دیتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اون سے فرمایا کہ ماخلفت لعیالک یعنے تمنے اپنی عیال کیواسطے کیا رکھا تو آپنے جواب دیا اللہ ورسولہ یعنے اللہ اور اُسکے رسول کو اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپنے اپنے قصیدہ میں فرمایا ہے ؎

فما وجبت علیّ زکوٰۃ مال　　　وھل تجب الزکوٰۃ علی الجواد

یعنے مجھے کبھی مال کی زکوٰۃ نہیں دی ہی اور کیا سخیوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہی یعنے ہم تو مال ہی نہیں رکھتے ہیں کہ جسکی زکوٰۃ دیں جو کچھ ہمارے پاس آیا اُس کو خدا کی راہ میں دیدیا پس جو لوگ

سخی ہیں اون کا مال ہمیشہ خرچ ہوا کرتا ہے اور خدا کی راہ میں اونکا خوان ہمیشہ کے واسطے ہمیشہ تیار رہتا ہے نہ وہ مال پر بخیلی کرتے ہیں اور نہ خوان پر جھگڑا کرتے ہیں کیونکہ اون کا وہ ملک نہیں ہی لیکن اگر کوئی شخص جہالت کو اختیار کرے اور کہے کہ جب میرے پاس مال نہیں ہی تو زکوٰۃ کے علم سے بے پروا ہوں تو یہ اُسکو جائز نہیں ہے کیونکہ اوسکا سیکھنا فرض عین ہے اور اوسکے علم سے بے پرواہی کفر ہے اور یہ امر زمانہ کے فتنوں سے ہے کہ نیکی کا اور فقر کا دعوی کرتے ہیں اور جہل کے باعث سے علم کو ترک کر دیتے ہیں حضرت مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ میں صوفیوں کی ایک جماعت کو کہ جو مبتدی تھی عبارت کی تعلیم دیتا تھا کہ اُسوقت ایک جاہل آیا اور میں اونٹ کے صدقہ کا باب پڑھ رہا تھا اور اونٹ کے دو سالہ بچہ کا حکم جسنے تیسری سال میں قدم کو رکھا ہو اور تین سالہ بچہ کا حکم جسنے چوتھے سال میں قدم کو رکھا ہو بیان کر رہا تھا پس اوس جاہل کا دل اُسکے سننے سے پریشان ہوا اور وہ میرے پاس سے اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا میرے پاس اونٹ نہیں ہیں کہ بنت لبون کا علم یعنے دو سالہ بچہ کا علم میرے کام آوے بس مینے اُس سے کہا کہ ای فلانے جیسا کہ ہمیں زکوٰۃ کے دینے کیواسطے علم کے حاصل کرنیکا حکم ہے ویسا ہی اُسکے لینے کے واسطے بھی علم حاصل کرنا چاہیے اگر کوئی تجھے دو سالہ اونٹ کا بچہ دے اور تو لیلے تو اُسوقت بنت لبون کے علم کے ترک کرنے کے واسطے تجھ کو نہ لینا لازم ہے اور اگر کسی کے پاس مال نہ ہو اور مال کی لیاقت بھی نہ ہو تو علم کا فرض اُس سے ساقط نہیں ہو سکتا ہے۔ فنعوذ باللہ من الجہل یعنے پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کے ساتھ جہل سے واللہ اعلم ✤

فصل پانچویں

اے طالب صادق مَیں تجھے یہ بتاتا ہوں کہ مشائخوں کے گروہ سے جو لوگ صوفی ہوئی ہیں انمیں سے بعضوں نے زکوٰۃ کو لیا ہے اور بعض ایسے بھی ہوئی ہیں کہ جنہوں نے زکوٰۃ کو نہیں لیا ہے پس جنکا فقر اختیاری ہوا ہے اُنہوں نے زکوٰۃ کو نہیں لیا ہی اور فرمایا ہے کہ ہم مال کو جمع نہیں کرتے ہیں تاکہ زکوٰۃ بندینی پڑے اور دنیا داروں سے ہم زکوٰۃ لیتے بھی نہیں ہیں تاکہ اونکا ہاتھ اوپر ہو

اور ہمارا ہاتھ زکوٰۃ لینے سے نیچے ہو اور جو لوگ مقام فقر میں مضطر ہیں یعنی جنکا فقر اضطراری ہے وہ اپنے اختیار سے نہیں لیتے ہیں بلکہ اُن کو اُسکی ضرورت ہے اور بلکہ وہ اسواسطے لیتے ہیں کہ مسلمان بھائی کی گردن سے قرض کو اُٹھالیں اور جب نیت ہوتی ہے تو ہاتھ اوپر کو ہوتا ہے اور ہاتھ اوپر کو نہیں ہوتا اگر دینے والے کا ہاتھ اوپر ہو اور لینے والیکا ہاتھ نیچے ہو پس اس طرح خداوند عالم کا قول باطل ہوتا ہے کہ ویاخذ الصدقات یعنے اور لیتا صدقے اور دینے والے کا ہاتھ اوپر کو ہوتا ہے اور لینے والے کا ہاتھ نیچے کو ہوتا ہے تو زکوٰۃ دینے والا لینے والے سے زیادہ فاضل ہوتا اور یہ اعتقاد گمراہی ہے پس ید علیا یعنے اوپر ہاتھ وہ ہوتا ہے کہ جو کوئی چیز واجب ہونیکے حکم کے موفق کسی مسلمان بھائی سے لے اسوجہ سے کہ اُس کا بوجھ اُس مسلمان بھائی سے اُتر جاوے پس وہ درویش دنیادار نہیں ہوتے بلکہ عقبائی ہوتے ہیں اور اگر عقبائی دنیاداروں کی گردن سے اُس بوجھ کو نہ اُٹھائیں تو قرض کا حکم اُن پر لازم ہوگا اور قیامت میں وہ اُس کے سبب سے گرفتار ہوگا پس خدا تعالیٰ نے عقبائی لوگوں کا امتحان ایک آسان طریقہ سے لیا تاکہ دنیادار قرض کے بوجھ کو ادا کرسکیں پس ضرور ہوا کہ فقرار کا ہاتھ اوپر کو ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا کی موافقت پر لینے والا ہے اور خدا کے حکم کا لینا اوپر واجب تھا اور اگر لینے والے کا ہاتھ نیچے کو ہوتا جیسا کہ حشویوں کا اک گروہ کہتا ہے تو اس سے لازم ہوتا کہ پیغمبروں کا ہاتھ نیچے کو ہوتا کیونکہ وہ بھی خدا کے حق کو لیتے تھے اور اُسے اپنی خرچ میں خرچ فرماتے تھے کیونکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے وہ نذر کو لیتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کے بعد ائمہ دین نے بھی اسی طریقہ پر تھے اسی وجہ سے بیت المال کا حق اُنہوں نے لیا ہے اور جو لوگ لینے والے ہاتھ کو اوپر بتلاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں اور تصوف میں یہ دونوں قوی اصل ہیں اور اس سے مراد بخشش اور سخاوت ہے لہٰذا اب میں بخشش اور سخاوت کے متعلق کچھ لکھتا ہوں خدا تعالیٰ مجھ کو سخی کرے ؂

ملہ یہ بیان حدیث نبوی کی موافق ہے کہ آنحضرتؐ نذر لیا کرتے تھے مگر زکوٰۃ نہیں لیتے تھے اور نہ اسکا اپنی آل کو حکم فرمایا ؂

اَلبابُ السّابع عشر یعنی باب جود اور سخاوت کے بیان میں اور اُس کے متعلقات میں

پس اے طالب اب میں تجھکو جود اور سخاوت کی بحث بتلاتا ہوں کہ صوفیہ کے نزدیک جود اور سخاوت سے کیا چیز مراد ہے چونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ السّخی قریب من الجنۃ بعیدٌ من النار والبخیل قریبٌ من النار بعیدٌ من الجنۃ یعنے سخی بہشت سے قریب ہے اور آگ سے دُور ہے اور بخیل آگ سے نزدیک ہے اور بہشت سے دُور ہے۔ اور علمار کے نزدیک جود اور سخا دونوں انسانونکی صفتوں میں سے ایک خاص معنی میں ہیں مگر حق تعالے کو جواد کہتے ہیں کوئی سخی نہیں کہتا ہے اور نہ کہنے کی یہ وجہ بتاتے ہیں کہ خداوند عالم عزاسمہٗ نے اپنے آپکو کہیں اس نام سے نہیں یاد فرمایا ہے اور نہ حدیث شریف میں اُسکی کوئی خبر ہے اور اہلسنت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ جسپر کتاب سنت گواہ نہ ہو ہم اوسکو ان لیں اور اگر عقل کے مقتضا پر کوئی خدا کا نام رکھے جیسا کہ خداوند عالم ہے اور امت کے اجماع سے خدا کو عالم کہنا جائز ہے لیکن عاقل فقیہ اوسکو جائز نہیں کہہ سکتے اگرچہ تینوں نام ایک ہی معنی میں ہیں پس عالم نام کا اطلاق خدا پر جائز ہے واسطے حجت کے۔ اور باقی اُن ناموں سے کہ جو عاقل اور فقیہ ہیں اون پر پرہیز لازم ہے اسی طرح خدا کو جواد کہا ہے۔ اور سخی کے کہنے سے پرہیز کیا ہے پس جواد اور سخی میں یہ فرق ہے کہ سخی وہ ہوتا ہے کہ جو بخشش میں تمیز کرے اور جو تمیز کرے وہ کسی خاص غرض اور سبب سے ملا ہوا ہو اور بخشش میں یہ ابتدار کا مقام ہے اور جود وہ ہوتا ہے کہ تمیز نہ کرے بلکہ اُسکا کیا ہوا بے غرض ہے۔ اور اوسکا فعل بے سبب ہے اور یہ حال دو پیغمبران علیہم السلام کا ہے اول فعل حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے دوسرا حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جسکی خبر صحیح حدیث میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام

کے یہاں جبتک مہمان نہیں آتا تھا آپ کچھ کھانا نہیں کھاتے تھے ایکمرتبہ تین دن تک کوئی مہمان
نہیں آیا آخر روز ایک گبر آپکے دروازہ پر آیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس سے فرمایا
کہ تو میرے یہاں سے چلا جا میں دوسری اُمت کا مہمان نہیں چاہتا ہوں پس اس پر حق تعالے
کیجانب سے آپ پر عتاب ہوا کہ جس شخصکو میں نے ستر سال تک پالا ہے تو اوسکو ایک روٹی تک نہیں دینا چاہتا
تھا اور جب حاتم طائی کا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا تو آپنے اُس کے واسطے
اپنی چادر کو بچھادیا اور فرمایا اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ یعنے جب کسی قوم کا سخی یا بزرگ
آدمی تمہارے پاس آئے تو تم اُس کی عزت کیا کرو پس اس سے معلوم ہوا کہ جسنے جود میں تمیز
کو اختیار کیا اوسنے ایک روٹی کو دینا گوارا نہ کیا اور جس شخص نے اس تمیز کو اختیار نہ کیا اوسنے
چادر نبوت کو ایک کافر کے واسطے بچھادیا کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کا مقام سخاوت تھا اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام جود تھا اور صوفیا کے نزدیک بہتر مذہب جود ہی کہ جس میں فرمانبرداری ہے
یعنے جو امر نیک پہلے دل میں آئے اوسکے موافق کرنا اور اگر دوسرا امر خاطر میں غلبہ کرے تو وہ بخل ہے
اور اہل تحقیق نے پہلے امر کو مبارک اور بزرگ بتلایا ہے کیونکہ پہلا امر خدا کی خاطر سے ہی اور حضرت
مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مقام نیشاپور میں ایک سوداگر تھا کہ جو ہمیشہ
حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس مبارک میں حاضر ہوتا تھا ایک روز حضرت ابوسعیدؒ سے
ایک درویش نے کچھ طلب کیا اوسنے کہا کہ میرے پاس ایک دینار تھا اور ایک قراضہ تھا
پس پہلے مجھے خیال آیا کہ دینار کو دیدے دوسری دفعہ خیال آیا کہ قراضہ کو دیدے پس قراضہ کو دیدیا جب شیخ
باتیں کرنے میں مشغول ہوئے تو مینے دریافت کیا کہ کیا جائز ہے کہ کوئی حق سے جھگڑا کرے فرمایا
کہ تو نے جھگڑا کیا کیونکہ اوسنے تجھ سے کہا تھا کہ دینار دے اور تو نے قراضہ کو دیدیا اور فرماتے ہیں
کہ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضرت شیخ ابو عبداللہ رودباری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ایک مرید کے
یہاں تشریف لائے کہ اُسوقت وہ حاضر نہیں تھا آپنے فرمایا کہ اُسکے گھر کا اسباب فروخت کردو
جب وقت مرید گھر میں آیا تو پیر کو دیکھ کر خوش ہوا اور گھر کو دیکھ کر خاموش ہوگیا اور جب اُسکی

عورت آئی اور اوسنے وہ حال دیکھا تو اپنا جامہ اوتار کر پھینکدیا اور کہا کہ یہ بھی تو گھر کے اسباب سے ہی خاوند نے اُسکو پکار کر کہا کہ یہ تکلف تجھ تو نے کیا ہے اور اعتقاد اپنی عورت سے کہا کہ مرد جو وہی تھا کہ جو کچھ شیخ نے کہا ہے کہ میں تکلف کو اس وجہ سے کہ تمام جو بھی تجھ پر ظاہر ہو جاوے پس اُسکے مرد نے کہا کہ تو درست کہتی ہے اسوجہ سے کہ جب ہمنے تکلف کیا تو وہ ہم سے عین جو میں ہے اور آدمی کی صفت میں جو تکلف کرنے کا ہے پس مرید کو ہمیشہ چاہئے کہ وہ اپنا نفس اور ملک کو خداوند تعالےٰ کے حکم کی موافقت میں مبذول رکھے اور اسی طرح حضرت سہل بن عبد اللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ الصوفی دمہ ھدر وملکہ مباح یعنے صوفی کا خون معاف اور ملک مباح ہے اور ابو مسلم فارسی سے جو شیخ سناہے کہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مینے ایک جماعۃ کے ساتھ حجاز کا ارادہ کیا اور مقام حلوان کے گرد و نواح میں ہم کو قزاقوں نے گھیرا اور ہمارے کپڑے اُن لوگوں نے اوتار لئے مگر ہمنے اُن سے کچھ نہ کہا اور نہ کوئی اُن سے جھگڑا کیا کیونکہ اُنکی دلجوئی اسی میں تھی پس ہمارے درمیان میں ایک شخص تھا کہ وہ بہت بے قرار تھا پس ایک بہادر چور نے جواب دیا کہ جائز نہیں ہے کہ میں اس کذاب کو چھوڑوں بلکہ اسکو ضرور قتل کرونگا پس ہمنے اوسکے مار ڈالنے کا سبب دریافت کیا اوسنے کہا کہ یہ صوفی نہیں ہے اور یہ اہل اللہ کی صحبت میں خیانت کرتا ہے پس ایسے شخص کا نہ ہونا بہتر ہے پس ہمنے کہا کہ کیوں ہے کہا کہ تصوف کا ادنیٰ درجہ جود ہے اور یہ اس خرقہ کی محبت میں ہے کہ جو صرف چند چیتھڑے ہیں پس جو شخص اپنے دوستونکی ساتھ اتنی خصوصیت کے ساتھ ہو کیونکر صوفی ہو سکتا ہے کیونکہ کئی سال ہو گئے ہیں کہ ہم سب تمہارا کام کر رہے ہیں اور تمہارے رستہ کو صاف کر رہے ہیں اور تعلقات دنیاوی کو تم سے قطع کرتے ہیں اور اسی طرح کی روایت جعفر طیار کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آپ مقام نخل میں ایک گروہ پر گذرے آپنے ایک غلام حبشی کو دیکھا کہ جو بہت سا او بکریاں چرا رہا تھا آپنے دیکھا کہ ایک کتا آیا اور وہ آکر اُسکے سامنے بیٹھ گیا اُس حبشی غلام نے ایک روٹی نکالی اور اُسکے آگے رکھدی اور اسی طرح دوسری اور تیسری روٹی اُسکے آگے رکھدی اُسوقت

حضرت عبداللہ اُس غلام کے پاس گئے اور کہا کہ ای غلام ہر روز تیری خوراک کسقدر ہے اوس نے کہا کہ
اسیقدر ہے کہ جو تونے دیکھی حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ تونے اس کتے کو کیوں اسقدر دیدی اوس نے جواب دیا کہ
یہاں کتے نہیں رہا کرتے اور یہ بہت دور سے اس اُمید پر آیا ہے پس میں نے اپنی روزی اوسکو دیدی تاکہ
اس کتے کی محنت ضائع نہ ہو حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ کلام اوسکا بہت اچھا معلوم ہوا اور
اُس غلام کو معہ اُسکے گوسفندوں اور نخل کے خرید لیا اور اسکو خرید کر کے آزاد کر دیا اور فرمایا کہ یہ
بکریاں اور مال میں نے تجھ کو بخشدیا پس غلام نے حضرت عبداللہ کو دعا دی اور گوسفندوں کو صدقہ
میں دیدیا اور مال کو خدا کی راہ میں خرچ کر ڈالا اور وہاں سے کہیں کو چلا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ابن علی ابن ابی طالب کے دروازہ پر ایک مرد آیا اور کہا کہ یا ابن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر چار سو درم قرض ہیں پس امام علیہ السلام نے چار سو درم اُسکو دیدیے اور
خود روتے ہوئے گھر میں تشریف لیگئے جب آپسے لوگوں نے گریہ کا سبب دریافت کیا کہ آپ کیوں روتے
ہو تو آپنے فرمایا کہ اس کے حال کی تلاش کرنے میں میں نے کوتاہی کی اور اسکو سوال کرنے کی ذلت اُٹھانی
پڑی اور ابو سہل صعلوکی رحمۃ اللہ علیہ صدقہ کو کبھی کسی درویش کے ہاتھ پر نہیں رکھتے تھے اور جو چیز
کسی شخص کو بخشتے تھے اوسکو اُسکے ہاتھ میں نہیں دیتے تھے بلکہ زمین پر رکھدیتے تھے اور لوگ
اُسکو اُٹھا لیتے تھے جب لوگوں نے آپسے اسکا سبب دریافت کیا تو آپنے فرمایا کہ اس طرح دینار دینے
سے وہ خطرہ نہیں ہے کہ جو کسی مسلمان کے ہاتھ میں دینے سے ہوتا ہے کہ میرا ہاتھ اوپر ہو اور اوس کا
ہاتھ نیچے کو ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں ہے کہ جب بادشاہ حبش نے آپکے پاس تین سیر
مشک بھیجا تو آپنے ایک ہی مٹھی میں اوسکو پانی میں ڈالدیا اور اپنے اصحاب پر اُسکو تقسیم فرما دیا
حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد آیا آنحضرت نے اُسکو ایک
وادی جو درمیان دو پہاڑوں کے تھی اور گوسفند جو اس میں چرتے تھے معہ اُنکے حضور علیہ السلام نے اوس کو
بخشدی پس جب وہ اپنی قوم میں واپس ہوا تو اوسنے اپنی قوم سے کہا کہ ای قوم تم سب مسلمان ہو جاؤ
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسقدر بخشش کرتے ہیں کہ وہ اپنی درویشی سے بھی نہیں ڈرتے ہیں

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کے پاس اسی ہزار درم آئے آپنے اونکو اپنی گدڑی پر پھینکدیا اور جبتک لوگ اونکو اٹھا کر نہ لیگئے حضور علیہ السلام اپنی جگہ سے مکان میں تشریف نہ لیگئے جب وہ درم کل لوگ لیگئے تو حضور مکان میں تشریف لیگئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اکثر مینے دیکھا ہے کہ بھوک کے باعث سے اکثر حضور علیہ السلام اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ پچھلے درویشوں میں سے ایک درویش کو پہل چند درم بھر خالص سونا بھیجا کہ یہ لیلے پس وہ لیکر حمام میں چلا گیا اور وہ سب حمام میں دیدیا اور اس سے پہلے نوریوں کے مذہب میں مینے اس ایثار کے معنے کو مشرح طور پر بیان کیا ہے لہذا اس بیان کو مینے اس جگہ پر ختم کیا۔ واللہ اعلم ٭

ساتواں حجاب روزہ کے کھولنے کے بیان میں

پس ای طالب صادق اب میں روزہ کی بابت لکھتا ہوں کہ صوفیا کا خیال روزہ کے متعلق کیا ہے جیسا کہ خدائے بزرگ نے فرمایا ہے۔ یا ایھا الذین امنو کتب علیکم الصیام یعنے ای لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے اوپر روزہ فرض کیا گیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبریل نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے الصوم لی وانا اجزی بہ یعنے روزہ میری ملک سے ہے اور اسکی جزا کے واسطے میں زیادہ بہتر ہوں اسواسطے کہ روزہ کی عبادت ایک سر اسرار سے ہے جسکا تعلق ظاہر کے ساتھ کچھ نہیں ہے اور غیر کیواسطے اسمیں کوئی حصہ نہیں ہے چونکہ اسکی جزا لے انتہا ہے اور دخول جنت رحمت کے سبب ہوگا اور درجہ عبادت کی بدولت نصیب ہوگا اور خلود جنت روزہ کے باعث سے ملیگا کیونکہ ارشاد باری عز اسمہ ہے انا اجزی بہ اور حضرت جنید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں الصوم نصف الطریقۃ یعنے روزہ رکھنا نصف طریقت ہے اور صوفیائے کرام کو مینے دیکھا ہے کہ رمضان المبارک کے مہینے کے سوا اور مہینوں میں بھی وہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور بعض رمضان المبارک ...

کے سوا اپنی اختیار سے تھا یا اُسکے ترک کرنیکے واسطے تھا اور مینے یہ بھی اکثر دیکھا ہی کہ روزہ کو رکھتے تھے اور کوئی نہ جانتا تھا اور جب اُنکے سامنے طعام کو لاتے تھے تو اسوقت کھاتے تھے اور یہ سُنت کے موافق ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُنکے پاس تشریف لائے انہوں نے عرض کیا ہم نے آپ کیواسطے مالیدہ رکھا ہوا ہے آپنے فرمایا مینے روزہ کی نیت کی ہوئی تھی لیکن لاؤ پہر کسی دن روزہ رکھ لونگا اور روائت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایام بیض مین تیرہوین چودہوین اور پندرہویں تاریخ ماہ میں روزہ کو رکھتے تھے اور حضور علیہ السلام ماہ رجب اور ماہ شعبان المعظم میں بھی روزہ رکھتے تھے اور صوم داؤد کا بھی روزہ رکھتے تھے اور اسکو آپنے خیر الصیام فرمایا اور ایک دن مینے حضرت شیخ احمد بخاری کو دیکھا کہ آپ حلوے کا طبق اپنے آگے رکھے ہوئے کہا رہے تھے پس مجھکو دیکھکر مجھ سے ارشاد فرمایا اور مینے لڑکپن کی عادت کے موافق کہا کہ میں روزہ دار ہوں اُسوقت مجھ سے پوچھا کہ کیوں پس مینے کہا کہ فلاں شخص کی موافقت پر تو کہا لوگونکو اور لوگونکی موافقت جائز نہیں پس اُسوقت مینے ارادہ کیا کہ روزہ کو کھول دوں تو آپنے فرمایا کہ جب تو اُسکی موافقت کو ترک کرتا ہے تو میری موافقت کو بھی ترک کردے کیونکہ میں بھی مخلوق الٰہی سے ہوں پس یہ دونوں امر ایک ہیں اور روزہ کی حقیقت امساک ہی اور اسرار طریقت اسمیں پوشیدہ ہیں اور روزہ میں ادنیٰ درجہ بھوکھ ہی جیسا کہ کہا ہی۔ الجوع طعام اللہ فی الارض یعنے بھوک خدا کا طعام ہے جو زمین میں ہی اور بھوک سب ناموں میں از روی شرع شریف اور عقل کی تمام لوگوں میں نیک امر ہے پس ہمیشہ روزہ کا ماہ رمضان المبارک کی چاند کے دیکھنے سے ہی یا شعبان کے پورا ہونیکے بعد ہے اور ہر روزہ کے واسطے نیت شرط ہے لیکن امساک کیواسطے بہت شرط ہے یعنے پیٹ کو شراب اور طعام سے بچانا ضرور ہی یہاں تک کہ آنکھوں کو شہوت کی نظر سے اور کان کو غیبت کے سُننے سے اور زبان کو بیہودہ باتوں سے اور جسم کو دُنیا کی آفت اور اُسکی پیروی سے اور شرع کی مخالفت سے پس حقیقت میں وہی شخص روزہ دار ہو سکتا ہے کہ جسمیں یہ اوصاف ہوں اور حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے اذا صمت فلیصم سمعك وبصرك ولسانك ويدك وكلّ عضو منك اور یہ بھی ارشاد ہے کم من صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع والعطش

یعنے بہت ایسے روزہ دار ہیں کہ اُنکو روزہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہی اور وہ بھوکھے اور پیاسے دن بھر رہتے ہیں اور میں کہ عثمان جلابی کا بیٹا علی ہوں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور میں نے عرض کیا کہ اے میرے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ وصیت فرمایئے فرمایا کہ احبس حواسک یعنی اپنے حواس کو خدا کی محبت میں مقید کر اس سے معلوم ہوا کہ حواس کا بند کرنا ایک پورا مجاہدہ ہی اسواسطے کہ کل علوم کا حصول ان پانچ دروازوں سے ہے یعنی دیکھنے اور سُننے اور چکھنے اور سونگھنے اور چھونے سے پس یہ پانچوں حواس علم اور عقل کے سپہ سالار ہیں ان میں سے چار کیواسطے محل مخصوص ہے اور ایک سب بدن میں ساری ہی یعنے آنکھ کا کام دیکھنے کا ہے کہ وہ جہان کو دیکھتی ہی اور کان سننے کا محل ہے کہ جو ہر ایک آواز کا امتیاز کرتا ہے اور زبان محل لذت کا ہے کہ مزہ ہر ایک کا چکھتی ہے اور ناک محل سونگھنے کا ہے کہ جو بدبُو اور خوشبو کا امتیاز کرتی ہے اور چھونے کا محل کوئی خاص نہیں ہے وہ سب اعضا میں ہے جس سے نرمی اور گرمی اور سختی اور سردی معلوم ہوتی ہے اور یہ ایسے علوم کوئی نہیں کہ جو آدمی کو معلوم ہوں اور ان پانچوں دروازوں سے اسکا حصول نہ ہووے لیکن بدیہیات اور الہامات خدا تعالے کی طرف ہیں اور انکے حصول کے واسطے ان دروازوں کی ضرورت نہیں ہے اور انمیں کسی آفت کا ہونا جائز نہیں ہی اور ان پانچوں دروازوں میں سے ہر ایک دروازہ میں صفا اور کدورت ہے کیونکہ جس طرح علم اور عقل اور روح کو ان میں دخل ہی اسی طرح پر نفس اور ہوا کا دخل ہے سو طاعت اور گناہ اور نیکبختی اور بدبختی میں مشترک ہی پس خدا تعالیٰ کی ولایت یہ ہی کہ شنوائی کو نیک باتوں کے سننے کی طرف لگاوے اور بینائی کو نیک چیزوں کے دیکھنے کیواسطے استعمال کرے تو نفس کا حصہ انمیں یہ ہی کہ شہوت سے دیکھے اور جھوٹ کو سنے اور چھونے اور چکھنے اور سونگھنے میں ولایت الٰہی امر الٰہی کی موافقت اور سنت کی پیروی اور نفس کا حصہ شریعت کی مخالفت ہے ۔ لہذا اے طالب صادق جب روزہ دار ان سب حسوں کو بند کر لیگا اور موافق زمان کے مخالفت نہ کریگا تو روزہ دار کہا جائیگا اور صرف کھانے اور پینے کا جو روزہ رکھیگا اوسکی مثال ایسی ہے کہ جیسی بوڑھی عورتوں کا روزہ رکھنا یا صغیر السن بچوں کا

روزہ رکھنا ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وما جعلناهم جسدًا لایاکلون الطعام یعنی نہیں بنایا ہمنے پیغمبروں کو جسم کہ کھانیوالی چیز کو نہ کھائیں ہر طبیعت کو ہمنے کھانے کا محتاج کیا ہے اور ارشاد ہے افحسبتم انما خلقناکم عبثا یعنے کیا غفلت کے باعث تم یہہ سمجھتے ہو کہ ہمنے تم کو کھیل اور کود کے واسطے پیدا کیا ہے یعنی لوگونکو ہمنے لہو و لعب کیواسطے نہیں پیدا کیا ہے۔ لہذا کھیل اور حرام چیزوں سے امساک کرنا چاہیئے اور ہمنے حلال چیزوں کے کھانیکے واسطے منع نہیں کیا ہے پس چاہیئے کہ وہ چیزیں کھائیں اور حضرت مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ مجھے اُن لوگوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ جو نفل اور مستحب روزہ کو رکھتے ہیں اور فرض کو ترک کرتے ہیں کیونکہ گناہ نہ کرنا فرض ہے اور نفلی روزہ رکھنا ہمیشہ سنت کے درجہ میں ہے جب گناہوں سے کسیکو عصمت حاصل ہوتی ہے تو سب احوال اوسکے روزہ ہو جاتے ہیں اس کے متعلق یہہ حکایت ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ جب پیدا ہوئے تو روزہ دار تھے اور جب آپنے دنیا سے انتقال فرمایا تو روزہ دار تھے کہتے ہیں کہ جس وقت آپ پیدا ہوئے تو وہ صبح کا وقت تھا۔ لہذا آپنے شام تک دودھ نوش نہ فرمایا۔ جب مغرب کی اذان ہوگئی تو آپنے دودھ پیا اسی طرح جب آپکا انتقال ہوا تو آپ روزہ دار تھے اس روایت کے راوی حضرت ابو طلحہ مالکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں لیکن روزہ میں وصال سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور جب حضور علیہ السلام نے صوم وصال رکھا تو صحابہ کرام نے آپکی موافقت کی تو آپنے فرمایا کہ تم صوم وصال نہ کرو۔ انی لست کاحدکم انی ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی یعنی میں تم میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہوں کیونکہ مجھ کو حق تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک رات کو طعام اور شراب آتا ہے پس ارباب مجاہدہ کہتے ہیں کہ یہ نہی شفقت سے پہنچی ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ وصال کرنا سنت کے خلاف ہے لیکن حقیقت میں وصال محال ہے بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ وصال سے مراد آپ سے گذرنا ہے اور یہ صوفیہ پر ہر رات میں ہوتا ہے یعنے جب فقیر رات میں تجلیات آتے ہیں ہوا اور اس درجہ استغراق کی حالت ہو کہ ناسوتی تعلقات اُس سے کچھ نہ بچیں اور وہ اُنکی نیت نہ کرسکے لہذا ایسے روزہ کو حضور علیہ السلام

نے منع فرمایا ہے ظہیری مترجم) اس سبب سے کہ جب دن گذر گیا تو رات کو روزہ جائز نہیں ہوتا
اور جب روزہ کی نیت رات میں نہیں کی تو وصال ناجائز ہے اور حضرت عبداللہ تستری کے
بیٹے سہل سے روایت ہے کہ آپ ہر ایک پندرہ دن کے بعد ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے اور جب ماہ
رمضان المبارک ہوتا تھا تو عید ہونے تک آپ کچھ نہیں کھاتے تھے اور ہر رات میں چار سو رکعت
نماز ادا فرماتے تھے کہ جو آدمی کی طاقت سے باہر ہے اور مشرب آلہی کے سوا نہیں ہو سکتا
اور وہ ایک تائید آلہی سے ہے کہ اسکی عینیت روح کی غذا بنجاتی ہے بل دنیا کے واسطے دنیا
کا طعام غذا ہے جس پر وسکی زندگی ہے اور فقرا کی غذا تائید آلہی ہے اور حضرت شیخ ابو نصر سراج
رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے جنکو صوفیا طاوس الفقرا اور صاحب برق کہتے ہیں آپ فرماتے ہیں
کہ میں رمضان المبارک میں بغداد میں پہنچا اور مسجد شونیزیہ میں میں نے قیام کیا اور اوس کے ایک حجرہ
میں میں نے خلوت کو اختیار کیا اور درویشوں کی امامت میں نے اختیار کی اور نماز عید تک میں نے
لوگوں کو نماز پڑہائی اور تراویح میں پانچ ختم قرآن کے مجھکو ہر رات ایک خادم ایک روٹی پہنچایا کرتا تھا اور جب
عید کا دن ہوا تو ہم لوگ عید پڑہنے چلے گئے خادم کو تیس روٹیاں پڑی ملیں مترجم کہتا ہے اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اصحاب مسجد تھے اونکی تعداد تیس کی تھی اور غیب سے فی کس اُن کو ایک ایک
روٹی ملا کرتی تھی مگر وہ لوگ طیّا کا روزہ رکھتے تھے اور صائم اللیل اور قائم الدہر تھے اور یہ
تائید الہی سے ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی محبت سے اُن کو غذا پہونچاتا تھا اور وہ لوگ خدا کے ذکر کو
اپنی غذا سمجھتے تھے۔ ظہیری مترجما اور حضرت مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ ابکار کے بیٹے علی
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حفص مصیصی رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے دیکھا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی پندرہویں
تاریخ کے سوا آپ کچھ نہیں کھایا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت
ہے کہ آپ ماہ رمضان المبارک میں کچھ نہیں کھاتے تھے حالانکہ بہت سخت گرمی کا مہینہ ہوتا
تھا روزانہ گیہوں کاٹنے کی مزدوری پر جایا کرتے تھے اور جو کچھ مزدوری کا ملتا تہا اوسکو
فقرا اور مساکین کو دیدیا کرتے تھے اور آپ دن رات میں کسی چیز کو نہیں کھایا کرتے تھے اور

رات بھر صبح تک نماز میں مشغول رہا کرتے تھے اور یہ بھی صوفیا سے مروی ہے کہ لوگ آپکی حالت کو دیکھتے تھے کہ آپ
شب کو سوتے تھے اور نہ دن رات میں کچھ کھاتے تھے اور شیخ ابو عبد اللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب
آپکا انتقال ہوا تو آپکے چالیس چلے پے درپے کئے ہوئے تھے اور ایک پیر مرد جنگل دیکھا کہ ہمیشہ ہر سال دو چلہ کرتا تھا
اور شیخ دانشمند ابو محمد بالغری کا جب انتقال ہوا میں وہاں موجود تھا اسی روز انہوں نے کچھ نہ کھایا تھا
اور نہ آپ کبھی نماز سے علیحدہ ہوئے بلکہ ہمیشہ آپکی نماز با جماعت ادا ہوتی اور متاخرین میں سے ایک درویش تھا اسی
روز تک کچھ نہ کھایا اور کسی نماز کی جماعت اُس سے فوت نہ ہوئی تھی اور مقام مرو میں دو درویش تھے کہ ایک
کا نام مسعود رحمۃ اللہ علیہ اور ایک کا نام ابو علی سیاہ تھا پس ایک مرتبہ مسعود نے ابو علی کے پاس ایک آدمی کو بھیجا کہ آؤ ہم تم
چالیس روز تک خلوت میں بیٹھیں اور کوئی چیز نہ کھائیں اس پر ابو علی نے کہا کہ آؤ ہم تم ہر روز تین بار طعام کھائیں اور
چالیس روز تک ایک وضو سے رہیں۔ لہذا اس مسئلہ کی بحث ابھی تک گروہ صوفیا میں ہے اور بلکہ آج تک اس مسئلہ کا انکشاف
نہیں ہوا ہے پس اے طالب جاہل لوگ اس مسئلہ سے تعلق ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وصال جائز ہے حالانکہ
وصال کے یہ معنی نہیں ہیں جو یہ لوگ سمجھے ہیں اور اطبائی اس معنے سے انکار کرتے ہیں لہذا مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اسکا
بو بتلاؤں تاکہ یہ مسئلہ مشکلات سے باہر ہو پس اے طالب اس امر کو صاف طور پر جان لے کہ وصال بغیر اسکے کہ خداوند تعالیٰ کے
فرمان میں خلل آئے کرامت ہے اور کرامت کا محل خاص ہے عام نہیں ہے پس جسپر حکم عام نہ ہوگا تو اوسپر
کوئی امر درست نہ ہوگا اور اگر کرامت کا اظہار عام ہوتا تو ایمان جبر میں ہوتا اور معرفت پر عارفوں
کو ثواب نہ ملتا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب معجزہ تھے تو آپنے وصال کو ظاہر
فرمایا اور اہل کرامت کو اُسکے کرنے سے منع فرمایا کیونکہ کرامتوں کی شرائط سے ایک شرط اُس کا پوشیدہ
کرنا بھی ہے اور معجزہ کی شرائط سے ایک شرط اوس کا اظہار ہے اور معجزہ اور کرامت میں یہ
ایک فرق بین ہے اور جسکو ہدایت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اُسکے واسطے یہ کافی ہے اور اصل
چلہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال سے متعلق ہے کہ جب وہ چاہتے تھے کہ خداوند عالم عز اسمہ
سے ہمکلام ہوں تو چالیس روز تک بھوکے رہتے تھے اور جب ایکماہ گذر جاتا تھا تو آپ مسواک کو
کرتے تھے اور اسکے بعد دس دن سلوک کرتے تھے تو خدا کے بھیدوں سے واقف ہوتے تھے اُسکے بعد خدا سے

ہمکلام ہونیکا فخر حاصل کرتے تھے اور جو کچھ اُن سے کلام ہوتا تھا اُسکا اظہار فرماتے تھے پس اِس وجہ سے معلوم ہوا کہ جو اولیاء اللہ ہیں وہ خدا کے بھیدوں سے واقفیت رکھتے ہیں اور جو انبیاء علیہم السلام ہیں وہ علانیہ معجزہ ظاہر فرماتے ہیں۔ پس اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خداوند تعالےٰ کا کلام سُننا طبع کی بقا کیوجہ سے نہیں ہوتا ہے پس چاروں طبعوں کیواسطے چالیس دن کھانے اور پینے کی نفی کرنا لازم ہوئی۔ بدیں وجہ کہ یہ طبع منتہٰو ہوں اور روح لطیف ہو پس روح کیواسطے محبت کا ہونا شرط ہوا اور دل کی صفائی اوسکی لطافت ٹھیری اور اس کے متعلق باب الجوع ہے جسکی نسبت ہم صوفیا کے مذاق کی بابت بحث لکھتے ہیں تاکہ اے طالب صادق تجھ کو بھوکھ کی حقیقت معلوم ہووے کہ صوفیا کے نزدیک اسکی کیا اصلیت ہے وہو ہذا +

الباب الثامن والعشرین یعنی باب بھوکھ اور اسکی متعلقات کی بیان میں

اے طالب تجھ کو معلوم ہووے کہ خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا ہے۔ ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات یعنی البتہ ہم تمہیں خوف اور بھوکھ اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی میں سے کسی چیز کے ساتھ آزمائیں گے اور ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بطنٌ جائعٌ احبُ الی اللہ تعالیٰ من سبعین عابد اغافلاً یعنے بھوکھے آدمی کا پیٹ خدا کے نزدیک ستر عابدوں سے کہ جو غافل ہیں زیادہ دوست ہے پس اے طالب اس سے معلوم ہوا کہ بھوکھ کی سب اُمتوں اور ملتوں سے بزرگی ثابت ہے کیونکہ جو بھوکھا آدمی ہوتا ہے اُسکے دل پر اثر نہیں ہوتا ہے چونکہ دل ریاضت کر سبب سے مہذب ہو جاتا ہے اور زیادہ ذکر کی اُسمیں خواہش ہو جاتی ہے اور اُسکی طبیعت زیادہ مہذب اور تندرست ہو جاتی ہے اسی واسطے ارشاد ہے الجوع للنفس خضوع وللقلب خشوع یعنی بھوکھ نفس کیواسطے اُفتادگی اور دل کیواسطے عاجزی ہے پس بھوکھے آدمی کا جسم اُفتادہ اور تواضع کرنیوالا ہو جاتا ہے اور دل اُسکا خواہشات سے عاجز

ہوجاتا ہے اور بہوک سے نفسانی قوت ناپید ہوجاتی ہے اور ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اجیعوا بطونکم ظمأو۔ کبادکم واعروا اجسادکم لعل قلوبکم ترٰی اللّٰہ عیانا فی الدنیا یعنے پیٹونکو بھونکا رکھو اور جگر کو پیاسا رکھو اور جسم کو ننگا رکھو شاید کہ تم دُنیا میں خداوند تعالی کو اپنے دل میں دیکھو اگرچہ اطالب بھوک سے جسم پر بلا نازل ہوتی ہی مگر دل کو اُس سے روشنی اور کیفیت حاصل ہوتی ہے اور جان میں صفائی اور بعید کو لقا حاصل ہوتا ہے اور جب بعید کو لقا حاصل ہوتا ہی اور جان کو صفائی رہتی ہے اور دل میں روشنی پیدا ہوتی ہے تو اگرچہ جسم بلا میں بھی گرفتار رہا مگر اُس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا اور پیٹ بھر کر کھانا کھانے میں زیادہ خوبی نہیں ہے اگر اسکی کچھ قدر ہوتی تو چارپائے پیٹ بھر نہ کھاتے کیونکہ پیٹ بھر کر کھانا کھانا جانور وں کا کام ہے اور بھوک بیمارونکا علاج ہے اور بھونکا رہنا باطن کے آباد کرنیکا نام ہے اور پیٹ بھر کر کھانا کھانا پیٹوں کا آباد کرنا ہے اور بھونکا رہنے والا باطن کی آباد کرنیمیں عمر کو صرف کرتا ہے اسواسطے کہ وہ خدا کیواسطے تنہا ہوکر عبادت کرے اور دنیاوی تعلقات سے علیحدہ ہوجاوے۔ پس اے طالب امر کیونکر برابر ہوسکتا ہے کہ ایک شخص ظاہر آباد کرنیمیں عمر بسر کرتا ہے اور ہوا و ہوس اور جسم کیخدمت میں مشغول ہے اب اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ ایک شخص اس واسطے کھانا کھاتا ہی جیسے دنیادار کھاتے ہیں یا جو لوگ لہو و لعب میں اپنی عمر بسر کرتے ہیں اور ایک اس واسطے کھاتے ہیں کہ ہم عبادت خداوندی کی لائق رہیں اور جسمانی قوت زائل نہ ہو اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اسی واسطے کہا گیا ہی کان المتقدمون یاکلون لیعیشوا وانتم تعیشون لتاکلوا یعنے اگلے لوگ اسواسطے کھانا کھاتے تھے کہ حیات باقی رہے اور تم یہ سمجھتے ہو کہ حیات کہانے کے واسطے ہے بلکہ یہ نہیں ہے۔ الجوع طعام الصدیقین ومسلک المریدین وقید الشیاطین یعنی بھونک پر کہنی والونکا طعام ہے اور مریدونکا راستہ ہی اور شیطانون کی قید ہے اور خدا کا حکم اور اندازہ اُنکے واسطے پہلے سے ہو چکا ہے چونکہ آدم علیہ السلام کا بہشت سے باہر نکلنا اور خدا تعالے سے اُنکا علیحدہ

ہونا صرف لقمہ کے واسطے تھا اور حقیقت میں جو لوگ بھوک سے بیقرار ہوتا ہے وہ بھوکا نہیں
ہوتا ہے کیونکہ کھانیکا طالب کھانیکے ساتھ ہوتا ہے پس جسکو بھوک کا درجہ حاصل ہوتا ہے وہ باوجود طعام کے کھانے
کا تارک ہوتا ہے اور جو کوئی بھوک کا بوجھ اور رنج اُٹھاتا ہے تو وہ بھوکا ہوتا ہے پس اس سے
معلوم ہوا کہ شیطان اور نفس کی خواہش کی قید سوائے بھوک اور پیاس کے نہیں ہے، اور
حضرت کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ومن حکم المریدین ان یکون فیہ ثلثة اشیاء
نومہ غلبة وکلامہ ضرورة واکلہ فاقة یعنے مرید کیواسطے یہ شرائط ہیں کہ تین
چیزیں اُسمیں موجود ہوں اونمیں سے ایک یہ ہے کہ اُسکی خواب غلبہ کی سوا نہ ہو اور وہ ضرورت
کے سوا نہ بولے اور بھوک کے سوا نہ کھائے اور بعض کے نزدیک فاقہ یہ ہے کہ دو رات دن یعنے آٹھ
پہر نہ کھائے اور بعض کے نزدیک تین رات دن اور بعض کے نزدیک ایک ہفتہ ہے اور بعض کی نزدیک چالیس روز
ہیں اور اہل تحقیق اسپر ہیں کہ سچی بھوک ہر چالیس دن میں ایک مرتبہ ہوتی ہے اور اسکے سبب سے
جان بچی رہتی ہے اور جو حالت اسکے درمیان میں آتی ہے وہ حرص اور طبیعت کی غرور ہوتی
ہے اسی واسطے اہل معرفت کی رگیں سب خداوند تعالیٰ کے بھیدونکی دلیلیں ہیں اور اُن لوگوں کے
دل اونکی بلند نظر کی جگہ پر ہیں اور اُن دونکی وجہ سے اونکے سینونمیں خدا کی طرف سے دروازے
کھلے ہوئے ہیں اور عقل اور ہوا اُنکی بارگاہ پر نگہبانی کرتی ہے اور روح عقل کی مددگار ہوتی
ہے اور نفس ہوا کا مددگار ہوتا ہے اور جسقدر کہ طبیعتیں زیادہ تر غذا سے پرورش پاتی ہیں اسیقدر نفس [illegible]
زیادہ قوی ہوتا ہے اور ہوا بھی زیادہ تربیت پاتی ہے، اعضا میں اوسکا دبدبہ ہوتا ہے اور
ہر ایک رگ میں اُسکے پراگندہ ہونے سے ایک اور طرح کا حجاب پیدا ہوتا ہے اور جب طالب طعام کو [illegible]
ہٹا لیتا ہے تو ہوا ضعیف ہو جاتی ہے اور عقل میں قوت آجاتی ہے اور نفس کی طاقت بھوک
سے زیادہ ٹوٹ جاتی ہے اور اسپر بھید اور دلائل ظاہر ہونے لگتی ہیں اور جب نفس اپنی حرکتوں سے
عاجز ہو جاتا ہے اور ہوا اپنی وجود سے فانی ہو جاتی ہے تو حق باطل زدہ ہوتا ہے وہ حق [illegible] کے
اظہار میں محو ہو جاتا ہے۔ اُسوقت پر مرید کی کل مرادیں حاصل ہوتی ہیں اور جو [illegible]

قصاب سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میری طاعت اور معصیت میں دو طریق ہیں یعنی میں اپنی طاعت اور معصیت کو دو حالت میں دیکھتا ہوں یعنی جب میں کھاتا ہوں تو سب گناہوں کا مادہ میں اپنے میں پاتا ہوں اور جب کھانے سے ہاتھ کو اٹھا لیتا ہوں تو سب طاعتوں کی اصل میں اپنے میں دیکھتا ہوں لیکن بھوک کا پھل مشاہدہ ہے اور یہ مجاہدہ اسکا راستہ دکھلانیوالا ہے پس جو سیری مشاہدہ کے ساتھ ہے وہ اس بھوک سے بہتر ہے کہ جو مجاہدہ کے ساتھ ہے اسوجہ سے کہا گیا ہے کہ مشاہدہ مردوں کا میدان ہے اور مجاہدہ لڑکوں کا کھیل ہے جیسا کہ کہا ہے فالشبع بشاھد الحق خیر من الجوع بشاھد الخلق پس جو سیری خدا کی قدرت کی بینائی کے ساتھ ہو وہ بہتر اس بھوک سے ہے کہ جو مخلوق کی بینائی کے ساتھ ہے اور اس کے متعلق بہت کچھ کلام ہے بوجہ طوالت کے میں نے اسی پر اکتفا کیا، واللہ اعلم بالصواب ؛

آٹھواں کشف حج کے بیان میں

اے طالب صادق میں تجھ کو مسئلہ حج بتاتا ہوں کہ اس کی متعلق خداوند عز اسمہٗ کا کیا ارشاد ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ؛ یعنی اللہ تعالےٰ کے واسطے ہی آدمیوں کا خانہ کعبہ کا ارادہ کرنا یعنی جو شخص خانہ کعبہ کے جانیکی استطاعت رکھتا ہو اور فرضوں میں سے یہ ایک فرض بندہ پر حج کا ارادہ کرنا ہے اُس حالت میں کہ وہ صحیح اور تندرست ہو اور بالغ ہو اور مسلمان ہو اور حج کے اداکرنیکی طاقت رکھتا ہو اور حج منحصر اوپر تین چیزوں ہیں یعنی میقات میں احرام باندھنا اور عرفات میں ٹھیرنا اور طواف زیارت خانہ کعبہ کا کرنا پس تینوں چیزیں ہیں اتفاق فرض اور صفا و مروہ کے درمیان میں دوڑنا اسمیں اختلاف ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ حرم شریف میں بغیر احرام کے جانیکا حکم نہیں ہے اور حرم کی معنے علماء نے یہ لکھی ہیں کہ حرم کو حرم اسواسطے کہتے ہیں کہ اسمیں ابراہیم علیہ السلام کا مقام اور امن کی جگہ ہے

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کیواسطے دو مقام ہیں یعنے ایک کا تعلق جسم سے ہے اور دوسرے کا تعلق دل سے ۔ ۔ ۔ پس جسم کے مقام سے مراد خانہ کعبہ ہے اور دل کا مقام محل خلت ہے پس جو شخص ان کی تمام کا ارادہ کرتا ہے یعنی مکہ معظمہ کے جاتے کا تو وہ شخص تمام شہوتوں اور لذتوں سے روگردانی اختیار کر لیتا ہے اور وہ محرم ہو جاتا ہے اور کفن کو پہن لیتا ہے اور حلال شکار سے اپنا ہاتھ اُٹھا لیتا ہے اور اپنے جملہ حواسوں کا دروازہ بند کر لیتا ہے اور وہ عرفات میں حاضر ہوتا ہے اور وہاں سے وہ مزدلفہ اور مشعر الحرام میں جاتا ہے۔ اور مکہ میں کعبہ کا طواف کرتا ہے اور پھر مقام منا میں آتا ہے اور وہاں تین روز تک رہتا ہے اور رجم شیاطین کرتا ہے یعنی شرط سے اوپر پتھر پھینکتا ہے اور وہاں پر سر کے بال منڈواتا ہے اور قربانی کرتا ہے اور سر پر آخر پہنتا ہے پس جو لوگ حضرت ابراہیم ؑ کے مقام کو اختیار کرتے ہیں تو وہ محبت کی چیزوں سے روگردانی کرتے ہیں اور لذات اور راحتوں کو ترک کر دیتے ۔ ۔ ۔ ہیں اور اغیار کے ذکر سے منہ پھیر نے والے ہوتے ہیں کیونکہ دنیا کی محبت بہت خطرناک چیز ہے اور معرفت کی عرفات میں قیام کرتے ہیں اور وہاں سے اُلفت کے مزدلفہ کا ارادہ کرتے ہیں اور وہاں سے اسرارات خداوندی کے حرم میں طواف کرتے ہیں اور اپنی حرص اور فاسد خیالات کو مقام منا میں پھینکتے ہیں اور اپنے نفس کو مجاہدہ کے مقام میں قربان کرتے ہیں۔ جب لوگ مقام دوستی میں پہونچتے ہیں اسی واسطے حکم ہے کہ جو شخص کعبہ میں داخل ہو گیا وہ خدا کی امان میں آگیا اور وہ اپنے دشمن اور اوسکے وار شمشیر سے بچگیا چونکہ وہاں امان ہے اور اُس مقام یعنے مقام خلت میں آنا قطیعت سے ، اور اُسکے آفات سے امان ہے۔ اسی واسطے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے الحاج وفد الله يعطیهم ما سالوا ویستجیب لهم ما دعوا ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی حاجی لوگ خدا کی طرف قاصد ہیں پس وہ جو کچھ خدا تعالےٰ سے مانگتے ہیں۔ اون کو خدائے تعالیٰ وہ دیتا ہے اور جو وہ لوگ دعائیں مانگتے ہیں خدائے تعالےٰ اُن کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور دوسرا گروہ اپنی پناہ چاہتا ہے۔ اور کوئی چیز نہیں مانگتا ہے۔ اور نہ کوئی دعا کرتا ہے۔ بلکہ تسلیم

اختیار کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تسلیم کو اختیار فرمایا چنانچہ اللہ نے فرمایا اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العلمین یعنے جب ابراہیم علیہ السلام سے اُسکے ربنے کہا کہ مطیع ہو جا اُسوقت آپنے فرمایا کہ میں جہان کے پالنے والے کا مطیع ہوں اور جب ابراہیم علیہ السلام مقام خلت میں پہونچے تو تمام تعلقات دنیوی سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے دل کو غیر سے علیحدہ کر لیا پس حق تعالی نے چاہا کہ انکی خصلت لوگوں کو دکھلائے تو نمرود مردود کو آپ پر مسلط کیا اور آپکے ماں باپ کے درمیان میں جُدائی ڈالوائی اور آپ پر آگ کو جلوایا اُسوقت شیطان آیا اور اُسنے ایک گوپھن بنائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُسمیں بٹھا کر اُس آگ میں پھینکا پس فوراً حضرت جبرائیل آپکے پاس آئے اور فرمایا کہ اے ابراہیم علیہ السلام کوئی تمکو حاجت ہے آپنے فرمایا اما الیک فلا یعنے تجہسے تو مجھے کوئی حاجت نہیں ہے اسپر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا سے بھی کیا تمکو کوئی حاجت نہیں ہے آپنے جواب دیا حسبی من سوالی علمہ بحالی یعنے اُسکا علم میرے حال پر میرے سوال کا محتاج نہیں ہے پس مجھے یہ کافی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ مجکو اس آگ میں ڈالتے ہیں اور اُس کے علم نے یعنے جو میرے احوال کا علم اُسکو ہے میری زبان کو سوال کے کرنے سے منقطع کر دیا ہے اور حضرت فضل کے بیٹے محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اُس شخص سے تعجب ہے کہ جو دنیا میں خدا کے گھر کی تلاش کرتا ہے اور کس واسطے وہ اپنے دل میں مشاہدہ کی طلب نہیں کرتا ہے اور اگر ڈھونڈھتا ہے تو گھر کو پا لیتا ہے اور کبھی نہیں پاتا ہے مگر دل میں مشاہدہ ضرور رہتا ہے اب اس سے یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ پتھر کی زیارت جس کی سال بھر میں ایک مرتبہ ادا ہوتی ہے فرض ہوئی پس دل کہ جس دل میں تین سو ساٹھ دفعہ نظر کرتے ہیں اوسکی زیارت اُس سے بہتر ہے بشرطیکہ دل کی دیکھنے کی قابلیت ہو اور اہل تحقیق کے واسطے ہر ایک قدم مکہ شریف کے راستہ سے ایک نشان ہے بشرطیکہ نشان کو پہچانتا ہو پس جب مقام حرم میں پہونچتے ہیں تو وہاں سے خلت خاص میں پہونچتے ہیں اور حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جسکی عبادت کا ثواب روز جزا کو ملے اوسنے گویا آج کے دن کچھ کوئی

عبادت نہیں کی کیونکہ مجاہدہ اور عبادت کے جز غیبی کا ثواب بہ غور حاصل ہوتا ہے اور حضرت بایزید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایکمرتبہ میں حج کو گیا تو میں نے خانہ کعبہ کے سوا اور کچھ نہ دیکھا اور جب دوسری دفعہ گیا تو خانہ کعبہ کو دیکھا اور اُسکے مالک کو بھی دیکھا مگر تیسری حج میں صاحب خانہ کو دیکھا مگر گھر کو نہ دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ ہر آدمی حرم شریفین اُسوقت ہوتا ہے جبکہ اُسکی تعظیم کا مشاہدہ کرتا ہو اور تمام جہان اُسکی نظر میں قربت اور الفت بجائے اور اُسکو محبت خداوندی کے سبب سے مطلق کچھ خبر نہ ہو چونکہ یہ امر بندہ کو اُس وقت حاصل ہوتا ہے کہ تمام عالم جب اُسکی نظر میں حرم خاص بنجاتا ہے اور جب بندہ محجوب ہوتا ہے تو حرم اُسکے واسطے تمام جہان میں سب سے زیادہ تاریک ہو جاتا ہے اور اُسے کچھ نظر نہیں آتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے اظلم الاشیاء دار الحبیب بلا حبیب یعنے سب چیزوں میں سے زیادہ تاریک دوست کا گھر ہے کہ جو دوست کے سوا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ مشاہدہ کی حالت محل دوستی میں رضائی دوست ہے اسوجہ سے کہ خداوند تعالیٰ نے کعبہ کے دیدار کو اُسکا سبب بتلایا ہے اور کعبہ کی کوئی قیمت اور حالت کو نہیں بتلایا لیکن اُس سے تعلق پیدا کرنیکا حکم فرمایا ہے تاکہ حق تعالیٰ کی عنایات انسان کو معلوم ہو جاوے تاکہ انسان یہ سمجھ لے کہ یہ عنایت کہاں سے ہے اور طالبوں کی مراد کس طرح سے دکھاتی ہے پس مردونکی مراد جنگلوں اور صحراؤں کے قطع کرنے میں نہیں ہے یعنی حرم میں کیونکہ دوست کی رویت حرم کے دیدار میں حرام ہے بلکہ بہت بڑی مراد مجاہدہ سے حاصل ہوئی ہے بلکہ جو ہمیشہ اوسکے دریائے محبت میں مستغرق ہے اور سوز و گداز میں اپنی عمر کو تمام کر دیا اُسکے متعلق یہ روایت ہے کہ ایک شخص حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے پاس آیا آپنے اُس سے دریافت کیا کہ تو کہاں سے آتا ہے اوسنے کہا کہ میں حج کو گیا ہوا تھا آپنے پوچھا کہ تو نے حج کو کیا اوسنے کہا کہ بیشک میں نے حج کو ادا کیا آپنے فرمایا کہ جب تو گھر سے نکلا تھا اور تو نے اپنی وطن کو چھوڑا تھا تو کیا تو نے اپنے سب گناہوں سے بھی توبہ کر لی تھی اوسنے کہا کہ نہیں آپنے فرمایا کہ تو نے وطن سے سفر نہیں کیا پھر ارشاد فرمایا کہ جب تو گھر سے نکلا او ہر ایک منزل میں تو نے رات کیوقت قیام کیا تو حق کے راستہ سے اِس مقام میں تو نے کچھ قطع کیا اوسنے کہا کہ نہیں اسپر آپنے فرمایا کہ تو نے منزلوں کو قطع نہیں کیا پھر آپنے ارشاد فرمایا کہ تو نے احرام باندھا تو

بشفات میں تو صفات بشریہ سے علیحدہ ہوا جس طرح پر کہ جامہ سے اور عادت انسانی سے علیحدہ ہوتا ہے اوسنے کہا کہ نہیں آپنے ارشاد فرمایا کہ تو احرام باندھنے ابھی نہیں ہوا پھر آپنے ارشاد فرمایا کہ تونے عرفات میں بھی قیام کیا اور مشاہدہ کا کشف تجھے حاصل ہوا اوسنے کہا کہ نہیں پس آپنے فرمایا تو تونے وقوف عرفات بھی نہیں کیا پھر آپنے فرمایا جب تو مزدلفہ میں گیا تھا نفسانی مرادوں کو ترک کیا تھا یا نہ اُسنے کہا نہیں آپنے فرمایا تو مزدلفہ میں بھی نہیں گیا پھر آپنے دریافت کیا کہ تونے خانہ کعبہ کا طواف کیا تو مقام تنزیہ کی محل نگاہ کا طواف کرتے ہوئے تونے خدا تعالے کی جمال باکمال کو بھی دیکھا اوسنے کہا کہ نہیں حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ تونے طواف بھی نہیں کیا پھر آپنے فرمایا جب تو صفا مروہ میں سعی کی تھی تو نے مقام صفا اور درجہ مروہ پالیا تھا اُسنے کہا نہیں آپنے فرمایا تونے سعی بھی کی نہیں کی پھر آپنے فرمایا کہ منا میں آیا تو تیری آرزوئیں تجھ سے ساقط ہوئیں اوسنے جواب دیا کہ نہیں آپنے فرمایا کہ تو منا میں بھی نہیں گیا پھر آپنے ارشاد فرمایا کہ تونے قربان گاہ میں جاکر قربانی کی تھی ہوائے نفسانی کی بھی قربانی کی تھی یا نہ اُسنے کہا نہیں۔ آپنے فرمایا تو تونے قربانی بھی نہیں کی پھر آپنے فرمایا کہ تونے جب پتھر پھینکے اور نفسانی معنوں سے جو تیری ساتھ صحبت میں رہتے تھے اون کو بھی دور کیا اوسنے کہا کہ نہیں آپنے فرمایا کہ تونے پتھر بھی نہیں پھینکے اور حج بھی نہیں کیا فوراً واپس جا اور اس صفت کیساتھ حج کو ادا کر تاکہ تو مقام ابراہیم کو پہونچے اور آپ فرماتے ہیں کہ مینے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ ایک بزرگ خانہ کعبہ میں بیٹھے ہوئے روتے تھے اور ان اشعار کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھ رہے تھے ؛

اشعار عربیہ

اصبحت یوم النحر والعیش ترحل ۔ وکان حدی الحادی بنادُ وھو معجلُ

اسائل عن سلمی فھل من مُخبرٍ ۔ بلن له علماً بھا این تنزلُ

لقد افسدت حجی و نُسکی و عمرتی ۔ و فی البین لی شغل عن الحج اشغلُ

سارجع من عامی لحجۃ قابلٍ ۔ فان الذی قد کان لا یتقبل

یعنے صبح کی بینے ذبح کے دن حالانکہ سپید اونٹ کوچ کرتے تھے اور حدی اونٹ کی چلانیوالے کی آواز کہنے والے تھی کہ جو آواز دیتے تھے اور جلدی کرنیوالے تھے پس میں سلمیٰ میں سے سوال کرتا ہوں کہ یہاں کوئی ایسا بھی مخبر ہے کہ اُسکا اُسکو علم ہو کہ اُسنے کہاں نزول کیا ہے کیا بہ تحقیق میرا حج اور عمرہ فاسد ہوا پس جدائی میں میرے واسطے شغل ہے اور حج سے شغل ہے اور قریب ہے کہ میں آیندہ سال حج کیواسطے

لوٹونگا کیا کیونکہ تیرا حج جو ابتک کیا ہے یہ تو قبول نہیں ہے اور حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے
ایک مرتبہ حج میں ایک جوان کو دیکھا کہ عرفات کی جگہ پر وہ شخص خاموش کھڑا ہوا تھا اور اُس کا سر نیچے کو
تھا اور سب لوگ دعا میں مشغول تھے مگر وہ خاموش تھا اُس شخص سے مینے کہا کہ اے جوان تو خوش
کیوں نہیں ہوتا اور دعا کیوں نہیں مانگتا اوسنے کہا کہ مجھے اسوقت دہشت ہوئی ہے اس وجہ
سے کہ جو وقت میرے پاس تھا وہ مجھ سے فوت ہو گیا ہے پس دُعا کرنیکے لائق میرا منہ نہیں رہا
مینے اُس سے کہا کہ تو دعا کر تاکہ خداوند عالم اس جمع کی برکت کے سبب تجکو تیری مراد پر پہونچا دے حضرت فضیل
علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مینے ہر چند چاہا کہ وہ شخص دعا کو ہاتھ اُٹھاوے اور خدا سے دعا مانگے مگر اُس شخص
نے ایک ایسا نعرہ مارا کہ اُسکے سبب سے اُسکی فوراً جان نکل گئی اور جان بحق تسلیم ہو گیا اور حضرت
ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مینے ایک جوان کو دیکھا کہ وہ منیٰ میں آرام سے
بیٹھا ہوا تھا اور سب لوگ قربانیوں میں مشغول تھے اُس شخص کی حالت پر مجھے خیال ہوا کہ یہ شخص
کیوں آرام سے بیٹھا ہوا ہے اور لوگ قربانیوں میں مشغول ہیں جب میں نے اُس سے دریافت کیا تو اُسنے
کہا کہ اے اللہ تیری سب بندے قربانیوں میں مشغول ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ تیری درگاہ میں
اپنے نفس کو قربان کروں پس تو میری قربانی قبول کر یہ کہکر اُسنے اپنی انگشت کو اپنے گلے پر پھیرا
اور فوراً جان بحق تسلیم ہوا جب مینے اُسکو دیکھا تو وہ مُردہ پایا اس سے معلوم ہوا کہ حج دو طرح پر ادا
ہوتا ہے ایک غیبت میں اور دوسرا حضور میں پس جو حج کہ مکہ شریف میں ہے وہ غیبت کا حج ادا
کرتا ہے اور چونکہ دُنیا میں مکہ شریف سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے پس جو اس کا حج کرتا ہے وہ حاجی
کہلاتا ہے اور دوسرا حج مجاہدہ کے کشف سے ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدہ مشاہدہ
کی علت نہیں ہے بلکہ اُسکا سبب ہے اور سبب کو معنے کی حقیقت میں زیادہ تاثیر نہیں جو
پس حج کا مقصود گھر کا دیدار نہیں ہے بلکہ مقصود کشف و مشاہدہ ہے۔ اب میں مشاہدہ
کا ایک باب علیحدہ لکھتا ہوں کہ جوان معنوں میں شامل ہے تاکہ اے طالب تیرا مقصود
کا حصول ان معنی سے جلد تجھ کو حاصل ہووے، وہو ہذا۔

الباب الثامن عشر یعنی باب مشاہدہ کے بیان میں

پس اے طالب اس باب میں تجکو مشاہدہ کے معنی بتلاتا ہوں کہ مشاہدہ سے صوفیہ کی کیا مراد ہے اسکی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اجیعوا بطونکم ودعوا الحرص واعروا اجسادکم وقصروا الامل واظمئوا اکبادکم ودعوا الدنیا لعلکم ترون اللہ بقلوبکم یعنے پیٹونکو بھوکا رکھو اور حرص کو چھوڑدو اور اپنے جسموں کو ننگا رکھو اور امید کو چھوڑدو اور اپنے جگروں کو پیاسا رکھو اور دنیا کو چھوڑدو تاکہ اللہ تمہارے قلبوں میں نگاہ کرے چونکہ احسان کی بابت جبرئیل علیہ السلام کے سوال پر جو ارشاد ہے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی خدا کی پرستش کر گویا کہ تو اسکو دیکھتا ہے اور اگر تو اسکو نہیں دیکھتا ہے تو تحقیق وہ تجھے دیکھتا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام سے جو ارشاد فرمایا کہ یا داؤد اتدری ما معرفتی قال لا قال حیاۃ القلب فی مشاہدتی یعنے اے داؤد کیا تو جانتا ہے کہ میری معرفت کیا چیز ہے عرض کیا کچھ نہیں۔ ارشاد باری عزاسمہ ہوا کہ میری معرفت میری قدرتونکا مشاہدہ ہے اور اسی میں دل کی زندگی ہے چونکہ مشاہدہ کی عبارت سے صوفیہ کی مرادوں کا دیدار ہے اسواسطے کہ دل پر انوار الٰہی سے ہے اور حق تعالیٰ کو دل ظاہر اور پوشیدہ طور پر دیکھتا ہے پس اے طالب حضرت ابو العباس بن عطا فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے اس قول میں ان الذین قالوا ربنا اللہ (بالمجاہدۃ) ثم استقاموا (علی البساط المشاہدۃ) ہے یعنی تحقیق وہ لوگ جن لوگوں نے کہا ہے کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے یہ مجاہدہ میں ہے۔ اور ثم استقاموا مشاہدہ سے عبارت ہے اس سے معلوم ہوا کہ مشاہدہ کی حقیقت دو قسم پر ہے ایک قسم یقین کی صحت سے ہے دوسری محبت کے غلبہ سے ہے اسواسطے کہ جب دوست کی محبت کا غلبہ اس درجہ پر ہوجائے کہ اسکی کلیت سب دوست کی حدیث ہوجائے تو وہ اپنے دوست کے سوا کوئی چیز نہیں دیکھتا ہے اور حضرت محمد ابن واسع فرماتے ہیں کہ ما رأیت شیئا قط الا

ورایت اللہ فیہ ای بصحۃ الیقین یعنی میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ اُس میں
میں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھا ہے اور حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے۔ ما رایت
شیئاً قط الا اللہ یعنی تغلبات المحبۃ وغلبات المشاھدۃ یعنی میں نے جس چیز کی
طرف دیکھا ہے سوائے خدا کے نہیں دیکھا یعنی اُس کی محبت کے غلبہ اور اُس کی قدرت
کے مشاہدہ کے غلبہ کی وجہ سے اس سے معلوم ہوا کہ ایک گروہ فعل کو دیکھتا ہے اور ایک
گروہ فعل کو بچشم باطن فاعل کا مشاہدہ کرتا ہے یعنی ایک گروہ کو فاعل کی محبت سب تعلقات سے
الگ کر دیتی ہے کہ وہ سب چیزوں میں فاعل کی قدرت کو دیکھے اسی کا نام صوفیہ نے جذبہ قرار
دیا ہے اور دوسرا دلیل لانے والا ہے تاکہ خدا کی دلائل کا ثبوت اُسپر ظاہر ہو اور جو جذبہ کی
حالت میں ہوتا ہے وہ ربودہ ہوتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کا کھینچا ہوا اسکی حق میں حقیقتوں اور دلیلوں کا حجاب
ہوتا ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ لان من عرف شیئاً لا یرمن الغیر ومن احب
شیئاً لا یطالع غیرہ فیترک المنازعۃ مع اللہ والاعتراض علیہ فی
احکامہ وافعالہ کیونکہ جو پہچانتا ہے غیر کے ساتھ آرام نہیں کرتا اور جو دوست رکھتا ہے
وہ غیر کو نہیں دیکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے خصومت کو ترک کر دیتا ہے اور اسکے فعلوں
اور حکموں میں اُس پر اعتراض نہیں کرتا ہے تاکہ جھگڑا اور تصرف کرنے والا نہ ہو پس چونکہ خداوند تعالیٰ
نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج سے ہمیں خبر دی فرمایا کہ ما زاغ البصر
وما طغیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے شوق کی شدت سے حضور سرور عالم نے اپنی آنکھ کو کسی
چیز پر نہ کھولا بلکہ جو کچھ دیکھا دل سے دیکھا پس طالب جب محب موجودات سے آنکھ
کو بند کر لیتا ہے تو وہ بیشک اپنے دل میں موجد کو دیکھتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے لقد
رای من آیات ربہ الکبریٰ یعنی تحقیق دیکھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں
خدا کی قدرت کی نشانیوں سے بہت بڑی نشانیاں اور دوسرے موقعہ پر ارشاد ہوتا ہے
قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم یعنی کہدے مسلمان لوگوں سے کہ وہ اپنی آنکھوں

کوڈھانپ لیں یعنی غضہ ابصار العیون من الشہوات وانی بصار القلوب عن المخلوقات یعنے بینائی کی آنکھوں کو شہوتوں سے اور دل کی آنکھوں کو مخلوقات سے ڈھانپ لیں اس سے معلوم ہوا کہ جو آدمی مجاہدہ میں بسبر کی آنکھ شہوتوں سے بند کر لیتا ہے وہ بلاشک خدا تعالیٰ کو چشم باطن سے دیکھتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے من کان اخلص مجاھدۃ کان اصدق مشاھدۃ یعنے باطن کا مشاہدہ ظاہری مجاہدہ سے ہوتا ہے اور حضرت عبداللہ تستری کے بیٹے حضرت سہل فرماتے ہیں من غض بصرہٗ عن اللہ طرفۃ عین لا یھتدی طولعمرہٗ یعنے جو کوئی آنکھ کی بینائی آنکھ کے جھپکنے کے برابر خدا سے بند کر لیتا ہے وہ ہرگز راستہ نہیں پاتا اسواسطے کہ غیر کی طرف توجہ کرنی غیر کیطرف لوٹنے سے مراد ہے اور جو غیر کیطرف لوٹا وہ ہلاک ہوا پس اہل مشاہدہ کی عمر وہ ہوتی ہے جو مشاہدہ میں گذرے اور مغاسبہ میں ہو ڈنیا میں اوسکو عمر میں شمار نہیں کرتے کیونکہ حقیقت میں وہ عمر بیکے تعبیر کیجاتی ہے جیسا کہ حضرت بایزید علیہ الرحمۃ سے کسی نے دریافت کیا کہ جناب کی عمر کسقدر ہے آپنے ارشاد فرمایا کہ میری عمر چار سال کی ہے سائل نے کہا کیونکر کہا کہ ستر سال ہو گئے کہ میں دنیا کے حجاب میں رہا مگر چار سال ہوئے ہیں کہ میں اوسکو دیکھتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ حجاب کا زمانہ عمر میں شمار نہیں ہوتا اسی واسطے دعا کی بابت حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اللھم اخبأ الجنۃ والنار فی خبایا غیبک حتی نعبدک بغیر واسطۃ یعنے ای اللہ بہشت اور دوزخ کو اپنے غیب کے خزانوں میں پوشیدہ کر اور اون کی یاد لوگونکے دلوں سے بھلادے تاکہ اُنکے واسطے تیری پرستش نہ کریں ۔

جب بہشت میں طبع کو نصیبہ ہے تو آج کے دن یقین کے حکم کے موافق عابد اس غرض سے عبادت کرتا ہے اور جب دل کو محبت سے نصیبہ ہے تو عارف مشاہدہ سے محجوب ہوتا ہے اسکے متعلق روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کی خبر حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دی کہ مینے خدا کو نہیں دیکھا اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

شب معراج میں میں نے خداوند عالم کو اپنی آنکھ سے دیکھا نہیں لوگ اس اختلاف میں پڑ گئے جس درویش
نے اسمیں غور کیا وہ اس مطلب کو پورے طور پر سمجھ گیا پس اے طالب اس مسئلہ کو یوں سمجھ لے کہ جو یہ
کہا کہ میں نے اسکو دیکھا یہاں چشم باطن سے مراد ہے اور جو فرمایا میں نے نہیں دیکھا تو اس سے سر کی آنکھ مراد ہے کیونکہ ان دونوں میں ایک اہل
باطن تھا اور ایک اہل ظاہر پس ہر ایک سے اسکے علم کے موافق گفتگو کی گئی اور جب چشم باطن سے دیکھا اور ظاہر سے نہ دیکھا
تو اسمیں کیا نقصان ہے۔ حضرت جنید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر خداوند عالم مجھ سے ارشاد فرمائے
کہ جنید تو مجھ کو دیکھ تو میں یہی کہوں کہ میں تجھے نہیں دیکھتا کیونکہ آنکھ دوستی میں غیر اور بیگانہ
ہے اسواسطے کہ غیریت کی غیرت مجھے دیدار سے محروم رکھی گی کیونکہ دنیا میں آنکھ کے واسطے
کے سوا میں اوسکو دیکھتا تھا پس عاقبت میں واسطہ کیوں کروں والآیۃ الہادی اور اللہ تعالی
ہدایت کرنیوالا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے

وانی لاحسد ناظری علیکا فاغض طرفی اذا نظرت الیکا

یعنے دوست کو اپنی آنکھ سے دریغ رکھتے ہیں کیونکہ آنکھ بیگانہ ہے اسکے متعلق فقیر ظہیری مترجم
کتاب ہذا اپنی ایک شعر میں اشارہ کرتا ہے ؎

پردہ داری کا ظہیری کو یہاں تک ہے خیال ۔ دل میں بھی گر آئے میری آنکھ کو [illegible]

پس اے طالب صادق حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میرے پیر نے فرمایا کہ تو خداوند تبارک تعالی کو دیکھیگا۔
کہا نہیں تو جب ہی اسکیلئے کہا جب موسی علیہ السلام نے چاہا نہ دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
نہ چاہا دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ ہمارا چاہنا خداوند تعالی کے دیدار سے ہمارا حجاب ہے۔ اس واسطے کہ
دوستی میں ارادہ کا وجود مخالفت ہے اور مخالفت حجاب ہے۔ اس سبب سے کہ وجود ارادت کا دوستی
میں مخالفت ہے اور مخالفت حجاب ہے اور جبکہ دنیا میں ارادت ختم ہوئی تو مشاہدہ حاصل
ہوا اور سبب مشاہدہ کے اثبات [illegible] دنیا مثل عقبی کے ہوئی اور عقبی مثل دنیا کے [illegible]
حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان للہ عبادا لو حجبوا عن اللہ
فی الدنیا والآخرۃ لارتدوا یعنے خداتعالی کیواسطے بندہ ہیں کہ اگر دنیا و عقبی میں

طرفۃ العین میں حق سے محجوب ہوں مرتد ہوں یعنے ہمیشہ انکو دوام مشاہدہ کیساتھ ہاتھ آتا ہے لامحالہ
حجاب مکاشفت محجوب ہو مطرود ہو ذوالنون مصریؒ کہتے ہیں کہ ایک دن زمین مصر میں جاتا تھا میں نے لڑکوں کو
دیکھا کہ ایک جوان کو پتھر مارتے تھے میں نے کہا کہ کس سبب سے پتھر مارتے ہو انہوں نے کہا کہ یہ دیوانہ ہے میں نے کہا
اُسپر جنون کی کیا علامتیں ظاہر ہوتی ہیں انہوں نے کہا وہ کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں میں نے کہا اے
جوانمرد یہ تو کہتا ہے یا تجھپر تہمت لگاتے ہیں کہا نہیں میں کہتا ہوں کہ ایک لحظہ اگر حق کو نہ
دیکھوں محجوب ہوں اور اُسکی طاعت نہیں کرسکتا ہوں لیکن اسجگہ ایک قوم کو غلطی واقع
ہوئی ہے اس قصہ والوں سے اور جانتے ہیں کہ رؤیت اور مشاہدہ قلب دل میں ایک صورت
ہوتی ہے وہم اُسکو ذکر اور فکر کی حالت میں ثابت کرتا ہے اور یہ تشبیہ محض اور گمراہی ہے
اسواسطے کہ خداوند تعالیٰ کا کوئی اندازہ نہیں ہے تاکہ دل میں وہم کے ساتھ اندازہ پکڑے
یا عقل اُسکی کیفیت سے خبردار ہو اور جو کچھ موہوم ہو وہ بھی وہم کی جنس سے ہو اور جو چیز معقول ہو
عقل کی جنس سے ہو اور حقتعالیٰ اجناس کا مجانس نہیں ہے اور لطیف و کثیف سب ایک دوسرے
کی جنس میں آتی محل مضادت میں ایک دوسرے کی جنس ہوں اس سبب سے کہ توحید تحقیق میں
جنس کیا ہو قدیم کے پہلو میں ہیں کیونکہ اضداد محدث ہیں اور حوادث ایک جنس ہیں، اور
اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک ہے اور اس سے کہ ملحد لوگ اُسکو موصوف کرتے ہیں پس مشاہدہ دنیا میں
مثل رؤیت کی ہے عقبیٰ میں پس جبکہ سب کے اتفاق اور اجماع سے عقبیٰ میں رؤیت جائز ہوگی
پس دنیا میں بھی مشاہدہ جائز ہے کچھ فرق نہیں ہوگا اُس حدیث میں جو عقبیٰ کے مشاہدہ سے
خبر دیتی ہے اور درمیان اُس حدیث کے جو دنیا کے مشاہدہ سے خبر دیتی ہے ان دو معنی سے
اجازت کیساتھ خبر دے نہ دعویٰ کیساتھ یعنے کہتا ہے کہ دیدار اور مشاہدہ جائز ہو لیکن یہ نہیں
کہتا ہے کہ مجھکو دیدار ہوتا ہے اور پایا یقین ہے اس سبب سے کہ مشاہدہ ہمیشہ سر کی صفت ہو
اور خبر دینا زبان کی عبارت سے پس جبتک دوسرے کو خبر ہو تا کہ بیان کرے تب یہ مشاہدہ نہ ہوگا دعویٰ ہوا اس
سبب سے کہ وہ چیز جسکی حقیقت معنوی ہو ثبات نہ پاتی ہے۔ ہاں کیونکر اُس سے بیان کو دیکھے گی سوائے

معنی مجازی کے لان المشاهد فی قصر اللسان یعنی مشاہدہ قاصر ہونا
زبان کا ہے قلب کے حضور میں پس اس معنی سے سکوت کا درجہ برتر ہوگا نطق سے اس سبب سے
کہ سکوت علامت مشاہدہ کی ہے اور نطق نشان شہادت کا اور بہت فرق ہے درمیان شہادت کے
کسی چیز پر اور درمیان مشاہدہ چیز کے اور اسی قبیل سے ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم درجہ قرب او
محل علی میں تھے جو حقتعالی نے اونکو اونکے ساتھ مخصوص کیا تھا [illegible] لا احصی ثناء علیک
یعنے میں تیری ثنا کو حصر میں نہیں لا سکتا اس سبب سے کہ مشاہدہ میں تھے [illegible] درجہ دوستی
میں کمال بیگانگی ہوتی ہے یگانگی میں بیان کرنا بیگانگی تھی اسوقت کہا انت کما اثنیت علی نفسک یعنی
تو وہ ہے جیسی کہ تو نے اپنی تعریف کی ہے یعنی اجگہ تیرا [illegible] تیری تعریف
میری تعریف ہے اور میں زبان کو اسکا اہل نہیں جانتا ہوں جو میرے حال کو بیان کر سکے [illegible] نیز
بیان کو اسکا مستحق نہیں دیکھتا جو میرے حال کو ظاہر کرسکے یہ احکام [illegible] بطور اختصار
کے تھے ٭

نواں کشف الحجاب صحبت میں اور آداب احکام کے

خداوند عزوجل نے فرمایا یا ایها الذین امنوا قوا انفسکم واهلیکم نارا ای ادبوهم
یعنے ای مسلمانوں نگاہ رکھو اپنے آپکو اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا حسن الادب من الایمان یعنی نیک آداب گردیدہ ہونے سے اور نیز
فرمایا ادبنی ربی فاحسن تادیبی یعنے ادب دیا میرے پروردگار نے مجھ کو اچھا ادب دینے
کر پس جاننا چاہیئے کہ تمام امور دینی اور دنیاوی کی زینت آداب کے ساتھ متعلق ہیں اور ہر
قسم کی مخلوق کے مقامات سے ہر مقام کیواسطے ایک ادب ہے اور سب کافر اور ملحد موحد اور
سنی اور مبتدع اسبات پر متفق ہیں کہ آداب معاملات [illegible] اور کوئی [illegible] دنیا میں استعمال ادب [illegible]
ثابت نہ ہووی اور ادب اہل دنیا میں مروت کی حفاظت [illegible] حفاظت کرنا [illegible]

دنیا میں بزرگی کی حفاظت کرنا اور یہ تینوں ایک دوسرے کے ساتھ ملا ہوئی ہیں اس سبب سے جس
کسی کو مروت نہ ہو متابعت سنت کی نہ ہوا اور جس کسی کو حفظ سنت نہو رعایت حرمت کی نہ ہوا اور
حفظ ادب معاملات میں تعظیم مطلوب سے حاصل ہو دل میں اور تعظیم حق اور شعائر اللہ کی تقوی سے ہووے اور
جو کوئی بیحرمتی کے ساتھ تعظیم شواہد حق کو نیچے پاؤں کے لاوے اُسکو طریق متصوفہ میں کچھ حصہ نہ
ہووے اور کسی وقت میں سکر و غلبہ طالب کو حفظ آداب سے منع نکرے اس سبب سے کہ ادب اونکے واسطے
عادت ہوا اور عادت قرینہ طبیعت کا ہوا اور طبیعتوں کا ساقط ہونا حیوان سے کسی وقت میں تصور نہ رکھے
کیونکہ جبتک حیات قائم ہے سقوط اُسکا محال ہو پس جبتک وجود انسان کا قائم ہے ہر حال میں تابعداری
کے طریقے انکے واسطے جاری ہیں کبھی تکلف کے ساتھ اور کبھی بے تکلف جب حال انکا صحو ہو بہ تکلیف
حفظ آداب کا کرتے ہیں اور جب حال انکا سکر ہو حقتعالی ادب اُنپر نگاہ رکھتا ہے اور کسی صفت کے
ساتھ تارک الادب ولی نہ ہووے۔ لان المودۃ عند الادب وحسن الادب صفۃ الاحباب تحقیق
دوستی ادبوں کے نزدیک ہے اور نیک ادب صفت دوستوں کی ہے اور جس کسی کو حق تعالی بزرگی دے۔
دلیل اسبات کی ہووے کہ دین کے طریقوں کی حکم کو اُسپر نگاہ رکھے بخلاف ملحدوں کے گروہ کی لعنہم اللہ کہ
کہتے ہیں کہ جب بندہ محبت میں مغلوب ہووے تابعداری کا حکم اُس سے ساقط ہوا اور اسبات کو دوسرے
مقام پر زیادہ واضح بیان کرونگا انشاء اللہ تعالی لیکن آداب تین طرح پر ہوں ایک توحید میں حق
جل جلالہ کیساتھ اور وہ ایسا ہو کہ خلا اور ملا میں آپکو بیحرمتی سے نگاہ رکھے اور معاملہ ایسا کرے
جیسا کہ بادشاہوں کی روبرو کرتے ہیں۔ اور صحیح حدیثوں میں ہے کہ ایکروز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
پیٹر پھیلا کر بیٹھے ہوئے تھے جبرائیل آئے اور کہا یا محمد اجلس جلسۃ العبد یعنے اے محمد
تو بندہ ہے بندوں کی مانند بیٹھ خداوند کے حضور میں کہتے ہیں کہ حارث محاسبی نے چالیس برس رات
دن دیوار پر پشت نہ لگائی اور دوزانو کے سوا نہ بیٹھے اُنسے پوچھا کہ آپکو کسواسطے تو رنجیدہ رکھتا ہے
کہا مجھکو شرم معلوم ہوتی ہے کہ حضرت حق کے سامنے سوائے اسکی کہ بندہ کی مثل بیٹھوں میں اور میں
کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں میںنے ایک مرد دیکھا دیار خراسان میں کہ اوسکو جلدی کہتے تھے اور وہ مرد

مشہور تھا اور پوری بزرگی رکھتا تھا یہ شخص بیس برس تک پاؤں پھیلا کر تھا تشہد نماز کے سوائے
نہ بیٹھتا اُس کا سبب اُنہوں نے پوچھا کہا مجھکو بیس برس تک یہ حالت نہیں ہے کہ حق کے مشاہدہ میں بیٹھوں
اور ابو یزید سے پوچھا جو کچھ تو نے پایا کس طرح پایا کہا حق تعالیٰ کے ساتھ اچھی صحبت اور ادب کے
ساتھ کی میں اور خلا میں اسی طرح تھا جیسے کہ ملا میں اور دنیا والوں کو چاہیے کہ حقیقت آداب کو
اپنے معشوق کے مشاہدہ میں زلیخا سے سیکھیں کیونکہ جب یوسف کے ساتھ خلوت کی اور یوسف سے
اپنے حکم کو قبول کرانا چاہا پہلے اپنے بُت کے منہ کو کسی چیز سے چھپا دیا یوسف نے کہا یہ کیا کرتی ہے
کہا اپنے معبود کی منہ کو میں نے چھپا دیا تاکہ وہ میرے تیرے ساتھ اس بیجا حرکت کی حالت میں نہ دیکھے کیونکہ یہ
ادب کی شرط نہیں اور جب یوسف یعقوب کے پاس پہنچے اور خداوند نے اُسکو یوسف کا وصال
مرحمت فرمایا زلیخا کو جوان کیا اور اسلام کی طرف راہ دکھائی اور یوسف کی زوجیت میں دی یوسف
نے اُسکا قصد کیا زلیخا اُس سے بھاگتی تھی کہا اے زلیخا کیا میں تیرا وہ دلربا نہیں ہوں مجھ
سے تو کیوں بھاگتی ہے شاید میری محبت تیرے دل سے جاتی رہی کہا نہیں قسم خدا کی تیری
محبت بدستور ہے اور زیادہ لیکن میں ہمیشہ اپنے رب کی درگاہ کے قاعدوں کو نگاہ رکھتی ہوں اُس روز
کہ تیرے ساتھ میں نے خلوت کی تھی میرا معبود ایک بُت تھا ہرگز دیکھتا نہ تھا اس سبب سے کہ اُسکی
دو آنکھیں تھیں بے دید اسکے ایک چیز اوپر ڈال دینے سے کہ تہمت بے ادبی کی مجھ سے اُٹھ جائے
اور اب میں ایک معبود رکھوں کہ دانا اور بینا ہے بے منفعت اور آلت کے اور جس صفت پر کہ
رہوں میں مجھ کو دیکھتا ہے میں نہیں چاہتی ہوں کہ تارک الادب رہوں اور جب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج میں لیگئے حفظ ادب سے دونوں جہان نہیں دیکھے تھے تو خداوند سبحانہ
فرمایا مازاغ البصر وما طغی۔ وما زاغ البصر یعنی روئیت دنیا کیساتھ اور ما طغی یعنی رویت
عقبیٰ کے ساتھ اور دوسری قسم ادب کی اپنے ساتھ معاملت میں ہے اور وہ اس طرح ہے کہ آدمی
ہر حال میں مروت کی رعایت کرے اپنے نفس کے ساتھ تو وہ چیز جو خلق اور حق کی صحبت میں بُرا
ہو صحبت میں اپنے ساتھ استعمال نکرے اور اسکا بیان یہ ہے کہ سوائے سچ کے نہ کہے اور وہ اس طرح ہے

کہ وہ جواوسکے خلاف جانتا ہو اپنی زبان پر نہ لاوے کیونکہ اوسمیں بیمروتی ہو اور دوسرے وہ کہ کم کھاوے تاکہ طہارت گاہ پر کم جانیکا اتفاق ہو اور تیسری وہ ہو کہ کسی چیز کو نہ دیکھے اپنی طرف سے کیونکہ سوائے اوسکے کسی چیز کو نہ دیکھنا چاہیئے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے نقل ہے کہ آپنے شرمگاہ کو کبھی نہ دیکھا تھا اور آپ سے پوچھا تو کہا کہ میں شرم رکھتا ہوں آپ سے کہ کسی چیز کو دیکھوں میں کہ نظر اوسکی جنسوں پر حرام ہو الغرض ایک تقسیم ادب کی خلق کے ساتھ صحبت میں ہے، اور خلق کی صحبت کے قاعدے سب سے زیادہ ضروری ہیں سفر اور حضر میں حسن معاملت اور حفظ سنت کے ساتھ اور آداب کی ان تینوں قسموں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کرسکتے اب میں امکان کے موافق اوسکو ترتیب دیتا ہوں تاکہ تجھپر اور پڑھنے والوں پر اسکا طریق سہل ہووے انشاء اللہ عزوجل +

الباب العشرون یعنے باب بیسواں صحبت میں اور اوس میں جو چیزیں اوسکے متعلق ہیں

خداوند عزوجل نے فرمایا ان الذین امنوا وعملوا الصلحات سیجعل لہم الرحمٰن ودًا ای یجعل بعضہم لبعض ودا لہم ولاخوان یعنی تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک کام کئے ہیں اونکے واسطے خداتعالیٰ ایک دوستی کو پیدا کریگا جن مسلمانوں کی کردار زیادہ نیک ہو گی خداوند عزوجل اون کو دوست رکھیگا اور دلونمیں دوست کریگا، جاننا چاہیئے کہ دلونکو نگاہ رکھیں اور بھائیونکی حق ادا کریں اور آپ پران کو بزرگ سمجھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثلث یصفین لک وُدَّ اخیک ان تسلم علیہ ان لقیتہ وتوسع لہ فی المجلس وتدعوہ باحب اسمائہٖ تین خصلت ہیں صاف کرتی ہیں تیری واسطے دوستی بھائی کی سلام کہے تو اوسپر اگر ملاقات کرے تو اوس سے اور فراخی کرے تو اوسکے واسطے جگہ کو مجلس میں اور ایسے نام کی ساتھ اوسکو پکارے جو اوسکی نزدیک زیادہ پسند ہو اور یہ جو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رعایت اور حفظ حرمت سے تھا، اور نیز خداوند عزوجل نے فرمایا۔ انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم جز این نیست کہ

مسلمان بھائی ہیں ایک دوسرے کی پس بھلائی کرو اپنے بھائیونکی آپسمیں سب کے واسطے مہربانی اور لطف کا حکم دیا ہو مسلمان بھائیونمیں تاکہ اونکے دل آپسمیں خراشیدہ نہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثروا من الاخوان فان ربکم حیی کریم یستحیی ان یعذب عبدہ بین اخوتہ یوم القیمۃ بہت بھائی بناؤ اور حفظ ادب اور حق معاملت کو بہت اختیار کرو اور انکی ساتھ خوب نگاہ رکھو کیونکہ تمہارا خدا صاحب حیا اور کریم ہے اپنی کرم کی سبب سے شرم کرتا ہے کہ اپنی بندہ پر اُسکے بھائیونمیں اوسپر عذاب کرے قیامت میں لیکن چاہیے کہ صحبت خداوند تعالیٰ کیواسطے ہو نہ نفس کی خواہش کیواسطے اور اپنی مراد اور غرض کے حاصل کرنیکے واسطے تاکہ اُسکے ادب کی حفاظت کے ساتھ بندہ مشکور ہو اور مالک بن دینار نے اپنے داماد مغیرہ بن شعبہ سے کہا کہ یا مغیرۃ کل اخ وصاحب لم تستفد منہ فی دینک خیرا فانبذ عن صحبتہ حتی تسلم۔ ہر بھائی اور یار کہ جسکی صحبت سے تیری دین کو فائدہ اُس جہان کا نہ ہووے اوسکی ساتھ صحبت مت اختیار کر کیونکہ صحبت اُس آدمی کی تجھ پر حرام ہے اور اسی قبیلہ سے ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان من تمام التقوی تعلم من لم یعلم پرہیزگاری کا کمال علم سکھاتا ہووے اُس آدمی کو جو نہیں جانتا ہے یحیی بن معاذ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ کہا بئس الصدیق یحتاج ان تقول لہ اذکرنی فی دعائک وبئس الصدیق تحتاج ان تعیش معہ بالمداراۃ وبئس الصدیق صدیق یلجئک الی الاعتذار فی زلۃ کانت منک

اُبرا یار ہیں ہووے کہ اُسکو دعا کے ساتھ وصیت کرنا چاہیے کیونکہ ایک ساعت کی صحبت کا حق دعائے پیوستہ ہو اور بُرا یار وہ ہووے کہ اُسکے ساتھ زندگانی مدارات کی ساتھ کرنا چاہیے کیونکہ شرط صحبت کی انبساط ہو اور بُرا یار وہ ہو کہ اُس گناہ کی واسطے جو تجھ سے واقع ہوا ہو اُس سے عذر کی درخواست کرنا چاہیے اس سبب سے کہ عذر بیگانونکی شرط ہو وے بیگانگی صحبت میں جفا ہو اور رسول اللہ علیہ وسلم نے کہا المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل یعنے مرد وہ دین رکھے اور وہ طریق جو اُسکے دوست رکھتے ہیں پس خیال رکھنا چاہیے دوستی اور صحبت کسکی ساتھ کرتے ہیں

اگر صحبت نیکوں کے ساتھ رکھے اور وہ اگرچہ بد ہی نیک ہی اس سبب سے کہ وہ صحبت اسکو نیک کرے اور بروں کے ساتھ اگر صحبت رکھے اور وہ اگرچہ نیک ہے برا ہے جب بری کے ساتھ راضی ہو اگرچہ وہ نیک ہو بد ہوا اور حکایتوں میں ہی کہ ایک مرد کعبہ کے آس پاس طواف کرتا تھا اور کہتا تھا اللھم اصلح اخوانی فقیل لہ لم لا تدعولك فی ھذا المقام قال ای خداوند تو میرے بھائیوں کو نیک کر اوس سے لوگوں نے کہا جبکہ تو اس مقام شریف پر پہونچا ہی کس واسطے اپنے واسطے کوئی دعا نہیں کرتا ہے جو سب بھائیوں کو دعا کرتا ہے اوسنے کہا ان لی اخوانا ارجع الیھم فان صلحوا صلحت معھم وان فسدوا فسدت معھم یعنی میرے واسطے بھائی ہیں کہ جو میں انکی طرف لوٹوں اگر انکو صلاح میں پاؤں ان کی صلاح کیساتھ صالح ہوں اور اگر ان کو فساد میں پاؤں میں انکے فساد سے مفسد ہوں جو قاعدہ میری صلاح کا صلحوں کی صحبت پر ہو میں اپنے بھائیوں کو دعا کروں تو کہ مرا مقصود ان کی جانب سے پورا ہو اور ان سبکی بنیاد یہ ہے کہ نفس کو سکون یاروں کی عادت کے ساتھ ہوا اور جس گروہ میں کہ ہو عادت اور فعل ان کا اختیار کرے اس سبب سے کہ جملہ معاملات اور ارادت حق و باطل سے ہیں اور مرکب ہے وہ جو معاملات اور اوسکی ارادت سے پرورش اسمیں غلبہ کرے اور اسکی ارادت پر دوسرونکی ارادت اور اسکی صحبت کو ایک تاثیر عظیم ہے طبیعت میں یہانتک کہ باز آدمی کی صحبت میں عالم ہووے اور طوطی آدمی کی تعلیم میں ناطق ہو اور گھوڑا بھی ریاضت کی سبب عادت بہائمی کی سبب سے آدمی کی عادت پر آتا ہے اور مثل اسکی ان سب میں صحبت کی تاثیر ہے کہ عادت کلی اصلی اونکی بدلی ہوئی ہی اور مشائخ رضی اللہ عنھم پہلے ایک دوسرے سے صحبت کا حق ڈہونڈہتے ہیں اور مریدوں کو اس کے اوپر برانگیختہ کرتے ہیں یہاں تک کہ انہیں صحبت مانند فرض کی ہوئی ہے اور اس سے آگے مشائخ نے اس گروہ کی صحبت کے طریقوں میں کتابیں تصنیف کی ہیں مشرح جیسے کہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب تصنیف کی اوسکا نام تصحیح الارادت ہے اور ایک احمد بن خضرویہ البلخی نے تصنیف کی اوسکا نام الرعایۃ بحقوق اللہ اور محمد بن علی الترمذی نے بھی ایک کتاب لکھی ہی اور بیان آداب المریدین اسکا

نام رکھا اور ابو القاسم الحکیم اور ابو بکر وراق اور سہیل بن عبداللہ اور ابو عبدالرحمن السلمی اور استاد ابو القاسم قشیری رحمہم اللہ ان سب نے بھی اس معنی میں ایک کتاب پوری کی ہے اور یہ سب اس فن کے امام ہوئے ہیں اور میرا مقصود اس کتاب میں یہ ہے کہ جب تک جس کسی کے پاس یہ کتاب ہو دوسری کتابوں کا حاجتمند نہ ہو اور اس سے آگے کتاب کے مقدمہ اور تیری سوال کی حال میں ہمنے کہا ہے کہ یہ کتاب خاصکر تیری واسطے بعینہ بس ہووے اور اس طریقت کے طالبوں کے واسطے اب ان کے معاملات کے آداب کے انواع میں بابیں مرتب کر کے ہم لاتے ہیں انشاء اللہ تعالےٰ +

الباب الحادی والعشرون یعنی باب صحبت کے آداب میں

اور جب تونے جان لیا کہ مرید کیواسطے سب سے زیادہ ضروری چیزوں میں صحبت ہوا محتاج ہیں صحبت کے حق کی فرض ہوا سواسطے کہ تنہا ہونا مرید کو ہلاک کرے اس سبب سے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الشیطان مع الواحد وھو من الاثنین ابعد شیطان اُس آدمی کیساتھ ہو جو تنہا ہو۔ اور خداوند عزوجل نے فرمایا مایکون من نجوی ثلثۃ الاھو رابعھم نہ ہووین تم میں سے تین آدمی لیکن چوتھا انہیں کا خداوند ہو پس مرید کیواسطے تنہا رہنے سے زیادہ کوئی آفت نہیں ہے اور میں نے حکایتوں میں دیکھا ہے کہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک مرید کو یہ خیال پیدا ہوا کہ میں درجکمال پر پہونچگیا اور تنہا رہنا میرے واسطے صحبت سے بہتر ہے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اور جماعت کی صحبت سے آپکو علیحدہ کیا اور جب رات ہوئی ایک اونٹ لاتے اور اُس سے کہتے کہ تجکو بہشت میں جانا چاہیے وہ اُس اونٹ پر سوار ہوتا اور جاتا تو ایک مقام ظاہر تاخرم اور ایک گروہ خوبصورت اور کھانے اچھے اور پانی جاری صبح تک اوسکو اوس جگہ رکھتے اوسکے بعد سو جاتا جب بیدار ہوتا آپکو صومعہ کے دروازہ پاتا یہاں تک کہ آدمیت کی رعونت نے اُسکے دل میں پورا جال پھیلایا اور جوانی کے غرور نے اُسکے دل میں اپنی تاثیر ظاہر کی اور دعوےٰ کی زبان کھولی اور کہا کہ مجکو ایسی

حالت ہوتی ہے جنید کو لوگوں نے خبر پہونچائی وہ اُٹھے اور اُسکے صومعہ کے دروازہ پر آئے اوسکو
سر ڈالے ہوئے پایا اور غرور کی حالت میں بیٹھا ہوا اُس سے حال دریافت کیا اُسنے جنید سے سب حال بیان
کیا۔ جنید نے کہا آج رات کو جب اُس مقام پر تو پہونچے یاد رکھ اور تین مرتبہ کہہ لاحول ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم جب رات ہوئی او سکو لیگئے وہ جنید کی باتوں سے دل میں انکار کرتا تھا۔
جب ایک زمانہ گذرا تجربہ کیواسطے تین مرتبہ لاحول پڑھی وہ سب شور میں آئے اور بھاگ گئے اور اونے
آپکو بول و براز کے گڑھے میں بیٹھا ہوا پایا اور تھوڑی سی ہڈیاں مُردار اُسکے اس پاس رکھی ہوئیں اپنی
خطا پر واقف ہوا اور توبہ کے ساتھ اپنا تعلق کیا اور صحبت اختیار کی۔ اور مرید کے واسطے تنہائی
کی مانند کوئی آفت نہ ہوئی اور انکی صحبت کی شرط وہ ہے کہ ہر ایک آدمی کو اُس کے درجہ
میں پہچانیں جیسے کہ پیروں کیساتھ بزرگی سے رہنا اور ہمجنسوں کے ساتھ عشرت سے
زندگی بسر کرنا اور لڑکوں کے ساتھ شفقت برتنا جیسے کہ بوڑھوں کو باپوں کے درجہ میں رکھیں اور ہمجنسوں کو
بھائیوں کے درجہ میں اور لڑکوں کو اپنے بیٹوں کی جگہ میں اور حقد سے تبرا کریں اور حسد سے
پرہیز اور کینہ سے منہ پھیریں اور کسی کو نصیحت سے افسوس نہ رکھیں اور انمیں ایک دوسرے کی غیبت کرنا۔ اور
چوری کرنا اور ایک دوسرے کی قول و فعل سے انکار کرنا اس سبب سے کہ جب صحبت کی ابتدا خداوند
کے واسطے ہوئے کسی فعل یا کسی قول کے ساتھ جو بندہ سے ظاہر ہوا اوسکو قطع نہ کریں۔ اور
مصنف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مینے شیخ المشائخ ابو القاسم گرگانی رح سے پوچھا کہ صحبت کی شرط
کیا ہے کہا یہی کہ اپنا حظ نہ ڈھونڈھی تو صحبت میں کیونکہ صحبت کی تمام آفتیں اس سے ہیں
کیونکہ ہر کوئی اُس سے اپنا حظ ڈھونڈھی اور حظ والے کو صحبت سے تنہائی بہتر ہے اور جبکہ اپنی حظ کو
ترک کرے اور اپنی صاحب کے حظوظ کو رعایت کرے صحبت میں مصیب ہے ایک شخص درویشوں سی
کہتے ہیں کہ میں ایک وقت کوفہ میں مکہ کے ارادہ سے جاتا تھا مینے ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کو راستہ
میں پایا اور اوسکی ہمراہی چاہی کہا صحبت کیواسطے ایک امیر چاہیے اور ایک فرمانبردار تو کیا چاہتا
ہے تو امیر ہوگا یا میں۔ مینے کہا تو امیر رہ کہا اب تو میرے حکم سے باہر مت ہو مینے کہا جائز ہوگا

اُسنے کہا جب ہم منزل پر پہونچے مجھ سے کہا بیٹھ مینے اسی طرح کیا اُسنے کنوئیں سے پانی بھر ا ٹھنڈا
تھا اِیندھن جمع کیا آگ جلائی اور مجھ کو دیا اور جس کام کے واسطے کہ میں ارادہ کرتا مجھ سے کہتے کہ بیٹھ
اور شرط فرمان کی نگاہ رکھ جب بات ہوئی مینہ زور کا برسا اوسنے اپنا مرقعہ نکالا صبح کے وقت میرے
سر پر کھڑے تھے مرقعہ کندہے پر ڈالے ہوئے اور میں شرمندہ ہوتا تھا اور بسبب شرط کے
میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا جب صبح ہوئی مینے کہا ایھا الشیخ آج میں امیر ہونگا کہا بہت اچھا
جب ہم منزل پر پہونچے اوسنے وہی خدمت اختیار کی اور مینے کہا میرے حکم سے باہر مت ہو۔ کہا
حکم سے وہ آدمی باہر آوے جو امیر کو اپنی خدمت کے واسطے حکم دیوے یہانتک کہ مکہ میں اسی طریق
سے میرے ساتھ صحبت کی اور جب ہم مکہ میں آئے میں اوسکی شرم سے بھاگا یہاں تک کہ منا میں مجھکو
دیکھا اوسنے کہا اے پسر خدا تجھکو نصیب کرے کہ فقیروں کیساتھ اس طرح صحبت اختیار کرے
جیسے کہ مینے تیرے ساتھ کی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کہا صحبت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر سنین وخدمتہ فواللہ ما قال لی اُفّاً قط وما قال
لی لشیئ فعلت لم فعلت کذا ولا بشیئ لما فعلہ لم لا فعلت کذا یعنے
کہا کہ مینے دس برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت کی بخدا کہ اوسنے مجھسے ہرگز اُف
نہ کہا اور جو کام کہ مینے کیا یہ ہرگز نہ کہا کہ فلان کام کسواسطے تونے کیا اور مینے جو کام کہ نہ کیا مجھ سے
ہرگز نہ کہا کہ فلان کام تونے کسواسطے نہ کیا پس جملہ درویش دو قسم ہیں ایک مقیم اور دوسرے
مسافر اور مسافر کو سنت یہہ ہے کہ مسافر مقیموں کیخدمت کو آپ پر افضل سمجھیں۔ اس سبب سے
کہ یہہ لوگ اپنی نصیب پر چلتے ہیں اور مقیم لوگ حق کیخدمت میں بیٹھے ہوئے ہیں کیونکہ مسافروں
میں طلب کی علامت ہے اور مقیموں میں اشارہ یافتہ کا پس فضل ہوا اوسکو جسنے پایا اور مقیموں کو بھی چاہیے
کہ مسافروں کو آپ پر فضل دیں اس سبب سے کہ یہہ اصحاب علائق ہیں اور مسافر تعلقات سے مجرد و
مفرد ہیں مسافر لوگ طلب میں ہیں اور مقیم وقفت میں اور چاہئیے کہ بوڑہے اپنے آپ پر جوانوں کو فضل
دیں کیونکہ یہ دُنیا میں زیادہ قریب عہد میں اور اونکے گناہ بہت کم ہیں اور جوانوں کو

بھی چاہیے کہ پوڑ ہوں کو اپنے فضل و دین کیونکہ یہ عبادت میں سابق ہیں اور صدمتیں مقدم اور جیسا کہ ہمنے بیان کیا اگر ایسا ہوگا دونوں گروہ ایک دوسرے کے ساتھ نجات پاوینگے والا ہلاک ہونگے

فصل دوسری

اور حقیقت آداب کی نیک خصلتوں کا جمع ہونا ہے اور مادیہ ادیب کو اس سبب سے ادیہ کہیں کہ جو کچھ اُس کے پاس ہو جملہ خیر ہو۔ فالذی اجتمع فیہ خصال الخیر فھو ادیب یعنے وہ شخص کہ جسمیں نیک خصلتیں جمع ہوں وہ ادیب ہے اور عادتوں کے بموجب جو کوئی کہ علم لغت جانے اور صرف و نحو کو اوسکو ادیب کہتے ہیں اور پھر اس گروہ کے نزدیک الادیب الوقوف مع المستحسنات ومعناہ ان تعامل اللہ فی الادب سرًا وعلانیۃً واذا کنت کذلک کنت ادیبا وان کنت اعجمیا وان لم تکن کذلک تکون علی ضدہ ادب ٹھیر جانا ہو نیک اور عمدہ کاموں پر لوگوں نے کہا اسکے معنے کیا ہونگے کیا یہ ہیں کہ خداوند کی ساتھ معاملت ادب کے ساتھ کرے تو ظاہر و باطن میں اور جبکہ معاملت ادب کے ساتھ آراستہ ہو تو ادیب ہوگا اگرچہ زبان تیری عجمی ہو کیونکہ عبارات کو معاملات میں کوئی قیمت نہ ہو اور ہر حال میں عالم غافلوں سے زیادہ بزرگوار ہیں اور ایک مشائخ سے پوچھا کہ ادب کی شرط کیا ہے۔ کہا میں تئیں تیرا جواب کہتا ہوں جو میں نے سُنا ہے کہا یعنی ادب وہ ہووے کہ اگر تو کہے تیری گفتار سچی ہو اور اگر معاملہ کرے تو تیرا معاملہ حق ہووے اور گفتار سچی اگرچہ درشت ہو ملیح ہو اور اچھا معاملہ اگرچہ دشوار ہو اچھا ہو پس جب کہی اپنی کہی ہوئی میں مصیبت ہو اور جب خاموش ہو اپنی خاموشی میں محقق شیخ ابونصر سراج صاحب لمع نے اپنی کتاب میں ایک اچھا فرق بیان کیا ہی اور بیان آداب کیا ہے۔ الناس فی الادب علی ثلث طبقات اما اھل الدنیا فاکثر ادابھم فی الفصاحۃ والبلاغۃ وحفظ العلوم واسماء الملوک واشعار العرب واما اھل الدین فاکثر ادابھم فی ریاضۃ النفس وتادیب الجوارح وحفظ الحدود وترک الشھوات

واما اهل الخصوصیة فاکثر ادابهم فی طهارة القلوب ومراعاة الاسرار والوفاء بالعهود وحفظ الوقت وقلة الالتفات الی الخواطر وحسن الادب فی مواقف الطلب واوقات الحضور ومقامات القرب۔ آدمی آداب میں تین قسم ہیں اہل دنیا کہ ادب اُن کے نزدیک فصاحت اور بلاغت اور علوم اور اسما ملوک اور عرب کی شعر میں حفظ کرنا ہے اور دوسری قسم اہل دین ہیں کہ ادب اونکے نزدیک نفس کی ریاضت اور اعضا کو ادب سکھلانا اور حدود کا نگاہ رکھنا اور خواہشوں کا ترک کرنا ہے اور تیسری قسم اہل خصوصیت ہیں کہ ادب انکے نزدیک دل کا پاک کرنا ہے اور سر کی رعایتیں کرنا اور عہد کو پورا کرنا اور وقت کی حفاظت کرنا اور پراگندہ خاطروں کو بہت کم دیکھنا اور مقام طلب اور وقت حضور اور محل قرب میں نیک کام کرنا اور یہہ کلام جامع ہے اور تفصیل اس مقام کی اس کتاب میں پراگندہ آویگی۔ اللہ سے توفیق ہے +

الباب الثانی والعشرون[۲۲] یعنی باب اقامت کے آداب میں

جبکہ کسی درویش نے اقامت اختیار کی بدون سفر کے اسکو ادب کی شرط یہہ ہو کہ جب کوئی مسافر اوس کے پاس پہونچے بزرگی کیواسطے اوسکا استقبال کرے اور اُسکو بزرگی کے ساتھ قبول کرے اور ایسا جانے کہ وہ ایک نہمان ابراہیم علیہ السلام سی ہے بزرگوں سے اور اوسکے ساتھ وہ کرے کہ ابراہیم صلوات اللہ علیہ نے کیا تہا انکے واسطے جو کچھ ہوا گے لاوے اور نہ پوچھے کہ تو کہاں سے آیا یا کہاں جاتا ہے یا تیرا کیا نام ہے ادب کے سبب سے پس اوسکی آمد حق کیطرف دیکھے اور اوس کا جانا حق کی طرف اور نام اوسکا بندۂ حق اوسوقت نگاہ کرے تو اوسکی راحت خلوت میں ہو یا صحبت میں اگر وہ خلوت اختیار کرتی ہو تو اُسکی جگہ خالی کرے اور اگر اسکو صحبت پسند ہو تو بے تکلف صحبت کرے بانس و عشرت کیساتھ اور جب مسافر اُسکو سوے ونیم کو جانے کہ اوسکے پاؤں پر ہاتھ رکھے اور اسی طرح اوسکے کپڑوں کی حفاظت کرے اور اوسکی خدمت اعتقاد کیساتھ کرے تو اوسکی پاک کرنیسے یہہ آدمی تمام آفتوں سے پاک ہو جاتا ہے کہ اُسکی پیٹھ کھجلاوے اور اوسکا ہاتھ

پاؤں دابے اور اس سے زیادہ شرط نہیں ہے اور اگر اس مقیم کو قدرت ہو تو اوسکے واسطے
کھانا [illegible] اور قصد نہ کرے اور اگر [illegible] کبھی نہ کرے اور وہی [illegible] اوسکے نمازی کپڑے
اور اوسکو پہناوے اور اگر اُس شہر میں [illegible] پیر یا کوئی جماعت اولیاء یا اسلام کے اماموں کی
اُس [illegible] اگر [illegible] اوسکی زیارت کیواسطے جاوے اگر اوس [illegible] اگر [illegible] دل نہ رکھے اوسکو
[illegible] اس سبب سے کہ طالبان حق کو ایک وقت ہوتا ہے کہ اپنا دل اپنے ہاتھ میں بھی نہیں
[illegible] جبکہ ابراہیم خواص سے کہا کہ اپنے سفروں کے عجائبات سے مجھ سے کچھ بیان کرو کہا زیادہ
تعجب کی یہ بات ہے کہ خضر علیہ السلام نے مجھ سے صحبت چاہی میں نے قبول نہ کی اور اُس کا دل میں
نہ رکھا اور اُس وقت میں میں نے نہ چاہا کہ سوائے حق کے میرے دل میں کسی کو گنجایش ہو جو اُسکی
رعایت کرنا پڑے البتہ جائز...... ہو کہ مقیم مسافر کے ساتھ اہل دنیا کے سلام کیواسطے
[illegible] یا [illegible] اور ماتم اور عیادت کے واسطے اور جس مقیم کو مسافروں سے یہ لالچ ہو کہ ان کو
گدائی کا آلہ بناوے اور اس گھر سے اُس گھر کیطرف لیجاوے اونکی خدمت اونکو نہ کرنا بہت بہتر ہے
اس سبب سے کہ ذلت انکے بدن پہنچانا ہے اور مجھ کو کہ علی بن عثمان جلابی ہوں اپنی سفروں میں کوئی
محنت اس سے زیادہ سخت نہ معلوم ہوئی کہ خادم جاہل اور مقیم نا پاک کبھی [illegible] مجھ کو اُٹھاتی اور اس خواجہ
[illegible] سے اُس دہقان کے مکان کی طرف لیجاتے اور میں اپنے باطن میں اُنپر لاحول پڑھتا بہت سا
[illegible] جاتا تھا اور [illegible] ظاہر میں مسامحت کرتا اور جو کچھ مقیم کرتے ہیں نہ کرنا کہ
[illegible] مقیم ہوں مسافروں کے ساتھ یہ نہ کروں اور بے ادب لوگوں سے فائدہ اس سے زیادہ نہیں
[illegible] مجھ کو انکے معاملات پسند نہ آویں تو وہ نہ کریں پھر اگر کوئی درویش مسافر منبسط ہووے اور چند
[illegible] اور ضرورت دنیا کو ظاہر کرے مقیم کو اس سے چارہ نہ ہو کہ اُس حال میں جو اُسکے واسطے
[illegible] ہے حاضر کرے اور اگر [illegible] ہمت اور مقیم کو نہ چاہیے کہ بے ہمتی کرے اور اس کا انبار
[illegible] اوسکی خالی بالکلیہ نہیں کیونکہ [illegible] منقطع لوگوں کا نہیں ہے جب بالیت گئے بازار میں
جانا چاہیے اور [illegible] کرنا اوسکو منقطعوں کی صحبت سے کیا کام ہووے اور کہتے ہیں کہ جنید اپنے اصحاب

رحمہم اللہ کیساتھ ریاضت کیواسطے پہنچے تھے اینے سافر آیا اوسکی خاطر میں تکلف کیا اور کھانا اوسکی روبرو لائے اونے کہا کہ اسکے سوا مجھکو فلان چیز چاہیے جنید نے کہا تجھکو بازار میں جانا چاہیے کیونکہ تو بازاری آدمی ہے مسجدوں اور عبادت خانوں کے لائق نہیں میں دمشق سے دو فقیروں کے ساتھ ابن المعلا کی زیارت کا ارادہ کیا اور وہ سستا رملہ پر رہتا تھا راستہ میں ایک دوسرے سے ہمنے کہا کہ ہم جو اپنے آپ میں واقعات کہتے ہیں سب کو اپنے دلوں میں سوچنا چاہیے تو وہ پیر ہمارے باطن سے ہمکو خبر دے اور ہمارا واقعہ حل ہووے میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھ کو اُس سے حسین بن منصور کی مناجات کے اشعار چاہییں اور دوسرے نے کہا کہ مجھ کو دعا چاہیے جو مبیضہ طحال سے ہووی اور تیسری نے کہا مجھ کو صابونی حلوا چاہیے ہم جب اُسکے پاس پہنچے فرمایا کہ وہ چیزیں ہمنے مناجات حسین کے اشعار لکھے ہیں ان کے آگے رکھو چنانچہ میرے روبرو رکھی اور دوسرے درویش کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اسکی تلی اچھی ہوگئی اور اُس تیسرے نے کہا کہ حلوای صابونی عام لوگوں کی غذا ہووی اور تو اولیا کا لباس رکھتا ہے اولیا کے لباس کو عام لوگوں کے مطلب درست نہیں دو سے ایک کو اختیار کر اور حاصل یہ ہے کہ تم کو سوائے اُس آدمی کی رعایت کے اور کسی کی واجب نہ ہو کہ جو حق کی رعایت میں مشغول ہو اور اپنے حظ کا تارک ہوا اور جو کوئی اپنے ساتھ قصد کرے محال ہووی کہ دوسرا اُسکے خدا کے حصول رہنے میں اسکے ساتھ موافقت کرے پس یہ دو درویش لوگ ایک دوسرے کے راہبر ہیں نہ ایسے آدمی کے جو اپنے حظ میں اقامت کرے دوسرے کو چاہیے کہ اُس سے خلاف کرے اور جب پھر اپنے حظ کو ترک کیا چاہے کہ اُس کے حظ کے ساتھ اقامت کرے تا کہ دونوں حال میں راہبر ہوں اور ان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں مشہور ہی کہ آپنے سلمان کو ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما کے ساتھ برادری دی تھی اور دونوں سرہنگان اہل صفہ سے تھے اور مسول صاحب باطن سے ایک دن سلمان بوذر کے ساتھ گھر چلے گئے ان کی زیارت ہو سے انکے عیال نے سلمان سے اونکی شکایت کی کہ یہ تیرا بھائی دن میں کوئی چیز نہیں کھاتا ہے اور رات کو نہیں سوتا ہے سلمان نے کہا کچھ کھانے کو لا

چیز لاو جب لائے بوذر سے کہا کہ تجکو چاہیئے میرے ساتھ موافقت کر کیونکہ یہ روزہ تجھ پر فرض نہیں ہے بوذر نے موافقت کی اور جب رات ہوئی کہا اے بھائی اب چاہیئے کہ میرے ساتھ میں تو سو نہیں موافقت کر ان لجسدك عليك حقا وان لزوجك عليك حقا وان لربك عليك حقا تحقیق تیرے بدن کیواسطے تجھ پر حق ہے اور تیری زوجہ کیواسطے تجھ پر حق ہے اور تحقیق تیرے پروردگار کیواسطے تجھپر حق ہے جب دوسرا روز ہوا بوذر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی وہ کہتا ہوں جو سلمان نے کل رات کہا ان لجسدك عليك حقا چونکہ بوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لذات کو ترک کر دیا تھا سلمان رضی اللہ عنہ نے اُن کی لذتوں پر اقامت کی اور اپنے ورد کو چھوڑ دیا اور اس اصل کے موافق جو کچھ کریگا صحیح و مستحکم ہوگا ایک وقت میں بیچ عراق کے شہر و نہیں دُنیا کی طلب اور اُسکے فنا کرنے میں کوشش کرتا تھا اور قرض بہت ہو گیا تھا اور جس کسی کو کوئی ضرورت ہوتی میری جانب متوجہ ہوتا اور میں اونکی خواہشوں کو پورا کرنے کے رنج میں رہتا تھا اُس وقت کے سیدوں میں سے ایک سید نے مجھ کو لکھا کہ اے پسر دیکھ ہرگز اپنے دل کو خدا سے خالی نہ کر بسبب فراغت اس دلکے جو خواہش میں مشغول ہے پس اگر ایک دل پاوے زیادہ عزیز اپنے دل سے جائز ہو کہ اوس دل کی فراغت کے سبب اپنے دل کو مشغول کرے ورنہ اُس کام سے ہاتھ اُٹھا کیونکہ خدا کے بندوں کو خدا کافی ہے اور اُسی وقت مجکو اس بات سے فراغت ظاہر ہوئی یہ احکام مقیموں کے ہیں مسافروں کی صحبت میں مختصر طور پر *

الباب الثالث والعشرون یعنی باب سفر کے آداب میں

اور جب درویش سفر اختیار کرے بدون اقامت کے اوسکے ادب کی شرط یہ ہے کہ پہلے سفر خدا کے واسطے کرے نہ ہوا کی متابعت سے جیسا کہ ظاہر میں سفر اختیار کرے باطن میں بھی

اپنی خواہش سے بھاگے اور ہمیشہ طہارت پر رہوے اور اوراد وظائف کو منقطع نہ کرے اور چاہیے کہ اوس سفر سے
اوسکی مراد یا حج ہو یا غزو یا کسی مقام کا دیکھنا یا کوئی فائدہ حاصل کرنا یا علم کا حاصل کرنا یا کسی
بزرگ یا شیخ یا تربت کی زیارت مقصود ہو ورنہ مخطی ہوگا اوس سفر میں اور اوسکو اوس سفر
میں مرقعہ اور سجادہ اور آفتابہ اور چپلی یا کفش یا نعلین اور عصا ضروری ہے تاکہ مرقعہ سے شرمگاہ
کو پوشیدہ کرے اور سجادہ پر نماز پڑھے اور آفتابہ سے طہارت کرے اور عصا سے آفتوں کو
آپ سے دور کرے اور اوسکو اوسمیں مقصود بہت ہوں اور نعلین یا کفش طہارت کے وقت
پاؤں میں کرے تو سجادہ پر آوے اور اگر کوئی آلہ اس سے زیادہ رکھے سنت کی حفاظت کی غرض
سے مثل کنگھی اور ناخن گیر اور سوئی اور سلائی اور سرمہ دانی کی نیز جائز ہے اور پھر اگر کوئی اس آلہ اس سے
زیادتی کرے اور آپکو آراستہ کرے تو دیکھنا چاہیے کہ کس مقام میں ہے اگر ارادت کے مقام
میں ہے وہ ہر ایک اوسکے واسطے ایک قید اور روک اور حجاب ہے اور نفس کے غرور کے ظاہر
کرنیکا مادہ. اور اگر تمکین کے مقام میں ہے اور استقامت میں اوسکی واسطے یہہ اور اس سے زیادہ مسلم
میں اور میںنے شیخ ابو مسلم فارس بن غالب الفارسی رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا کہ ایک روز میں شیخ
ابوسعید ابوالخیر فضل اللہ بن محمد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اوسکی زیارت کے ارادہ سے اوسکو میںنے
تخت پر مسند پر تکیہ لگائے سوتا پایا اور اوسکے پاؤں ایک دوسرے پر رکھے ہوئے اور ایک دوق -
مصری اوڑھی ہوئی اور میرے کپڑے میلے اور پھٹے ہوئے اور تکلیفوں سے تمام بدن گلا ہوا اور رنگ مجاہدہ سے
زرد میرے دل میں انکار پیدا ہوا میںنے اپنے دل میں کہا کہ یہہ درویش اور میں درویش اور یہہ
ایسے آرام میں اور میں اسقدر مجاہدہ میں اوسنے کہا کہ اوسی وقت میرے دل کے حال سے
خبردار ہوئی اور میری نخوت و غرور دیکھا مجھسے کہا اے ابا مسلم کون سے دیوان میں تونے پایا کہ خود بین
درویش ہو جبکہ میںنے بالکل حق کو دیکھا حق تعالے نے سوائے تخت کے کسی چیز پر مجھکو نہ بٹھلایا -
اور تجھ سے آدمیوں نے بالکل آپکو دیکھا سوائے رنج کے تجھکو نہ رکھا، ہمارے حصہ میں مشاہدہ
آیا اور تیرے حصہ میں مجاہدہ اور یہہ دونوں مقام ہیں راہ کے مقامات سے اور

حقتعالی اس سے منزہ ہے اور درویش مقامات سے فانی ہو احوال سے چھوٹا ہوا شیخ بومسلم نے کہا ہوش میری جاتی رہی اور عالم مجھپر سیاہ ہوا جب آپ میں پھر آیا میں نے توبہ کی اور اوسنے میری توبہ قبول کی اسوقت مینے کہا اے شیخ میرے واسطے ایک قاعدہ مقرر ہونا چاہیئے تاکہ میں جاؤں کیونکہ میرا زمانہ تیری رؤیت کا تحمل نہیں کرسکتا کہا تونے سچ کہا ہے اے ابا مسلم اسوقت بطور تمثیل کے یہ بیت پڑہا ہ

آں چہ گوشم نتوانست شنیدن بہ خبر
ہمہ چشم بعیاں یکسرہ دید آں بہ بصر

یعنے جس بات کو کان خبر کے ساتھ نہیں سُن سکتی اُن سب کو میری آنکھوں نے بصر سے دیکھا پس مسافر کو چاہیئے کہ ہمیشہ سُنت کی حفاظت کرے اور جب کسی مقیم کے پاس پہونچے اوسکی بزرگی کے لحاظ سے ملاقات کرے اور سلام کہے اور پہلے اُلٹا پاؤں باہر کرے کیونکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اور جب پوشش پہنے۔ پہلے سیدھا پاؤں ڈالے اسکے بعد دوسرا پاؤں اور جب پاؤں دھووے اول سیدھا دہووے اسکے بعد اُلٹا پاؤں اور بطور تحیت کے دو رکعت پڑھے اسکے بعد فقیروں کے حقوق کی رعایت میں مشغول ہو اور کسی حال میں مقیموں پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے اور معاملت میں کسی پر زیادتی نہ کرے اور اپنے سفر کی تکلیفیں اور جماعت میں بیٹھکر علم اور حکایتیں اور روایتیں بیان نہ کرے کیونکہ یہ سب رعونت کا ظاہر کرنا ہوجاتا ہے اور ان کا رنج برداشت کرے اور ان کا بوجھ اُٹھاوے خدا کیواسطے کیونکہ اسمیں بہت برکتیں ہوں اور اگر مقیم یا اون کے خادم اوسپر حکم کریں اوسکو قبول کرے یا کسی کی ملاقات کیواسطے کہیں اگر ہوسکے خلاف نہ کریں لیکن دل سے مراعات اہل دُنیا کا منکر ہو اور اُن بجاآوریکے فعلونکی تاویل کرے ہر حال میں مسافر اور مقیم کو صحبت میں خداوند کی رضامندی کی طلب چاہیئے اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھا اعتقاد کرے اور ایک دوسرے کے مقابل میں نہ کہے اور پیچھے غیابت نہ کرنا چاہیئے اس سبب سے کہ بُرا ہو وہ طالب حق پر خلق کی بات کرنا۔ اس سبب سے کہ محقق لوگ فعل کی رؤیت میں فاعل کو دیکھیں اور چونکہ مخلوق اُس صفت کے ساتھ کہ ہووے خداوند کی جانب سے ہووے اور اوسکی پیدائی ہوئی اگرچہ معیوب اور

بے غیبت اور محجوب ہو اور مکاشفت ہو فعل پر خصومت فاعل پر خصومت ہو اور جبکہ مخلوق کو آدمیت کی بابت دیکھے سب علیحدہ ہو اور جان لے کہ مخلوق مجبور اور مقہور اور مغلوب اور عاجز ہی اور بجز کوئی اسکے سوا نہیں کرسکتا اور سوا اُسکے نہ ہوسکیگا کہ جن صفتوں کے ساتھ وہ مخلوق ہے اور خلق کو اوسکی ملک میں تصرف نہیں ہے اور ذات کے تبدیل کرنے پر سوائے حق کے کسیکو قدرت نہیں ہے

الباب الرابع عشر یعنی باب اکل و شرب کے آداب میں

جاننا چاہیے کہ آدمی کو غذا سے چارہ نہیں ہے اور طبیعتوں کی تالیف کی اقامت سوائے کھانے اور پینے کے نہیں ہے لیکن مروت کی شرط یہ ہے کہ اوسمیں مبالغہ نہ کریں اور رات دن آپ کو لقمہ کے اندیشہ میں مشغول نہ کریں اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں من کان ہمتہ ما یدخل فیہ فکان قیمتہ ما یخرج منہ خاصکر راہ حق کے مرید کو بہت کہانے سے زیادہ مضر کوئی چیز نہیں ہے اور اس سے آگے اس کتاب کی باب الجوع میں اس معنی کو تھوڑا سا بیان کیا ہے لیکن اس جگہ اوسکی مقدار کے لائق اور حکایت ہمیں ملی پایا کہ بویزید سے پوچھا کہ بھوکا رہنے کی تعریف بہت کیوں کرتے ہو فرمایا اسلئے کہ فرعون اگر بہوکا رہتا ہرگز نہ کہتا انا ربکم الاعلی اور اگر قارون گرسنہ ہوتا باغی نہ ہوتا اور ثعلبہ جبتک گرسنہ رہا سب یاتو نمیں ستودہ رہا اور جب سیر ہوا نفاق ظاہر کیا اور خدا وند عز وجل نے فرمایا کفار کی صفت میں ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ یعنے انکو چھوڑدے کھاویں اور نفع اُٹھائیں پس قریب ہے کہ جان لینگے اور قول اللہ تعالیٰ کا وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ یعنے جو لوگ کافر ہوئے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور چارپایوں کی طرح کھاتے ہیں آگ ونکا ٹھکانا ہے اور سہل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جو

پیٹ شراب سے بھرا ہو میرے نزدیک زیادہ دوست ہے اُس پیٹ سے جو طعام حلال سے پر ہو پوچھا گیا یہ
کیوں کہا اِس واسطے کہ پیٹ جبکہ شراب سے پُر ہوتا ہے عقل آرام کرتی ہے اور شہوت مردہ ہوتی ہے
اور مخلوق اُسکی زبان و ہاتھ سے بیخوف ہو لیکن جبکہ طعام حلال سے پُر ہو فضولی لا دے
اور شہوت قوت پکڑے اور نفس اپنی خواہشوں کی طلب میں سر بلند کرے اور انکی صفت میں مشائخوں
نے کہا ہے اَكْلُهُمْ كَاَكْلِ الْمَرْضٰى وَنَوْمُهُمْ كَنَوْمِ الْغَرْقٰى وَكَلَامُهُمْ كَكَلَامِ
الثَّكْلٰى یعنے اونکا کھانا بیماروں کے کھانے کی مانند ہو اور اُنکی نیند مثل ڈوبے ہوؤں کی اور
اُنکی باتیں مردہ بچہ کے ماؤں کی مثل اکل و شرب کے آداب کی شرطیں یہ ہیں کہ تنہا نہ کھاویں
وہ جو کھاویں ایک دوسرے کو ایثار کریں اور جبکہ دسترخوان پر بیٹھیں خاموش نہ ہوں اور خدا کے
نام سے شروع کریں اور اپنی جا سے کسی کو کچھ بات نہ کریں کہ صحاب کو اس سے کراہیت ہو اور پہلے
نمک سے نوالہ کھاویں اور اپنے ساتھی کو نصف کھلاویں اور سہل بن عبداللہ سے پوچھا اس
آیت کے معنے کو ان اللہ یامر بالعدل والاحسان۔ کہا یہ عدل ہو کہ نوالہ میں اپنے ساتھی
کے ساتھ انصاف کرے اور احسان وہ ہو کہ اُسکو اُس لقمہ کے لائق آپ سے زیادہ جانے میرے
شیخ کہتے تھے کہ اُس مدعی سے مجکو بڑا تعجب آتا ہے کہ کہتا ہے کہ مینے دُنیا کو ترک کر دیا ہے اور
لقمہ کے خیال میں رہتا ہو اوسکے بعد چاہیئے کہ کھانا اپنے ہاتھ سے کھاوے اور سوا اپنی لقمہ کے نہ
دیکھے اور کھانا کھاتے میں پانی بہت کم پیوے لیکن تشنگی صادق کیوقت میں اور جب پیوے تھوڑا
پیوے اتنا کہ جگر تر ہووے اور لقمہ بڑا نہ کھاوے اور چباوے اور جلدی نکرے کہ ان چیزوں سے
بدہضمی ہووے اور مخالفت سنت کی اور جب کھانے سے فارغ ہو حمد کرے اور ہاتھ دہووے اور اگر
جماعت کے درمیان دو یا تین آدمی یا زیادہ جماعت سے پوشیدہ کسی دعوت میں ہو اور کچھ
کھائیں۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ وہ حرام ہو اور صحبت میں خیانت کرتا ہو اولئك ما
یاکلون فی بطونہم الا النار اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ جب ایک جماعت ہوں ایک دوسرے کے
موافق جائز ہو اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ اگر ایک آدمی ہو نیز جائز ہو کہ اُسکو انصاف

وحدت کے حال میں نہ رہنا چاہیے بلکہ صحبت کے حال میں رہنا چاہیے کیونکہ جب تنہا ہو صحبت کا
حکم اوس سے اُس گھڑی اُٹھے اور اُسکے ساتھ ناخوش نہ ہو اور جیسے زیادہ تر وہی اصل اس مذہب میں
یہ ہے کہ دعوت درویش کی رد نہ کریں اور دنیادار کی دعوت کو قبول نہ کریں اور ان کے گھر
میں نہ جاویں اور ان سے کچھ نہ مانگیں کیونکہ انہیں طریقت والوں کی ذلت ہے اس سبب سے کہ دنیا والے
فقر کے محرم نہیں ہیں اور سب میں آدمی دولت کی کثرت سے دنیادار نہ ہو اور اوسکی قلت سے
فقیر نہ ہو جو کوئی امیری پر فقیری کو فضیلت دے وہ دنیادار نہ ہوگا اگرچہ مالک ہو اور جو کوئی فقیری
انکار کرے دنیادار ہے اگرچہ مضطر ہو اور جب دعوت میں حاضر ہو کسی چیز کے کھانے نہ کھانے میں تکلف
نہ کرے اور وقت برباد دے اور جب دعوت والا محرم ہو جائز کہ کوئی گھر والا اوسکا بچا ہوا اُٹھاوے
اور اگر نامحرم ہو اوسکے گھر میں جانا جائز نہ ہوگا ۔

الباب الخامس والعشرون فی المشی چلنے کے طریقوں میں

خدائے تعالیٰ عزوجل نے فرمایا وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض هونا چاہیے
کہ ہمیشہ طالب حق اپنی روش پر کہ جاتا ہے نہ جانے کہ ہر قدم کس چیز پر رکھتا ہے وہ قدم
اوسپر ہے یا اوسکی طرف ہے اگر اوسپر ہے استغفار کرے اور اگر اُسکی جانب سے ہے کوشش کرے اُس
میں تاکہ زیادہ ہو اور داؤد طائی سے روایت ہے کہ ایکدم آپ نے دوا کھائی تھی اُس سے کہا کہ
تھوڑی دیر اس گھر کے صحن میں ٹہلئے تاکہ دوا کا فائدہ ظاہر ہو کہا مجھے شرم معلوم ہوتی ہے کہ
قیامت میں خدا مجھ سے سوال کرے کہ اپنے قدم نفس کے پیار کے واسطے کیوں رکھے جیسا کہ
جل جلیل نے کہا وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ یعنے اونکے پاؤں گواہی دینگے
اونکاموں پر جو انہوں نے کئے پس درویش کو چاہیے کہ بیداری میں سر ڈال کر مراقبہ میں
چلے اور کسی طرف نہ دیکھے اور راستہ میں اگر کوئی سامنے آئے آپکو اس سے نہ کھینچے کیونکہ مومن

پاک ہوں اور سنت کے ساتھ مدت لی اور آپکو ظاہر کرتے رہا اور کچھ نہ ہوا اور پھر اگر وہ آدمی کا فرزند
اور پلیدی اوس پر ظاہر ہو جائز ہو کہ آپکو اس سے جدا رکھے اور نگاہ رکھے اور جب ایک جماعت کے
ساتھ جاتا ہے ارادہ آگے جانیکا نہ کرے کیونکہ زیادتی ڈھونڈھنا تکبر ہے اور نیز پیچھے نہ چلے اور
عاجزی کیساتھ زیادتی نہ ڈھونڈھے کیونکہ تواضع کو جب دیکھے عین تکبر ہو اور نعلین و کفش کو جہانتک
ہو سکے پلیدی سے نگاہ رکھے رات کو اور چاہیئے کہ جو ایک جماعت اور یا ایک درویش کسی کے
ساتھ ہو راہ میں کسی کے ساتھ نہ کھڑا ہو اور اسکا انتظار نہ فرماوے آہستہ چلے اور جلدی نکرے
اور نرم نہ چلے اور قدم پورا دھرے اور سب میں چاہیئے کہ ہمیشہ روش طالب کی اس صفت کیساتھ
ہو کہ اگر کوئی کہے اس سے کہ تو کہاں جاتا ہے وہ اسکے جواب میں کہ سکے۔ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی
رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ۔ اور اگر اسکے سوا ہو اوسکا جانا اوسپر وبال ہے اس سبب کہ صحبت خطوات
صحبت خطرات ہے پس جو کوئی کہ اندیشہ اوسکا مجتمع ہو حق کیواسطے اوسکا اقدام اوسکے اندیشہ کا
تابع ہو اور ابو یزید سے روایت ہے کہ کہا کہ درویش کی روش بے مراقبت کی غفلت کا نشان ہے کیونکہ
جو کچھ قدم میں حاصل ہے وہ دم میں حاصل ہے کہ ایک قدم اپنی خواہش پر رکھے دوسرا ایک حق کے فرمانپر اس ایک قدم کو اٹھا دے اور
دوسرا اپنی جگہ پر رکھے اور طالب کی روش قطع مسافت کی علامت ہے اور قرب حق مسافت کے
ساتھ نہیں ہے اور جبکہ قرب مین کوئی مسافت نہوئی تو اوسکے مرتبہ کے قطع کرنے میں سوائے پاؤں توڑنے
اور اتھ کھول نے میں کیا فائدہ ہو؟

الباب السادس عشر سولھواں باب حضرات الصوفیہ کے سونیکے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ مشائخ رضی اللہ عنہم کو اس معنی میں اختلاف بہت ہے ایک گروہ کے نزدیک مسلم نہیں ہے کہ مرید سووے جبتک
کہ حال میں غلبہ نوم کا نہ ہو اور آنکو خواب سے نہیں رہ سکتا ہے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا النوم اخو الموت خواب موت کا بھائی ہے پس زندگی خداوند تعالیٰ کیطرف سے

نعمت ہوا اور موت بلا اور لامحالہ نعمت شریف تر ہو بلا سے اور شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے
کہ کہا اطلع الحق فقال من نام غفل ومن غفل حجب اور ایک گروہ کے نزدیک جائز
ہے کہ مرید اپنی مشیئت کے ساتھ سوئے اور خواب میں تکلف کرے اور سوئے بعد اس کے حق امر کے بجا لایا ہو
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رفع القلم عن ثلاث عن النائم حتی ینتبہ
وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یفیق یعنی تین آدمیوں سے قلم روکا جاتا ہے
سوتے ہوئے سے جبتک بیدار نہ ہو اور لڑکے سے جبتک بالغ نہو اور مجنون سے جبتک اچھا نہ ہو
اور جبکہ سوتے ہوئے سے قلم کو روکیں جبتک کہ وہ بیدار ہو تو خلق اسکی برائی سے بےخوف ہو اور اوسکا
اختیار اس سے کوتاہ ہوا ہو اور اسکا نفس مراد و آرزو سے معزول ہوا ہو اور کراما کاتبین لکھنے سے
آرام پاویں اور اسکی زبان دعوی حق سے کوتاہ ہوئی ہو اور جھوٹ اور غیبت سے باز رہا ہو اور اسکے
ارادہ نے تجرید اور بے اسمیدہ کو قطع کیا ہو نہیں قدرت ہوگی اپنے نفس پر نقصان کی نہ نفع
پہنچانیکی نہ موت کی نہ حیات کی نہ زندہ ہونیکی اور اسی قبیل سے ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما
کہتے ہیں کہ شیطان کو عاصی کے سونے سے زیادہ کوئی بات دشوار معلوم نہیں ہوتی پس جس وقت
کہ وہ سوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ کب یہ بیدار ہو اور خدا کی نافرمانی کرے اور یہ بخلاف جنید کے ہے تمام علی
بن سہل الاصفہانی کا اور اس معنی میں جو نامہ کہ علی بن سہل نے جنید کو لکھا ہے بہت لطیف
ہے اور وہ مجمع امت ہے اور اس سے مقصود یہ ہے جو علی بن سہل رضی اللہ عنہ اس خط میں
لکھتے ہیں کہ خواب غفلت ہے اور اعراض و قرار ہے کہ چاہیے کہ رات دن خواب و قرار
نہ ہو کیونکہ غنودگی کے سبب سے اس حال میں مقصود فوت ہوا جاتا ہے اور اپنے زمانے سے غافل ہو
اور حقتعالی سے باز رہے جیسا کہ خداوند تعالی نے داود علیہ السلام پر وحی بھیجی یا داود کذب
من ادعی محبتی فاذا جنہ اللیل نام عنی یعنی جھوٹ کہا اوسنے جسنے میری محبت
کا دعوی کیا پس جب رات ہوئی سو گیا اور میری دوستی سے منہ پھیرا اور جنید رحمۃ اللہ علیہ کہتے
ہیں اس خط کے جواب میں جاگنا ہمارا [illegible]

خواب حق کا فعل ہمپر ہیں جو کچھ کہ ہمارے بے اختیار کی ہو ہماری جانب سے وہ حق کی جانب سے
ہو ہمارے ساتھ پورے طور پر اوس سے جو ہمارے اختیار سے ہو ہماری جانب سے حق کے ساتھ
والنوم موھبتہ من اللہ تعالی علی المحبین اور نوم ایک بخشش ہے حق تعالی کیطرف سے دوستوں پر
اور اس مسئلہ کا تعلق سکر و صحو سے ہے اور کلام اوسمیں پورے طرق سے بیان کیا گیا ہے
لیکن تعجب ہے کہ جنید رضی اللہ عنہ مرد صاحب صحو تھے اس جگہ قوت سکر کو دی ہے اور تحقیق اُس
وقت میں کہ مغلوب تھے اونکی زبان گویا ہوئی ہو اور نیز جائز ہے کہ اسکی ضد ہو کہ خواب عین صحو ہو اور
بیداری عین سکر اس سبب سے کہ خواب آدمی کی صفت ہے اور جبتک آدمی اپنے اوصاف میں ہو صحو کی
ساتھ منسوب ہو اور بیداری صفت حق کی ہے اور جب آدمی اپنے صفت سے زیادہ اونچا ہو
مغلوب ہو بعضی ایک گروہ کو مشائخ سے دیکھا کہ خواب کو بیداری پر فضیلت دیتے ہیں جنید کے موافق
اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدای عزوجل سے اِنّ اللہ تعالی بیاھی بالعبد الذی نام
فی سجدہ ویقول اللہ انظروا ملائکتی الی عبدی روحہ فی محل النجوی وبدنہ
علی بساط العبودیۃ یعنی خداوند تعالے فخر کرتا ہے بندہ کے واسطے کہ سجدہ میں سووے
اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ دیکھو میرے بندہ مومن کو کہ اوسکی جان میرے ساتھ راز
کہنے میں ہے اور تن اُسکا عبادت کی بساط پر اور نیز پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من نام
علی الطہارۃ یوذن لروحہ ان یطوف بالعرش ویسجد للہ تعالی یعنے جو کوئی طہارت
کے ساتھ سووے اوسکی روح کو اجازت دیں کہ جا عرش کا طواف کرا اور خداوند کو سجدہ کرا وے
مینے حکایتوں میں پایا کہ شاہ شجاع کرمانی چالیس برس بیدار رہا جب ایک رات سو یا خداوند
تعالی کو خواب میں دیکھا اور اوسکے بعد ہمیشہ سوتا رہا اُسی اُمید کے واسطے اور ایک گروہ کو مینے دیکھا کہ
بیداری کو خواب پر فضیلت دیں علی بن سہل رضی اللہ عنہ کی موافقت پر اس سبب سے کہ وحی
رسولوں پر اور کرامات اولیا پر بیداری میں ہوئی ہیں اور ایک مشائخوں سے کہتا ہے لو کان
فی النوم خیراً لکان فی الجنۃ نوم یعنے اگر خواب میں کوئی چیز بہتر ہوتی یا محبت اور قربت

کی علت ہوتی چاہیئے تھا کہ بہشت میں جو قربت کا محل ہے خواب نہ تھی چونکہ بہشت میں حجاب نہ ہو
ورنہ خواب ہم نے جانا کہ خواب حجاب ہے اور ارباب لطائف کہتے ہیں کہ جب آدم صلوٰۃ اللہ علیہ بہشت
میں سوئے تو حوا اونکے الٹے پہلو سے ظاہر ہوئیں اور اونکی سب بلائیں حوا سے تھیں اور نیز کہتے ہیں
کہ جب ابراہیم نے کہا اسماعیل سے یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک اسمٰعیل نے کہا
اے باپ ہذا جزاء من نام عن حبیبه لو لم تنم لما امرت بذبح الولد یعنی یہ جزا
اس آدمی کی ہے جو سوئے اپنے دوست سے غافل اور اگر تو نہ سوتا تجھے نہ کہا جاتا کہ اپنے لڑکے
کو ذبح کر پس تیری خواب نے مجھکو بے جان کیا اور مجھ قربان لیکن میری کاٹ ایک گھڑی ہوگی
اور تیری تکلیف ہمیشہ کی اور شبلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک کوزہ نمک کے پانی کا
ایک سلائی کے ساتھ رکھتے اور جب نیند آتی ایک سلائی اس سے آنکھ میں لگاتے اور میں
علی بن عثمان الجلابی ہوں رضی اللہ عنہ ایک پیر کو دیکھا کہ فرضوں کے ادا کرنے کے بعد فارغ ہو کر سوتے
اور شیخ احمد سمرقندی کو میں نے دیکھا کہ بخارا میں رہتے تھے اور چالیس برس تک رات کو سوتے تھے اور دن میں تھوڑا سوتے
اور اس مسئلہ کا رجوع اس طرف ہے کہ جب کسی کی بیداری اوسکی نیند سے زیادہ دوست ہو ہر دو بیداری کی زیادہ
دوست رکھے اور جب نیند کو مرنے سے زیادہ دوست ہو جاتی ہے کہ بیداری خواب سے زیادہ دوست ہو پس
قیمت اوسکی نہ ہو جو تکلف کے ساتھ بیدار ہو بلکہ قیمت اوسکی ہے جسنے اوسکو بیدار کیا
جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند نے قبول فرمایا اور اعلیٰ درجہ پر پہنچایا نہ خواب
میں تکلف کیا اور نہ بیداری میں حکم آیا قم اللیل الا قلیلا یعنی کھڑا رات کو مگر تھوڑا اور نیز
قیمت اوسکو نہ ہوگی جو خواب میں تکلف کے ساتھ جاوے قیمت اوسکو ہوگی کہ کسی کو سلاویں
جیسا کہ خداوند عز وجل نے اصحاب کہف کو قبول فرمایا اور محل اعلیٰ پر پہنچایا۔ اور
کفر کا لباس ان کی گردن سے اتارا انہوں نے نہ خواب میں تکلف کیا نہ
بیداری میں تو حق تعالے نے خواب ان پر ڈالی اور بے اختیار ان کے ان کو
پرورش کرتا ہے۔ اور جب بندہ ایسے درجہ پر پہنچے کہ اس کا اختیار

پہونچی یعنی قربی ابتدا اسکا انتہا کل سے برپردہ ہوا اور اسکی ہمت غیر سے روگردانی کرے اگر سووے
اور بار بیدار ہو اُس صفت کیساتھ کہ تم کو عزیز ہو پس مرید کیواسطے خواب کی یہ شرط ہو کہ پہلے اپنی
خواب کو آخیر عہد اپنی خواب کا جانے اور معاصی سے توبہ کرے اور دشمنوں کو خوشنود کرے طہارت
پاکیزہ کرے اور دہنے ہاتھ پر قبلہ کیطرف مُنہ کرکے سووے دُنیا کے کام درست کرکے.
نعمت اسلام کا شکر کرے اور شرط کرے کہ اگر بیدار ہو گناہ نہ کرے. پس جس کسی نے بیداری
میں اپنا کام درست کیا ہو اسکو خواب اور مرگ سے کوئی خوف نہ ہو اور حکایتوں میں مشہور ہے
کہ ایک پیر اُس امام کے پاس جو مرتبہ اور کلاہ اور رعونت نفس میں ہنتا تھا آیا کرتا تھا اور کہتا اے
فلاں مرنا چاہیے اُسکی اسبات سے دل میں سخ آتا تھا کہ یہ مرد فقیر ہر وقت مجھ سے یہ بات کہتا ہے ایک
کہا کل کو میں ابتدا کرونگا اور دوسرے روز وہ پیر آیا اور اس امام نے کہا اے فلان مرنا چاہیے
اوسنے مصلا اوتارا اور بچھایا اور سر رکھ دیا اور کہا میں مرگیا اُسی وقت اُس کی جان نکل
گئی اوسکو اسبات پر تنبیہ پیدا ہوئی جان لیا کہ یہ پیر اُس سے فرماتا تھا کہ مرنے کا ارادہ
کر اس طرح سے کہ مینے کیا ہے اور میرے شیخ رضی اللہ عنہ مریدوں کو اسبات پر حکم کرتے کہ سوائے
غلبہ کے وقت نہ سویا کریں اور جب بیدار ہو تم نیز نہ سوؤ تم کیونکہ خواب ثانی حق کے مریدوں کو
حرام ہو اور بیکاری خواب خاصکر بندہ کو فراموشی لادے اور اسبات میں کلام طول ہے واللہ اعلم۔

الباب السابع والعشرون باب کلام اور سکوت کے طریقوں میں

خداوند عزوجل نے فرمایا ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحًا اور نیز خدا نے
فرمایا قولٌ معروفٌ اور نیز کہا قولوا اٰمنا جانا چاہیے کہ اچھی بات کیواسطے حقتعالے کی
جانب سے بندہ کو حکم ہے جیسے کہ اُسکی خداوندی کا اقرار کرنا اور تعریف کرنا اوسکی اور خلق کو اوسکی
درگاہ کیطرف بلانا اور نطق ایک بڑی نعمت ہے حقتعالی کی طرف سے بندہ کے واسطے

اور آدمی اسکی وجہ سے دوسری چیزوں سے ممتاز ہے اور خداوند عزوجل نے فرمایا۔ لقد کرمنا
بنی آدم تحقیق بزرگ کیا ہم نے آدم کی اولاد کو ایک گروہ نے فرمایا اسکے معنی ہیں نطق ہے جس قدر کہ
گفتار بندہ کیواسطے حق کیطرف سے ایک نعمت عطا ہوئی اسکی آفت بھی بڑی ہے گفتار مثل شراب کے ہے
جو عقل کو مست کرتی ہے آدمی جبکہ اسکے پینے میں مبتلا ہو ہرگز اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا اور
آپکو اس سے باز نہیں رکھ سکتا اور جبکہ طریقت والوں کو معلوم ہوا کہ گفتار آفت ہے سوائے
ضرورت کے انہوں نے بات نہ کی بیچ ابتدا اور انتہا میں اپنے حال کو نگاہ رکھا اگر سب کلام خدا کے
واسطے تھا کہا ورنہ خاموش رہا اس کا سبب یہ ہے کہ معتقد تھے کہ خدا تعالیٰ عالم الاسرار ہے اور وہ لوگ برے
ہیں جو حق تعالیٰ کو ایسا نہیں جانتے بقول خدائے عزوجل ام یحسبون انا لا نسمع سرھم
ونجواھم بلیٰ ورسلنا لدیھم یکتبون کیا جانتے ہیں کہ میں ان کی نہانی باتکو
جانتا ہوں، ہاں جانتا ہوں اور ملائکہ بھی انہیں لکھتے ہیں اور میں علام الغیوب ہوں اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صمت نجیٰ وہ جو خاموش رہا نجات پاوے پس سکوت میں
فائدے بہت ہیں اور گفتار میں آفت بہت اور ایک گروہ نے مشائخ میں سے سکوت کو کلام پر فضیلت دیا
اور ایک گروہ نے کلام کو سکوت پر ترجیح دیا اور ان میں سے جنید نے کہا کہ عبارات بالکل دعوی ہیں اور
جس جگہ کہ اثبات معانی کا ہو دعوی بیکار ہوں اور بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ خوف کے حال میں
باوجود اسکے کہ قول پر اختیار و قدرت ہوتی ہے نہ کہنے کا عذر ہو اور اسکے قول سے انکار
کرنا معرفت کی حقیقت کو نقصان نہ دے اور کسی وقت میں بندہ بغیر کہے دعوی کے ساتھ معذور
نہ ہو اور اس کا حکم منافقوں کا حکم ہو پس دعوی بغیر معنی کے نفاق ہوا اور معنی بے دعوی کے اخلاص
لان من كان بيانه على بيان لا ينفع الدنيا ومن كان بيانه على عيان استغنى فيما بينه وبين ربه عن تنطیقہ
جب راہ بندہ پر کشادہ ہوئی گفتار سے مستغنی ہوا اس سبب سے کہ عبارت غیر کو علم دینے کیواسطے
ہے اور حق تعالیٰ جل جلالہ کیلئے نیاز ہے تغیر احوال سے اور قول جنید کا آخر کی تاکید کرتا ہے کہ
کہا من عرف الله کل لسانه اور جس نے حق کو دل سے پہچانا اسکی زبان بیان سے باز رہی کہ

ظاہر ہیں بیان حجاب ہوئے اور شبلی سے منقول ہے کہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کھڑے ہوئے اور آواز بلند
سے کہا یا مُرادی اور اشارہ حق تعالیٰ کیطرف کیا جنیدؒ نے کہا اے ابا بکر اگر تیری مراد حق ہے یہ
اشارہ تو نے کس واسطے کیا کیونکہ وہ اس سے مستغنی ہے اور اگر مراد تیری وہ نہیں ہے خلاف کس واسطے
تو نے کہا کیونکہ حق تعالےٰ تیرے قول کے موافق علیم ہے شبلی نے اپنے کہے ہوئے پر استغفار کیا اور اُس
گروہ نے کہ کلام کو سکوت پر فضیلت دی کہا کہ اپنا احوال بیان کرنیکے واسطے حق کی جانب سے
حکم ہے کہ دعویٰ معنے کے ساتھ قائم ہو کیونکہ اگر کوئی ہزار برس دل سے ساتھ عارف ہو باطنی اور
اگر اقرار سے کوئی ضرورت مانع نہ ہو اوسکا حکم کافروں کا حکم ہوا اور خداوند نے مومنوں کو شکر و حمد و ثنا
کے واسطے فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ
یعنے اپنے رب کی نعمت کو بیان کر اور ثنا اور اسکی گفتار ۔ ۔ ۔ ۔ ہوا خداوند تعالےٰ نے فرمایا
ادعونی استجب لکم یعنے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کرونگا اور نیز فرمایا اجیب دعوۃ الداع اذا
دعان یعنے میں دعا قبول کرونگا دعا مانگنے والے کی جس وقت کہ مجھ سے دعا مانگے اور اسکی مانند
اور ایک مشائخ کہتے ہیں کہ جس کسی کو کوئی بیان نہ ہو اپنے زمانے سے اُسکو کوئی زمانہ نہ ہو کیونکہ
ناطق وقت تیرا نیز وقت تیرا ہے اور میں نے حکایت سنی ہے کہ ایک دن ابو بکر شبلی کرخ بغداد
میں جاتے تھے ایک کو مدعیوں میں سے دیکھا کہ کہتا تھا کہ السکوت خیر من الکلام فقال الشبلی
سکوتک خیر من کلامک وکلامی خیر من سکوتی لان کلامک لغو وسکوتک ھزل
وکلامی خیر من سکوتی لان سکوتی حلم وکلامی علم یعنے خاموشی بہتر گفتار سے
شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تیری خاموشی بہتر ہے تیری گفتار سے اس سبب سے کہ تیری گفتار
لغو ہے اور تیری خاموشی ہزل اور میری گفتار میری خاموشی سے اچھی ہے اس واسطے کہ میرا
سکوت حلم ہے اور میرا کلام علم کیونکہ اگر علم نہ کہوں میرا حلم اوسپر رکھے اور اگر علم نہ کہوں علم میرا
اُسپر رکھی جو نہ کہوں میں حلیم ہوں جو کہوں میں علیم ہوں اور کہتا ہو کہ میں علی بن عثمان الجلابی ہوں
کہ کلام دو طرح کے ہیں اور سکوت دو قسم کے کلام ایک حق ہوا اور ایک باطل اور سکوت

ایک حصول مقصود اور مشاہدہ ہوا اور دوسرا غفلت پس ہر ایک کو اپنا گریبان پکڑنا چاہیئے نطق
و سکوت کے حال میں اگر اسکا کلام حق کے ساتھ ہو اسکی گفتار خاموشی سے بہتر اور اگر
باطل ہو خاموشی گفتار سے بہتر اور اگر حجاب و غفلت سے ہو گفتار خاموشی سے بہتر اور ایک عالم
اس معنی میں سرگردان ہے اور ایک گروہ مدعیوں کے پریشان اور عبارات خلق معانی سے ہاتھ
میں لئے ہوئی ہیں اور کہتی ہیں کہ گفتار زیادہ فاضل ہے سکوت سے اور ایک گروہ جاہلوں کا سکوت
کو اپنی جہل کے ساتھ متعلق کرتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ خاموشی بہتر گفتار سے ہو سو اگر دونوں
ایک دوسرے کی مانند ہوں پس کسکو گفتار میں لاویں اور کس کو خاموش کریں بالجملہ من نطق
اصاب او غلط ومن انطق عصم من الشطط یعنے جو کوئی کہے خطا کہے یا صواب
اور جس کسی کو گفتار میں لاویں اُسکو خطا و خلل سے نگاہ رکھیں جیسا کہ ابلیس نے کہا لعنۃ
اللہ علیہ انا خیر منہ اور آدم نے کہا ربنا ظلمنا انفسنا یعنے ای رب ہمارے ہمنے اپنے
نفسوں پر ظلم کیا پس جو اس طریقت کے خوش نیو والے ہیں وہ اپنی گفتار میں مانند اون کے مضطر ہیں اور خاموشی میں شرم زدہ اور
بیچارہ من کان سکوتہ حیا کان کلامہ حیوۃ اُسکو کہ خاموشی اسکی حی ہو اُس کا کلام دلوں
کے واسطے حیات ہو اس سبب سے کہ اُنکی گفتار دیدار سے ہو اور گفتار بے دیدار کے انکے نزدیک خوار
ہو اور ہم نہ کہنے کو کہنے سے زیادہ دوست رکھتے ہیں جبتک اپنی ساتھ رہیں اور جب غائب ہوں خلق
اُنکے قول کو جائز نہ رکھے اس سے ہو وے کہ اُس پیر رضی اللہ عنہ کہا من کان سکوتہ لہ ذہبا
کان کلامہ لغیرہ مذہبا پس طالب ہاں کو چاہیے جبتک اُس کا خوض عبودیت میں ہو
خاموشی کرے اور جب اُس کا نطق کار بوبیت کیساتھ ہو گفتار میں آئے اور اُسکی مریدوں کے
دلوں کی صیاد ہو اور گفتار میں ادب یہ ہے کہ بے امر کے نہ کہے اور سوائی امر میں نہ کہے
اور خاموشی میں ادب یہ ہے کہ جاہل نہ ہو اور نہ غافل اور مرید کو چاہئے کہ پیروں کی بات میں
دخل و تصرف نکرے اور عبارت غریب و پریشان نہ لاوے اور اُس زبان سے کہ شہادت کہی
ہے اور توحید کا اقرار کیا۔ ہے جھوٹ اور غیبت نہ کہے اور مسلمانوں کو رنجیدہ نکرے اور فقیروں کو نہ

ناحق کے ساتھ نہ پکاریں اور جبتک اُس سے کچھ نہ پوچھیں نہ نہیں پس بات کہنے کی ابتدا نہ کریں اور
اور فقیر کی خاموشی کی شرط یہ ہے کہ باطل پر خاموش نہ ہو اور کہنے کی شرط یہ ہی کہ سوائے حق کی
نہ کہے اور اس اصل کی فرع بہت ہی اور لطیفے بے شمار لیکن میں نے اسی قدر پسند کیا تاکہ کتاب
طویل نہ ہو جاوے ✦

الباب الثامن العشرون یعنے باب آداب کے قاعدوں بین

خداوند عزوجل نے فرمایا لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا یعنے زاری کے ساتھ سوال نہیں کرتے۔ اور جب
کوئی اُن سے سوال کرے منع نہ کریں جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے
وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ لیکن سوال کرنے والے کو مت جھڑک جبتک ہو سکے سوائے خدا
کے کسی دوسرے سے سوال نہ کریں اور اُسکے غیر کو محل سوال میں نہ رکھیں کیونکہ سوال کرنا اعراض
ہو حق سے غیر حق کی طرف اور جب بندے نے حق تعالیٰ سے اعراض کیا خوف ہو گا اوس کو بھی محل
اعراض میں چھوڑیں حکایت تو نے نہیں دیکھا ہی کہ ایک دنیادار نے رابعہ عدویہ سے کہا کہ یا رابعہ کچھ
مانگ مجھ سے تو تیری مراد حاصل کروں اوس نے کہا ای شخص میں تو اس سے بھی شرم رکھتی ہوں کہ دنیا کے پیدا
کرنیوالے سے دنیا کو چاہوں کیا اس سے شرم نہ رکھوں اپنی مثل سے کوئی چیز مانگوں کہتے ہیں کہ ایک وقت میں
ابو مسلم صاحب دعوت نے ایک فقیر کو بیگناہ چوری کی تہمت میں پکڑا اور حوالات میں اُسکو رکھا جب رات
ہوائی ابو مسلم نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اُس سے کہا کہ اے ابا مسلم مجھ کو خداوند تعالیٰ نے
تیری طرف اس لئے بھیجا ہے کہ ایک دوست میرے دوستوں سے بے جرم تیرے قید خانہ میں ہے اُٹھ اور اوسکو
باہر نکال ابو مسلم خواب سے بیدار ہوئے اور سر و پا برہنہ قید خانہ کے دروازہ پر دوڑے اور فرمایا قیدخانہ
کا دروازہ کھولا اُس فقیر کو باہر لائے اُس سے معذرت کی اور کہا کچھ مانگ فقیر نے کہا ای امیر
جو کوئی ایسا خداوند رکھے کہ آدھی رات کو ابو مسلم کو بستر سے اُٹھا دے اور بھیجے تاکہ اُسکو بلا سے

چھوڑ اُٹھے جائز ہو کہ وہ دوسروں سے سوال کریں اور حاجت چاہیں جو مسلم ہونے لگا۔ اور وہ
درویش اُسکے آگے سے گیا۔ پھر ایک گروہ دوسرا کہے کہ فقیر کو جائز ہے کہ خلق سے سوال کریں کیونکہ
حق تعالیٰ کہتا ہے لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا یعنے سوال کرو اور ساتھیں الحاف نکرو اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی سوال کیا اصحابوں سے کاموں کے درست کرنیکے واسطے اور دوسرے مشائخ
رحمہم اللہ نے تین وجہ سے سوال کرنیکو جائز رکھا ہے ایک فراغت دل کو کہ ضرور ہو کہ کہا ہے
کہ ہم دو گروہ کو قیمت نہ رکھیں کیونکہ رات دن اُسکے انتظار میں گذار ہیں اور سوائی اُسکے حاجت نہ
ہو ہمکو خداوند کیساتھ اضطرار کے حال میں اس سبب سے کہ کوئی مشغولی مانند شغل طعام اور اوس کے
انتظار کے نہیں ہے اور اُسی سے ہو کہ جب بایزید نے مرید شقیق سے پوچھا اُس وقت میں کہ اُسکی
زیارت کے واسطے آیا تھا شقیق کے حال کو مرید نے کہا کہ وہ خلق سے فارغ ہو چکا ہے اور توکل
کے حکم پر بیٹھا ہوا ابویزید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب لوٹے تو اُس سے کہدے کہ تو دوسری بار خدا کو دو روٹی
کی خاطر نہ آزمائے تو جب بھوکا ہووے تو دو روٹیاں اپنی مثل سے چاہ پھر نام توکل کا ایک طرف
رکھ تو وہ شہر و ولایت تیری شومی معاملت سے زمین میں نہ جاوے اور دوسرے گروہ نے ریاضت نفس
کیواسطے سوال کیا ہے تاکہ اُسکی ذلت دیکھیں اور اپنی دل پر رنج کھینچیں اور اپنی قیمت جانیں
کہ یہ ہر ایک کی نگہ میں کیا قیمت رکھتے ہیں تاکہ غرور نہ کریں اور رنج نہ دیں تو نے نہ دیکھا کہ جب شبلی
جنیدؒ کے پاس آئے جنید نے کہا اے ابابکر تیری سر میں اسبات کی نخوت ہے کہ میرا پسر
حاجب الحجاب خلیفہ کا ہوں اور امیر سامرہ تجھسے کوئی کام نہ ہوگا جب تک بازار میں نہ جاویگا
اور جس کسیکو تو دیکھے سوال نکرے تو کہ اپنی قیمت پہچانے اسی طرح ہر روز کیا اور تمام بازار میں گیا
اور کسی نے کوئی چیز اُسکو نہ دی پھر آیا اور جنید سے کہا جنیدؓ نے کہا اے ابابکر اپنی قیمت دیکھ کہ
خلق کو کسی چیز کے ساتھ ہمت اختیار کر اور دیکھ جس ریاضت کی ابو تحقیق ہے رضی اللہ عنہ اور ذوالنون مصری رحمہ اللہ
سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک رفیق رکھتا تھا میں نے خدا تعالیٰ کی رحمت کے موافق اسکو
آگے بلایا اور دنیا کی نعمت سے عقبیٰ کی نعمت کیساتھ اسکو پہونچایا [illegible] تو اب میں دیکھا اور

کہا کہ خدائے تعالےٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا کہا مجکو بخشدیا مینے کہا کس خصلت سے کہا مجھکو کھڑا کیا اور
کہا اے میری بندہ کیونں اور تجکو تو تے بہت رنج اُٹھائی اور اُنکے آگے تو نے ہاتھ پھیلایا اور
اُس میں تم نے صبر کیا تجکو مینے اس سبب سے بخشا۔ اور ایک گروہ نے حرمت حق کیواسطے خلق سے سوال
کیا دُنیا کے سب مال حق تعالیٰ کی مِلک جانکر اور تمام مخلوق کو اُس کا وکیل سمجہ کر اور وہ
چیز کہ اُنکے نفس کے نصیب کیطرف لوٹا حقتعالےٰ سے نہ چاہا اور اُسکے وکیل سے چاہا۔ اور
اپنی بات اُس سے کہی تحقیق بندہ جو وکیل سے عرض کری حرمت وطاعت میں اُس سے زیادہ
نزدیک ہو کہ خداوند کے نزدیک پس اونکا سوال غیر سے علامت حضور اور اپنی اقبال کی ہو
حق کی طرف نہ غیبت کی اور اعراض کرے حق سے مینے کتاب میں دیکہا ہی کہ یحییٰ بن معاذ کی گھر ایک لڑکی تھی اُسنے
ایک زمان سے کہا کہ مجکو فلاں چیز چاہیئے اوسکی ماں نے کہا خدا سے مانگ کہا اے مادر میری مجھ کو
شرم آتی ہے کہ اپنی نفسانی خواہش کو اُس سے مانگوں اور جو چیز کہ تم دیگی اوسکی طرف سے
ہو اور روزی میری مقدر کی ہو پس آداب سوال کا یہ ہو کہ اگر مقصود کسی سوال کا پورا ہو تو اوس
سے زیادہ خوش نہ ہو جیسا کہ پورا نہ ہونے سے اور خلق کو درمیان میں نہ دیکھے تو اور عورتوں
اور بالکوں والوں سے سوال نہ کرے تو اور اپنا راز اُسکے سوا کسی سے مت کہہ کہ جسکا مال حلال ہونیکا یقین ہو اور جب تک ہوسکے
اپنے نصیب پر سوال نہ کری تو اور اُس سے تجمل اور کدخدائی نہ کری اور اوس کو مِلک نہ کری
کل کے خیال کو دل میں نہ لانے تاکہ ہلاک جاودانی میں ملخوذ نہ ہووی۔ اور
اپنے آپ سے پارسائی پیدا نہ کری تاکہ تجکو بسبب پارسائی کے کچھ زیادہ دین ایک پیر کو مین نے
پایا جو بزرگان صوفیہ سے تھے جنگل سے ظاہر ہوئے فاقہ زدہ اور مسافرت کا رنج کھینچے ہوے
کوفہ کے بازار میں آئے اور ایک چڑیا کو ہاتھ پر بٹھلائی ہوئی اور کہتے تھے اس چڑیا کے
واسطے مجھ کو کچھ دو لوگوں نے کہا ای شخص تو یہ کیا کہتا ہی کہا محال ہووی کہ میں کہوں خدا
کے واسطے مجھ کو کوئی چیز دو دُنیا میں سوائے حقیر کے کسی کو شفیع نہ کریں یہ بیان تھوڑا ہی
بہت سے وہ جو اسباب میں شرط ہیں مختصر کیا مینے طول ہونیکے خوف سے ✦

الباب التاسع والعشرون باب یعنے تجرید نکاح اور ترک نکاح کرنے کے طریق اور انکے متعلقات میں

خدائے عزوجل نے فرمایا۔ ھن لباس لکم وانتم لباس لھن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تناکحوا تکاثروا فانی اباھی بکم الامم یوم القیمۃ ولو بالسقط اور نیز کہا ان اعظم النساء برکۃ اقلھن مؤنۃ واحسنھن وجوھا واحصنھن فروجا۔ اور یہ حدیثیں صحاح کی ہیں، یہ سب نکاح کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ تمام مردوں اور عورتوں پر اور فرض اس کے حق میں ہے کہ حرام سے پرہیز نہیں کر سکتا اور سُنت اسکی واسطے کہ حق عیال کا ادا کرسکے اور مشائخوں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ نکاح شہوت کی دفع کرنیکے واسطے چاہیئے اور کسب فراغت دل کے واسطے اور ایک گروہ نے کہا کہ نسل کے ثابت کرنیکے واسطے چاہیئے اور جب فرزند ہو اگر باپ سے آگے دُنیا سے رُخصت ہو باپ کا شفیع ہو اور اگر باپ آگے جاوے دعا گو بیٹے اور حدیث میں ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم کے واسطے جو لڑکی فاطمہ بنت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھیں اونکی باپ علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے نکاح کے واسطے درخواست کی اور علی نے کہا وہ ابھی چھوٹی سی ہے اور تم بوڑھے آدمی ہو اور میری یہ نیت ہے کہ اوس کو اپنے بھتیجے عبد اللہ بن جعفر کو دونگا حضرت عمر رضی نے کہلا بھیجا کہ یا ابا الحسن دُنیا میں بڑی عمر کی عورتیں بہت ہیں اور میری مراد ام کلثوم سے دفعہ شہوت نہیں ہے بلکہ نسل کا ثابت کرنا ہے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا ہے کہ فرمایا کل نسب وحسب ینقطع بالموت الا نسبی وحسبی ویروی کل سبب ونسب ینقطع الا سببی ونسبی اب میرے واسطے سبب تو موجود ہے نسب بھی چاہتا ہوں تاکہ دونوں طرف سے اونکے اتباع کو مضبوط کروں، علی رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم کو عمر کو دیا اور زید بن عمر ان سے پیدا ہوئے اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تنکح المرأۃ على اربعۃ على المال والحسب والحسن والدین فعلیکم بذات الدین فانھا لتمعلا

امرؤ بعد الاسلام خیر من زوجۃ مؤمنۃ موافقۃ یسربہا اذا نظر الیہا نکاح کریں
عورتیں چار پر مال اور دین اور حسن اور حسب پر پس لازم پکڑیں ذات دین کو پس فوائد اور زوائد
سب چیزوں سے بہتر بعد اسلام کے زن مومنہ موافقہ سے ہونا کہ اُسکے ساتھ اُنس پکڑے خاصکر مومن
اور دین میں اوسکی صحبت کیساتھ ایک قوت پاوے اور دُنیا میں ایک دوستی کیونکہ تمام وحشتیں تنہائی
میں ہیں اور تمام راحتیں صحبت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الشیطان مع الواحد
اور حقیقت میں مرد یا عورت جو تنہا ہو اُسکے نزدیک شیطان ہو کہ شہوت کو آراستہ کرکے اُسکے دل کے
روبروپیش کرے اور اگر ہمجنس کی صحبت ہو تو حرام نہیں اور کوئی عذاب دہ مشغولی اسقدر نہو کہ جیسے کہ عورت
ناجنس کی صحبت ہو۔ پس درویش کو چاہیئے کہ پہلے اپنے کام میں تامل کرے اور مجرد رہنے اور نکاح
کرنیکی آفتیں اپنے دل کے روبروپیش رکھے جس آفت کا دفع کرنا دل پر زیادہ آسان ہو اوسکا
متابع ہو کہ تجرید میں جملہ دو آفت ہیں ایک ترک سنت ہے دوسرا شہوت کا غلبہ دل پر اور حرام میں
مبتلا ہونیکا خطرہ اور نکاح کرنیمیں بھی دو آفت ہیں، ایک دل کا غیر کے ساتھ مشغول ہونا اور دوسرے
بدن کا مشغول ہونا نفس کی حظ میں ۔ اور اصل اس مسئلہ کی گوشہ نشینی اور صحبت کیطرف
رجوع کرتی ہے وہ شخص جو خلق کیساتھ صحبت اختیار کرے اُسکے واسطے نکاح کرنا شرط ہے اور
وہ شخص جو تنہائی خلق سے اختیار کرے مجرد رہنا اُسکے واسطے زینت ہو اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا سیروا سبق المفردون چلو کہ مفردوں نے تم پر سبقت پکڑی اور ابراہیم خواص سے
منقول ہے کہ اُنہوں نے کہا میں ایک گاؤں میں آیا ایک بزرگ کی زیارت کے ارادہ سے کہ
اُس جگہ رہتے تھے اور جب اونکے گھر میں گیا ایک گھر پاکیزہ دیکھا جیسا کہ عبادت خانہ اولیا کا ہوتا
ہے اندر دو محراب بنی ہوئی تھیں اونکی ایک محراب میں پیر بیٹھا ہوا اور دوسری محراب میں ایک
بوڑھی پاکیزہ اور روشن بیٹھی ہوئی اور دونوں ضعیف ہوگئے تھے کثرت عبادت سے میری آنے سے
اُنہوں نے بہت خوشی کی اور تین روز اُس جگہ رہا جب مینے وہاں سے واپس ہونا چاہا مینے پوچھا اُس
پیر سے کہ یہ عفیفہ کون ہے اور تجھ سے کیا تعلق ہے، کہا ایک جانب سے میری چچا کی لڑکی اور دوسری

طرف سے میری عیال ہے میں نے کہا ان تین روز میں سخت بیگانہ وار دیکھا صحبت میں کہا ۶۵ برس
اسی طرح سے گذری ہیں میں نے کہا اسکا سبب مجھ سے بیان کر اوسنے کہا لڑکپن کے زمانہ میں ایک دوسرے
پر ہم عاشق تھے اور اوسکا باپ اوسکو مجھے نہیں دیتا تھا کیونکہ ہماری دوستی کا حال اوسکو معلوم
ہوگیا تھا ایک مدت تک بات کا رنج اُٹھاتا رہا یہانتک کہ اوسکے باپ نے وفات پائی وہ میرا چچا تھا میرے باپ نے جو اسکا چچا تھا
اوسکو مجکو دیدیا جبکہ اوس رات کو ہم آپس میں ایک دوسرے سے ملے مجھ سے کہا تو جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ
نے ہمکو کیا نعمت مرحمت فرمائی ہے کہ ہمکو ایک دوسرے سے ملایا اور ہمارے دلوں کو قید سے اور خوف کی فتول
سے فارغ کیا میں نے کہا ہاں اوسنے کہا پس آج رات آپ کو نفس کی خواہش سے ہم باز رکھیں گے اور
اپنی مراد کو نیچے پاؤں کے لائیں اور خدا کی عبادت کریں اس نعمت کے شکر میں میں نے کہا بہت بہتر دوسری شب بھی
یہی کہا تیسری شب میں نے کہا اب دو رات تیری واسطے شکر ادا کیا ہمنے آج رات میرے واسطے بھی
عبادت کریں اب ۶۵ برس ہوئی ہیں کہ ہم اسی طرح ہیں اور ہمنے ایکدوسرے کو نہیں دیکھا ہے اور
عمر بھر سے نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں پس جب کوئی درویش صحبت اختیار کرے جہاں تک ہوسکے
بیوی کی قوت حلال بہم پہنچاوے اور مہر بھی حلال مال سے ادا کرے اور جبتک حقوق خداوندی ادا اور اسکے امر میں کچھ باقی رہا
اپنی حظ نفس میں مشغول نہ ہو اور جب اپنے وظائف ادا کر چکے بستر کا خیال کرے اور جیسا ہی خواہش اور مراد پوری کر چکے
تو خداوند تعالیٰ سے بطور مناجات کے کہے بار خدایا تونے شہوت آدم کی خاک میں گوندی تاکہ عالم آباد کرے اور اپنی علم میں تونے
چاہا کہ مجھ کو یہ صحبت ہو یارب یہ صحبت میری دو چیز کے واسطے کر ایک حرص حرام کہ ناں کے ساتھ اور دوسرے
فرزند لی مجکو عطا کر نہ ایسا فرزند کہ سبب اوسکے تجھ سے اپنے ساتھ مشغول کرے اور سہل بن عبد اللہ
تستری سے روایت ہے کہ اوسکے ایک لڑکا پیدا ہوا جبکہ بچپنا میں کھانا مانگتا اوس کی ماں
کہتی خدا سے مانگ محراب میں جاتا اور سجدہ کرتا اسکی ماں اوس کی مراد کو پوشیدہ دیدیتی اس طرح
سے کہ اسکو یہ نہ معلوم ہو کہ ماں نے دیتی ہے تاکہ درگاہ الٰہی میں دعا کی عادت کرے ایکروز وہ لڑکا
اندر آیا ماں گھر میں نہ تھی لڑکے نے سجدہ کیا حق تعالیٰ نے وہ چیز جو وہ مانگتا تھا اسکے واسطے موجود کی اوسکی
ماں اندر آئی اور اُسکو دیکھا اور کہا اے پسر یہ کہاں سے آیا بولا وہیں سے آئی جہاں سے ہر روز آتا تھا

جبکہ زکریا صلوات اللہ علیہ حضرت مریم رضی اللہ عنہ کے پاس آتے گرمی کے موسم میں جاڑوں کے میوے
اور جاڑے کے موسم میں گرمی کے میوے دیکھتے تعجب سے پوچھتے وہ کہتیں ہن عند اللہ یعنے اللہ
کے پاس سے ہے درویش کو چاہئے کہ سنت پر عمل کرنا اسکو دنیا کی طلب اور حرام اور شغل دل میں نہ ڈالے
کیونکہ درویش کی ہلاکت اُسکے دل کی خرابی میں ہے جیسے کہ خرابی امیر کے گھر کی اور خاندان کی
خرابی میں ہے پس وہ جو امیر کو خراب ہوا وسکو عوض ہو اور وہ چیز جو فقیر کو خراب ہو اُسکا عوض
نہ ہو اور ہمارے زمانہ میں ممکن نہیں کہ کسی کو ایک عورت موافق ہووے اور اس سبب سے ایک گروہ نے
تجرید اور تخفیف کو اختیار کیا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر الناس فی اٰخر الزمان
خفیف الحاذ قیل یا رسول اللہ وما خفیف الحاذ قال الذی لا اھل لہ ولا ولد لہ
یعنے بہتر آدمیوں کا آخر زمانہ میں خفیف الحاذ ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ خفیف الحاذ کیا چیز ہے
فرمایا وہ شخص ہے کہ جسکے زن و فرزند نہ ہوں۔ اس طریقت کے تمام مشائخوں کا اتفاق ہے اس بات
پر کہ سب سے اچھا اور سب سے فاضل اہل طریقت میں مجرد ہے اگر دل اونکا آفت سے اور طبیعت اُنکی
گناہ کرنیکے ارادے سے خالی ہو اور عوام شہوت رانی کیلئے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اس فرمان کو کہ حُبّبَ لی من دنیاکم
ثلث الطیب والنساء وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یعنے دوست کیا گیا دنیا سے میرے لیئے
تین چیزوں کو خوشبو اور عورتوں کو اور کی گئی نور چشم پیغمبر کی نماز میں۔ اس حدیث کو حجت پکڑتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ جبکہ عورتیں اونکو محبوب ہوئیں تو نکاح کرنا زیادہ بزرگ ہوا ہم کہتے ہیں کہ پیغمبر صلعم
نے فرمایا لی حرفتان الفقر والجہاد پس کسواسطے حرفت سے ہاتھ روکتے ہیں جو وہ اُسکی محبوب
ہو آپ کی حرفت ہو پس اس سبب سے کہ انکی خواہشوں کو اوسکی طرف میل بہت زیادہ ہے اپنی خواہش
کو پیغمبر کا محبوب کہنا محال ہو کوئی شخص پچاس برس اپنی خواہش کا تابع رہا ہو اور جانے کہ وہ متابع
سنت کا ہے وہ بڑی غلطی پر ہے اور سب میں پہلے فتنہ جو آدم علیہ السلام کے سر پر آیا اوسکی بھی اصل
ایک عورت تھی بہشت میں اور سب میں پہلا جو فتنہ ظاہر ہوا دُنیا میں اُسکا سبب بھی ایک عورت تھی یعنی
فتنہ ہابیل اور قابیل کا اور جب خداوند تعالےٰ نے چاہا کہ عذاب کرے اوسکا سبب بھی ایک عورت تھی۔

اور آج کے دن تک جسقدر فتنے دینی اور دُنیوی ہیں اونکا سبب عورتیں ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ماترکت بعدی فتنۃ اضرعلی الرجال من النساء یعنے کوئی فتنہ بعد اپنے میں نے
نہ چھوڑا زیادہ تر نقصان دینے والا مردوں پر عورتوں سے پس جب ان کا فتنہ ظاہر میں اسقدر
ہے باطن میں کیسا ہوگا۔ اے میں کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں رضی اللہ عنہ بعد اسکے
کہ حق تعالی نے مجھکو گیارہ برس تک نکاح کی آفت سے نگاہ رکھا تھا حکم کیا تو فتنہ میں
پڑا میں اور میرا ظاہر و باطن ایک پری صفت کا اسیر ہوا بغیر اسکے کہ رؤیت ہوئی
تھی اور ایک سال اوسکا مستغرق رہا ہیں ایسا کہ نزدیک تہا کہ دین مجھ پر تباہ ہو تو حقتعالے
نے اپنے لطف کامل اور فضل اتم سے عصمت کو دل بیچارہ کی استقبال کیواسطے بھیجا
رحمت کے ساتھ خلاصی ارزانی رکھی اور سب میں فائدہ اس طریقت کا تجرید پر قرار دیا ہے
جب نکاح ہوا حال دگرگون ہوا اور کوئی لشکر شہوت کے لشکروں سے بڑھکر غارت گر نہیں مگر اوسکی
آگ کو اجتہاد سے بجھا سکیں اس سبب سے کہ جو آفت تجھ سے اُٹھے اُسکے دفع کا آلہ
بھی تیرے ساتھ ہو کوئی غیر دفع نہ کرے تو وہ صفت تجھ سے زائل ہو اور شہوت کا زوال دو چیز
سے ہوا ایک وہ کہ آدمی قدرت کے نیچے داخل ہے دوسرا وہ کہ دائرہ کسب مجاہدہ سے باہر ہو لیکن وہ جو تحت
تکلف میں بقدر آدمی کی ہے وہ گرسنگی ہو اور وہ جو تکلیف سے باہر ہے وہ بیقرار کرنیوالا خوف ہے یا کوئی محبت صادق
جو تفاریق ہمم کیساتھ جمع ہو اور محبت اپنی سلطانی تمہیم کی اجزا میں پراگندہ کرے اور تمام حواس کو محبت
اونکی صفت سے معزول کرے اور کل بندہ کو جدا کرے اور ہزال کو اُس سے فانی کرے۔ اور
احمد حماد سرخسی جو ماوراء النہر میں میرا دوست تھا اور ایک مرد بزرگ اُس سے لوگوں نے
کہا تجھکو نکاح کی حاجت ہے اوسنے کہا نہیں انہوں نے کہا کسواسطے اوسنی کہا اس
سبب سے کہ میں اپنے زمانہ میں یا غائب بنتا ہوں آپ سے یا تو انشر اپنے ساتھ جبکہ آپ
غائب ہوتا ہوں دونوں جہان کی مجھکو یاد نہیں ہوتی اور جب حاضر ہوتا ہوں اپنی نفس
کو ایسا رکھتا ہوں کہ جب ایک روٹی پاوے جانے کہ ہزار حور کو میں نے پایا پس

دل کا شغل ایک کام بہت بڑا ہووے اور ایک گروہ نے کہا ہم بھی اپنا اختیار دونوں حال سے
منقطع کریں تو حکم تقدیر اور پردہ غیب سے کیا ظاہر ہو اگر مجرد رہنا ہماری قسمت میں ہے
عفت میں کوشش کریں اور اگر نکاح ہووے متابع سنت کے ہوویں اور
فراغ دل میں کوشش کریں کیونکہ جب دہشت حق قائم ہو تجرید بندہ کی ایسی ہو
جیسے کہ یوسف علیہ السلام کی کہ بلائے زلیخا میں جو مراد پر قدرت کے وقت اپنی مراد سے منہ
پھیرا اور خواہش کے مقہور کرنے میں اور اپنے نفس کے عیب دیکھنے میں مشغول ہوئے اُسوقت
میں کہ زلیخا نے اونکے ساتھ خلوت کی اور اوسکا نکاح مثل نکاح ابراہیم کے ہووے نہایت اعتماد
سے جو انکو حقتعالیٰ کے ساتھ تھا اہل کے شغل کو اُسکا شغل نہ رکھتا تھا تا کہ جب سارہ کو رشک پیدا ہوا تو ابراہیمؑ
ہاجرہؑ کو لیکر وادی غیر ذی زرع چھوڑ آئے اور حقتعالیٰ کے سپرد کر دیا اور آپ واپس چلے آئے تو حقتعالیٰ نے اپنی داشت کیساتھ
انکو پالا جیسا کہ چاہا پس ہلاکت بندہ کی نکاح اور مجرد رہنے میں نہیں ہے بلکہ بلا اوس کے اختیار کے ثابت رکھنے میں اور اپنی خواہش
کی تابعداری کرنے میں ہے اور متاہل کی آداب کی شرط یہہ ہے کہ اوسکے ورد اُس سے فوت نہ ہوویں اور حال ضائع نہ
ہوویں اور اوقات پراگندہ نہوں اور اپنے اہل کے ساتھ شفیق ہو اور نفقہ حلال اُن کو دے
اور اوسکے نفقہ کے ادا کرنیکے واسطے ظالموں اور سلاطین کی رعایت نہ کرے تو اگر فرزند ہو تو شرط
ہو اور حکایتوں میں مشہور ہے کہ احمد بن حرب نیشاپوری رضی اللہ عنہ ایک روز ایک جماعت کے
ساتھ رئیسوں اور سادات نیشاپور سے جو اونکے سلام واسطے آئے تھے بیٹھے تھے
کہ اون کا لڑکا شراب پیئے ہوئے مست رود بجاتا ہوا اور سرود گاتا ہوا اندر آیا اور انکے
پاس ہو کر گذر رہا بے عزتی کے ساتھ اور کسی سے خوف نہ کیا وہ سب متغیر ہوئے احمد
نے یہ بات انمیں دیکھی کہا کہ تمکو کیا ہوا کہ تغیر ظاہر ہوا ہر ایک نے کہا کہ اس لڑکے کے
اس حال سے گذرنے پر تمپر ہمنے تعجب کیا اور وہ تجھ سے نہ ڈرا احمد نے کہا وہ معذور ہے
اس سبب سے کہ ایک رات ہمکو پڑوسی کے گھر سے ایک چیز کھانے کی لائے میں نے اور میری
بیوی نے اوسمیں سے کھایا اُس رات کو ہماری صحبت کا اتفاق ہوا یہ فرزند اُس سے ہوا اور خواب ہم

پڑی اور ہمارے اوراد ضائع ہو گئے جبکہ صبح ہوئی تھی اپنے حال کی ہمنے تلاش کی اور اُس پڑوسی کے پاس ہم پھر گئے اُس نے یافت کہ جو کچھ ہمارے پاس بھیجا تھا کہاں سے بھیجا تھا کہا ایک شادی کی موقعہ سے آیا تھا جب تحقیق کیا تو بادشاہ کے گھر سے گیا تھا اور مجرد کے آداب کی شرط یہہ ہے کہ آنکھ کو نازیبا چیزوں سے نگاہ رکھے اور جو چیزیں دیکھنے کے قابل نہیں ہیں اون کو نہ دیکھے اور جو سوچنے کے قابل نہیں اون کو نہ سوچے اور شہوت کی آگ کو ہونکا سہنے سے بجھاوے اور دل کو دنیا اور اُس کے واقعات کی مشغولی سے نگاہ رکھے اور نفس کی خواہشوں کو علم اور الہام نہ کہے اور شیطان کی بیہودگیوں پر تاویل نہ کرے تاکہ طریقت کے نزدیک مقبول ہو یہ ہیں مختصر آداب صحبت کے اور اوسکے معاملات کے تھوڑے بہت کے واسطے دلیل ہوں +

دسواں کشف الحجاب اُن کی منطق اور الفاظ اور حدود اور معانی کی حقیقتوں کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ ہر پیشے والے کو اور ہر معاملہ والے کو ایک دوسرے کے ساتھ اپنے اسرار کے جاری کرنے میں عبارتیں ہیں اور کلمات کہ سوائے انکے اوسکو نہ جانیں اور اون عبارات اور کلمات کے وضع کرنے سے دو باتیں مراد ہوتی ہیں ایک اچھا سمجھانا اور باریک باتوں کا آسان کرنا تاکہ مرید کے فہم سے زیادہ نزدیک ہو اور دوسرے بھید کو چھپانا اُن لوگوں سے جو اُس علم کے اہل نہ ہوں اور دلائل اس کے واضح ہیں جیسا کہ لغت والے اپنی موضوع عبارتوں کے ساتھ مخصوص ہیں مثل فعل ماضی اور فعل مستقبل اور صحیح اور معتل اور اجوف اور لفیف اور ناقص کے اور وہ جو اسکی مانند ہیں اور نحو والے اپنی موضوع عبارتوں کی ساتھ مخصوص ہیں مثل رفع اور نصب اور فتح اور خفض اور کسر اور جزم اور جر اور منصرف اور غیر منصرف کے اور جو اسکی مانند ہوں۔ اور عروض والے مخصوص ہیں اپنی موضوع عبارتوں

کے ساتھ جیسے بحور دوائر وسبب و تد و فاصلہ کے اور وہ جو اسکی مانند ہو اور محاسب لوگ مخصوص
ہیں اپنی موضوع عبارتوں کے ساتھ جیسے فرد اور زوج اور ضرب اور قسمت اور کعب اور جذر اور
اضافت اور تضعیف اور تنصیف اور جمع اور تفریق کے اور جو اسکی مانند ہو اور فقہا اپنی موضوع
عبارتوں کے ساتھ مخصوص ہیں مثل علت اور معلول اور قیاس اور اجتہاد و دفع والزام اور
اسکی مانند اور حدیث والے مخصوص ہیں اپنی موضوع عبارتوں کے ساتھ مانند مسند اور مرسل اور
آحاد اور متواتر اور جرح اور تعدیل کے اور اسکی مانند اور علم کلام والے اپنی موضوع عبارتوں کے ساتھ
مخصوص ہیں مثل عرض اور جوہر اور کل وجز اور جسم و حدث وجثہ اور حیز اور تحیز اور ہیولی کے اور اسکی
مثل پس اس گروہ کے واسطے بھی الفاظ موضع ہیں تاکہ اپنے کلام کو ظاہر کریں اور اپنی طریقت
میں اوس کے ساتھ تصوف کریں اور اسکو کہ چاہیں اپنا مقصود ظاہر کریں، اور اس سے
کہ چاہیں پوشیدہ کریں، پس میں بعض ان کلمات سے بیان مشرح لاتا ہوں اور فرق
بیان کرتا ہوں کہ درمیان دونوں کلموں کے اُن کی مراد اس سے کیا ہو تاکہ تجھ کو اور پڑھنے والوں کو
اس کتاب سے پورا فائدہ حاصل ہو۔ پس اونمیں سے حال ہی اور وقت اور فرق اون میں
وقت اس گروہ میں مشہور ہی اور مشائخ کو اسمیں کلام بہت ہے اور میری غرض تحقیق کا ثابت
کرنا ہی نہ بیان کا طول دینا پس وقت وہ ہے کہ بندہ اُسکے ساتھ ماضی اور مستقبل سے
فارغ ہو جیسا کہ وارد حق سے اوس کے دل کیساتھ ملے اور اُس کی سر کو اوسکے ساتھ مجتمع کری
جیسا کہ اوسکے کشف میں مجتمع ہوں نہ گذری ہوئی سے اُسکے یاد آوے اور نہ ناآمدہ سے
پس تمام خلق کو اسمیں قدرت نہ ہووی اور پچھلا حال ہمارا نہ جانیں کہ کس طور پر گذرا اور
ہماری عاقبت کس طرح پر ہو گی سوائی خداوند کے جو وقت کہ کہتے ہیں کہ علم ہمارا عاقبت
اور سابق کو ادراک نہیں کرسکتا۔ ہمارا وقت حق تعالی کی ساتھ خوش ہے کیونکہ اگر کل کو ہم
مشغول ہوویں یاد اوسکا اندیشہ دلپر گذاریں وقت سے محجوب ہوویں اور پراگندگی کا حجاب
عظیم ہو پس جس چیز پر قدرت نہ ہو اوسکا اندیشہ محال ہو جس طرح کہ بوسعید خراز نے اپنے

وقت عزیز کو سوائے عزیزترین چیزوں کے اور کسی چیز میں مشغول نہ کرے اور سب سے زیادہ عزیز
چیزوں کا بندہ کو شغل ہو درمیان ماضی اور مستقبل کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا
لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل. مجھ کو خدائے
تعالے کے ساتھ وقت ہے کہ اُس وقت میں اٹھارہ ہزار عالم کو میرے دل پر گذر نہ ہو اور
میری آنکھ میں قدر نہیں اور اُس سے ہووے کہ جب شب معراج میں زینت زمین اور آسمان
کو اونکے روبرو پیش کیا کسی چیز کو نہ دیکھا تو خدائے عز وجل نے فرمایا ما زاغ البصر
وما طغیٰ اس سبب سے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عزیز تھے اور عزیز کو سوائے عزیز کے
مشغول نہ کریں پس موحد کے اوقات سے ایک وقت ہو حال فقد میں اور دوسرا حال
وجد میں ایک محل وصال میں اور ایک محل فراق میں اور دونوں وقت میں وہ مقہور
ہو اس سبب سے کہ وصل میں اوسکا وصل حق کے ساتھ ہو اور فصل میں اوس کا فصل بھی حق
کے ساتھ اور اختیار اور اکتساب اوس کا اُس درمیان میں ثابت نہ پائے تو اوس کا کوئی
وصف کرسکیں اور جب بندہ کے اختیار کا ہاتھ اوسکے زمانہ سے قطع ہو وہ جو کرے وقت
کا زیب ہو اور جنید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ کہا ایک فقیر کو میں نے دیکھا
جنگل میں ایک ببول کے نیچے بیٹھا ہوا ایک جگہ سخت اور باعث نفرت میں میں نے کہا اے
بھائی تجھ کو کس چیز نے آرام دیا اس جگہ بٹھلایا ہے ایسی سخت جگہ میں اوس نے کہا جان لے کہ مجھ کو ایک
وقت تھا اس جگہ ضائع ہوا ہے اب اس جگہ میں بیٹھا ہوں اور اوس کا غم کرتا ہوں
میں نے کہا اس جگہ کتنے عرصہ سے بیٹھا ہے اوس نے کہا بارہ برس ہو گئے ہیں اب شیخ
ایک ہمت میرے کام میں کرے تو شاید اپنی مراد پر پہونچوں اور اپنا وقت پھر پاؤں
جنید نے کہا میں گیا اور حج ادا کیا اور اوسکے واسطے دعا کی میری دعا قبول ہوئی
اور وہ اپنی مراد پر پہونچا جب میں پھر آیا اوس کو اوسی جگہ بیٹھا ہوا پایا میں نے کہا کہ
جوانمرد اب کہ وقت پھر پایا تو نے کس واسطے اس جگہ سے جدا نہ ہوا تو اوس نے کہا

نے شیخ اسجگہ کو کہ لازم کیا تھا پنی جب محل وحشت تھا اور سرمایہ کو اُس جگہ گم گیا تھا مینے کیوں کر جائز ہو کہ اب اُس جگہ کو کہ جہاں سرمایہ کو پھر پایا ہے مینے اور میری انس کی جگہ ہے چھوڑوں ہیں شیخ سلامتی کے ساتھ جاوے میں اپنی خاک کو اس جگہ کی خاک کے ساتھ ملاؤں گا تاکہ قیامت میں ساری خاک سے باہر لاؤں کیونکہ پایہ انس اور محل میر سرور کا ہے پس وہ چیز کہ حکم اوس کا تحت کسب آدمی میں نہ اوے تو تکلف کے ساتھ حاصل کرے بازار میں نہ بیچیں نوجان اوس کے عوض میں نہ دے اور اوسکو انگی جیب میں اور اوسکے رفع کرنے میں ارادہ نہ ہو اور دونوں طرف اوسکی رعایت میں تیار وی ہوں اور اختیار بندہ کا اوسکی تحقیق میں باطل اور مشائخوں نے کہا ہے کہ الوقت سیف قاطع اس سبب سے کہ صفت تلوار کی کاٹنا ہے اور صفت وقت کی بھی کاٹنا ہے وقت درمیان مستقبل اور ماضی کے ہو اور اندوہ کل کا اور فردا کا دل سے محو کرے پس صحبت شمشیر کی باخطر ہو یا ملک کرے یا ہلاک کرے اگر کوئی ہزار سال تلوار کی خدمت کرے اور اپنے کتف عزیز پر اُسکو حمائل کرے اپنے کاٹنے کے وقت میں تمیز نہ کرے درمیان گردن اپنے صاحب کے اور اُسکے غیر کے اس سبب سے کہ اوسکی صفت قہر ہے اوس کے صاحب کے اختیار کرنے سے قہر اُس سے زائل نہ ہووے اور حال وارد ہووے وقت پر کہ اوسکو مزین کرے جیسا کہ روح جسد کو اور لامحالہ وقت حال کی طرف محتاج ہو کیونکہ صفائی وقت کی حال کے ساتھ ہو اور اوس کا قیام اوسکے ساتھ پس جب صاحب وقت صاحب حال ہو تغیر اُس سے منقطع ہو اور اپنے زمانہ میں مستقیم ہو کیونکہ وقت بیحال کے ساتھ زوال جائز ہو جب حال اُس کے ساتھ ملا تمام زمانہ اوس کا وقت ہو اور زوال اوسپر جائز نہ ہو اور وہ جو آمد و شد کرے سکون اور ظہور سے ہو جیسا کہ آگے اس سے صاحب وقت کو نازل وقت ہو اور متمکن کو غفلت جائز ہو اور صاحب غفلت پر اب نازل حال ہو اور متمکن وقت

اس سبب سے کہ صاحب وقت پر غفلت جائز ہو اور صاحب حال پر غفلت جائز نہ ہو اور کہا ہے الحال
سکوت اللسان فی فنون البیان حال والے کی زبان اپنے حال کے بیان کرنے
سے ساکت ہو اور معاملہ اوسکا اوسکے حال کی تحقیق کے ساتھ ناطق ہو اور اس قبیلہ سے
ہو جو اُس پیر نے کہا رضی اللہ عنہ السوال عن الحال محال کہ عبارت حال سے محال ہو
اس سبب سے کہ حال فنا ر مقال ہو اور استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر دنیا میں
یا عقبیٰ میں سرور ہے یا ثبور ہے وقت کا حصہ نہ ہے جسمیں تو ہے اور پھر حال ایسا نہ ہو کیونکہ
وارد ہے حق سے بندہ کیطرف جب آوے ان سبکو دل سے نفی کرے جیسا کہ یعقوب علیہ السلام
صاحب وقت تھے کبھی فراق میں فراق سے آنکھ سفید کرتے تھے اور کبھی وصل سے وصل
میں بینا ہوتے تھے کبھی مویہ سے مثل موے کی ہوتے اور کبھی نالہ سے مثل نال کی اور کبھی
روح سے مانند روح کی ہوتے اور کبھی سرور سے مانند سرور کی اور ابراہیم علیہ السلام صاحب حال
تھے نہ فراق دیکھتے تھے تاکہ غمگین ہوتے اور نہ وصال تاکہ مسرور ہوتے ستارے اور چاند اور
سورج سب اوسکے حال کی مدد کرتے تھے اور وہ رویت میں سب سے فارغ تو جس چیز میں کہتا حق
کو دیکھتا اور کہتا تھا لا احب الآفلین پس کبھی عالم جحیم صاحب وقت کا ہو اس سبب سے کہ مشاہدہ
میں غیبت ہو اور حبیب کے گم ہوتے سے اوسکا دل محل وحشت ہو اور کبھی خوشی کے سبب
اوسکا دل مثل جنان کی ہو نعمتوں کے تشنے ہیں کیونکہ ہر وقت حق کی طرف سے اسکی
طرف تحفہ ہو اور ایک خوشخبری پھر صاحب حال کو اگر حجاب ہو یا کشف نعمت یا بلا سب اوسپر
یکسان ہوں کیونکہ وہ ہمیشہ محل حال میں ہو پس حال صفت مراد ہو اور وقت درجہ مرید کا
ایک راحت وقت میں اپنے ساتھ ہو اور ایک فرح حال میں حق کے ساتھ پس ان
دونوں منزلوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ اور اسی سے ہی مقام اور تمکین
اور تفرق اور تمکین مقام عبارت ہے طالب کے قایم ہونے مطلوب کے حقوق کے ادا کرنے
میں شدت اجتہاد اور صحبت نیت کے ساتھ اور ہر ایک کو حق کے ارادہ کرنے

والوں سے ایک مقام ہے جو اونکی .... طلب کی ابتدا میں وہ سبب ہوا ہے اور جسقدر کہ طالب
ہر ایک مقام سے حصہ پاتا ہے اور ہر ایک پر گذر کرتا ہے اوسکا قرار ایک پر اون سب سے
ہوا اس سبب سے کہ مقام اور ارادہ اوسکا ترکیب اور جہاد سے ہو نہ روش اور معاملت سے
جیسا کہ خداوند عزوجل نے ہمکو خبر دی قول مقدس سے جو کہا وما منا الا له مقام معلوم
یعنے نہیں ہے ہمیں کوئی مگر واسطے اوسکے مقام ہی جانا ہوا پس آدم علیہ السلام کا مقام توبہ تھی اور
نوح علیہ السلام کا زہد اور ابراہیم علیہ السلام کا تسلیم اور موسیٰ علیہ السلام کا انابت اور داؤد کا حزن
اور عیسیٰ کا رجا اور یحییٰ کا خوف اور ہمارے پیغمبر علیہ السلام کا ذکر اور جس قدر کہ ہر ایک کو
ہر محل میں ایک سر تھا آخر رجوع اونکا اوس اپنی اصلی مقام کیطرف تھا اور مینے محاسبیوں
کے مذہب میں اونکی مقامات سے تھوڑی بیان کئے ہیں اور حال ومقام میں مینے فرق
دکھاے لیکن اس جگہ اسقدر سے چارہ نہیں ہے اور جاننا چاہیئے کہ خدائی عزوجلکی راہ تین
قسم کی ہے ایک مقام دوسرا حال تیسری تمکین اور خدائے عزوجل نے تمام نبیوں کو
اپنی راہ کو بیان کرنے کیواسطے بھیجا تاکہ حکم مقامات کو بیان کریں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر
آئے استنے ہی مقامات کیساتھ اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے آنیسے ہر مقام والے
کو ایک حال ظاہر ہوا اور اسجگہ ملا کہ کسب خلق کا اوس سے منقطع ہو تو خلق پر دین تمام ہوا
اور نعمت انتہا کو پہونچی تو فرمایا خداوند عزوجل نے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت
علیکم نعمتی یعنی آج میں نے کامل کردیا تمہارے واسطے دین کو اور پوری کردی تمپر اپنی نعمت
اوسوقت متمکنوں کو تمکین ظاہر ہوئی اور اگر چاہوں کہ سب احوال کو بیان کروں اور مقامات
کی شرح کروں مراد سے باز رہوں لیکن تمکین عبارت ہے محققوں کی اقامت کرنے سے محل
کمال میں اور درجہ اعلیٰ میں پس مقامات والوں کو مقامات سے گذرنا ممکن ہوا اور درجہ تمکین
سے گذرنا محال ہوا اس سبب سے کہ مقام ایک درجہ مبتدیوں کا ہے اور تمکین قرارگاہ منتہیوں
کی ابتدا سے انتہا کی طرف گذر ممکن ہوا اور نہایت سے گذرنا ممکن نہیں کیونکہ مقامات راہ

کی منزلیں ہیں اور تمکین حضور میں قرار پکڑنا دوستان حق راہ میں عاریت ہوں اور منزلوں میں
بیگانہ ان کا سر حضوری میں ہو اور حضرت میں آلت آفت ہو اور راہ از غیبت اور علت اور
جاہلیت میں شعرا اپنے ممدوحوں کی مدح معاملت کیساتھ کرتے اور جبتک تھوڑا زمانہ
نہ گذرتا اوسکی شعر ادا نہ کرتے جیساکہ جب کوئی شاعر کسی ممدوح کے حضور میں پہونچتا وہ
تلوار کھینچتا اور چھارپایہ کے پاؤں کاٹ ڈالتا اور تلوار توڑتا اور اُس سے مراد یہ ہوتی کہ مجھ کو
چھارپایہ کی ضرورت اسلئے تھی کہ تیری حضرت کی مسافت کو اوسکے ساتھ طی کروں اور تلوار کی سواسطے کہ
اپنے حاسدونکو جو مجھ کو تیری حدقت سے روکتے تھے آپ سے باز رکھتا اب جب کہ تیرے
پاس میں پہونچا مسافت کا آلہ کس کام میں آوے اور چارپایہ کاٹ ڈالا کیونکہ رجوع تجھ سے
جائز نہ رکھوں اور مینے تلوار کو توڑا اور تاکہ تیری درگاہ سے قطع کو دل پر نہ گذاروں۔ اور
جب چند روز گذرتے اُسوقت وہ شعر پڑہتے اور حقتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی اسپر
حکم فرمایا کہ جب منزلونکو قطع کرکے اور مقامات سے گذر کر محل تمکین میں پہونچے۔ اور
تلوین کے سبب اوس سے ساقط ہوئی حق تعالےٰ نے فرمایا فاخلع نعلیک والق عصاک
یعنے اپنی جوتیونکو پاؤں سے باہر کر اور اپنی لٹھیا کو پھینک کیونکہ وہ مسافت کے
آلہ ہیں اور حضرت وصلت میں مسافت کے آلہ کی وحشت محال ہے پس دوستی کی ابتدار
مانگنا ہو اور انتہا قرار پکڑنا پانی جبتک کہ رود میں ہو رواں ہو جب دریا میں پہنچا۔
قرار پکڑے اور ذائقہ بدلا تو جس کسیکو پانی چاہیے اوسکی صحبت میں میل نہ کرے اوس کی
صحبت میں وہ آدمی میل کرے کہ اوسکو جواہر چاہئیں تو جان کو ترک کرے اور اُسکی
طلب میں مصروف ہو اور سر اوندھا کر اوس دریا میں جا پڑے تو جواہر عزیز اور درمکنون ہاتھ
میں لاوے اور یا جان عزیز اپنی فنا کرے اور ایک مشائخ رحمہم اللہ سے کہتے ہیں
کہ تمکین رفع تلوین ہے اور تلوین بھی اس گروہ کے عبارات سے ہی جیسے کہ حال اور
مقام کہ معنی میں ایک دوسرے کے ساتھ نزدیک ہیں۔ اور تلوین سے مراد تغیر اور

ایک حال سے دوسرے حال پر پہنچا اور مقصود اس کلمہ سے یہ ہے کہ متمکن متردد نہ ہو اور رخت
یگانگی حضرت میں لگایا ہو اور غیر کا اندیشہ دل سے دور کیا ہو نہ ایسا معاملہ کوئی ہو کہ
اوسکے ظاہر کو بدل دے اور نہ ایسا حال ہو کہ اوسکے باطن کا حکم متغیر کرے جیسا کہ جب موسیٰ
علیہ السلام متلون تھے حق تعالیٰ نے ایک نظر طور پر تجلی کی کہ اوسکی ہوش جاتی رہی جیسا
کہ خدائے عزوجل نے خبر دی ہے وخر موسیٰ صعقا یعنے موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گرے
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متمکن تھے مکہ سے قاب قوسین تک عین تجلی میں تھے
حال سے نہ پھرے اور متغیر نہ ہوئے اور یہ درجہ اعلیٰ ہے واللہ اعلم پس تمکین دو
طرح پر ہے ایک یہ کہ نسبت اوسکی شاہد حق کے ساتھ ہو اور ایک یہ کہ اضافت اوسکی
اپنے شاہد کے ساتھ ہو تو جو کہ نسبت تمکین کی اپنے شاہد کے ساتھ ہو وہ باقی الصفت
ہو اور [illegible] شاہد حق کے ساتھ ہو وہ فانی الصفت ہو اور خاص کر فانی الصفت
کو [illegible] محو اور فنا و بقا اور عدم و وجود درست نہ آئے اس سبب
کہ ان اوصاف کی اقامت کے واسطے موصوف چاہیے اور جب موصوف مستغرق
ہو اقامت صفت کا حکم اوس سے ساقط ہوا اور اس معنی میں کلام بہت ہے میں نے
اس کو مختصر کیا اور اونھیں میں سے محاضرہ ہے اور مکاشفہ اور ان میں فرق
جاننا چاہیے محاضرہ حضور دل پر ہے لطائف بیان میں اور مکاشفہ حضور تحیر پر
اوپر حظیرہ عیان [illegible] محاضرہ شواہد [illegible] شواہد مشاہدات
ہیں اور محاضرہ کی [illegible] کے دیکھنے کی فکر میں ہمیشہ رہنا ہے اور مکاشفہ کی
علامات ہمیشہ اوسکی [illegible] میں متحیر رہنا ہے اور فرق ہے درمیان اس کے کہ اہل
[illegible] تفکر ہو اور درمیان اس کے کہ جلال میں متحیر ہو کیونکہ ان دو میں سے ایک طالب خلت
کا ہو اور دوسرا قربت میں [illegible] نہیں دیکھتا کہ جب خلیل نے صلوات اللہ علیہ آسمان
کے ملکوت میں [illegible] اوسکے وجود کی حقیقت میں تامل اور تفکر کیا اور [illegible] کا

دل اوسکے ساتھ حاضر ہو فعل دیکھنے سے فاعل کا طالب ہوا تو فعل [illegible] کو بھی
دلیل فاعل کی کیا یہاں تک کہ کمال معرفت میں کہا اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا۔ اور حبیب کو جب ملکوت تک لیگئے کائنات کے ثبوت سے
آنکھ بند کر لی فعل نہ دیکھا اور آپکو بھی نہ دیکھا اور فاعل تک [illegible] ہوا اشتیاق
میں شوق اوپر شوق کے زیادہ ہوا اور قلق اوپر قلق کے زیادہ ہوا اور رویت کی طلب
کی ذکر رویت ممکن نہ تھی ارادہ قربت کا کیا قربت ممکن نہ تھی قصد وصل کا کیا وصل کی
صورت نہیں ہے جسقدر کہ دل پر دوست کے زیادہ طلب ہوا شوق اوپر
شوق کے زیادہ ہوا منہ پھیرنے کی صورت تھی نہ لوٹ کرنے کا امکان تو حیرت ہوا جس جگہ کہ
خلت ہو حیرت کو کفر ٹھیرا اور جس جگہ کہ محبت ہو وصل شرک ہوا اور حیرت سرمایہ ہوئی
اس سبب سے کہ اس جگہ خلت میں حیرت ہستی میں ہے اور وہ شرک ہوا اور محبت میں
حیرت چگونگی میں اور یہ توحید ہو ...... اور اس معنی سے ہو کہ شبلی کہتے یا
دلیل المتحیرین زدنی تحیرًا۔ اس سبب سے زیادتی تحیر کی مشاہدہ میں زیادتی درجہ کی
ہو اور حکایات میں مشہور ہے کہ جب ابوسعید خراز رضی اللہ عنہ ابراہیم سعد علوی دوست
خدا کو دریا کے کنارہ پر دیکھا پوچھا اس سے کہ راہ حق کیا چیز ہے۔ کہا راہ یہ
حق دو ہیں ایک راہ عوام کی اور دوسری راہ خواص کی اونسے کہا اس کی شرح کرو کہا
راہ عوام کی وہ ہے کہ تو اپنے پر قائم ہے کہ بسبب کسی علت کے قبول کرتا ہے۔ اور
بسبب کسی علت کے رد اور راہ خواص کی یہ ہے کہ یہ نہ معلول دیکھے نہ علت اور
حقیقت ان حکایات کی شرح کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور اسکے سوا مراد نہیں ہے
اونہیں سے قبض و بسط ہے اور فرق دونوں میں۔ جاننا چاہیے کہ قبض
و بسط دو حال ہیں حالات سے کہ تکلیف بندہ کی اوس سے ساقط ہے۔ جیسا کہ
آنا اون کا کسب سے نہ ہو اور جانا کسی کوشش سے نہیں اور خدا تعالیٰ نے فرمایا

وَاللّٰہُ یقبض ویبسط پس قبض عبارت ہی قبض قلوب سے حجاب کی حالت میں اور بسط عبارت ہی بسط قلوب سے کشف کی حالت میں اور یہہ دونوں حق کی طرف سے ہیں بغیر تکلف بندہ کی اور قبض عارفوں کے حال میں مثل خوف کی ہو مریدوں کی حال میں اور بسط اہل معرفت کے حال میں مانند رجا کی ہو مریدوں کی حال میں بقول اس گروہ کے جو قبض و بسط کو اس معنی میں حمل کریں۔ اور مشائخ سے ایک گروہ اسبات پر ہی کہ رتبہ قبض کا رفیع زیادہ ہے بسط کی رتبہ سے دو معنی کے سبب سے ایک اس سبب سے کہ اوسکا ذکر مقدم ہے کتاب میں اور دوسرے گروہ کہ قبض میں گداز و قہر ہے اور بسط میں نوازش اور لطف اور لامحالہ ترک بشریت اور قہر نفس زیادہ بزرگ ہو پرورش اور لطف سی اس سبب سے کہ وہ حجاب اعظم ہے اور ایک گروہ اسبات پر ہے کہ بسط کا رتبہ زیادہ رفیع ہے قبض کے رتبہ سے اس سبب سے کہ کتاب میں ذکر قبض کو مقدم کرنا اسبات کی علامت ہے، کہ فضل میں بسط مقدم ہے اس سبب سے کہ عرب کی عرف و عادت میں یہ ہی کہ ذکر میں اوس چیز کو مقدم رکہتے ہیں جو فضل میں مؤخر ہو جیسا کہ خدائے عزوجل نے فرمایا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ اور نیز فرمایا ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین اور نیز فرمایا۔ یامریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین، اور کہا بسط میں سرور ہے اور قبض میں ثبور اور سرور عارفوں کا سوائے وصل معرفت کے نہ ہووے اور ثبور اون کا سوائے فصل کے مقصود میں نہیں۔ پس قرار محل وصل میں بہتر ہے قرار سے محل فراق میں میرے شیخ رح کہتے تھے کہ قبض و بسط دونوں ایک معنی ہیں کہ حق سے بندہ کے ساتھ ملیں کیونکہ جب وہ معنے دل پر نشان کریں یا سر اونکے ساتھ مسرور ہووے اور نفس مقہور اور نفس مسرور قبض قلب میں ایک اوسکے نفس کا بسط ہو اور بسط سر میں دوسرا قبض اوس کے نفس کا ہو اور وہ جو اسکے سوا معنی بیان کرتے ہیں تضییع انفاس ہو اور اُسی سے ہے

جو بایزیدؒ نے کہا قبض القلوب فی بسط النفوس وبسط القلوب فی قبض النفوس
پس نفس مقبوض خلل سے محفوظ ہوا اور سر مبسوط زلل سے مضبوط اس سبب سے کہ غیرت
دوستی میں مذمت ہی اور قبض علامت غیرت حق تعالیٰ کی ہوا اور دوست کو دوست کے
ساتھ باہم عتاب شرط ہے اور بسط علامت عتاب کی ہوا اور آثار میں مشہور ہی کہ جب تک
یحیٰیؑ رہے روتے رہے اور جبتک عیسیٰؑ رہے ہنستے رہے اس سبب سے کہ یحییٰؑ منقبض تھے
اور عیسیٰؑ منبسط جب ایک دوسرے کے پاس پہنچے یحییٰؑ کہتے اے عیسیٰؑ تو قطیعت سے
بیخوف ہوا ہے عیسیٰؑ کہتے اے یحییٰؑ تو رحمت سے ناامید ہوا پس نہ رونا نہ حکم ازلی کو پہیرے
اور نہ ہنسنا مہر اقتضار کی ہوئی کو باز رکھے لا قبض ولا بسط ولا طمس ولا انس
ولا محو ولا صحو ولا محق ولا عجز ولا جہل الا من اللہ سوائے اوس کے نہ ہو
ہو چکا اُس میں سے انس وہیبت ہے اور فرق دونوں میں جان
کہ نیک بخت کرے تجھ کو اللہ تعالیٰ کہ انس وہیبت دو حالت ہیں اونکے حالات سے جو طریق حق
کے چلنے کے درپئے ہیں اور اُس سے ہے کہ جب حق تعالیٰ بندہ کے دل پر تجلی کرے
شاہد جلال کے ساتھ اوس میں ہیبت اونکا نصیب ہوا اور پھر جب بندہ کے دل پر شاہد جمال
کے ساتھ تجلی کری اوس میں انس اوسکا نصیب ہو تو اہل ہیبت وسکے جلال سے تعب پر ہوں
او رانس والے اُسکے جمال سے برطرف پس فرق ہوئے درمیان اُس دل کے کہ اُس کے
جلال سے دوستی کی آگ میں جلتا ہوا ہو اور اُس دل کے کہ اُسکے جمال مشاہد کے نور میں ہو
پس ایک گروہ نے مشائخوں میں سے کہا ہے کہ ہیبت عارفوں کا درجہ اور انس مریدوں
کا درجہ اس سبب سے کہ جس کسیکو حضرت حق اور اوس کے اوصاف کی تنزیہ میں پورا قدم
ہو ہیبت کو اوسکے دل پر غلبہ زیادہ ہوا اور انس سے طبیعت اوسکی زیادہ نفرت کرنیوالی
اس سبب سے کہ انس جنس کے ساتھ ہوا اور چونکہ مجانست اور مشاکلت بندہ کو حق کے
ساتھ محال ہیں انس اوسکے ساتھ صورت نہ پکڑے اور اوس سے خلق کے ساتھ

بھی انس محال ہو اور اگر انس ہو تو اسکے ذکر سے انس ممکن ہے اور اسکا ذکر انس غیر ہو اس سبب سے کہ وہ صفت بندہ ہے ہو اور غیر کے ساتھ آرام محبت میں کذب اور دعویٰ اور پندداشت ہو اور پھر ہیبت مشاہدہ عظمت سے ہو اور عظمت صفت حق کی ہو اور بہت فرق ہے درمیان اُس بندہ کے کہ اسکا کام اپنے آپ سے ہو اور اُس بندہ کے کہ اسکا کام اپنی فنا سے بقا حق کے ساتھ ہو اور شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ کہا میں تھوڑی مدت پہلے سمجھتا تھا کہ طرب محبت میں کرتا ہوں اور انس اُسکے مشاہدہ کے ساتھ پکڑتا ہوں اب میں نے جانا کہ انس سوائے جنس کے ساتھ نہ ہو اور پھر ایک گروہ نے کہا کہ ہیبت قرینہ فراق اور عقوبت کا ہو اور انس نتیجہ وصل کا اور رحمت کا ہو جیسے کہ دوست ہیبت سے محفوظ ہو اور انس کے ساتھ نزدیک کیونکہ لامحالہ انس محبت کا اقتضا کرے جیسا کہ محبت کو مجانست محال ہے خاص کر انس کو بھی محال ہو میرا شیخ کہتا میں تعجب کرتا ہوں اُس سے کہ کہے انس حق تعالیٰ کے ساتھ ممکن نہیں لامحالہ جب بندہ اُس کے فضل کو دیکھے اسکو دوست رکھے اور جب دوست رکھا تو انس پکڑے اس سبب سے کہ دوست سے ہیبت بیگانگی ہو اور انس یگانگی اور صفت آدمی کی یہ ہے کہ منعم کے ساتھ انس پکڑے اور جب حق کی طرف سے ہمارے واسطے اتنی نعمتیں اور بخششیں اُسکے ساتھ معرفت ہو محال ہو کہ ہم اوسکی ہیبت کی بات کریں اور میں کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں رضی اللہ عنہ کہتا ہوں کہ دونوں گروہ اس مصیبت میں ہیں اونکے اختلاف اس سبب سے کہ غلبہ ہیبت کا نفس اور اُس کی خواہش کے ساتھ ہو اور فنا کرنا بشریت کا اُس سے اور غلبہ انس کا سر کے ساتھ ہو اور پالنا معرفت کا سر میں حق تعالیٰ تجلی جلال سے دوستوں کے نفس کو فانی کرے اور تجلی جمال سے اون کے سر کو باقی کرے پس وہ لوگ جو فنا والے تھے اُنہوں نے ہیبت کو مقدم کہا اور وہ لوگ جو بقا والے تھے اُنہوں نے انس کو فضیلت دیا اور اس سے آگے فنا و بقا باب اس کی شرح کی گئی اُن میں سے

اور زمین کو میرا پابند کریں اور دنیا کو میرے خون کے ساتھ تشنہ کرے میں تجھ سے نہ
پھرونگا اور میرے شیخ کہتے ہیں کہ ایک سال اولیاء خداوند کو جماعت تھی جنگل میں اور میرا
پیر حصری رحمۃ اللہ علیہ مجھ کو اپنے ساتھ اوسجگہ لیگیا ایک گروہ کو میں نے دیکھا کہ ہر ایک تخت پر بیٹھا ہوا آتا تھا اور ایک گروہ کو تخت پر
بٹھا کر لاتے تھے اور ایک گروہ گرتا آتا تھا اس جنس سے حصری اونکیطرف توجہ نکرتے یہانتک کہ ایکجوان کو دیکھا کہ آتا تھا
جوتیاں پھٹی ہوئی اور لٹھیا ٹوٹی ہوئی اور پاؤں کام سے گئے ہوئے سر ننگے اور بدن جلا ہوا
اور ضعیف اور دبلا جب وہ ظاہر ہوا حصری کودکر اوسکے آگے آگئے اور اوسکو درجہ
بلند پر بٹھلایا۔ کہا کہ متعجب ہوا میں اوسکے پیچھے شیخ سے میں نے پوچھا اونسے کہا وہ ولی ہے اولیاء
خداوند سے کیونکہ متابع ولایت کا نہیں بلکہ ولایت اوسکی متابع ہے اور کرامات کیطرف کچھ توجہ نہ کرے اور غرض
یہ کہ جو کچھ ہم خود اختیار کریں ہماری بلا ہووے اور میں سوائے اسکے کچھ نہیں چاہتا جو حق تعالیٰ
مجھ کو چاہے تاکہ حق تعالیٰ مجھ کو اوس میں اوسکی آفت سے نگاہ رکھے اور شرارت نفس سے مجھکو
چھوڑا دے اگر قہر میں رکھے تمنا لطف کی نہ کروں اور اگر لطف میں رکھے ارادہ ... قہر کا نہ ہو
کیونکہ ہم کو اوس کے اختیار پر اختیار نہیں ہے۔ اور اس میں سے نفی اور
اثبات ہے اور اونمیں فرق۔ اس طریقت کے مشائخ رضی اللہ عنہم آدمیت کی صفت
میں محو ہونیکو تائید حق کی اثبات کے ساتھ نفی و اثبات کہا ہے اور نفی سے صفت
بشریت کی نفی کہی ہے اور اثبات سے برہان حقیقت کا اثبات اس سبب سے کہ محو
دور کرنا کل کا ہوا اور نفی کل کی سوائے صفات پر نہ پڑے کیونکہ ذات پر بقاء بشریت کے
وقت میں نفی حاصل نہ ہو پس چاہیئے کہ مذموم صفتوں کی نفی ہو محمودہ خصلتوں کے اثبات کے
ساتھ یعنی نفی دعویٰ کی ہے دوستی حق تعالیٰ میں اثبات معنی کے ساتھ اس سبب سے کہ دعویٰ
رعونات نفس سے ہوا اونکی عادت کے موافق جب اوصاف سلطان حقیقت کی مقہور ہوں
تو کہتے ہیں نفی صفات بشریت کی ہے اثبات بقاء حق کے ساتھ اور اس معنی میں آگے
اس سے فقر و صفوت اور فنا و بقا کے باب میں کلام کیا گیا ہے۔ اور اوسپر میں نے

اختصار کیا اور نیز لکھتے ہیں کہ مراد اس کے ساتھ نفی اختیار بندہ کی ہو اثبات اختیار حق کے
ساتھ اور اس سے ہو دی کہ اس موفق نے کہا اختیار الحق لعبدہ مع علمہ لعبدہ
خیر من اختیار عبدہ لنفسہ مع جہلہ بربہ اُس سبب سے کہ دوستی نفی اختیار محب
کی ہو اثبات اختیار محبوب کے ساتھ اور یہ مقرر ہے سب کے نزدیک اور حکایتوں میں
میں نے پایا کہ ایک فقیر دریا میں غرق ہوتا تھا ایک شخص نے کہا اے بھائی تو بچنا چاہتا ہے
کہا نہیں کہا پس تو ڈوبنا چاہتا ہے کہا نہیں کہا عجب کام ہے کہ نہ ہلاک اختیار کے
ساتھ کرے تو نہ نجات کہا مجھ کو نجات کی ساتھ کیا کام ہو جو میں اختیار کروں میرا اختیار
وہ ہے کہ حق مجھکو اختیار کرے اور مشائخ نے کہا ہے کہ سب سے کم درجہ دوستی اپنی اختیار کی
نفی کرنا ہے پس اختیار حق کا ازلی ہے کہ نفی اوسکی ممکن نہ ہووے اور بندہ کا اختیار عرضی ہوا وسکے
ساتھ نفی جائز ہو چاہیے کہ اختیار عرضی کو نیچے پاؤں کے لاوے تو اختیار ازلی بقا پاوے
جیسا کہ موسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ پہاڑ پر گئے تاکہ حق سے رؤیت کی تمنا کریں اپنے اختیار کے اثبات
میں کوشش کی حق سے کہا رب ارنی حق تعالےٰ نے فرمایا لن ترانی کہا اے بار خدا یا دیدار حق ہے
اور میں مستحق ہوں اس انکار کی کیا وجہ حکم آیا کہ دیدار حق ہے لیکن دوستی میں اختیار باطل ہے اور اس معنی میں
کلام بہت ہی لیکن میری مراد اس سے زیادہ نہ ہووے تو جانے تو کہ مقصود اس قوم کی عبارت سے
کیا چیز ہے اور اللہ کیساتھ توفیق ہے اور اس معنی سے جو ذکر جمع اور تفرقہ اور فنا و بقا اور
غیبت و حضور کا گذرا ہے نہیں منتصوفین کے نزدیک جگہ کہ ذکر صحو اور سکر کا اُن معانی کے اشکال کا لایا
ہوں اُس جگہ ڈھونڈنا چاہیے اُس سبب سے کہ جگہ بیان اُن سب کی اُس جگہ تھی بسبب ضرورت
کے اس جگہ لایا ہوں تو مذہب ہر کسی کا اوسکے ساتھ شرح ہو واللہ اعلم اور اُن میں سے
مسامرہ اور محادثہ ہے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے دو عبارت دو حال سے ہیں کاملان طریق
حق کے احوال سے اور حقیقت اوسکی حدیث سر ہو مقرون بہ سکوت زبان یعنی محادثہ اور
حقیقت مسامرہ کی انبساط ہو بھید چھپانے کے ساتھ اور اسکے ظاہر معنی یہ ہیں کہ مسامرہ بندہ

سکے واسطے ایک وقت ہو حق کے ساتھ رات میں اور محادثہ ایک وقت ہو دن میں کہ اسمیں سوال و
جواب ظاہری و باطنی کی ہوں اور اسی سے ہی کہ رات کی مناجات کو مسامرہ کہتے ہیں اور دن
کی دعاؤں کو محادثہ پس دن کا حال مبنی ہو کشف پر اور رات کا حال ستر پر اور دوستی بابِ مسامرہ
کامل زیادہ ہو محادثہ سے اور مسامرہ کا تعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حال کی ساتھ ہے پس جب
حق تعالیٰ اُسنے چاہا کہ اوسکو ایک وقت ہو اوسکے پاس جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا براق کی ساتھ تو
اوسکو رات میں مکہ سی قابِ قوسین تک پہنچایا اور حق کیساتھ راز کہا اور اُس سے بات سُنی اور جب
انتہا کو پہنچی اوسکی زبان کشف جلال میں گونگی ہوئی اور اوسکا دل کُنہ عظمت میں متحیر ہوا اور
اوسکا علم ادراک سے باز رہا اور اُسکی زبان بیان سے عاجز ہوئی کہا لا احصی ثناءً علیک
اور محادثہ کا تعلق موسیٰ علیہ السلام کے حال سے ہی کیونکہ جب اوسنے چاہا کہ اوسکو حقتعالیٰ
کے ساتھ ایک وقت ہو چالیس روز کے بعد وعدہ اور انتظار سے دن میں طور پر آئے۔ اور
خداوند تعالیٰ کی بات سُنی تو منبسط ہوئی اور رویت کا سوال کیا اور مراد سے باز رہے۔ اور اُسکے
ہوش جاتے رہے جبکہ ہوش میں پھر آئے کہا تبت الیک تاکہ فرق ظاہر ہو اوس میں کہ لائے
ہوں سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً اور اوس میں آیا ہو ولما جاء موسیٰ
لمیقاتنا پس رات دوستوں کی خلوت کا وقت ہو اور دن بندوں کی خدمت کا وقت
اور نامی نہ جب بندہ حد بندگی سے اندر گذرے اوسکو زجر کریں پھر دوست کی حد نہ ہو۔ تو کہ
اوسکو اندر گذرنے سے ملامت کے لائق ہو کیونکہ جو دوست کریں سوائے پسندیدہ دوست کی نہو
اون میں علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین ہے اور اون میں فرق
جاننا چاہیے کہ بموجب اصول کے ان جملہ الفاظ سے اپنے معلوم کے ساتھ علم مراد ہے۔ اور
علم الیقین سے اپنے معاملہ کی بیان صحیح ہونے پر علم نہ ہوا جیسے علم حاصل ہوا غیب اور سہل
مانند عاین کی ہو اس سبب سے کہ قیامت میں وہ مومن جو حق تعالیٰ کو دیکھیں اُسی صفت کے
ساتھ دیکھیں گے جیسا کہ آج اوسکو جانتے ہیں اگر اسکے برخلاف دیکھیں رویت صحیح نہو قیامت

کواور یا علم درست نہ آوے آج کے روز اور یہہ ہر دو طرف خلاف توحید کے ہوں اس سبب
کہ آج کے روز علم خلق کا اونسے ساتھ درست ہو اور قیامت کو اونکی رُویت درست پس علم
الیقین مانند عین الیقین کی ہو اور حق الیقین مانند علم الیقین کی ہو انہوں نے کہ عین الیقین کو استغراق
کے ساتھ علم کہا ہے رؤیت میں اور وہ محال ہے کیونکہ رؤیت خاص کر حصول علم کے
واسطے آلہ ہے مانند سماع وغیرہ کی جو استغراق علم کا سماع میں محال ہو تو رؤیت میں
بھی محال ہو پس مراد اس گروہ کی اس علم الیقین کے ساتھ دُنیا کے معاملہ کا علم ہے احکام
اوامر کے ساتھ اور عین الیقین سے علم حال نزع کے ساتھ اور دُنیا سے باہر جانے کیوقت اور
حق الیقین سے علم کشف رؤیت کے ساتھ بہشت میں اور کیفیت اونکے حالات کی معاینہ کے
ساتھ پس علم الیقین درجہ علما کا ہے بسبب اونکی استقامت کی احکام امور پر اور عین الیقین مقام
عارفوں کا ہی بسبب اونکی استعداد کے مرگ کو اور حق الیقین فناگاہ دوستونکی ہی بسبب اون کی
روگردانی کے کل موجودات سے پس علم الیقین مجاہدہ سے ہو اور عین الیقین موانست سے اور
حق الیقین مشاہدہ کے ساتھ ہو اور یہہ ایک عام ہے اور دوسری خاص اور تیسری خاص الخاص
اون میں سے علم اور معرفت ہے اور فرق اون میں اصول کے عالموں نے علم و معرفت
کے درمیان کچھ فرق نہیں کیا ہے اور دونوں کو ایک کہا ہے سوائے کہ حق تعالیٰ کو عالم کہہ سکتے ہیں اور
عارف نہیں کہہ سکتے لیکن مشائخ اس طریقت کے اس علم کو جو معاملت اور حال کے ساتھ
مقرون ہو اور عالم اوسکا عبارت اپنے حال سے کرے اوسکو معرفت کہیں اور اوسکے عالم کو عارف
اور ہر ایک علم کو جو معنی سے مجرد ہو اور معاملات سے خالی اوسکو علم کہیں اور اوسکے عالم کو عالم
پس وہ جو شخص کسی چیز کے معنے اور اوسکی حقیقت کا عالم ہو اوسکو عارف کہیں اور وہ جو مجرد
عبارت کا جاننے والا ہو اور اوسکو حفظ کر رکھا ہو بیلے حفظ اوسکے معنی کے اوسکو عالم کہتے
ہی وجہ ہے کہ جب اس گروہ سے وہ کسے لوگ اپنے ہمچولیوں استخفاف کرنا چاہیں تو اوسکو دانشمند کہیں
اور عوام کو یہہ بات ناپسند ہو اور اونکی مراد حصول علم کے سبب اوسکی بُرائی نہیں ہے بلکہ

اونکی مراد اوسکی بُرائی ہے ترک معاملات کے ساتھلان العالم قائم بنفسہ والعارف قائم بربہ. اور اسمعنی میں کلام بہت ہُوا ہے کشف المحجاب معرفت میں اور اسجگہ اسی قدر کافی ہوگا اُن میں سے شریعت ہے اور حقیقت اور فرق اُن میں یہہ دو عبارت ہیں خاص کر اس قوم کو کہ ایک صحت حال ظاہر کی مراد ہے اور ایک سے اقامت حال باطن کی اور اس معنے میں دو گروہ غلطی پر ہیں ایک علمار ظاہر ہیں کہ کہتے ہیں ہم فرق نہیں کریں گے اُس سبب سے کہ شریعت خود حقیقت ہے خود شریعت اور حقیقت اور ایک گروہ ملاحدہ سے کہ قیام ہر ایک کا ان سے بے دوسرے کے جائز رکھیں اور کہیں کہ جب حال حقیقت کا کشف ہُوا شریعت اوٹھی اور یہہ کلام مشبہ اور قرامطہ. اور شیعہ اور موسوسان کا ہے. اور دلیل اسپر کہ شریعت حکم میں حقیقت سے جدا ہے یہ ہی کہ تصدیق کے قول سے جدا ہے ایمان میں اور دلیل اسپر کہ اصل میں جدا نہیں سب ایک ہے یہ ہے کہ کہ تصدیق بے قول کے ایمان نہو اور قول بے تصدیق کے. ایمان نہیں اور فرق ظاہر ہے. درمیان قول و تصدیق کے پس حقیقت عبارت ہے ایسے معنی سے کہ جسکا منسوخ ہونا جائز نہ ہو اور آدم علیہ السلام کے زمانہ سے علم کے فنا ہونے تک اوسکا حکم متساوی ہے جیسے کہ معرفت حق کی اور اپنے معاملہ کی صحت خلوص نیت کے ساتھ اور شریعت بھی عبارت ہے ایسے معنے سے کہ نسخ و تبدیل اوس پر جائز ہو مثل احکام و امر کی پس شریعت فعل بندہ کا ہوا اور حقیقت داشت خداوندکی اور حفظ و عصمت اوسکی پس اقامت شریعت بے وجود حقیقت کے محال ہو اور اقامت حقیقت کی بے حفظ شریعت کے بھی محال اور مثال اُس کی مانند ایک شخص کی ہو زندہ جان کے ساتھ اور جب جان اُس سے جُدا ہو وہ شخص ایک مُردار ہوا اور جان جب اوسکے ساتھ ہو قیمت اونکی ایک دوسرے کی مقارنت سے ہے اسی طرح شریعت بے حقیقت کے ریاکائی ہوا اور حقیقت بے شریعت کے نفاق اور خداوند نے کہا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنے جن لوگوں نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا

البتہ ہم دکھلائیں گے اون کو اپنی راہ مجاہدہ شریعت ہوا اور ہدایت حقیقت وہ ایک حفاظت
بندہ کی ہو احکام ظاہر کو آپ پر اور دوسری حفاظت حق کی ہو احوال باطن کو بندہ پر پس
شریعت مکاسب ہے ہو اور حقیقت عطیات سے اور نوع دوسری ان حدود کی ایک عبارت ہی
کہ استعارہ قبول کریں انکے کلام میں اور اوس حکم کی شرح اور تفصیل بہت مشکل ہو اور میں
مختصر طور پر اس نوع کا بیان کرتا ہوں انشاءاللہ تعالے۔ الحق اونکی مراد حق سے خداوند ہو
کیونکہ یہ ایک نام ہے حق کے ناموں سے جیسا کہ کہا ذلک بان اللّٰہ ھو الحق الحقیقۃ اونکی
مراد اس لفظ سے بندہ کی اقامت ہو محل وصل خداوند میں اور اُس کے سر کا وقوف ہیں
محل تنزیہ پر پیچھے سجود پر گذرے احکام تفریق سے الوطنات وہ ہے جو سر میں وطن
پذیر ہوں معانی الٰہی سے الطمس نفی ہیں کی ہو کہ اوسکا اثر نہ رہے الرمس نفی ہین کی ہو وی
اوسکے اثر کے ساتھ دل سے العلائق وہ اسباب ہیں کہ طالب لوگ اوسکے ساتھ تعلق کریں
اور مراد سے باز رہیں الوسائط وہ اسباب کہ اسکی ساتھ تعلق کرنیکے ساتھ مراد پر پہنچیں الزوائد
زیادتی انوار کی ہو دل میں الفوائد ادراک اپنے لابد کا الملجا اپنی مراد کے
حصل ہونے پر دل کا بھروسہ کرنا المنجا دل کا رہائی پانا آفت کے مقام سے الکلیۃ
استغراق اوصاف آدمیت کا اوسکی کلیت کے ساتھ اللوائح مراد کا اثبات اوسکی
نفی سے ورود اللوامع نور کا ظاہر کرنا دل پر اوسکے فائدونکے باقی رہنے کے ساتھ الطوالع
معرفت کے نورونکا دل پر طلوع کرنا الطوارق کوئی وارد دل میں خوشخبری کے ساتھ اور یا زجر
کے ساتھ شب کی مناجات میں اللطائف ایک اشارہ کرنا دل کے ساتھ حال کی باریکیوں سے
السّر پوشیدہ کرنا دوستی کے حالات کو النجوی چھپانا آفتوں کا غیر کی اطلاع سے
اشارہ غیر مراد سے خبر دینا بے عبارت زبان کے ایماء پیش کرنا خطاب کا بے عبارت کے
اور اشارہ کے وائد معانی کا دل میں حلول کرنا انتباہ دل سے غفلت کا دور ہونا۔
اشتباہ مشکل ہونا حال کا دو طرف حکم حق و باطل میں قرار حال کی حقیقت سے

تردد کا دور ہونا۔ انزعاج وحدانیت کے حل میں دل کا حرکت کرنا دوسری قسم ان حدود کی
وہ الفاظ ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی توحید میں استعمال کریں اور اونکے اعتقاد کے بیان کرنے میں
اور حقائق میں بے استعارہ کے استعمال کریں اور اونمیں عالم ہے اس لفظ سے خداوند عز و جل کی
مخلوق مراد ہے اور کہتے ہیں کہ اٹھارہ ہزار عالم ہے اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ پندرہ ہزار
عالم ہیں اور عالم ایک عالم علوی اور دوسرا عالم سفلی اور علمائے اصول کہتے ہیں کہ عرش سے فرشی
تک جو کچھ ہے عالم ہے غرض عالم میں اجتماع مختلفات کا ہے اور اس طریقت والے بھی عالم
ارواح اور عالم نفوس کہیں اور جو مراد فلاسفہ کی ہے وہ اونکی مراد نہیں ہے بلکہ اونکی مراد
ارواح و نفوس کا جمع ہونا ہو (المحدث) جو وجود میں متاخر ہو یعنی نہ تھا پھر ہو گیا۔ قدیم
وہ ہے جو وجود میں ہمیشہ سابق ہو اور وہ ہے کہ اوسکی ہستی سابق ہو جملہ ہستیوں پر اور
یہ سوائے خداوند تعالیٰ کے نہیں ہے۔ ازل وہ ہے کہ جسکی ابتدا نہ ہو (الابد) وہ ہے جس کی
انتہا نہ ہو۔ ذات ہستی چیز کی اور اوسکی حقیقت (صفت) وہ ہے کہ لغت نہ قبول کرے
اس سبب سے کہ اپنے ساتھ قائم نہیں ہے (اسم) وہ ہے جو غیر مسمیٰ ہو (تسمیة) خبر
مسمیٰ النفی سے وہ ہے کہ عدم ہر منفی کا اقتضا کرے (اثبات) وہ ہے کہ ثبت کے وجود کو
چاہے (شبہان) وہ ہے کہ وجود ایک کا دوسرے کے ساتھ جائز ہو۔ (ضدان) وہ ہے کہ
ضد جائز نہ ہو وجود ایک کا دوسرے کے باقی رہنے کے ساتھ کہ جو دوسرے کا ایک حال میں
غیران) وہ ہے کہ وجود ہر ایک کا دوسرے کے فنا کے ساتھ جائز ہو (جوہر) وہ اصل
چیز کی جو اپنے ساتھ قائم ہو (عرض) وہ ہے کہ جوہر کے ساتھ قائم ہووے (الجسم)
وہ ہے کہ جو مؤلف ہو پراگندہ اجزا سے (سوال) حقیقت کا طلب کرنا (جواب)
اچھے سوال کے مضمون سے خبر دینا (الحسن) جو امر کے موافق ہو۔ قبح وہ ہے جو امر کے مخالف ہو
(سفہ) امر کا ترک کرنا ہو (ظلم) کسی چیز کا غیر مناسب جگہ پر رکھنا نہ اپنی جگہ پر
ہو (عدل) ہر ایک چیز کو اپنے موضع پر رکھنا (ملک) وہ ہے کہ جسپر اعتراض نہ

کیا جا سکے جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ حد و دکہ طالب کو اس سے چارہ نہ ہو بطور اختصار کے۔
دوسری قسم یہ ایسی عبارتیں ہیں کہ جو شرح کی محتاج ہوں اور صوفیوں میں مستعمل ہیں
مقصود ونکا اس عبارت سے یہ ہے کہ اہل لسان کو معلوم ہو خاطر لفظ سے خاطر سے انکی مراد وہ
معنی کہ جو دل میں پیدا جلد زائل ہو جاوے اور دوسری خاطر اوسکی جگہ آجاوے اور صاحب
خاطر کی قدرت کے ساتھ اوسکے دفعہ کرنے پر دلیل ہو اور صاحب خاطر تابع خاطر اول کی ہو ایسے
امور میں کہ وہ حق تعالیٰ سے ہو بندہ کی طرف بغیر علت کہتے ہیں کہ خیر نساج کو ایک خطرہ
دل میں آیا کہ جنید دروازہ پر ہے اوس خاطر کو چاہا کہ آپ سے دفعہ کرے ایک خطرہ دوسرا اوسکی
رد میں پیدا ہوا تیسرا اوسکے دفعہ میں مشغول ہوا تیسرا خطرہ آیا تو باہر نکلا جنید کو دیکھا دروازہ
پر کھڑا ہوا کہا اے خیر اگر خاطر اول کا متابع ہوتا اور مشائخ کی سیرت بجالاتا تجھ کو اسقدر دروازہ
پر نہ کھڑا ہونا پڑتا۔ واقع واقعہ سے وہ معنے چاہیں جو دل میں ظاہر ہوں اور بقا پاویں بخلاف
خاطر کے اور کسی حال میں طالب کو اوس کے دفعہ کرنے کی راہ نہ ہو جیسا کہ کہیں خطر علی
قلبی و وقع فی قلبی پس جملہ دل محل خاطر ہیں لیکن واقعات اسرار ایسی دل پر صورت نہ
پکڑیں کہ اوس میں سے اند تمام حق کی بات ہو یہی وجہ ہے کہ جب مرید کو حق تعالیٰ کی راہ میں کوئی بند ظاہر ہو اوسکو
قید کہیں اور کہتے ہیں کہ اوسکو واقعہ پڑا چہ اہل لسان واقعہ سے مشکل مسائل کا ارادہ کرتے ہیں اور
جب کوئی اوس کا جواب دے اور اشکال اوٹھاوے۔ کہتے ہیں کہ واقعہ حل ہوا لیکن اہل
تحقیق کہتے ہیں کہ واقعہ وہ ہے جسکا حل جائز نہ ہو اور وہ جو حل ہو وہ خاطر ہے نہ واقعہ
کیونکہ بندہ اہل تحقیق کی کسی چیز میں حقیر نہ ہو اس سبب سے کہ ہر دم نہ اوس کا بدل ہو۔ اور
حال سے پھرے اختیار۔ اختیار سے یہ چاہتے ہیں کہ اختیار حق کو اپنے اختیار پر اختیار
کریں یعنی جو کچھ حق تعالیٰ نے انکے واسطے اختیار کیا ہے خیر و شر سے کافی ہو اور اختیار کرنا بندہ کا
حق تعالیٰ کے اختیار کو بھی اختیار حق کے ساتھ ہو کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا کہ حق تعالیٰ اوسکو
بے اختیار کرتا پس وہ ہرگز اپنا اختیار ترک نہ کرتا۔ اور ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔

کرامین کون ہوتا ہے کہا وہ کہ اوسکو اختیار نہ رہا ہو اور اختیار حق اوسکو اختیار ہوا ہو اور جنید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک وقت اوسکو بخار آیا کہا بار خدایا مجھ کو آرام دے اوس کے سر میں ندا آئی کہ تو کون ہے جو میرے ملک میں کلام کرتا ہے اور تو اختیار کرتا ہے میں تدبیر اپنے ملک کی تجھ سے بہتر جانتا ہوں تو میرا اختیار اختیار کر نہ آپکو اپنے اختیار سے ظاہر کر۔

امتحان اس لفظ سے اولیا کے دلوں کا امتحان چاہیں طرح طرح کی بلاؤں کے ساتھ جو حق تعالیٰ سے اونکے دل پر پہونچے جیسے خوف و حزن اور قبض و ہیبت اور مانند اسکی جیسا کہ خداوند عزو جل نے کہا اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ لہم مغفرۃ واجر عظیم یعنے وہ وہ لوگ ہیں کہ امتحان کیا اللہ نے اونکی قلبونپر پرہیزگاری کے سبب اونکے واسطے بخشش ہے اور اجر عظیم اور یہ درجہ بلند ہے۔ **بلاء** بلا سے دوستونکی تن کا امتحان چاہیں طرح طرح کی مشقتوں اور بیماریوں اور تکلیفوں سے جسقدر کہ بلا بندہ پر قوت بہت زیادہ پیدا کرے قربت زیادہ ہوتی ہے اوسکو حق کے ساتھ کیونکہ بلا اولیا کا لباس ہے اور اصفیا کا گہوارہ اور انبیا کی غذا تونے نہ دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نحن معاشر الانبیاء اشد الناس بلاء۔ ہم گروہ انبیا کے سخت ترین آدمیوں کے از روئے بلا کے ہیں اور نیز فرمایا اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الاولیاء ثم الامثل فالامثل سب سے زیادہ سخت آدمیوں کے از روئے بلا کے انبیا ہیں پھر اولیا پھر اچھا بہتر جو ان کے بعد ہیں بلا ایک رنج کا نام ہو جو بندہ مومن کے دل و تن پر پیدا ہو کہ حقیقت اوسکی نعمت ہو اور اس سبب سے کہ بھید اوسکا بندہ پر پوشیدہ ہو پھر وہ جو کافروں پر ہو وہ بلا نہ ہووے کیونکہ وہ شقاوت ہو ہرگز کافر اونکو شقاوت سے خلاص نہو۔ پس مرتبہ بلا کا مرتبہ امتحان سے زیادہ بڑا ہو کیونکہ تاثیر امتحان بدن پر ہو اور تاثیر بلا کی دل اور تن دونوں پر **تحلی** تشبہ ہو قوم ستودہ کے ساتھ قول و عمل سے اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس الایمان بالتحلی والتمنی لکن ما وقر فی القلوب وصدقہ العمل پس مانند کرنا آپکو ایک گروہ کے ساتھ بے حقیقت ان کی معاملت کی تحلی ہو

اور وہ لوگ جو دکھلاویں اور نہ ہو وے بہت جلد بدنام ہوں اور اونکا بھید ظاہر ہو ہرچند کہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ لوگ فضیحت ہوں اور اونکا بھید آشکارا۔ التجلّی۔ انوار حق کا اثر کرنا مقبول بندونکے دلوں پر بسبب توجہ کے کیونکہ اونکے سبب سے اس امر کے لائق ہوں کہ دل میں حق تعالیٰ کو دیکھیں اور فرق درمیان اس رویت کے جو دل کے ساتھ ہو اور رویت ظاہر میں یہ ہے کہ متجلی اگر چاہے دیکھے اور چاہے نہ دیکھے یا ایک وقت دیکھے اور ایک وقت نہ دیکھے پھر اہل عیان بہشت میں اگر چاہیں کہ نہ دیکھیں تو نہیں ہو سکتا کہ نہ دیکھیں کہ تجلی پر ستر جائز ہو اور رویت کے ساتھ حجاب جائز نہو۔ تخلّی اون اشغال سے جو بندہ کیواسطے خداوند تعالیٰ سے مانع ہوں اعراض کرنیکو تخلی کہتے ہیں۔ ایک اونمیں سے دُنیا ہے کہ ہاتھ اوس سے خالی کرے اور دوسرا ارادت پر عقبیٰ ہے کہ دل اوس سے خالی کرے اور تیسرے متابعت ہوا کی ہے کہ سر اوس سے خالی کرے اور چوتھی صحبت خلق کہ آپ کو اُس سے خالی کرے اور دل کو اُنکے اندیشہ سے خالی کرے شروع۔ طلب حق ہو خلاصی کے ساتھ آفتوں اور حجابوں اور بیقراری سے اوس میں کیونکہ تمام بلائیں طالب کی حجاب سے واقع ہوں۔ پس طالبوں کے خیالات کو کشف حجاب میں اور اونکے سفر ونکو اور اونکے تعلق کو جس چیز کے ساتھ ہو شروع کہیں کیونکہ ابتدائی طلب وصل میں بیقرار زیادہ ہو اور انتہا وصل میں تمکن زیادہ ہو قصود۔ مراد اونکی قصود سے اونکے ارادی کا صحیح ہونا ہو حقیقت مقصود کی طلب پر اور قصد اس گروہ کا حرکت اور سکون میں متعلق نہیں ہے اس سبب سے کہ دوست دوستی میں اگرچہ ساکن ہو قاصد ہو اور یہ خلاف عادت ہے کیونکہ قاصدوں کا قصد اونکے نفع پر قصد ایک تاثیر ہو یا اونکے باطن میں ایک نشان سے ہو دوستوں کے کہ علامت [illegible] دستور اپنی حرکتوں سے قاصد ہوں جب دوستی [illegible] ہو یا [illegible] اصطناع [illegible] چاہیں کہ بندہ کو خدا تعالیٰ تہذیب کرے [illegible]
ہونے کے ساتھ [illegible]

تبدیل ہونے کے ساتھ آپ سے بیخود ہو اور مخصوص ہیں اس درجہ کے ساتھ پیغمبر بدون اولیا کے اور ایک گروہ مشائخ رحمہم اللہ سے انبیاء کے غیر پر اولیا پر بھی یہہ بات جائز رکھیں واللہ اعلم **اصطفاء**۔ اصطفا وہ ہو وے کہ حق تعالے بندہ کے دل کو اپنی معرفت کیواسطے فارغ کرے تاکہ معرفت اپنی صفائی اوسکے دل میں پھیلاوے اور اس درجہ میں خاص ہی اور عام تمام مومن سب ایک ہیں عاصی اور فرمانبردار اور ولی اور نبی سے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات۔ **اصطلام**۔ اصطلام تجلیات حق ہوں جو بالکل بندہ کو اپنا مقہور کریں امتحان لطف کا اُس کے ارادہ کی نفی میں اس قلب ممتحن او قلب مصطلم ادونوں ایک معنی ہیں ہوں سوائے اسکے کہ اصطلام اخص امتحان سے ہی۔ اس طریقت والوں کی اعبارتوں میں۔ **ساں رین**۔ رین ایک حجاب ہو دل پر کہ اوسکا کشف سوائے ایمان کے نہ ہو اور وہ حجاب کفر وضلالت سے جیسا کہ خدائے عزوجل نے فرمایا اور کافروں کے دل کو اوسکے ساتھ صفت کیا۔ کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون ایک گروہ نے کہا کہ یہہ وہ ہے جسکا زوال ہرگز ممکن نہ ہو کسی صفت کے ساتھ کہ کافرونکا دل اسلام پذیر نہ ہو اور وہ جو اُن سے اسلام لا دیں خدائے عزوجل کے علم میں مومن تھے ۱۔ **غین**۔ اور غین ایک حجاب ہو دل پر جو استغفار سے اوٹھے اور وہ دو قسم ہو ایک خفیف اور دوسری غلیظ جو غفلت والوں اور گناہ کبیرہ والوں کے دل پر ہو اور خفیف سب کے واسطے ہو خواہ ولی ہو خواہ نبی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم مائۃ مرۃ۔ پس غین غلیظ کو تو بہ شرط کے ساتھ چاہیے اور خفیف کو ایک رجوع صادق حق کے ساتھ اور تو بہ لوٹنا ہو وے معصیت سے طاعت کی طرف اور رجوع لوٹنا ہو وے آپ سے خداوند کی طرف پس تو بہ جرم سے کریں۔ اور جرم بندوں کا امر کی مخالفت ہو اور دوستونکی جانب سے مخالفت ارادت کی پس جرم

بندونکا معصیت ہو اور دوستونکی جانب سے رویت اپنے وجود کی اگر کوئی خطا ہے باب کی طرف لوٹے تو کہیں تائب ہے
اور اگر اپنی دید سے خدا کیطرف لوٹے کہیں راجع ہے۔ سب توبہ کے باب میں کہا گیا ہے۔ (تلبیس) کسی چیز کو
اوس کی تحقیق کے خلاف ظاہر کرنے کو خلق میں تلبیس کہتے ہیں جیسا کہ خدائے تعالے
نے فرمایا۔ وللبسنا علیہم ما یلبسون سوائے حق تعالی کے یہ صفت محال ہو اس
سبب سے کہ کافر کو نعمت کے ساتھ مومن کرتا ہے اور مومن کو نعمت کے ساتھ کافر تو وقت
اظہار کے اوسکا حکم ہو اور اوسکی حقیقت ہر کسی میں اور جب ایک اس گروہ سے نیک خصلتوں
کو چھپاوے صفات مذمومہ کے ساتھ کہتے ہیں کہ تلبیس کرتا ہے اور سوائے اسجگہ کے
عبارت استعمال نہ کریں اور نفاق وریا کو تلبیس نہ کہیں ہر چند کہ اصل میں تلبیس ہو اس سبب سے
تلبیس سوائے فعل حق کے قایم کرنیمیں مستعمل نہ ہو (شرب) طاعت کی حلاوت کو اور بزرگی
کی لذت کو اور انس کی راحت کو یہ طائفہ شرب کہیں اور کوئی آدمی کوئی کام بدون لذت
شرب کے نہیں کر سکتا اور جیسا کہ شرب تن کا پانی سے ہو اسی طرح شرب دل کا راحتوں
سے اور طاعتوں کی حلاوتوں سے ہو اور میرے شیخ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مرید
بے شرب اور عارف با شرب ارادت اور معرفت سے بیگانہ ہوں اس سبب سے کہ مرید
کو چاہیئے کہ اپنی کردار سے شرب ہو تا کہ طلب کا حق ارادت میں بجالاوے لیکن عارف
کو نہ چاہیئے کہ شرب ہو تو بدون حق کے شرب کے ساتھ اوسکو کوئی حال ہو اگر نفس کیطرف
لوٹے آرام نہ پاوے واللہ اعلم (ذوق) مانند شرب کی ہو لیکن شرب سوائے راحات [illegible]
مستعمل نہیں ذوق رنج اور راحت دونوں میں مستعمل ہو جیسا کہ کوئی کہتا ہے [illegible]
الراحۃ سب درست آویں اور پھر شرب کو [illegible]
اور مثل اس کے سبب سے کہ خدائے تعالی نے جو شرب کی حدیث یاد کی کہا کلوا واشربوا
ھنیئا اور جب ذوق سے یاد کی تو کہا ذق انک انت العزیز الکریم [illegible]
سقروہ الفاظ جو انکے استعمال میں ہیں اونکے احکام یہہ ہیں جو تینے بیان کیے ہیں اور اگر اون سے

بیان کروں کتاب طول ہو واللہ اعلم ❊

گیارھواں کشف الحجاب سماع میں

جاننا چاہیئے کہ علم کے حاصل ہونیکی پانچ سبب ہیں، ایک سمع، دوسرا بصر، تیسرا ذوق، چوتھا شم، پانچواں لمس خداوند تعالٰی نے دل کے واسطے یہہ پانچ دروازہ پیدا کئے ہیں۔ اور ہر جنس کا علم ان میں سے ہر ایک کے ساتھ متعلق کیہی جیسے سمع کو علم آوازوں اور خبروں کیساتھ اور بصر کو علم رنگتوں کے ساتھ ذوق کو علم میٹھی اور کڑوی کے ساتھ شم کو علم خوشبو اور بدبو کے ساتھ لمس کو علم خشونت اور لینت کے ساتھ اور اُن پانچ حواسوں سے چار کو محل مخصوص میں رکھا ہی اور ایک کو پھیلا دیا تمام اعضا میں یعنی سمع کیواسطی کان کو جگہ بنایا اور بصر کے واسطی آنکھ کو اور ذوق کیواسطی کام و زبان کو اور شم کیواسطی ناک کو اور لمس کی تمام اعضا میں قدرت دی ہے اس سبب سے کہ آنکھ کے سوا کسی چیز سے نہ دیکھے اور سوائی کان سے نہ سُنی اور سوائی ناک سے نہ سُونگھے اور سوائے کام و زبان سے مزہ نہ پاویں لیکن تمام بدن نرم کو درشت سے اور گرم کو سرد سے پہنچانی لیکن بازردکے امکان جائز ہے کہ انمیں سے ہر ایک تمام اعضا میں شائع ہو جیسا کہ لمس اور معتزلہ کے نزدیک ہر ایک سوائے محل مخصوص میں جائز نہو کیونکہ ہر ایک کیواسطے محل مخصوص باطل ہی قول انکا سوائے حس لمس کے کیونکہ اوسکو محل مخصوص نہیں ہی جبکہ ایک کا ان پانچ سے محل مخصوص نہیں ہے اور یہہ ایک اس صفت کیساتھ جائز ہو پس دوسروں کو بھی یہ صفت جائز ہو۔ اور مراد اسجگہ یہ ماجرا نہیں ہے لیکن اسقدر سے جو تحقیق معنی بیان کئے گئے. مجبوری تھی پس چہار حواس کہ ذکر اون کا گذرا بغیر پانچویں کی وہ سمع ہے ایک دیکھے اور ایک سونگھے اور ایک چکھے اور ایک چھوئے جبکہ اس عالم بدیع کو دیکھے اور اچھی چیزوں کو سونگھے اور نعمتوں کو چکھے اور بری چیزوں کو چھوئے اور آوازوں کو سُنے جائز ہے کہ عقل کو دلیل ہو اور اوسکی قدرت کیطرف راہ دکھلاوے ہے اس سبب سے کہ جانے عالم محدث ہے اور

محل تغیر ہے اور وہ جو حادث سے خالی نہ ہو محدث ہو اور اس عالم کا کوئی پیدا کرنیوالی ہے نہ
اُسکی جنس سے کیونکہ یہہ مکوّن ہے اور آفریدگار اوسکا مکوّن اور یہہ مجسّم ہے اور آفریدگار
اوسکا مجسم پیدا کرنیوالا اوسکا نامتناہی ہے اور پیدا کرنیوالا قادر ہے سب چیزوں پر اور سب کا خبیر
توانا اور عالم ہے سب معلومات پر اور اوسکا تصرف ملک میں جائز ہے جو چاہے کرسکتا ہے۔ اور
رسولونکو بھیجا ہے دلیلونکی ساتھ لیکن ماننا اور معتقد ہونا اُن کا ممکن نہیں جبتک کہ موجب معرفت کو
سمع سے معلوم نہ کریں اور اوسکو جو موجب شرع اور دین ہے اور اسی سبب سے اہلسنت سمع
کو بصر پر فضیلت دیں اس واسطے کہ ہم نے تکلیف میں اور اگر مخطی کہے کہ سمع محل خبر ہے اور بصر
موضع نظر اور دیدار خداوند اوسکے کلام سُننے سے زیادہ فاضل ہے پس چاہئے کہ بصر سمع سے افضل ہو ہم کہتے ہیں
کہ کیونکر ہم جانتے ہیں کہ رویت خداوند کی جائز ہو مسلمانونکو بہشت میں کیونکہ جواز رویت میں عقل کے ساتھ حجاب
اسکا کشف ہے زیادہ اولی نہ ہوا اس سبب سے کہ ہمنے حدیث سے جانا ہے کہ مومنوں کو مکاشفت کریگا
اور حجاب انکی آنکھ کے آگے سے اُٹھا دیگا تا کہ خدائی عزوجل کو دیکھیں پس سمع زیادہ فضل
ہوئی بصر سے اور نیز جملہ احکام شریعت کے سمع پر مبنی ہیں اور اگر سمع نہ ہوتی ثبوت اوسکا
محال ہوتا اور نیز انبیاء علیہ السلام جو آئے پہلے انہوں نے کہا تا کہ جن لوگونے سُنا وہ ایمان لائے اوسکے
بعد معجزے ظاہر کیے اور معجزے کے دیکھنے میں تاکید اوسکی بھی سمع کیساتھ ہے اور ان دلیلوں کے
ساتھ جو کوئی سماع سے انکار کرے بالکل شریعت سے انکار کرے اب میں اسکا حکم ظاہر کرتا ہوں
انشاء اللہ تعالیٰ +

الباب الثلثون باب معنے قرآن سُننے میں اور جو کچھ اس سے متعلق ہے

سب سے اچھا سماع دل کے واسطے مفید اور سر کو مزید اور کان کو لذتیں دینے والا کلام خداوند کا ہے
عزاسمہ اور سب مومن مامور ہیں اور سب کافر مکلف ہیں خواہ آدمی ہوں۔ خواہ پری۔

خداوند تعالیٰ کے کلام سننے کی ساتھ اور قرآن کے معجزوں سے ایک یہ ہے کہ اوس کی پڑھنے اور سننے سے ملول نہ ہووے اس سبب سے کہ اوسمیں رقت عظیم ہے یہانتک کہ کفار قریش رات کو آتے پوشیدہ ہوکر اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے اور یہ سنتے تھے جو کچھ وہ پڑھتے تھے اور وہ سنکر تعجب کرتے تھے مانند نضر بن الحارث کے جو ان میں زیادہ فصیح تھا اور عتبہ بن ربیعہ کے جو بلاغت میں سحر ظاہر کرتا تھا اور بوجہل بن ہشام جو خطبوں اور برہانوں میں ید بیضا دکھاتا تھا اور نظم پیدا کرتا تھا اور انکی مانند یہاں تک کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ایک رات کو ایک سورت پڑھ رہے تھے عتبہ کی ہوش جاتی رہی ابوجہل سے کہا مجھ کو معلوم ہوا کہ یہہ کلام مخلوق کا نہیں ہے اور خداوند تعالیٰ نے پریوں کو بھیجا تو کثرت سے آئیں۔ اور خدا کا کلام پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا جیسا کہ خداوند عزوجل نے فرمایا فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا اوس کے بعد ہمکو خبر دی پریوں کے قول سے کہ یہ قرآن ایک راہنما ہے بیمار دل کا راہ صواب کی طرف۔ اور کہا یھدی الی الرشد فامنا بہ ولن نشرک بربنا احدا پس اوسکی نصیحت بہت اچھی ہے سب نصیحتوں سے اور اوسکے لفظ سب لفظوں سے زیادہ مختصر ہیں اور اوسکا حکم زیادہ لطیف ہے تمام حکموں سے اور اوسکی نہی بہت سخت ہے سب نہیوں سے اور اوسکا وعدہ زیادہ دلربا ہے سب وعدوں سے اور اوسکا وعید جان کا گھٹانیوالا سب وعیدوں سے ہے اور اوس کے قصے خوشگوار زیادہ سب قصوں سے اور اوسکی مثالیں زیادہ فصیح سب مثالوں سے اوسکے سماع نے ہزاروں دلونکو فگار کیا ہے اور اوس کی لطیفوں سنے ہزاروں جانوں کو مودہ دیا اور دنیا کے عزیزوں کو ذلیل کرے اور دنیا کے ذلیلوں کو عزیز کرے جبکہ عمر بن خطاب رضؓ نے سنا کہ اونکی ہمشیرہ اور اون کے داماد مسلمان ہوگئے انکے پاس جانیکا ارادہ کیا تلوار کھینچی ہوئی کے ساتھ اور انکے قتل کا ارادہ کیا اور انکے واسطے دل خالی کیا تو حق تعالیٰ نے ایک لشکر کو لطف سے سورہ طٰہٰ کے زاویوں میں پوشیدہ کر کے بٹھلایا جب ہمشیر کے دروازہ پر آئے اونکی بہن پڑہتی تھی طٰہٰ ما انزلنا

علیك القرآن لتشقی الا تذکرۃ لمن یخشی اوسکی جان اوسکی باریکیوں کی شکار ہوئی
اور اوسکے لطیفوں کے فراق میں اوسکا دل متعلق ہوا صلح کا طریق ڈھونڈا اور جنگ
کے کپڑے اوتارے مخالفت سے موافقت کیطرف آئی اور مشہور ہے کہ جب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو اس آیت کو پڑھی گئی ان لدینا انکالاً وجحیماً وطعاماً
ذا غصۃ وعذاباً الیما اور آپ سنکر بیہوش ہو گیے اور کہتے ہیں کہ ایک مرد نے عمر رضہ
کے روبرو اس آیت کو پڑھا ان عذاب ربك لواقع ماله من دافع آپ نے نعرہ
مارا اور بیہوش ہوئے اُن کو اُٹھایا اور گھر میں لیگئے اور خداوند تعالی کے خوف اور ڈر
سے ایک مہینہ بیمار رہے اور کہتے ہیں کہ ایک مرد نے عبد اللہ بن حنظلہ کے آگے اس آیت کو
پڑھا۔ لهم من جهنم مهاد ومن فوقهم غواش اونپر رونے کی کیفیت طاری ہوئی
حکایت بیان کرنیوالا کہتا ہے کہ مینے جانا کہ اوسکی جان اُس سے جدا ہوئی لوگوں نے
کہا اے اوستاد بیٹھ کہا اس آیت کی ہیبت مجھ کو بیٹھنے سے روکتی ہے اور کہتے ہیں
کہ جنید رضی اللہ عنہ کے روبرو اس آیت کو پڑھا۔ یا ایھا الذین امنوا لم تقولون
ما لا تفعلون۔ اونہوں نے کہا یا۔ خدایا ان قلنا قلنا بك وان فعلنا فعلنا بتوفیقك
فاین لی القول۔ یعنے جو کچھ کہوں گا وہ تیرے ساتھ کہوں گا۔ اور اگر کروں گا۔
تیری توفیق سے کروں گا پس کہاں ہی میرا قول اور شبلی رضہ سے منقول ہے کہ
اونکے روبرو کسی نے پڑھا واذکر ربك اذا نسیت [illegible]
زبان میں ہے اور تمام جہان اوسکے ذکر میں رہتے ہیں ایک چیخ [illegible]
جب ہوش میں آئے کہا مجھکو تعجب آتا ہے اُس جان سے کہ خدا تعالی کا کلام [illegible]
ایک مشائخوں سے کہتے ہیں کہ ایک وقت خداوند تعالی کا کلام میں پڑھتا تھا واتقوا
یوماً ترجعون فیه الی الله۔ ایک ہاتف نے آواز دی کہ [illegible] کیونکہ چار
شخص جنوں سے اس آیت کی ہیبت سے مر گئے [illegible]

ہوئی ہیں کہ قرآن نماز میں سوائے مقدار جواز کے ہمنے نہیں پڑہا ہے اور نہ سُنا ہے ایک روز
ہمیں شیخ ابو العباس شقانی کے پاس آیا اوسکو ہمنے پایا کہ پڑہتا تھا۔ ضرب اللہ مثلاً
عبداً مملوکاً لا یقدر علی شیٔ اور روتے تھے اور نعرہ مارتے تھے یہاں تک بیہوش
ہو گئے۔ ہمنے جانا کہ دُنیا سے گئے ہمنے کہا اے شیخ یہ کیا حالت ہے اوسنے کہا گیارہ برس
ہوئی ہیں تو بہ برابر وردا اس جگہ پہونچا ہے اس جگہ سے گذر نہیں سکتا ہوں اور ابو العباس
عطا سے پوچھا گیا کہ آپ ہر روز کتنا قرآن پڑھتے ہیں کہا اس سے آگے ایک رات دن میں میں دو ختم
کرتا تھا لیکن اب چودہ برس ہوئے ہیں ابھی تک سورہ انفال پر آج پہنچا ہوں کہتے ہیں کہ
ابو العباس قصاب نے قاری سے کہا پڑھ اوسنے پڑھا یا ایھا العزیز مسنا واھلنا الضر
وجئنا ببضاعة مزجٰة پہر کہا پڑھ۔ پڑھا کہ قالوا ان یسرق فقد سرق اخ
لہ من قبل۔ پہر کہا پڑھ اوسنے پڑھا کہ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم۔
اُس وقت کہا بار خدایا میں جفا میں برادران یوسف سے زیادہ ہوں اور تو کرم میں
یوسف سے زیادہ میرے ساتھ وہ کر کہ اوسنے گناہگار بھائیوں کے ساتھ کیا اور تمام اہل
اسلام خواہ مطیع ہوں خواہ عاصی استماع قرآن کے ساتھ مامور ہیں اس سبب سے کہ خدائے
عزوجل نے فرمایا۔ واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔
خلق کو سُننے کیواسطے سکوت کے ساتھ حکم دیا اُس وقت ہیں کہ کوئی قرآن پڑہے
اور نیز فرمایا۔ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ۔ پس
خوشخبری دے اوسکو جو سننے کی حالت میں اچھا اتباع کرنیوالا ہے یعنی اوسکے اوامر کیساتھ
قیام کرے اور تعظیم کے ساتھ سنے اور نیز فرمایا الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم کلام
حق کے سننے والوں کے دل پُر خوف ہوں اور نیز کہا الذین اٰمنوا وتطمئن قلوبھم
بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اونکے دلوں کا آرام خداوند کی
ذکر کے ساتھ متعلق ہے اور اس کی مثل آیتیں اس قول کے حکم کی تاکید کرنے والی

اپنے گھر میں اوٹھے اور ہاتھ زمین پر رکھ کر اُٹھے ابوبکر صدیق رضؓ نے کہا یہ کیا حال ہے
یا رسول اللہ آپ ابھی تک جوان و تندرست ہیں فرمایا مجھکو سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا یعنی اس بات
کے سننے نے میرے دلپر اسقدر قوت پکڑی کہ میری قوت ساقط ہوئی اور صحابہ سے ایک صحابی
ابوسعید خدری نے روایت کی کہ فرمایا کنت فی عصابۃ فیہا ضعفاء المہاجرین
وان بعضہم یستر بعضا من العری وقاری یقرء علینا ونحن نستمع القراۃ قال
فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی قام علینا فلما راہ القاری سکت
قال فسلم فقال ماذا کنتم تصنعون قلنا. اکان قاری یقرا علینا ونحن نستمع
لقرائتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الذی جعل فی امتی
من امرت ان اصبر نفسی معہم قال ثم جلس وسطنا لیعدل نفسہ فینا ثم قال.
بیدہ ھکذا فتحلق القوم فلم یعرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہم احد قال
فکانوا ضعفاء المہاجرین فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابشروا صعالیک
المہاجرین بالفوز التام یوم القیمۃ تدخلون الجنۃ قبل اغنیاء کم بنصف
یوم وکان ذلک خمس مائۃ عام میں ایک گروہ کے ساتھ تھا جسمیں فقیر مہاجرین
تھے کہ بعض انکی بعض کے ستر کو چھپاتے تھے جو برہنگی کی شرم سے حجاب میں رہتے تھے اور قاری ہمارے
روبرو پڑھتا تھا اور ہم سنتے تھے اوسکی قرات کو یہانتک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے
اور ہمارے روبرو کھڑے ہوئے اور جب قاری نے آپکو دیکھا خاموش ہو گیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہمیں سلام علیک کی اور فرمایا تم کیا کرتے تھے ہمنے کہا یا رسول اللہ قاری پڑھتا تھا اور ہم سنتے
تھے اوسکی قرات کو اُسوقت پیغمبر صلعم نے کہا الحمد للہ کہ میری اُمت میں ایک گروہ پیدا کیا کہ مجکو
حکم دیا انکی صحبت میں صبر کروں اونکے بعد ہم میں بیٹھے تا کہ آپکو ہمارے ساتھ برابر کریں پس حلقہ
کیا اُس گروہ نے کہ کوئی ہم سے آپکو پیغمبر کو نہ پہچانتا تھا اسکے بعد اُن کو کہا خوشخبری ہو تمکو
اے درویشان مہاجرین فتحمندی تمام کے ساتھ قیامت میں بہشت میں آوگے امیروں سے آگے

آدمے روز میں اور وہ پانسو برس ہوں اور اجبر کو کوئی مخالفت واتیوں کی ہا تجب بیان کرتے ہیں
لیکن اختلاف صرف حجج عبارت میں ہے اور معنی سب کے ایک ہیں اور درست +

فصل دوسری

زرارہ بن ابی اوفی صحابہ کبار سے تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین آدمیوں کی امامت کرتے ایک آیت پڑہی اور نعرہ مارا اور جان دی ابو جعفر ایک بزرگ تابعین سے تھے اور صالح مری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آیت اونکے سامنے پڑہی شعلہ اون سے نکلا اور دنیا سے گئی اور ابراہیم نخعی روایت کرتے ہیں کہ ایک گاؤں میں کوفہ کے گاؤں میں جاتا تھا ایک بوڑھی عورت کو میں نے دیکھا نماز میں کھڑی ہوئی خیر کی نشانیاں اوسپر ظاہر تھیں تو وہ نماز سے فارغ ہوئی بسبب تبرک کے میں نے اوسکو سلام کیا مجھ سے کہا تو قرآن جانتا ہے میں نے کہا ہاں اوسنے کہا کوئی آیت پڑہ میں نے پڑھی اوسنے ایک آواز کی اور جان روبت کے استقبال کے واسطے بھیجی رحمہا اللہ اور احمد بن ابی الحواری روایت کرتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک جوان کو دیکھا کنوئیں کی من پر کھڑا ہو مجھ سے کہا ای احمد تو وقت پر آیا کیونکہ مجھ کو سماع کرنا چاہیئے تاکہ جان دوں۔ کوئی آیت پڑھ کہا مجھ کو خداوند تعالے نے الہام دیا تو پڑہی میں نے اِنَّ الذِینَ قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کہا اے احمد قسم ہے خدا کعبہ کی کہ تو نے وہی آیت پڑہی کہ اس وقت مجھ پر فرشتہ پڑھتا تھا اوسی وقت جان دی اگر وہ سب حکایتیں جو اس معنی کے ساتھ متعلق ہیں بیان کروں اپنی مراد سے باز رہوں +

الباب الحادی والثلثون یعنی باب سماع شعر میں اور اسکے بیان میں جو اس سے متعلق ہے

حقیقت یہ ہے کہ شعر کا سننا جائز ہے اور پیغمبر نے سُنا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے اور سُنا ہے اور آنحضرت صلعم سے منقول ہے اِنَّ من الشعر الحکمۃ اور نیز فرمایا الحکمۃ ضالۃ المؤمن حیث وجدھا فھو احق بھا مراد شعر سے وہ شعر ہے کہ حکمت ہو اور حکمت ضالہ مومن کی ہو کہ اُس سے غائب ہے وہ جو پاوے اُس سے بہت اچھی ہو اور نیز پیغمبر خدا نے فرمایا اصدق کلمۃ قالتہا العرب قول لبید

سفر کش کرکے چھوڑا اوس امیر نے جب کھانا آگے لائے مہمان کی اکرام کیواسطے امیر آیا تو میرے ساتھ موافقت
کرتے تھے اوسنے کھانا کھانیکا ارادہ کیا مینے انکار کیا اور عرب کے نزدیک اس سے کوئی بات سخت
وناگوار معلوم نہیں ہوتی کہ کوئی کھانا نکھاوے کہ اوسکا مہمان ہے مجھ سے کہا اے جوان مرد تجھ کو کون چیز
تیرے کھانا کھانیسے باز رکھتی ہے مینے کہا تیرے کرم پر میں امید کرتا ہوں اوسنے کہا میری سب چیز تیری
واسطے ہے تو میرا کھانا کھا مینے کہا مجھ کو تیری ملک کی حاجت نہیں ہے اس غلام کو میرے کام میں
کر اوسنے کہا تو پہلے اوسکا جرم دریافت کرلے اسکے بعد اوسکو قید سے چھڑا دے کیونکہ تجھ کو میری سب چیز و نیز
اختیار ہے مینے کہا کہو اس نے کیا جرم ہوا ہے اوسنے کہا جان کہ یہ غلام حدی گانیوالا ہے اور نہایت اچھی آواز
رکھتا ہے مینے اوسکو چند اونٹ دیکر ایک مقام کو بھیجا تھا تاکہ میرے واسطے غلہ لاوے
اوسنے دو اونٹ کا بوجھ ہر اونٹ پر رکھا اور راہ میں حدی گایا کرتا تھا اور اونٹ دوڑتے
تھے یہاں تک کہ تھوڑی مدت میں اس جگہ آیا دونے بوجھ کے ساتھ اوس سے کہ مینے کہا
تھا جب اونٹوں کا بوجھ نیچے اوتارا ایک ایک و دو ہو کر اونٹ سب مر گئے۔ ابراہیم کہا مجھ کو
سخت تعجب ہو مینے کہا کہ اے امیر تیری شرافت اور بزرگی تجھ کو سوائے سچ کہنے کے نہیں
چاہتی لیکن مجھ کو اس قول پر کوئی برہان چاہیئے ہم اسی بات میں تھے کہ چند اونٹ کو جنگل سے
پانی پینے کی جگہ میں لائے تاکہ پانی دیں امیر نے پوچھا کہ کتنے روز سے ان اونٹوں نے پانی
نہیں پیا ہے۔ انہوں نے کہا تین روز ہوئے ہیں۔ اوس غلام کو فرمایا تو حدی گا اوسنے آواز نکالی۔
کہ اونٹ اوسکی آواز کے سننے میں مشغول ہوئے کسی نے نہ پیا ناگاہ ایک ایک چلے گئے اور
اوس جنگل میں منتشر ہوگئے اور اس غلام کو کھولا اور مجھ کو بخشدیا اور اس قسم کی بعض باتیں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب شتربان
اور گدہے ہانکنے والے گاتے ہیں ان اونٹوں اور گدہوں میں طرب پیدا ہوتی ہے اور خراسان اور عراق میں عادت ہے کہ شکاری
رات میں ہرن پکڑنے میں ایک تھالی بجاتے ہیں ہرن اسکی آواز سنکر اپنی جگہ پر کھڑے رہتے ہیں یہ اونکو پکڑ لیتے ہیں اور مشہور ہے کہ
ہندوستان میں ایک گروہ ہے کہ جنگل میں باہر جاتے ہیں اور گاتے ہیں اور سرود کرتے ہیں ہرن جبکہ وہ سنتے ہیں ان کا ارادہ
کرتے ہیں یہ اونکے آس پاس پھرتے ہیں اور گاتے ہیں تو اوسکی لذت سے آنکھ بند کرکے

سو جاتے ہیں اور یہ اونکو پکڑ لیتے ہیں بچے جو جھولوں میں ہیں یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب گہوارہ میں
روتے ہیں کوئی راگ کرتا ہے تو وہ چپکے ہو جاتے ہیں اور اوس آواز کو سنتے ہیں اور اطباء اوس لڑکے
کو کہتے ہیں کہ اوسکی حس درست ہے وہ بزرگی میں دانا ہوگا اور ایک قبیلہ کے بادشاہ عجم
کو وفات آئی اور اوسکا دو برس کا لڑکا رہا وزیروں نے کہا کہ اسکو بادشاہی کے تخت پر بٹھانا چاہیے
بزرجمہر سے اسکا تذکرہ کیا اوس نے کہا بہتر ہے لیکن چاہیے کہ امتحان کریں آیا اسمیں حس ہے تو اوس سے امید ہو
سکتے ہیں لوگوں نے کہا اوسکی تدبیر کیا ہے فرمایا تو گانے والے اوسکے سر پر گائیں تو وہ بچہ طرب
خوشی میں آیا اور ہاتھ پیر ہلانا شروع کیے بزرجمہر نے کہا اس سے امید ہے کہ ملکیت کرے [illegible]
تاثیر ظاہر زیادہ ہے اوس سے عاقل [illegible] زیرک اوسکے بڑا ہونے پر [illegible] کہنے کی حاجت ہوا جو لوگ یہ
کہ مجھکو گانے اور مزامیر اور اصوات اچھی نہیں لگتے یا جھوٹ کہتا ہے اور نفاق کرتا ہے یا حس نہیں رکھتا اور انسانوں
اور جانوروں کے طبقہ سے باہر ہے اور جو لوگ اس سے منع کرتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ امر الٰہی کی رعایت کرتے
ہیں اور فقہا اباحت پر متفق ہیں کہ اگر [illegible] ملاہی نہ ہوں اور دل میں اوسکے سننے سے فسق ظاہر
ہوا اوسکا سننا جائز ہے اور اسکی سند میں بہت آثار اور حدیثیں لائی ہیں جیسا عائشہ روایت کرتی ہیں قالت
کانت عندی جاریۃ تغنی فاستاذن عمر فلما احست بحسہ فرت فلما دخل عمر تبسم رسول اللہ صلعم
فقال لہ عمر ما اضحکک یا رسول اللہ فقال کانت عندنا جاریۃ تغنی فلما سمعت حسک فرت فقال عمر لا ابرح
حتی اسمع ما کان سمع رسول اللہ فسمعہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت صحابہ رضی اللہ عنہم سے اسکی
روایت آئی ہیں اور شیخ ابو عبد الرحمن سلمی نے ان سبکو جمع کیا ہے کتاب السماع میں اور اسکی اباحت کا فیصلہ کیا ہے اور مشائخ
متصوفہ کی حدیث کیساتھ سماع کے ڈھونڈنے سے اباحت کے سوا کچھ اور نہیں ہے بلکہ اعمال میں فائدے چاہتے ہیں
اباحت ڈھونڈنا عام لوگوں کا کام ہے جو چارپایوں کی طرح ہیں بندگان [illegible] کو چاہیے کہ کردار سے فائدہ تلاش
کریں ایک وقت میں مرو میں تھا ایک امام اہل حدیث نے جو ان میں سب سے زیادہ مشہور تھا مجھ سے کہا کہ میں نے
اباحت سماع میں ایک کتاب لکھی ہے میں نے کہا ایک بڑی مصیبت ہے جو دین میں ظاہر ہوئی ہے کہ
خواجہ امام نے اس لہو کو جو اصل تمام گناہوں کی ہے حلال کیا مجھ سے کہا پس اگر تو حلال نہیں

رکھتا ہو تو اوسکے سننے کرتا ہے یعنی کہا حکم اسکے بند جو چیز ہے ایک چیز پر قطع نہیں کر سکتا اگر دل میں تاثیر جو سنا ہو وہ حلال ہو سماع حلال ہو اور اگر حرام کی ہو حرام ہو اور اگر مباح کی ہو مباح ہو اوس چیز کو کہ حکم ظاہر اوسکا فسق ہے اور باطن میں حال اوسکا روشن چند وجہوں سے ہے اطلاق اوسکا ایک چیز پر محال ہے ؛

ایک باب سماع کے حکموں میں ؛

جاننا چاہیے کہ سماع کی طبیعتوں میں حکم مختلف ہیں جیسے کہ ارادت دلوں میں مختلف ہے اور ظلم ہے کہ کوئی اوسکو ایک حکم کے ساتھ قطع کرے اور سننے والوں کے دو گروہ ہیں ایک وہ کہ معنی سنیں دوسری وہ کہ صوت سنیں اور اندونوں اصل میں فائدے ہیں اور آفتیں اس سبب سے کہ سننا اچھی آوازوں کا اوس معنی کے جوش کا سبب ہو جو آدمی میں مرکب ہے اگر حق ہو حق ہو اور اگر باطل ہو باطل اُس آدمی کی کہ اوسکی طبیعت میں فساد ہو وہ جو کچھ سنے بالکل فساد ہو اور یہ سب قصے داؤد علیہ السلام کی حکایتوں میں آئے ہیں کہ جب حق تعالے نے اوسکو اپنا خلیفہ کیا اور اوسکو ایک آواز خوش عطا فرمائی اور اوسکے حلق کو مزامیر کیا اور ندیاں اور پہاڑ اور جنگل اوس کے سننے کو بوسطے آتے اور پانی چلنے سے ٹھہرا ہوتا اور جانور ہوا میں سے نیچے گر پڑتے اور آثار میں آیا ہے کہ ایک مہینہ اُس جنگل میں وہ مخلوق کوئی چیز نہ کھاتی اور بچے نہ روتے اور دودھ نہ مانگتے اور جبکہ خلق اُس جگہ سے واپس ہوتی بہت آدمی اوسکے کلام اور آواز اور لحن کی لذت سے مردہ رہتے یہانتک کہتے ہیں کہ ایکبار سات سو کنواری کنیزیں شمار میں آئیں کہ مر گئی تھیں اور بارہ ہزار بڈھے بھی مر گئے تھے اوسکے بعد جبکہ حق تعالے نے چاہا کہ آواز سننے والوں اور طبیعت کی اتباع کرنیوالوں کو حق والوں اور حقیقت سننے والوں سے جدا کرے ابلیس کو خطرات طبیعت سے قوت پکڑی اور ارادہ ہوا اس انسان کا اُسکے لئے پیدا ہوا اور اپنے خیالات ظاہر کرنے کی جا رہی خلیفہ کی تو اجازت پائی اور ایک بانسری اور طنبورہ بنایا اور داؤد کی مجلس کے مقابل میں ایک مجلس قائم کی تاکہ وہ لوگ جو داؤد کی

کی آواز سُنتے وہ دو گروہ ہو گئے ایک وہ جو بدبخت تھے اور دوسرے اہل سعادت اور وہ گروہ جو اہل شقاوت
تھا وہ ابلیس کے مزامیر کی طرف مائل ہوا اور سعادتمند لوگ گروہ داؤد کی آواز کیساتھ رہے اور پھر وہ لوگ جو اہل
معنے تھے داؤد علیہ السلام کی آواز کے سوا اونکے دل کے روبرو کوئی چیز نہ تھی اس سبب سے بالکل
حق کو دیکھتے تھے اگر مزامیر کی سُنتے اوسمیں حق تعالیٰ کو دیکھتے اور اگر آواز داؤد کی سُنتے اوس میں
حق کی طرف سے ہدایت جانتے تو کل سے بازرہے اور متعلقات سے اعراض کیا اور دونوں کو جیسا کہ تھی دیکھا صواب کو صواب کے
ساتھ اور خطا کو خطا کے ساتھ اور اسکو کہ سماع اس صفت پر ہو وہ جو کچھ سُنے اُسکو سب حلال
ہوا اور ایک گروہ کہتا ہے مدعیوں سے کہ ہم کو سماع سے اوسکے خلاف معلوم ہوتا ہے جو ہے اور یہ محال ہو کیونکہ
کمال ولایت کا وہ ہو کہ ہر چیز کو ایسا دیکھے جیسی کہ وہ ہے تاکہ تیرا دیکھنا واقعی ہو اور اگر اوسکے خلاف
دیکھے تو تیرا دیکھنا خلاف واقع ہو یہ نہیں دیکھا کہ پیغمبرؐ نے کہا اللهم ارنا الاشیاء کما هی یار خدایا
ہم کو دکھلا ہر چیز کو جیسے کہ ہے اور جبکہ ہر چیز کا دیکھنا درست ہو کہ اُس صفت کیساتھ ہم
جیسا کہ واقع ہی تو چاہیے کہ سماع بھی درست ہو کہ سُنے تو ہر چیز کو جیسا کہ ہے وہ چیز صفت
اور حکم میں، اور وہ لوگ جو مزامیر میں مفتون ہیں خواہش وشہوت کے ساتھ مقرون ہیں یہی
وجہ ہی کہ بخلاف اوسکے سُنتے ہیں جسطرح واقع میں ہے سماع میں حکم کی موافقت کرتی اوسکی تمام آفتوں سے
چھوٹتی تو نے نہ دیکھا کہ اہل ضلالت نے خدا تعالیٰ کی کلام کو سُنا اور اُس سے گمراہی اون کی زیادہ ہوئی
جیسا کہ نضر بن الحارث نے کہا هذا اساطیر الاولین یہ پہلے لوگوں کے قصے ہیں۔ اور عبد اللہ
بن سعد ابی سرح نے جو کاتب وحی تھا کہا سأنزل ما انزل الله فتبارك الله احسن الخالقین
اور ایک گروہ نے لاتدرکه الابصار کو رؤیت کی نفی کی دلیل کہا اور ایک گروہ نے ثم استوی
علی العرش کو اثبات مکان اور جہت کی دلیل کیا اور ایک گروہ وجاء ربك والملك صفا
صفا کو دلیل گردانتے ہیں چونکہ انکا دل محل ضلالت تھا ان کو خداوند کی کلام سُننے سے کچھ
فائدہ نہ ہوا اور پھر جب موحد نے شاعر کی شعر میں نظر کی اور اُسکی طبیعت کے پیدا کرنیوالا دیکھا
اور اوسکی خاطر کے آراستہ کرنیوالے کو اوس میں مطالعہ کیا اور بطریق تتمہ کے اوسکی فعل کو فاعل پر

دلیل کیا ہی اُسلئے گروہ نے حق میں راہ کو گم کیا اور اسلئے گروہ نے باطل میں راہ پائی اور اس معنی میں کے انکا
کرنا مکا ہو ظاہر ہو واللہ اعلم

فصل دوسری

اور اس معنی میں مشائخ رضی اللہ عنہم کو کلمات لطیف
ہیں اُس سے زیادہ کہ اُن سب کو یہہ کتاب حمل کر سکے لیکن جسقدر کہ ممکن ہوگا میں اس فصل میں اوسکو
ثابت کرتا ہوں تاکہ پورا فائدہ ہو انشاء اللہ تعالیٰ۔ ذوالنون مصریؒ کہتے ہیں۔ السماع وارد
الحق یزعج القلوب الی الحق فمن اصغی الیه بحق تحقق ومن اصغی الیه بنفس تزندق
سماع وارد حق ہی کہ دلوں کو اُسکے واسطے خواہش پیدا ہوتی ہی اور اُسکی طلب پر حریص کرتی ہی جو کوئی
اُسکو حق کے ساتھہ سُنی حق کیطرف راہ پاوی اور جو کوئی نفس کی ساتھہ سُنی زندقہ میں پڑی اُس پیر کی مراد
اس سے یہ نہیں ہی کہ سماع ضروری ہی تاکہ وصل حق کی علت ہو بلکہ مراد اُسکی یہہ ہے کہ سُننے
والے کو چاہیئے کہ معنی حق کی ساتھہ سُنے نہ مجرد آواز اور اوسکا دل وارد حق کا محل ہو پس جب
وہ معنی دل میں پہنچتے ہیں دل کو برانگیختہ کرتے ہیں وہ جو سماع میں متابع حق کا ہو مکاشف ہو اور وہ
جو نفس کا متابع ہو محجوب ہو اور تاویل کے ساتھہ تعلق کری اُسوقت پہلے کو سماع کا ثمرہ کشف
ہو اور اس دوسرے کے سماع کا ثمرہ پردہ اور حجاب ہو لیکن زندقہ پارسی ہی معرب اور عرب کی زبان میں زندقہ تاویل ہو
اور اس سبب سے پارسی لوگ اپنی کتاب کی تفسیر کو زند یا زند کہیں اور جب چاہا کہ اوس کے اہل کا کوئی نام رکھیں
زندیق نام رکھا اس سبب سے کہ ہر اُنچیز کو یہہ مسلمان کہتے ہیں اوسکی تاویل ہی کیونکہ ظاہر حکم اوسکے کو
نقض کرتا ہی اور تنزیل دخول ہو دیانت میں اور تاویل نکلنا دیانت سے اور یہ اسم زندیقی ان کے واسطے
اسم علم ہوا پس مراد ذوالنون کی اس سے یہہ ہی کہ اہل تحقیق سماع میں محقق ہوں اور اہل ہوا اول
کیونکہ اوسکی تاویل بعید کریں اور اس سبب سے فسق میں پڑیں اور شبلیؒ کہتے ہیں السماع
ظاہرہ فتنۃ وباطنه عبرۃ فمن عرف الاشارۃ حل له استماع العبرۃ والا فقد
استدعی الفتنة وتعرض البلیة یعنے ظاہر سماع کا فتنہ ہے اور اوس کا باطن
عبرت دہ ہے پس جو اشارت سمجھا اوسکو خاص کر سننا عبرت کا حلال ہو ورنہ دوسروں کے واسطے
طلب فتنہ کی ہے اور تعلق بلا کے ساتھہ یعنی اوسکو کہ کلیۃً اوسکا دل حدیث حق میں مستغرق نہیں ہے

سماع بلا ہووی اور اُسکی آفت گاہ ابوعلی رودباریؒ اُس آدمی کے سوال کے جواب میں کہتے ہیں جس نے سماع
کے بارہ میں کئی تھے۔ لیتنا تخلص منہ راسًا براس کاش کہ ہم اس سماع سے سر بسر
رہا ہوتے اُس سے کہ آدمی سب چیزوں کی حق ادا کرنے میں عاجز ہے اور جبکہ حق کسی چیز کا فوت ہو بندہ
اپنا قصور دیکھے اور جب اپنا قصور دیکھا کالے کے برابر چھوٹتا اور ایک مشائخ سے کہتا ہے السماع
یتمرؔ الاسرار لما فیھا من المغیبات یعنے سماع بھیدوں کا پیدا کرنا ... غیب کی چیزوں
سے واجب کرے تو اوسکے سبب ہمیشہ حاضر ہوں حق کے ساتھ اس لیے کہ غیبت مریدوں
کے حق میں سخت نکوہیدہ ہے اور ان کے بدتر اوصافوں سے ہے اس سبب سے کہ دوست
دوست سے اگرچہ غائب ہو حاضر ہو دل کے ساتھ اور غیبت جب آئی دوستی اُٹھی
اوس سے میرے شیخ نے کہا السماع زاد المضطرین فمن وصل استغنی عن السماع۔
سماع تھکے ہوؤں کا توشہ ہے جو کہ پہونچا اوسکو سماع کے ساتھ حاجت نہ ہو اس
سبب سے کہ وصل کے مقام میں حکم سمع کا معزول ہے کیونکہ سماعت خبر کی ہوتی ہے اور
خبر غائب سے ہو جب معاینہ ہو سمع متلاشی ہو حصریؒ کہتے ہیں تسمع الشی اعمل بالسماع
ینقطع اذا انقطع ممن یسمع منہ ینبغی ان یکون سماعک متصلاً غیر منقطع کہا کیا
کروں میں اُس سماع کو کہ جب قاری خاموش ہو وہ وجد منقطع ہوچاہیے کہ سماع تیرا ہمیشہ متصل ہو
اور ہمیشہ کہ ہرگز بریدہ نہ ہو اور یہ نشان اجتماع ہمت سے دوام محبت کی راہ میں کیونکہ جب بندہ
اُس درجہ پر پہونچے کہ تمام عالم اوسکا سماع ہوئے اور یہ درجہ بزرگ ہے اللہ توفیق دینے والا ہے۔

الباب الرابع والثلاثون یعنی باب اُن کی اختلاف کے سماع میں

اختلاف ہے درمیان مشائخ اور محققوں کی سماع میں، ایک گروہ نے کہا کہ سماع آلہ غیبت ہے اور دلیل لائے
ہیں کہ مشاہدہ میں سماع محال ہے کیونکہ دوست محل وصل میں دیکھتا ہے نہ حال میں تو نظر اوس کی طرف
ہو سماع سے بے پروا ہو جاتا ہے اس سبب سے کہ سماع خبرکا ہو اور خبر محل عیان میں دوری اور حجاب ہے پس سماع آلت

مبتدیوں کا ہو آلت سے پراگندیاں غفلت کی جمع ہوں وہ جو مجتمع ہو اور بالضرور اُس کی سبب پراگندہ ہو اور پھر ایک گروہ نے کہا کہ سماع آلت حضور کل ہے اس سبب سے کہ محبت کلیت چاہیے جب تک محب کل محبوب کے ساتھ مستغرق نہ ہو وہ محبت میں ناقص ہو پس جیسا کہ دل کو محل وصل میں حصہ جنت کا ہو اور سر کو مشاہدہ اور روح کو وصل اور تن کو خدمت چاہیے تو کان کو بھی نصیب ہونا چاہیے جیسا کہ آنکھ کو ہے رویت سے اور کہتے ہیں کہ سماع آلت حضور ہے کہ غائب آپ غائب ہے اور غائب منکر ہو اور منکر اُس کا اہل وہ نہو پس سماع دو قسم ہو ایک بواسطہ اور دوسرا بلاواسطہ وہ جو قاری سے سُنے آلت غیبت ہو اور وہ جو کسی یار سے سُنے آلہ حضور ہو اور اُس سے ہو کہ اُس پیر نے کہا میں مخلوقات کو اُس محل میں نہیں رہتا ہوں کہ انکی بات سنوں یا انکی بات کہوں سوائے خاصگان حق کے واللہ اعلم +

الباب الخامس والثلاثون یعنی باب پینتیسواں در حقیقت سماع میں

جاننا چاہیئے کہ ہر ایک کو ان سے سماع میں ایک مرتبہ ہے کہ مشرب اور ذوق اوس کا اُس سے اوس کے مرتبہ کے لائق ہو جیسا کہ توبہ کرنیوالا جو کچھ سُنے اوسکو مدد حسرت اور ندامت کی ہو اور مشتاق کو مایہ شوق اور رویت کیا اور موقن کو تاکید یقین کی اور مرید کو تحقیق بیان کی اور محب کو باعث انقطاع تعلقات اور فقیر کو اساس نومیدی کی اور مثال اصل سماع کی مثال آفتاب کی ہو کہ سب چیز پر چمکے لیکن ہر چیز کو اوسکے مرتبہ کے لائق اُس سے ذوق و مشرب ہو ایک کو جلاتا ہے اور ایک کو روشن کرتا ہے۔ اور ایک کو گلاتا ہے اور ایک کو نوازتا ہے اور یہ سب گروہ جن کو بیان کیا گیا اوسکی تحقیق میں تین قسم پر ہیں ایک اونمیں سے مبتدی ہیں اور دوسری متوسط ہیں اور تیسری کامل ہیں اور میں ہر ایک کی حال کی شرح میں سماع میں ایک فصل لاتا ہوں تاکہ فہم سے زیادہ قریب ہو انشاء اللہ عزوجل +

فصل جاننا چاہیئے کہ سماع وارد حق ہے اور ترکیب اس جسد کی ہزل و لہو سے ہے اور کسی حال میں طبیعت مبتدی کی ہمدیث حق کے قابل نہ ہو اور اُس معنی ربانی کے ورود کی سبب سے طبیعت

کو زیر و زبر سو حرقت اور قہر کے ساتھ جیسا کہ ایک گروہ سماع میں بیہوش ہوا اور ایک گروہ ہلاک
ہوا اور کوئی آدمی نہ ہو مگر کہ طبیعت اوسکی حد اعتدال سے ہو جسپر یہ راز ظاہر نہ ہوا اور مشہور ہے کہ روم میں ایک
چیز بنائی ہے بیمارستان میں بہت عجیب کہ اوسکو انکلیون کہتی ہیں اور جس چیز میں کہ عجائب
ہوں یونانی اوسکو اوس نام کے ساتھ پکاریں جیسا کہ صحف کو انکلیون کہتی ہیں اور وضع مانی کو اور
اوسکی مانند کو اور مراد اس سے اظہار حکم کا ہے اور وہ مانند دل کی ہے کہ ہفتہ میں دو روز بیماروں
کو اوسجگہ لیجاویں اور حکم دیں کہ اوسکو بجانا شروع کریں اوس بیمار کے مرض کی موافق اوس کو آواز اوس
کی سنواویں اوس وقت اوسکو اوسجگہ سے باہر لاویں اور جب چاہیں کہ کسیکو ہلاک کریں ایک زمانہ
زیادہ اوسجگہ اوسکو رکھیں تو ہلاک ہووے اور حقیقت میں وقت کا ہا ہوا ہوتا ہے لیکن موت کی
اسباب ہیچ ہوتے ہیں لیکن اطبا ہمیشہ وہ سنتی ہیں اور انہیں کچھ اثر نہ کرے اس سبب سے وہ موافق ہے انکی
طبیعت کے ساتھ اور مخالف ہے مبتدیوں کی طبیعت کے ساتھ اور ہندوستان میں میں نے دیکھا
کہ زہر قاتل میں ایک کیڑا پیدا ہوتا ہے اور اوسکی زندگی اوس زہر کے ساتھ ہوتی ہے اس سبب سے
کہ کلیت اوسکی بالکل وہ ہوا اور میں نے ترکستان میں اسلام کی سرحد پر ایک شہر میں دیکھا کہ پہاڑ میں آگ لگی ہوئی
تھی اور جل رہا تھا اور اوسکے پتھروں سے نوشادر جوش مارکر باہر نکل رہی تھی اور اوس آگ کے درمیان ایک قسم کا چوہا
تھا جب آگ کی تپش سے باہر نکلتا تمام مر جاتا تھا اور مراد یہ ہے کہ اضطراب مبتدیوں کا وارد حق کے نزول کے وقت اس وجہ سے
ہوتا ہے کہ اون کا جثہ اوسکے مخالف ہے جب یعنی وارد حق متواتر ہو مبتدی وہیں ساکن ہو تو نے نہ دیکھا کہ جب جبرائیل ابتدا
میں آیا پیغمبر صلعم اوسکے دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے تھے اور جب نہایت کو پہنچا اگر ایک ساعت نہ آتا رنجیدہ ہوتے اور اسکی مثلیں
بہت ہیں اور یہ حکایتیں بھی مبتدیوں کی اضطراب کی مثلیں ہیں اور نیز منتہیوں کے سکون کی [illegible] مشہور ہے
کہ جنید رضی اللہ عنہ کا ایک مرید تھا کہ سماع میں اضطراب بہت کرتا اور درویش لوگ اوسکے ساتھ مشغول ہوتے
تھے شیخ کے آگے شکایت کی اوسکو کہا کہ اگر بعد اس سے سماع میں تو اضطراب کریگا تب تیرے ساتھ صحبت نہ کروں گا
ابو محمد جریری کہتے ہیں میں اوس درویش کو دیکھتا تھا سماع میں نہیں ہلتا اور چپکا تھا اور ہر بال [illegible] بدن کے ایک چشمہ
جاری ہو یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو گیا اور ایک روز [illegible] درست تھا اور یا [illegible] رہ گئی

پیری اوسکی دنیر یادہ ہو گئی تھی کہتے ہیں کہ ایک مرید نے سماع میں نعرہ مارا اور اوسکے پیر نے اس سے کہا کہ خاموش ہو اوس نے سر زانو پر رکھا جب لوگوں نے دیکھا مردہ تھا شیخ ابو مسلم فارس بن غالب الفارسی سے میں نے سنا کہ انہوں نے کہا کہ ایک درویش سماع میں اضطراب کرتا تھا ایک شخص نے ہاتھ اوسکے سر پر رکھا کہ بیٹھ اوس کا بیٹھنا تھا کہ دنیا سے رخصت ہوا جنید کہتے ہیں کہ میں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ اوس نے سماع میں جان دی اور دراج سے روایت کرتے ہیں کہ کہا میں ابن الفرطی کے ساتھ دجلہ کے کنارہ پر جاتے تھے درمیان بصرہ اور ابلہ کے ایک مکان پر پہنچے ایک خوبصورت نیکبخت آدمی کو دیکھا اوس دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا ایک لونڈی اوسکے آگے بیٹھی ہوئی گاتی تھی اور ایک بیت پڑھتی تھی اور میں نے دیکھا ایک جوان کو کہ محل کے نیچے کھڑا ہوا اوس نے کہا اے کنیزک اس بیت کو پھر کہہ کہ میری زندگانی ایک نفس سے زیادہ نہیں رہی ہے تو ایکبار اسکو سنکر باہر آوے کنیز نے دوسری مرتبہ اوس بیت کو پڑھا اوس جوان نے آواز ماری اور اوسکی جان باہر آئی صاحب محل نے کنیزک سے کہا کہ تو آزاد ہے اور آپ نیچے آیا اوس جوان کی تجہیز میں مشغول ہوا تمام بصرہ والوں نے اوسکی نماز پڑھی پس وہ آدمی کھڑا ہوا اور کہا اے بصرہ والو میں کہ فلاں ابن فلاں ہوں اپنے تمام املاک کو میں نے خدا کی راہ دیا۔ اور میں نے ممالک کو آزاد کیا اور نیز اوس جگہ سے چلا گیا اور کسی نے اوسکی خبر بھی نہ پائی اور فائدہ اس حکایت کا یہ ہے کہ مرید کو سماع کی غلبہ میں حال اسقدر چاہیے کہ سماع اوس کا فاسقوں کو فسق سے نجات دے اور اس زمانہ میں گمراہوں کا گروہ فاسقوں کی سماع کے ساتھ حاضر ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم سماع حق کے ساتھ کرتے ہیں اور فاسق لوگ اس سبب سے کہ یہ ان کے ساتھ اوس میں موافقت کرنے میں سماع کرنے پر اور فسق و فجور پر زیادہ حریص ہیں تو یہ آپ ہلاک ہوں اور جنید سے پوچھا کہ اگر ہم بطور ظاہر کلیسا میں جاویں جائز ہو اور اوس سے ہماری مراد سوا اسکے نہ ہو کہ انکے کفر کی ذلت کو دیکھیں اور اسلام کی نعمت پر شکر کریں اوس نے کہا کہ کلیسا میں تم جب جا سکتے ہو کہ جب تم باہر آؤ چند تنوں کو ان سے اپنی ساتھ درگاہ میں لا سکو ورنہ نہ جاؤ پس ۔۔ اجیب جمعہ آکر خرابات یعنے شراب خانہ

میں جاوے خراباتی ہو جاوے اور خراباتی جب صومعہ میں جاوے وہ صاحب صومعہ ہو جاوے۔ ایک بڑے مشائخ سے کہتے ہیں
کہ میں بغداد میں ایک فقیر کے ہمراہ جا رہا تھا کہ مغنی کی آواز سنی اوس درویش نے نعرہ مارا اور دنیا سے گیا۔ ابو علی رودباری
کہتے ہیں کہ ایک فقیر کو میں نے دیکھا کہ ایک مغنی کی آواز پر مشغول ہوا تھا اور میں نے بھی کان لگا کر
سنا کہ آواز باریک سے ایک مصرعہ پڑہتا تھا اوس وقت اس فقیر نے ایک آواز ماری اور گر پڑا جب
میں اوسکے پاس گیا اوسکو مردہ پایا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں ابراہیم خواص کے ساتھ پہاڑ میں
ایک راستہ میں جاتا تھا خوشی میرے دل میں پیدا ہوئی میں نے دو شعر پڑھے ابراہیم نے مجھ سے
کہا کہ پھر کہہ وہ بیتیں میں نے پھر پڑھیں اوسنے تواجد کے طور پر چند قدم زمین پر مارے جب میں نے نگاہ
کی وہ قدم اوسکے جسطرح کہ موم میں جاتے ہیں پتھر میں جاتے تھے اوسوقت بیہوش ہو کر گر پڑے جب
ہوش میں آئے مجھ سے کہا کہ میں بہشت کے باغ میں تھا اور تو نے نہیں دیکھا اس قسم کی حکایتیں اس قدر
ہیں کہ اس کتاب میں نہیں آ سکتیں۔ **فصل دوسری** اور ایک گروہ مشائخ اس طائفہ سے سننا
قصیدوں اور اشعار کا اور پڑہنا قرآن کا الحان کے ساتھ مکروہ سمجھتے ہیں اور مریدوں کو حذر کرنے
کے واسطے حکم دیا ہے اور آپ پرہیز کیا ہے اور ایک گروہ اون میں سے وہ ہے کہ اوس کی حرمت
میں اونہوں نے روایات پائی ہیں اور اوس میں پہلے نیک لوگوں کا اتباع ہونا اور اونکی تقلید کی جیسا کہ
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے شیرین کنیزک حسان بن ثابت کو گانے سے منع فرمایا اور جہر کا اور عمر رض نے
ایک صحابی کے درے مارے جو گاتی تھی اور علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت معاویہ کو منع فرمایا اس سے کہ
کہ وہ کنیزکیں مغنیہ رکھتے تھے اور انہوں نے حسن رض کو منع فرمایا اس عورت کے دیکھنے سے جو حبشہ
کی رہنے والی اور گاتی تھی اور کہتے کہ وہ نزدیک شیطان کے ہے اور اسکی مانند۔ اور نیز کہتے ہیں کہ
سب سے بڑی دلیل ہمارے واسطے غنا کے مکروہ سمجھنے کی امت کا اجماع ہے ہمارے زمانہ میں او
ہم سے آگے اسبات پر کہ یہ مکروہ ہے یہانتک کہ ایک گروہ اوسکو حرام مطلق کہتے ہیں۔ اور
اس معنی میں ابو الحارث بنانی سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیشہ سماع کی کوشش کرتا تھا۔ رات کو
ایک شخص میرے صومعہ کے دروازہ پر آیا اور کہا کہ ایک جماعت طالبان درگاہ حق تعالیٰ کی

مجتمع ہوئی ہے اور شیخ کے دیدار کی مشتاق ہے اگر مہربانی کرو قدم رنجہ فرمایئے کہا میں باہر آیا اور اوسکے پیچھے جاتا تھا بہت دیر نہ گذری تھی کہ ایک گروہ میں پہونچا کہ حلقہ کئے ہوئی تھے اور ایک پیر ان میں تھا میری بزرگی کی انتہا سے زائد اور اوس پیر نے کہا کہ اگر حکم دے تو کچھ بیتیں پڑہیں میں نے قبول کیا دو آدمیوں نے خوش الحانی کے ساتھ بیتیں پڑہنا شروع کیں وہ بیتیں جو شاعروں نے فراق میں کہی تھیں اور یہ سب تواجد کیواسطے اُٹھے اور آوازیں خوش مارتے تھے اور اشارے لطیف کرتے تھے اور میں انکی حالپر متعجب ہوا کہ انکا وقت بہت خوش تھا یہاں تک کہ صبح نزدیک ہوئی اُسوقت اُس پیر نے مجھ سے کہا ای شیخ مجھسے نہیں پوچھتا کہ تو کون ہی اور یہ گروہ کون ہیں میں نے کہا تیری حشمت مجھ کو اس سوال سی باز رکہتی ہے اوسنے کہا میں عزازیل تھا ابلیس ہوں اور یہہ سب اسکے فرزند ہیں اور اس بیٹھنے میں اور غنا کرنے میں مجھ کو دو فائدی ہیں ایک یہ کہ اپنی فراق کی مصیبت رکھتا ہوں اور اپنی دولت کا زمانہ یاد کرتا ہوں اور دوسری یہ کہ پارساﺆں کو راہ سی لیجاؤں اور غلطی میں ڈالوں اوسنے کہا کہ اُسوقت سی سماع کا عقیدہ میرے دل سے جاتا رہا اور میں ذی کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں شیخ امام ابو العباس الاشقانی سے سنا ہی کہ اوسنے کہا ایک روز میں ایک جماعت میں تھا ایک گروہ سماع کرتی تھی اور انکی اندر ننگی شیطان میں نے دیکھے لوگوں سے بیدا بازی کرتے تھے اور یہ انکو دیکہتے تھے اور اسسے گرم ہوتے تھے اور ایک گروہ دوسرا یہی جو سماع سی پرہیز کرتا ہی کہ مریدوں کو خوف خطر سے تاکہ بلا اور بطالت میں نہ پڑیں اور انکی تقلید نکریں اور سر توبہ سی معصیت پر آویں اور انمیں ہوا انمیں قوت نہ پکڑے اور خواہش کا ارادہ ان کی صلاح کو فاسد نکری کیونکہ وہ معرض بلا اور ریختہ ہی نہ خود سماع کیا اور نہ انمیں نہ بیٹھے اور جنید رضہ سے منقول ہے کہ خاص کر ایک مرید سے کہا ابتدا توبہ کے وقت کہ اگر سلامتی دین کی چاہی اور رعایت توبہ کی کری سماع میں کہ صوفی لوگ کرتے ہیں منکر ہووی اور آپکو اوسکا اہل مت جان جبتک تو جوان ہے جبکہ بوڑھا ہووی آدمیوں کو آپ گنہگار نہ بنا اور ایک دوسری گروہ ذی کہا کہ اہل سماع دو گروہ ہیں ایک وہ ہیں کہ لاہی ہیں اور دوسرے وہ کہ الٰہی ہوں لاہی عین فتنہ میں ہوں اور اُس سے ڈریں اور الٰہی مجاہدات

اور ریاضات اور دل کے قطع کرنے میں مخلوقات سے مصروف رہیں اور دنیا سے منہ پھیریں اور فتنہ
سے آپ کو دور کرتے رہیں اور اس سے بے خوف ہوں چونکہ ہم نہ اس گروہ سے اور نہ اس گروہ سے ہیں اسکا
ترک کرنا ہم کو بہتر اور کسی چیز میں مشغول ہونا جو ہمارے وقت کے مناسب ہے بہت اچھا ہے اور
ایک دوسرے گروہ نے کہا جبکہ عوام کو سماع میں فتنہ ہے اور ہمارے سننے سے آدمیوں کا اعتقاد خراب
ہوتا ہے اور ہماری وجہ سے آدمی اوس میں محجوب اور گمراہ ہوتے ہیں پس عام لوگوں کو ہم شفقت کرتے ہیں اور خاص کو نصیحت اور ...
کی خاطر اس سے باز رہتے ہیں اور یہ طریقہ کافی ہے اور ایک گروہ نے کہا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا من حسن اسلام
المرء ترکہ مالا یعنیہ ہم ہاتھ اس چیز سے اٹھاتے ہیں کہ اس سے گریز ہے کیونکہ لایعنی میں
مشغول ہونے سے وقت ضائع ہوتا ہے اور وقت عزیز دوستوں کا عزیز دوستوں کے ساتھ ضائع نہ کرنا چاہیے اور
ایک گروہ خواص نے کہا کہ سماع خبر ہے اور لذت اوسکی یافت مراد کی اور یہ کام بچوں کا ہے کیونکہ
مشاہدہ میں خبر کی کیا مقدار ہے پس کام مشاہدہ رکھے۔ یہ ہیں احکام سماع کے جو ہمنے بیان کیے
بطور اختصار کے اب میں وجد اور وجود اور تواجد میں ایک باب مرتب کرتا ہوں ✤

الباب السادس والثلثون یعنی باب وجد اور وجود اور تواجد اور اسکے مراتب میں

جاننا چاہیے کہ وجد اور وجود مصدر ہیں ایک بمعنی اندوہ کے اور دوسرا بمعنی پانے کے اور فاعل
دونوں کا جب ایک ہے اور سوائے مصدر کے ساتھ فرق نہیں کر سکتے جیسا کہ کہتے ہیں وجد یجد وجدا
او وجدانا جب پایا وجد یجد وجدا جب اندوہگین ہوا اور نیز وجد یجد وجدا جب تونگر
ہوا وجد یجد موجدۃ جب غصہ میں ہوا اور فرق ان سب کا مصدر ہی کے ساتھ ہو نہ فعل کے
ساتھ اور مراد اس گروہ کی وجد اور وجود سے اثبات دو حال کا ہو جو خاص انکو ظاہر ہو سماع ...
مقرون اندوہ کا ہو اور دوسرا موصول یافت مراد کا اور حقیقت اندوہ کی فقد محبوب اور منع مراد ...
اور حقیقت یافت کی حصول مراد اور فرق درمیان حزن اور وجد کے یہ ہے کہ حزن نام ایک اندوہ کا ہو جو اپنے نصیب
میں ہوا اور وجد نام ایک اندوہ کا جو غیر کے نصیب میں ہو بسبب محبت کے اور یہ سب تغیرات صفت طالب کی ہیں اور حق تغیر ...

ہوتا اور کیفیت وجد کی عبارت کے تحت میں نہیں آتی ہی اس سبب سے کہ وہ الم ہے معاینہ میں اور الم
کو قلم کے ساتھ بیان نہیں کر سکتے پس وجد ایک سر ہو درمیان طالب اور مطلوب کے کہ بیان اوس کا
کشف میں کمیت کے ساتھ ہو وے اور ساتھ کیفیت وجود کے نشان اور اشارہ درست آوی اس سبب سے کہ عارت
مشاہدہ میں اور طرب کو طلب میں نہیں پا سکتے پس وجود ایک فضل ہو محبوب سے محب کی طرف
کہ اشارہ اوسکی حقیقت سے معزول ہو اور میرے نزدیک وجد پہنچنا الم کا ہو دل کے واسطے یا فرح سے
او سما طرح سے اور یا تعب سے اور یا طرب سے اور وجود آگت سے نہیں ہوتا ہے دل سے اور اوسکی
مراد مصادقت ہو اور صفت واجد کی یا تو حرکت ہووے جوش شوق میں حجاب کی حالت میں
اور یا سکون مشاہدہ کے وقت میں کشف کی حالت میں اور مشائخ مختلف ہیں کہ وجد پورا ہو یا وجود
ایک گروہ کہتا ہی کہ وجود مریدوں کی صفت ہو اور وجد عارفوں کی نعت اور چونکہ عارفوں کا درجہ مریدوں
کے درجے سے زیادہ بلند ہو چاہیے کہ وصف بھی ان کا اوس سے زیادہ بلند ہو اور زیادہ کامل اس
سبب سے کہ جو چیز کہ یافت کے تحت میں داخل ہوئی مدرک ہو وی اور وہ صفت جنس ہے اس
واسطے کہ ادراک حد کی اقتضا کرتا ہے اور خداوند تعالی بیحد ہے پس وجد جو بندہ نے پایا سوائی
شرب کے نہ ہو اور وہ جو نہ پایا اوسکا طالب اوس میں منقطع ہو اور اوس کی طلب سے عاجز اوس کا
واجد حق کی حقیقت ہو اور ایک گروہ کہتا ہے کہ وجد مریدوں کی حرقت ہو اور وجود محبوں کا تحفہ اور
محبوں کا درجہ مریدوں سے زیادہ بلند چاہیے کہ تحفہ کے ساتھ آرام پورا ہو حرقت سے طلب میں اور یہ معنے
ایک حکایت کی سوا میں ظاہر نہ ہونگے اور وہ یہہ ہے کہ ایک روز شبلی اپنے حال کی جوش میں جنیدؒ کے
پاس آئے اوسکو غمگین پایا اور کہا ای شیخ کیا ہوا ہے جنید نے کہا من طلب وجد شبلی نے کہا
لا بل من وجد طلب اوس وقت مشائخ نے اسمیں کلام کیا ہے اوس سے کہ ایک نے نشان وجد سے
دیا اور اوس دوسرے نے اشارہ وجود کی طرف کیا اور میرے نزدیک جنید کا قول معتبر ہے کیونکہ جب
بندہ نے پہچانا کہ اوسکا معبود وہ جنس سے ہیں اوسکا غم دراز ہوا اور اس معنی میں کلام ہوا ہے اس
کتاب میں اور مشائخ رضی اللہ عنہ متفق ہیں کہ دلیل علم کی زیادہ قوی ہو وی دلیل وجد سے

کیونکہ جب قوت دلیل وجد کو ہو تو واجد محل خطر میں ہو اور جب قوت دلیل علم کو ہو عالم محل امن
میں ہو اور مراد ان سب سے یہ ہے کہ طالب کو ہر حال میں چاہئے کہ علم اور شرع کا تابع ہو کیونکہ جب
وجد کیساتھ مغلوب ہو خطاب اوس سے اُٹھے اور جبکہ خطاب اوٹھا ثواب و عقاب اوٹھی اور جب
ثواب و عقاب اوٹھا بزرگی اور اہانت اُٹھی پس اُسوقت اوسکا حکم مجنونوں کا حکم ہوا نہ اولیا
اور مقربوں کا اور جبکہ سلطان علم غالب ہو سلطان حال پر بندہ اوامر و نواہی میں ہو سراپردہ
عزت میں مذکور اور ہمیشہ مشکور اور پھر جبکہ سلطان حال غالب ہو سلطان علم پر بندہ حدود حکم
خارج ہو اور خطاب سے محروم رہے اپنے نقص کے محل میں خواہ معذور خواہ مغرور اور عین
ان معنی کے ساتھ قول جنیدؒ کا ہے کہ کہا اس سبب سے کہ راہ دوست کی یا علم کیساتھ ہو یا روش
کے ساتھ اور وہ روش جو بے علم کی ہو اگرچہ اچھی ہو جہل اور نقص ہو اور علم اگرچہ بے روش
کے ہو عزت اور شرف ہی ہے کہ بویزید نے کہا اهل الهمة اشرف من اسلام اهل المنية اہل ہمت
پر کفر و کفران صورت نہ پکڑے لیکن اگر فرض کریں اہل ہمت کفر کیساتھ زیادہ کا [illegible]
اہل مُنیت سے ایمان کیساتھ اور جنید نے شبلی سے کہا الشبلی سکران ولو افاق من
سکره لجاء منه اماما ينتفع به اور حکایتوں میں مشہور ہے کہ جنید اور محمد بن مسروق
اور ابوالعباس بن عطا جمع تھے ایک قوال بیت پڑھتا تھا یہ تواجد کرتے تھے اور جنیدؒ
ساکن تھے اونہوں نے کہا اے شیخ تجکو اس سماع سے کچھ حصہ نہیں ہے اونے خدا تعالیٰ کا
قول پڑھا تحسبها جامدة وهي تمر مر السحاب لیکن تواجد تکلف ہے وجد کے لانے
میں اور یہ پیش کرنا انعام اور شواہد حق کا ہو دلپر اور ایصال و تمنی کا خیال کرنا مردوں کا کام ہے اور ایک گروہ
استیلا سمع پر رہا کہ حرکات ظاہر کے ساتھ تقلید کی ہے اور رقص کا ترتیب دینا اور ان کے
اشارات کو زینت دینا یہ حرام محض ہو اور ایک گروہ محقق ہے کہ اونکی مراد اوس میں ان کے
حال اور وجد کا تلاش کرنا ہے نہ حرکات اور رسوم اور پیغمبرؐ نے فرمایا من تشبه بقوم
فهو منهم اور نیز فرمایا اذا قرأتم القرآن فابكوا وان لم تبكوا فتباكوا یعنی جو...

قرآن پڑھا ہو پس تم بکا کرو اور اگر بکا نہ کرو تو صورت بکا والوں کی بناؤ اور یہ حدیث ناطق
ہے تواجد کے جائز کرنیکے واسطے اور اسی قبیلہ سی ہو کہ اُس پیر نے کہا کہ ہزار کوس جھوٹ کی
ساتھ چلوں میں تو ایک قدم اوس سے سچ آوے اور اسباب میں کلام اس سے زیادہ ہی لیکن
میں نے اس پر اختصار کیا واللہ اعلم بالصواب

الباب السابع والثلثون یعنی باب رقص اور اُسکے متعلقات میں

جاننا چاہیئے کہ شریعت اور طریقت میں رقص کی کوئی اصل نہیں ہی کیونکہ سب عقلا کا اتفاق
ہے کہ وہ لہو ہی اور لغو مشائخوں میں سے کسی نے اوسکی تعریف نہیں کی ہی اور اسمیں غلو نہیں
کیا ہے اور جو اثر کہ اہل حشو اوسمیں لاویں وہ سب باطل ہی چونکہ حرکات وجدی اور معاملات
اہل تواجد کی اوسکی مانند ہیں ایک گروہ اہل ہزل نی اوسکے ساتھ تقلید کی ہے اور اوس
میں غلو کیا اور اُس سے ایک مذہب بنایا ہے اور مینے ایک گروہ کو عام لوگوں سے دیکھا ہی کہ جانتے
ہیں کہ مذہب تصوف کا سوائے اسکے نہیں ہی اور اوسکو اختیار کیا ہے اور ایک گروہ اوسکی
اصل سے منکر ہوئے ہیں خلاصہ یہ کہ پائی بازی عقلاً اور شرعاً بری ہی سب آدمیوں سے اور محال
ہووے کہ افضل آدمی اوسکو کریں لیکن جبکہ خفت دل کو ظاہر ہوئی وقت نے قوت
پکڑی حال نے اپنا اضطراب ظاہر کیا اور رسوم کی ترتیب جاتی رہی اور وہ اضطراب کہ ظاہر ہو دی نہ
رقص ہے نہ پائی بازی ہو اور نہ طبیعت پالنا کیونکہ وہ جان گلاتا ہو اور بہت دور پڑے
وہ شخص طریق صواب سے کہ اوسکو رقص کہے اور یہ ایسا حال ہی کہ نطق کے ساتھ کسی کے
روبرو بیان نہیں کر سکتے اور ہر حال میں انکے ساتھ صحبت کرنا خطور ہی اور اس کا جائز
کرنیوالا کافر ہو اور جو اثر کہ اسمیں لاویں جھوٹ اور جہالت ہو اور مینے جاہلوں سے دیکھا
ایک گروہ ہو انکی تہمت کے ساتھ اہل اس طریقت سے منکر ہوئی اور مینے دیکھا کہ اس سے ایک مذہب
بنایا ہی اور مشائخ ان سب باتوں کو آفت جانتے ہیں اور یہ اثر حلولیاں کا رہا ہے میان

اولیاء خداوند تعالیٰ کے اور متصوفہ کے واللہ اعلم +

الباب الثامن والثلاثون یعنی باب خرقہ میں

جاننا چاہیے کہ خرقہ کرنا جامہ کا درمیان اس گروہ کی معتاد ہی اور بڑی مجمعوں میں کہ بڑے مشائخ حاضر ہوتے ہیں یہ گروہ ہی اور مینی علماء سے ایک گروہ کو دیکھا ہی کہ اوسکے منکر تھی اور انھوں نے کہا کہ جامہ درست کا پارہ کرنا جائز نہوا اور یہ فساد ہوا اور یہ محال ہی کیونکہ وہ فساد کہ مراد اُس کی صلاح پر صلاح ہو جاوی اور سب آدمی درست کپڑی کو پارہ کویں اور پھر سیئیں جیساکہ آستین اور تنہ اور تمدیز اور جیب ایک دوسرے سے جدا کریں اور پھر درست کریں کچھ فرق نہو درمیان اُس شخص کے کہ کپڑے کو سو ٹکڑے کری اور آپسمیں سیوی اور درمیان اُس آدمی کے پانچ ٹکڑے کرے اور آپسمیں سیوی باوجود اسکے کہ ہر پیوند ہیں کاوسکو تیس اس سے مومن کے دل کی راحت ہی اور اُس سے حاجت کا پورا ہوا گرچہ جامہ خرقہ کرنیکی طریقت میں کوئی اصل نہیں ہی اور البتہ سماع میں جامہ صحیح سالم چیلی نکرنا چاہیے کیونکہ یہ بات سوائی اسراف کے نہوا ولیکن اگر سُننے والیکو غلبہ حاضر ہو جیسا کہ خطاب اوس سے اوٹھے اور بیخبر ہو معذور ہوا و جب ایک کو ایسا اتفاق پڑے اگر ایک جماعت اوسکی موافقت پر خرقہ کریں جائز ہوا اور جملہ خرق اس طریقہ والوں کا تین طرح پر ہوا ایک وہ کہ درویش آپ خرقہ کرے اور وہ اُس حال سماع میں ہو بسبب غلبہ کی اور دوسرے وہ کہ جماعت اور اصحاب بسبب پیری اور مریدی کے جامہ کو خرقہ کریں ایک استغفار کے اصل میں کسی جرم سے اور دوسرا سکر کے حال میں بسبب وجد کے اور ان سب میں سب سے زیادہ مشکل خرقہ سماعی ہوا اور وہ دو طرح ہوا ایک مجروح اور دوسرا درست اور جامہ مجروح کی شرط دو چیز ہوں یا سیئیں اور اُنکو پھیر دیں اس جماعت کو یا کسی درویش کو اور دوسرا ایثار کریں یا تبرک کے واسطے پارہ پارہ کریں اور تقسیم کریں لیکن جب درست ہو ہم دیکھیں کہ مراد اُس فقیہ سماع سُننے والے کی جس نے جامہ کو ڈالا کیا تھی اگر مراد قوال تھا اوسکو دیں اور اگر مراد جماعت ہو ان کو دیں و راگر بے مراد

گراہو تو پیر کے حکم کے موافق کیا جاوے جیسا وہ حکم دے یا تو جماعت کو دینا چاہیے تو وہ
خرقہ کریں یا ایک کو انہیں سے دینا چاہیے یا قوال کو دینا چاہیے پس اگر مراد درویش کی قوال کو
ہووی اصحاب کی موافقت شرط نہ ہو اس سبب سے کہ وہ جامہ اہل کے ساتھ نہ ہووے او
اُس درویش نے یا اختیار کے ساتھ دیا ہو یا اضطراری کے ساتھ اور دوسروں کو اوسمیں
کچھ موافقت نہیں ہی پس اگر مراد جماعت کی خرقہ جُدا ہوا ہے یا مراد انکی موافقت شرط کی ہو
اور جب جامہ ڈالنے میں موافقت کی پیر کو نہ چاہیے کہ قوال کو دے فقیروں کا جامہ لیکن جائز
ہو کہ کوئی محب انکی جانب سے کوئی چیز اوس پر فدا کری اور کپڑے فقیروں کو پھیر دا اور یا سب خرقہ
کریں اور قسمت کریں اور اگر جامہ حال مغلوبی میں گر رہے مشائخ اس میں مختلف ہیں اور اکثر کہتے ہیں کہ
قوال کو ہو حدیث کی موافق کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من قتل قتیلا فلہ سلبہ یعنے جامہ
مقتول کا قاتل کو ہووی اور اگر قوال کو نہ دیں طریقت کی شرط سے باہر آویں اور یہ ایک گروہ کہتا
ہے اور میرے نے یہ اختیار کیا ہے جیسا کہ مذہب میں بعض فقہا کہے ہی جبتک امام اذن نہ دے جامہ
مقتول کا قاتل کو نہ دیں یہاں بھی سوائی پیر کے حکم کے یہ جامہ قوال کو نہ دیں لیکن اگر پیر
چاہے کہ کسی کو نہ دے کوئی مضایقہ نہیں ہے واللہ اعلم ❖

الباب التاسع والثلاثون یعنی باب سماع کی آداب میں

جاننا چاہیے کہ آداب سماع کی شرط یہ ہی کہ جبتک ضرورت نہ ہو نہ کری تاکہ عادت نہ ہو اور دیر دیر میں کرے تو تاکہ
اوسکی تعظیم دل سے نہ جاوے جبکہ تو سماع کرے کوئی پیر اوس جگہ حاضر ہو اور جگہ سماع کی عام
لوگوں سے خالی ہو اور قوال بزرگی کے ساتھ ہو اور دل شغلوں سے خالی ہو اور طبیعت لہو سے
نفرت کرنیوالی اور تکلف درمیان سے اُٹھا ہوا اور جبتک قوت سماع کی پیدا نہ ہووی
شرط نہو کہ اوسمیں مبالغہ کری تو اور جب قوت پکڑے شرط نہ ہو کہ اپنے سے دفع کرے تو اور قوت
کا اتباع کرنیوالا ہووی اُس چیز کے ساتھ کہ اقتضا کرے اگر ہلاوے ہلے تو اور اگر ساکن

رکھے ساکن ہووے تو اور فرق کرسکے درمیان قوت طبع اور حرفت لوجد کے ، اور بہ چاہیے کہ سننے والے کو اسقدر زیرکی پیدا کی ہو کہ وارد حق کو قبول کرسکے اور داد اوسکی نہ دے سکے اور جب غلبہ اوسکا دلپر پیدا ہو تکلف کے ساتھ آپ سے دفع نہ کرے اور جب قوت اوسکی ٹوٹ جاوے تکلف کیساتھ جذب کرے اور چاہیے کہ حرکت کے وقت میں کسی سی مساعدت کی امید نہ رکھے اور جو کوئی مساعدت کرے منع نہ کرے اور اوسکی مراد کو اوسکی اوس نیت کیساتھ اندازہ نہ کرے کہ اوسمیں پراگندگی اور بے برکتی بہت ہو اُس زمانے والے کو اور کسی کی سماع میں دخل نکرے اوسکا وقت پریشان ہووے اور اوس کے زمانہ میں تصرف نکرے اور چاہیے کہ اگر قوال اچھا گاتا ہے تو اوس سے یہ نہ کہے کہ تو اچھا گاتا ہے اور اگر بُرا گاتا ہو بُرا نہ کہے اور یا شعر ناموزون کہے جس سے طبیعت پراگندہ ہو یہ نہ کہے زیادہ اچھا پڑہ اور دل میں اُس سے خصومت نہ کرے اور اوسکو درمیان میں نہ دیکھے حق کے ساتھ حوالہ کرے اور وہ راست سنے اور اگر کسی گروہ نے سماع کو اختیار کیا ہو اوسکو اُس سے حصہ نہ ہوا ہو شرط نہیں ہے کہ اپنے صحو کے ساتھ انکے سکر میں دیکھے ، اور میں کہ علی بن عثمان الجلابی ہوں ابیات کو زیادہ دوست رکھتا ہوں کہ مبتدیونکو سماع میں نہ چھوڑیں تو کہ ان کی طبیعت خراب ہووے کیونکہ اوسمیں بڑے خطرے ہیں اور آفتیں اس سبب سے کہ عورتیں بالاخانہ سے یا کسی جگہہ سے درویشوں کو دیکھتے ہوں انکے حال میں اور ابیات سے سُننے والوں کو سخت حجاب واقع ہوں اور چاہیے کہ امردوں کو انمیں نہ بٹھلاویں اور جاہل صوفیوں نے ان سبکو اپنا مذہب قرار دیا ہے اور صدق درمیان سے اٹھایا اور مَیں معافی چاہتا ہوں اس قسم کی آفتوں سے جو مجھ پر گذری ہیں اور خداوند تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں تاکہ میرے ظاہر و باطن کو آفتوں سے نگاہ رکھے اور اس کتاب کے پڑہنے والونکو وصیت کرتا ہوں کہ اس کتاب کے موافق حقوق کی رعایت کریں اور اللہ کیطرف سے توفیق ہے والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ اجمعین و سلم تسلیما کثیرا کثیرا ۔

تمت

خاتمہ کتاب ہٰذا

الحمد للہ والمنۃ کہ ان دونوں کتاب لاجواب ہدی صغیر و کبیر مصنفہ و مدونہ حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت سید علی ہجویری المخاطب بہ داتا گنج بخش لاہوری کہ جسکا ترجمہ ہمنے بہ صرف زرکثیر مولنا بالفضل اولانا تاج الشریعت منہاج الامۃ افضل الفضلا جناب مولانا الحافظ الحکیم شاہ ظہیر احمد صاحب ظہیری السہسوانی ثم البدایونی المخاطب بہ ظہیر العلماءؒ مؤلف و مصنف کتب اسلام سے کرایا ہے اور نام اس ترجمہ کا ظہیر المطلوب فی ترجمہ کشف المحجوب رکھا۔ خدا تعالے مقبول عام فرماوے۔ واضح ہو کہ یہ ترجمہ مولانا صاحب نے یکم رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ کو شروع کیا اور ۲۲ ماہ شوال کو اس ترجمہ کو ختم کیا۔ آپ کی تصانیف سے اس شہر لاہور میں بہت کچھ کتب طبع بھی ہوئی ہیں اور ہندوستان کے دیگر مطابع میں بھی شائع ہوئی ہیں ⁂

اطلاع

چونکہ یہ کتاب ہم نے بہ صرف زرکثیر ترجمہ کراکر چھپوائی ہے۔ لہٰذا کوئی صاحب اس کے چھاپنے کا قصد نہ فرمائیں۔ ہاں جس قدر نسخے مطلوب ہوں ہم سے بذریعہ ویلیوپی ایبل یا نقد قیمت بھیجکر طلب فرما دیں۔ ورنہ نقصان اٹھائیں گے۔ اسی وجہ سے ہمنے اس ترجمہ کی رجسٹری باضابطہ کرادی ہے ⁂ یکم جولائی ۱۹۰۹ء ⁂

المشتہر

حاجی چراغ الدین سراج الدین تاجران کتب بازار کشمیری لاہور

اسلامیہ سٹیم پریس لمیٹڈ لاہور میں باہتمام منشی محمد شفیق خان پرنٹر کے چھپا

(محمد شریف) کاتب بہرام

وقائع ہنجول المعروف بہ قصۂ سسی پنوں شہباز خاں فارسی

نام سے تو معلوم ہوتا ہے کہ محض ایک قصہ ہے جس طرح پنجابی شعرا نے اس قصہ کو نظم کیا ہے۔ اسی طرح یہ فارسی میں منظوم ہے لیکن پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ چودہری شہباز خاں صاحب مرحوم نے اس قصہ کو آڑ بنا کر رموز حقیقت کو آشکارا کر دیا ہے۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں ✦ گفتہ آید در حدیث دیگراں

لطف یہ ہے کہ فارسی برجستہ ہی نئی طرز میں شعر کہا گیا ہے۔ ہر ہر چار مصرع کا نیا قافیہ نیا ردیف۔ ہر ہر بند میں تجنیس وغیرہ صنائع بدائع کی بھرمار کر دی ہے اور یہ صنعت گری عام کتب کی طرح دیباچہ ہی تک ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ ساری کتاب ایک رنگ میں لطائف شاعرانہ سے رنگین ہے۔ پہلے بھی یہ کتاب طبع ہو چکی ہے لیکن اب کے خاص اہتمام سے خوشخطی اور صحت و صفائی طبع کو ملحوظ رکھ کر چھپوایا گیا ہے۔ جو بہ نسبت سابق نہایت خوشنما ہے۔ شائقین اس ایڈیشن کو دیکھ کر یقین ہے کہ ہماری محنت کی ضرور ہی داد دیں گے۔ قیمت صرف ۴ر

مجموعہ وظائف معمول سلسلہ چشتیاں

اس مجموعہ بے بہا میں حسب ذیل وظائف ہیں:-

دلائل الخیرات۔ اسبع شریف مدد دو مستغاثہ عشرہ اسمائے حسنیٰ دعائے کبیر سلسلہ خاندان چشت اہل بہشت سلسلہ خاندان قادریہ۔ یہ مجموعہ باجازت خواجہ محمد الدین صاحب سلیمانی نظامی۔ فخری سیالوی خلیفہ حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نہایت ہی خوشخط عمدہ کاغذ پر چھپوایا ہے شائقین جلد ہی اس گوہر بے بہا کو خریدیں ورنہ کف افسوس ملنے کے علاوہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار بھی کرنا پڑیگا قیمت مجلد عہ اور بلا جلد ۸ر

قصص المحسنین مصنفہ مولوی کرم الٰہی صاحب

اور بھی تو بہت سی کتب مختلف مصنفوں کی قصص المحسنین تیار شدہ ہمارے ہاں موجود ہیں مگر قصص المحسنین ایک نرالی طرز اور عمدگی سے نہایت پاکیزہ احسن القصص حضرت یوسف اور دیگر حکایات مستند دینی مطابق نص حدیث درج ہیں نہایت ہی دردآمیز کہانی ہے جسکے دیکھنے سے ہر ایک سطر پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں مفصل درج ہیں شائقین دیکھکر ایکدوسری کا اندازہ کر سکتے ہیں قیمت عہ

ترجمہ قدوری اردو میں

از فاضل اجل حکیم شاہ ظہیر احمد صاحب ظہیری در باب مسائل فقہ حدیث اس کتاب کا عربی سے ترجمہ کیا گیا ہے مشکل یہ تھی کہ تمام مسلمانان عربی سے محض ناواقف تھے انکو اپنے دینی مسائل شریعت طریق نماز حج زکوۃ شرک بدعت اور تمام قانون شرعی سے آگاہی کیوجہ سے پوری واقفیت حاصل نہیں ہوتی تھی کہ علمی عام فہم ہو سکے واسطے اس آسان زبان اردو میں ترجمہ کرایا گیا ہے۔ کتاب مذکور ہاتھوں ہاتھ بک رہی ہے قیمت عہ

انیس الواعظین اردو میں

از فاضل اجل حکیم شاہ ظہیر احمد صاحب ظہیری۔ یہ کتاب وعظ پند و نصائح مطابق آیات اور احادیث۔ آں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم جو مومنوں کے دلوں کو صاف اور پاک اور پاکی لوگوں کو بدرجہ غایت لانیوالی ہے۔ اور گناہوں سے متنفر اور پرہیز کرانیوالی ہے۔ جو لوگ گناہوں کو گناہ نہیں سمجھتے۔ اُن کو مرض عصیان سے بچانے کے لئے یہ کتاب لاجواب اور بے نظیر ہے۔ باوجود لکھائی چھپائی عمدہ ہونے کے قیمت بھی صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ ۸ر